UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222936
UNIVERSAL
LIBRARY

The Drinched Book

text fiy book

OUP—880—5-8-74—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. A91s ٤٢٠٥ Accession No. ٤١١٤٧٤

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

دبدبۂ آصفی

اخلاقی۔ علمی۔ تاریخی۔ ادبی مضامین کا ماہوار رسالہ

یادگارِ جشنِ سالگرہ مبارک اعلیحضرت حضور پرنور نواب میر محبوب علیخان

بہادر نظام الملک آصفجاہ فتح جنگ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

حسب الحکم

وزارت پناہ فتوت دستگاہ سر مہاراجہ بہادر

یمین السلطنتہ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی

محبوب پریس علاقہ پیشکاری حیدرآباد دکن سے شایع ہوا

فہرستِ مضامین

سالگرہ مبارک۔	عالیجناب وزارت مآب یمین السلطنت سر مہاراجہ بہادر المتخلص بہ شاد
آس اور یاس۔	مولوی سید محمد فخر اللہ صاحب (اڈیٹر رسالہ حسن)
حصۂ نظم۔	
اُردو ہندوستان کی عام زبان ہے (اس مضمون پر اشرفی دیگئی ہے)	حکیم برہم صاحب۔ پروپرائٹر فتنہ گورکھپور۔
العشق فنون۔	مولوی محمد نور الحسن صاحب ہاشمی صفی پوری۔
حیدرآباد کی چھٹی ربیع الثانی۔	مولوی حافظ ساجد علی صاحب ساجد وکیل ہائیکورٹ از اورنگ آباد۔
دو پیکر پر ایک نظر	مہتمم۔
اردو کے معلے اور دکن ریویو۔	مہتمم۔



تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

سالگرہ مبارک

خدا رکھے آج ہمارے بادشاہ جمجاہ عالم پناہ ظل اللہ کی سالگرہ کا مبارک دن ہے۔ انتالیسوان سال خیر سے حسن اختتام کو پہونچا۔ اور عمر شریف کے چالیسوین سال کا آغاز ہوا۔ اس روز مجمود و مسعود کا مقتضے یہ ہی کہ جس سے جسقدر ہو سکے اظہار مسرت و سرور کرے اور سپاس الٰہی مین تہ دل سے رطب اللسان ہو کہ اُسنے ہوا خواہون اور جان نثارون کو یہ خوشی کا دن دکہایا۔

انسان جو اس عالم ناسوت کا مسافر ہے اسکا ہر نفس شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے اس قول کا مُرنفسے کہ فرو می رود ممد حیاتست۔ وچون برمی آید مفرح ذات پس در ہر نفسے دو نعمت موجود و در ہر نعمتے شکرے واجب" مصداق ہے پس بلحاظ اسکے کہ عموماً ہر فرد بشر کے انفاس کے لئے ایک ہی حکم ہے، اور انعام الٰہی سے ایک نعمت خاص کا جب انسان مستحق اور سزاوار ہوا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ملکی بہی خواہی۔ حکومت کی وفاداری۔ رعایا پروری۔ اور اخلاقی و مذہبی پابندی کا یہ اقتضا بیجا نہو گا کہ انسان اپنے اس خدائے لایزال کے نعمت ہائے خاص کا سپاسگزار ہو۔ خصوصاً بادشاہان اولوالعزم جنکے دامن عاطفت کے سایہ مین مخلوق خدا پرورش پاتی ہے اور خداوند مجاز کے خطاب سے سرفراز فرمائے گئے ہین وہ اپنی بھاری ذمہ داری کے ادا کرنے اور خدائے پاک کے بے پایان احسانات اور اُسکی عطا کردہ ودیعتون کو انجام دینے مین مشکور ہوتے ہین۔ انکو سپاسگزاری خالق بے نیاز کی بارگاہ مین فرض عین اور رعین فرض ہے اور حقیقت مین اسی ادائے فرض کی خوشی سالگرہ کی خوشی کہی جاتی ہے عیش و عشرت کے جلسے

فروعی اسباب ہین ۔

سالگرہ کی رسم ایک قدیم رسم ہے عمر کا ایک سال سلامتی سے گزر جانے پر اپنی حیثیت کے موافق عیش و نشاط کے جلسے آرمی کرتا ہے ۔ اور اس رسم کی بیل مشرقی اور مغربی دونون ممالک کے تہذیب اور اخلاق کے لحاظ سے منڈھے چڑھی ہے ۔ علاوہ حکمرانون اور روسا رعالیمرتبہ کے معمولی امرا اور اوسط درجے کے لوگ بھی بچون کی سالگرہ کے دن علے قدر مراتب اور اپنے اپنے خیالات و مذاق کے موافق خوشی کے شادیانے بجاتے اور رنگ رلیان مناتے ہین کہ خدا کے فضل سے گذشتہ سال ہر آفت سے مصئون رہے ۔ اور نخل نعمت الہی سے برخوردار ہوئے ان اقسام کے رسوم کا اثر ہر ملک اور ہر طبقے مین یکسان ہے کشور ہند مین ہندو اور مسلمان رؤسا اور والیان ملک کی سالگرہ کے جلسے قابل دید ہوتے ہین چنانچہ جہانتک سُنا گیا ہے راجپوتانہ اور مالوہ کے والیان ملک اس موقع پر کچھ کم حوصلہ افزائی سے کام نہین لیتے ۔ باینہمہ ہماری ظل سبحانی کی سالگرہ کے سر شہرت کا مبارک سہرا باندھا گیا اور کیون نہو اسلئے کہ اول تو اسوقت ہندوستان مین دولت آصفیہ کے برابر کوئی ریاست نہ دکن کے بادشاہ کے مقابلہ کا کوئی فرمانروا ہے دوسرے رعایائے دکن اپنے تاجدار آقائے نامدار کی جیسی فرمانبردار مطیع و جان نثار ہے ایسی وفاداری و اطاعت پذیری دوسرے ملک کی رعایا مین کم ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ حضور پرنور کی قدر افزائی اور اپنی رعایا کے ساتھ محبت و الفت اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ جسپر ترقی ممکن نہین اور کچھ رعایا ہی پر منحصر نہین بلا مبالغہ حضرت بندگانعالی کے کرم و اخلاق کے چلتے ہوئے جادو نے تمام عالم کو مسخر کرلیا ہے ۔ یہی سبب ہے کہ ایسی خوشی کے موقع پر ہر شخص چاہتا ہے کہ مین دل تک نکالکر نذر کرون اور اپنی آنکھون کو زیر قدم بچھاؤن ۔

کچھ آج نہین بلکہ آغاز سال جلوس میمنت مانوس سے اہل دکن کو اپنے بادشاہ کے ساتھ خلوص و عقیدت بدرجۂ غایت ہے اور وہ روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے اظہار خیر خواہی کے لئے بے چینی کے ساتھ موقع کے منتظر رہتے ہین اور جب سالگرہ کا مبارک دن آتا ہے تو جوش انبساط سے بے اختیار ہوجاتے ہین ۔ کلیجا باتہہ بھر کا ہوجاتا ہے چھاتی پھولی نہین سماتی ہین خود بخود دل مین ایک اُمنگ پیدا ہوتی ہے جو اظہار مسرت پر مجبور کرتی ہے اور اسمین کسی طرح کے تصنع اور ظاہرداری کو دخل

نہین ہوتا۔

یہ خوشی ایک قدرتی خوشی ہے اور انسان کی فطرت مین داخل ہے کہ ایسا مالک جسکے دامنِ عاطفت مین پرورش پائی ہو جسکے سایۂ دولت مین امن و آسایش اور عزت و آبرو سے بسر ہوتی ہو جسکی حکومت جان و مال اور حرمت و ناموس کی محافظ ہو۔ اور ماں باپ سے زیادہ شفیق ہو اُسکے نام پر مال کیا جان قربان کرنے کو اپنے لئے معراج تصور کرتا ہے۔

اِس عہد دولت مہد کو خدا ابدالآباد قائم رکھے کیسی خوشی کی بات ہے کہ بادشاہ اپنی رعایا پر مہربان اور رعایا اپنے بادشاہ سے خوش راضی دعاے ترقی عمر و دولت مین مصروف ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جو نقش مراحم خسروانہ ہم جان نثارون کے لوحۂ دل پر منقوش ہے وہ نقش کالحجر ہے جو قیامت تک کسی کے مٹاے مٹ نہین سکتا۔ اور یہی وجوہ ہین کہ ہمارے بادشاہ و بیجاہ کی ہر لعزیز اورون سے سبقت لیگئی ہے۔

میری راے مین کوئی دل ایسا نہوگا جو حضرت بندگانعالی کے حق مین دعا نہ کرتا ہو۔ اور جان و دل سے خیر نہ مناتا ہو۔ فقرا اور مساکین سے لیکر اعلیٰ طبقے تک سب بادشاہ سلامت کی سلامتی مناتے ہین اور سایۂ عاطفت مین طرح طرح کے عیش اُٹھاتے ہین یا اللہ جب تک دنیا قائم ہے۔ ہمارے آقاے نامدار تاجدار گردون وقار خضور نظام عالیمقام کو اپنے فضل و کرم سے اور اپنے محبوب خاص کے طفیل سے شاد و آباد رکھ سطوت و شوکت اور اقبال و دولت روز افزون ترقی پاے۔ اور عمر دراز ہو۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

شاد عفی عنہ

آس اور یاس

روز اول سے جبکہ الفاظ کی تخلیق ہوئی۔ خالق جل و علا نے انسانی قلوب کو آس اور یاس

کی جلوہ گاہ بنایا ہے ان دو نہایت مختصر لفظون مین کائنات کا عدم اور وجود منحصر کر دیا ہے دنیا کا قیام (دنیا با امید قائم) اگر آس پر ہے تو کل لذتون کا انہدام یاس پر۔

یاس سے سروست قطع نظر کر کے قوام عالم پر جب غور کیا جاتا ہے تو ظاہر ہوتا ہے کہ جو لانگاہ عالم مین نہایت وسیع خلقت کی زندگیون کی مختلف روشین کسی نہ کسی مقصود پر پہونچنے کے لئے اسی آس کو اپنا چراغ رہنما بنائے ہوئے ہین۔

بیمار کیسی ہی ردی حالت تک پہونچ گیا ہو۔ دنیا سے منہ موڑ کر حضرت عزرائیل سے دست بوسی کی ہو اور دم واپسین کو صرف چند انفاس کا انتظار ہو مگر تیماردار ہین کہ سانس کی آس مین دواؤن کی بھرمار کر رہے ہین نظر توجہ کے لئے معالجین کی خوشامدین ہو رہی ہین بزرگان دین سے منتین مانی جارہی ہین اور بیمار کی آنکھ سے آنکھ ملائے صرف اسی آس مین بیٹھے ہین کہ وہ ذرا سنبھالا لے اور زندگی کی امید قائم ہو۔

ایک غریق خیال جانان اور متمنی وصال محبوب اپنی ہستی کو معدوم کرنے اور دیدار یار کے شوق مین فدا ہونیکی آرزو کس دلگداز لہجہ مین ظاہر کرتا ہے۔

کاگا! سب تن کھائیو اور چن چن کھیو ماس
دو نیناں مت کھائیو پیا ملن کی آس

تاج المتصوفین حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ نے اپنی نامی گرامی کتاب یوسف زلیخا کی ابتدا مین اسی (امید) آس کو باغ دنیا کی دلکشا کلی قرار دیکر

الٰہی غنچۂ امید بکشا

فرمایا ہے۔

اور معلم اخلاق حسنہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اپنے کلام بلاغت نظام کو

بضاعت ینا ورد م الا امید

پر ختم کیا ہے۔

یہ امید کس بلا کی عالمگیر اور کس غضب کی مقوی اعصاب و روح ہے کہ سلاطین عصر شکستون پر شکستین کھاتے اور ذرایع و اسباب سلطنت و مملکت یکے بعد دیگرے پامال ہوتے دیکھتے جاتے ہین

مگر صرف ایک آس ہی جسپر اُنکے آخری مرحلۂ زندگی کا مدار ہے اور اُسی کی دل لبھانے اور ہمت دلانے والی خیالی مورت کی پرستش سے زندہ اور آمادۂ پیکار اور امیدوار فتح و نصرت ہین۔

ایک جُواری بازیان ہارتا جاتا ہے۔ مگر پھر شرط لگاتا اور پھر ہارتا ہے یہانتک کہ اُسکے کیسۂ زر مین آخری سکہ رہجاتا ہے وہ آخری سکہ بھی پھر اسی آس پر قربان کیا جاتا ہے کہ ہاری ہوئی بازی واپس آئے۔

اُس کاشتکار کو دیکھو جس نے اپنی امیدگاہ (کشت) مین زمین درست کرکے تخم ریزی کی اور آس کی دونون آنکھون سے رو بفلک ہے کہ قطراتِ رحمت اُسکے خشک کھیتون مین آبیاری کرین۔

ایشیائی نخلِ امید جو مدتون کی مغلوبیت اور ناکامی سے بالکل مرجھا گیا تھا حال کے جاپانی فتوحات سے پھر ہرا ہو چلا ہے۔ آس سینہ مین جوشزن ہے اور باور کراتی ہے کہ یہ جوہر جو کسی نہ مین ایشیائی دلون مین ودیعت کیا گیا تھا نقصِ استعمال سے مبدل بہ یاس ہو گیا ہے مگر فی نفسہٖ جوہر ہنین اور اگر چشم بینا اور گوش شنوا ہون تو منزلِ مقصود تک رہنمائی کے لئے تیار ہے۔

جب کلمبس کے ہمعصر فضلا و حکما جو متوسلین دربار شاہی تھی وجود امریکہ و کرویۃ ارض کا انکار کرتے تھے تو اُسوقت اُسے کون ڈھارس دیتا تھا؟ اور جب اُسکے ہمراہی جو غلبۂ یاس سے مایوس ہو چکے تھے فساد کرنے بلکہ اُسیکو مار ڈالنے کے لئے آمادہ ہو رہے تھے تو اُسکی اُس بحر ناپیدا کنار مین کون دلجوئی کرتا تھا؟ وہ دلہاے عالم مین پرورش پانے والی آس تھی جس نے تمام ناکامیون کا مقابلہ کرتے ہوئے منزلِ مقصود تک اُسکو اور اُسکے جازون کو پہونچا دیا۔

نپولین بوناپارٹ کو جب بعض سلاطین کی مجموعی کوشش سے شکست ہوئی اور وہ بعد گرفتاری ایک دور دراز جزیرہ مین قید ہوا۔ تو اسی آس نے اُس قید خانہ مین اُسے مختلف سبق پڑھاے اور قید خانہ سے بھاگ جانیکی تدبیرین سوجھائین اور بالآخر اسی چراغ امید کے اُجالے مین وہ قید خانہ کی ظلمت سے نکل گیا۔

فضاے عالم مین فطرت اللہ سے سبق لینے والے ذی روح جب علی الصباح مقتضیات حیوانیہ کا احساس کرکے دنیا کی مختلف پیچیدگیون اور اشکال پر نظر کرتے ہین تو ہمت چھوٹ جاتی ہے

مگر کلمۂ لاتقنطوا (بے آس مت ہو) دستگیری کرتا ہے اور بالآخر کامیابی ہوتی ہے۔

نمازگذارانِ باصفا جب شب کو دنیا کے کاروبار سے سبکدوش ہوتے ہین اور آخری وقت کی نماز مین مصروف۔ تو کمال خشوع وخضوع سے وترجوا رحمتک (تیری رحمت سے امید رکھتے ہین) لازمی طور سے کہتے اور اسی امید مین سرمست خواب ہو جاتے ہین۔

ہم جانتے ہین کہ آریائی اور سمٹک (شامی) زبانون مین فرق عظیم ہے اور یہ دونون علم السنہ کی دو مختلف شاخین ہین مگر اس کا لفظ کچھ ایسا عالمگیر اور مقبول عام ہے کہ قرآن پاک کی اس حکمی عبارت مین لاتیئسوا من رحمۃ اللہ (اللہ کی رحمت سے نامید نہو) لاتیئسوا اور آس حسن اتفاق سے ہم معنی اور ہم مخرج نکلے۔ گویا ان دونون نہایت قدیم اور وسیع زبانون نے اسی لفظ آس پر باہمی مصافحہ کیا۔ اور آریائی زبان کے (الف) اور سمٹک کے (س) سے لفظ آس بنایا گیا ہے۔ جو تمام دنیا کے انتظامات مین خدائی جوہر کے ساتھ خمیر کا کام دے رہا ہے۔

پس یہ آس عجیب دل افروز عالمگیر خیال ہر جوہر دل مین متمکن ہے اور جسکا ہر سینہ جلوہ گاہ بنا ہوا ہے۔ یہ نور ضیا شعلہ طور ہے۔ کہ جملہ قلوب انسانی متجلی و پر نور ہو رہے ہین۔ مگر ہم اس کا سمان ایک دوسرے پیرایہ مین مختصراً دکھاتے ہین۔

ماہِ ربیع الثانی مظہر برکاتِ روحانی ہے۔ یونتو حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے تمام عالم بخصوصیت خاص اس ماہ مین شرف اندوز ہوتا ہے مگر اسیکے ساتھ حضرت ظل رحمانی محبوب علی بادشاہ خلد اللہ ملکہٗ کے قدوم میمنت لزوم سے سالگرہ مبارک کا جشن عالمگیر منایا جاتا ہے جب ہر دل گرہ امید ہے اور اعلیحضرت گرہ کشائے امیدہاے عالم ہین تو وابستگان دولت و امیدواران فضل وکرم کے غنچہاے امید کا تقریب سالگرہ مبارک سے کھلجانا مقتضیات فطرت سے ہے اور اس مرکز امید کے ازدیاد جاہ وجلال اور طول طویل گرہ بندیون کی خواہش جذبات محبت سے ہے جسکا وجود جزو لاینفک ہو کر ہر پر امید دل مین پایا جاتا ہے۔

سید فخر اللہ

رباعیات جناب حافظ ساجد علی صاحب ساجد در تہنیت سالگرہ مبارک

ہر شمع مین ہی جہلک رخِ حور کی آج
ہر سمت تجلی ہے شبِ طور کی آج
کیون جشن منائے نہ رعایائے دکن
ہی سالگرہ حضور پُر نور کی آج

ولہٗ

یاور ہی زمانہ بخت بیدار ہے آج
مسرور و شگفتہ ہر نمکخوار ہے آج
پائینگے ہوا خواہ خطاب و خلعت
سلطانِ دکن کا گرم دربار ہے آج

ولہٗ

دربار نظام ہے عطا مین دُربار
ہو جائے غنی جو بار پائے اکبار
بھر جائیگا دامنِ تمنا سب کا
اب گوہر و لعل و زر کے ہونگے انبار

ولہٗ

گلشن بہ گل و چرخ بہ اختر نازد
کان و دریا بہ لعل و گوہر نازد
لیکن نہ چنانکہ تخت و تاج شاہی
بر اصفحاہِ عدل گستر نازد

رباعیات نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز ناظم عطیات صرفِ خاص

کس منہ سے کہون کہ تو کہان رہتا ہے
تخصیص غلط ہی کہ یہان رہتا ہے
تیلی بنکر کبھی سوید ابنکر
آنکھون مین عیان دلمین نہان رہتا ہے

ولہٗ

میرے اُنکے بہم جدائی کب تک
کبتک یہ مقدر کی بُرائی کبتک
تہک تہک گیا ہای ہای کرتے کرتے
امی آہ یہ تیری نارسائی کب تک

ولہ

محروم رہے وصل سے ناشاد رہے
ہر وقت اسی فکر مین برباد رہے
اللہ سے چاہینگے ترے ظلم کی داد
یہ یاد رہے یاد رہے یاد رہے

ولہٗ

کہتے ہین تجھے اور ستائینگے ابھی
آسان نہین ہی دل لگانا ہمسے

آٹھہ آٹھہ آنسو یون رُلائینگے ابھی
یہ یاد رہے اور جلائینگے ابھی

ولہٗ

پھر اُنسے بگڑکے بن رہی ہے ابتو
ہم ہین وہ ہین مزے مزے کے شکوے

غیرون سے عزیز تن رہی ہے ابتو
گہری اِس طرح چھن رہی ہے ابتو

ولہٗ

بیتاب جو دلکو ہجر مین پاتے ہین
دھوکے ہی دیا کرتے ہین اُسکو اکثر

بہلاتے ہین پھسلاتے ہین سمجھاتے ہین
کہتے ہین ٹھہر جا وہ ابھی آتے ہین

ولہٗ

اُس بانیٔ جور سے محبت توبہ
یہ خبط ہے یہ خیال باطل ہی عبث

امید وصال وعیش وعشرت توبہ
توبہ کیجئے اب اِس سے حضرت توبہ

غزل جناب اختر مینائی

کہلیکر جی پر ہم اپنا مدعا کہتے کو ہین
گل سراپا گوش ہین کانٹی ہین سرتا پا زبان

آج جو کچھ دلمین ہے وہ برملا کہتے کو ہین
یہ نہین کہلتا ہی کیا سُننے کو کیا کہتے کو ہین

ہی ہمارے اُنکے جھگڑا ناصحا کیا کیا نہ کیا
ہم بُرا سُنتے کو ہین اور وہ بُرا کہتے کو ہین

کیسی مشکل آپڑی ہی اختلافِ طبع سے
مین تو کیا کہنے کو ہون اور آپ کیا کہتے کو ہین

بیزبانی کے گلے پر مجھسے یہ ارشاد ہے
جسقدر ہم کہہ چکے اس سے سوا کہتے کو ہین

فیصلہ قسمت کا ٹھہرا ہے زبان یار پر
دل دھڑکتا ہی وہ دیکھین آج کیا کہتے کو ہین

چاہتے یہ ہین کہ مین پہلے سے یہ دون اُنکو دل
کیسے بھولے پن سے اپنا مدعا کہتے کو ہین

یہ کہا کہنے کہ میری رازداری ہے کہ
کہئے تو مین خود ہی کہدون آپ کیا کہتے کو ہین

اہلِ محفل دیکھلو ہاتھو سے کلیجا تھام لین
آج اختر اپنے غم کا ماجرا کہتے کو ہین

اُردو ہندوستان کی عام زبان ہے

ہر ایک شخص خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان اگر اُسکے مزاج مین صلاحیت ہو تو بالطبع ایسے امور کو ناپسند کریگا جن سے ہندو اور مسلمانون کے برادرانہ اور سوشیل تعلقات پر ناگوار اثر پڑنا ممکن ہو۔ بالخصوص عام ملکی زبان کی نسبت کسی قسم کا اظہارِ اختلاف بہرحال قابلِ نفرت ہے جس نے "اُردو اور ہندی" کے نام سے ایک مکروہ سوال کی صورت اختیار کی ہے۔ ہندوستان کی یہ دو خاص قومین جنھین سرسید مرحوم نے دُلہن کی دو آنکھون سے ایک موقع پر تشبیہ دی تھی جہان اور فروعی مخالفتون مین مبتلا ہین اُسمین بدقسمتی سے اِس ناگوار سوال نے نہایت منحوس اضافہ کر دیا ہے۔

اگر ایک ملک کے رہنے والے بغیر امتیازِ مذہب و معتقدات "قوم" کہلا سکتے ہین۔ تو بطور جائز ہندو اور مسلمان دونون ہندوستان کو اپنی زاد و بوم کہنے کا فخر کر سکتے ہین۔ اور ہندوستانی کہلانے مین دونون برابر کے شریک ہین۔ یہ ایک ایسا واقعی امر ہے کہ اسکے خلاف ایک لفظ کہنے کی بھی کوئی جرأت نہین کر سکتا۔ ہندو یا آریا تو یہان کی بہت قدیم نسل ہے لیکن مسلمانون نے بھی یہان کئی صدیان گذار دی ہین اور اِس خاکِ پاک کا خمیر اُنکی سرشت اور رگ و پے مین اِسقدر سرایت کر گیا ہے کہ اگر کسی مسلمان کے جسم کی ڈاکٹری تشریح کی جائے تو خون کا ایک قطرہ بھی ایسا دستیاب نہو گا جس سے صرف "عرب" یا "عجم" کی بُو آتی ہو۔

میرا یہ دعویٰ کہ یہان کے مسلمان خالص "ہندی" ہین بلا دلیل نہین ہے جب یہ دیکھا جاے کہ مسلمان جسوقت اس ملک مین فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے تو وہ بطور ایک سپاہی کے آئے تھے جنکی رفیق طریق عرب یا عجم کی منکوحہ خاتونین نہ تھین بلکہ وہ تلوار تھی جس پر آج بھی مسلمان اپنے مرکزون مین فخر کرتے ہین۔ اِسکے بعد اِس

وضاحت کی ضرورت باقی نہین رہتی کہ عربی اور عجمی خون کا آرین خون سے کس طرح پیوند ہوا جس کی پیداوار زمانۂ حال کے اکثر مسلمان ہین۔ اسلئے کہ ایسی صورتین بہت شاذ نہین کہ کوئی خاندان معہ اپنے قبائل کے اِس ملک مین وارد ہوا ہو۔

اور جب اسپر اُس عظیم تعداد کو اضافہ کیا جاے جسے اِس ملک کے ہندوؤن نے قبول اسلام سے بڑہایا ہی۔ تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہان کے ہر ایک ہندو اور ہر ایک مسلمان مین باہم کوئی نہ کوئی قریب یا بعید کا رشتہ ضرور ہے۔ یہ اور بات ہی کہ امتداد زمانہ اور مرور ایام سے ہم اُسکی کوئی تاریخی سند نہ پیش کرسکین لیکن حقیقت حال بغیر کسی شک و شبہہ کے وہی ہے جو مین نے بیان کی ہی۔

پس یہ کس قدر افسوس کی بات ہے اور کس قدر جگر خراش یہ مضمون ہے کہ دو بھائی جو ایک ہی گھر مین رہتے ہون۔ یہانتک کہ اُنمین کوئی دیوار بھی حد فاصل نہو وہ اِس طرح آپس مین سرد مہری اور باہم نفرت ظاہر کرین جس کی توقع ایک بیگانہ محض سے بھی نہین ہوتی جب ہندوستان تاج برطانیہ کے ظل حمایت مین آیا تو جو لوگ صاحب فہم و فراست تھے اُنہون نے امید کی ہوگی کہ اِس امن و آزادی کے زمانہ مین اِن دونون قومون کا رشتۂ اخوت زیادہ ترقی کے ساتھہ مربوط و مستحکم ہوگا۔ مگر آج ہم دیکھتے ہین کہ مغربی تعلیم نے اُنپر اُلٹا اثر ڈالا اور جس قدر قرب اور میل جول کی امید کی جاتی تھی اُسی قدر دوری اور فراق رونما ہے۔

اِسمین نہ تو گورنمنٹ کا قصور ہے۔ نہ مغربی تعلیم کا۔ بلکہ یہ تمام تر فساد اُس ناقص مادۂ طبیعت کا ہی جو ہمارے گون مین بیشتر ایک حجاب کے اندر موجود تھا مگر جدید تعلیم کی روشنی مین آپکو پوشیدہ نہ رکھ سکا اور اپنی اصلیت ظاہر کردی۔

اِس مادۂ فاسد کے اُبھارمین بہت بڑی مدد یورپین مورخون بالخصوص ہنٹر صاحب اور دیگر بزرگون سے ملی انگریزی حکومت کی بیشمار برکتون کے ساتھہ اِن مورخون کا احسان بھی ہندوستان کی دونون قومون پر ہمیشہ باقی رہیگا جنہون نے بغیر تنقیح و تنقید اُس تمام رنگ آمیزی کی داستان کو حرف بحرف تسلیم کرلیا جسے کسی انگریز مورخ نے

حالاتِ ہند کی نسبت قلمبند کیا ہو۔ لطف کی یہ بات ہے کہ ہندوستان کی تاریخ جو کسی انگریز مصنف نے لکھی ہو اُس سے صرف ہندو ہی نہین متاثر ہوتے بلکہ ایک طور پر مسلمان بھی اُسکے کسی نہ کسی اثر کو قبول کر لیتے ہین۔۔

کسی ہندو کے سامنے تم مغل بادشاہون کا ذکر کرو جس نے کچھ انگریزی تعلیم پائی ہو اور تاریخ ہند اُسکے سلسلۂ نصاب مین شامل رہی ہو۔ تو اگر تم اجنبی شخص ہو تو حیرت سے مبہوت ہو جاؤ گے جب دیکھو گے کہ وہ ہندو اکبر اعظم اور شاہجہان کے محامد و اوصاف ایسی گرمجوشی سے بیان کر رہا ہے جس لہجہ اور سرگرمی سے کہ وہ اپنے کسی دیوتا کا ذکر کرتا ہی مگر جہان عالمگیر کا نام آیا اور شکستہ مندرون کی یاد یکے بادیگرے اُسکے حافظہ مین تازہ ہونے لگی۔ اُسوقت اُسکی تمام رگون کا خون اُبلنے لگتا ہے چہرہ تمتما جاتا ہے۔ حواس پر غصہ کی حکومت شروع ہو جاتی ہے۔ زبان پر ضبط و قابو نہین رہتا اور اُس وقت وہ ایسے تمام الفاظ کہ گذرتا ہے جو دوسرے وقت وہ کبھی استعمال نہین کر سکتا۔ ظالم۔ وحشی متعصب۔ درندہ۔ مذہب کا برباد کرنے والا۔ یہ سب اُس سلسلہ کے ابتدائی الفاظ ہین۔ اور اگر تم ایک فرضی پتلا عالمگیر کا اُسکے سامنے کھڑا کر دو تو وہ اپنی دُھن مین اُسکے پرخچے پرخچے اُڑا ڈالے گا۔

اس طور پر ان دو قومون نے جنہین یکذات ہو کر رہنا چاہیے تھا آتشگیر مادہ پر بنیاد قائم کر کے اپنی عمارت تعمیر کی ہے جو ایک ذرا سی رگڑ مین دونون کو نیست و نابود کر دینے کو بہت ہے۔ اور ذاتی اختلافات نے تو پہلے ہی انہین ½ کر رکھا ہی۔

اب نہ تو اِس کا وقت باقی ہے کہ عالمگیر کے افعال پر اظہار رنج کیا جائے اور اُسکے تعصب مذہب پر غصہ کیا جائے۔ نہ اِسکا موقع ہی کہ اکبر کے تلاوان اور جہانگیر اور دوسری بہت سی ہندوانہ رسمون کی تقلید کی ستایش کی جائے۔ وہ اچھے اور بُرے دونون دہلی مین جمنا کی ناپائدار لہرون کی طرح معدوم ہو گئے۔ اگر اکبر کو کوئی صلہ ملنا ہی تو اُسکی داد دینے والی وہ سب سے عظیم الشان ہستی ہے جسکے قبضۂ قدرت مین ہم سب کی جان ہے۔ اور اگر عالمگیر کو کیفر کردار ملنا ہے تو یہ بھی ہمارے ہاتھون کے دسترس سے

بالاتر ہے۔ اب نہ عالمگیر کے مظالم باقی ہین نہ اکبر کی بے تعصبیان۔

اِسوقت ہم ہندو اور مسلمان دونون ایک ایسی عظیم دنیاوی طاقت کے زیرِسایہ ہین کہ جس مین مذہب اور خیال کی ہر ایک کو آزادی حاصل ہے۔

اب نہ کوئی سنکھ کی آواز کا شاکی ہے نہ کسی کو اذان سے گلہ۔ پھر یہ کس قدر دل دُکھانیوالی بات ہے کہ اِس امن و برکت کے زمانہ مین جبکہ ہر ایک گھر کے گوشہ گوشہ مین علم کی روشنی پہونچتی جاتی ہے ہم اپنے صدیون کے گڑے مُردے اُکھیڑین جن کی ہڈیان تک فاسفورس کی صورت مین تحلیل ہوگئی ہین اور تمثیلاً بطور واقعہ کے اُس سے ایسی کرخت اور متعفن بُو آتی ہے کہ ہم دونون کو اُسے بحالِ خود چھوڑکر اپنی حالت پر توجہ کرنی چاہیئے۔ کہ اگر یہ ابتدا ہے تو اسکا وسط اور انتہائی نوبت کیا ہونیوالی ہے۔

مین اِسوقت عالمگیر یا اکبر کے عہد حکومت پر کوئی ریویو کرنا نہین چاہتا۔ تاریخین اِن واقعات سے بھری ہوئی ہین اور جسکا جی چاہے اُسمین تلاش کرسکتا ہے کہ عالمگیر کی بدنامی ضرورت سے زیادہ کی گئی ہے۔ اور اُنہین تاریخون سے یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ ہندؤن کے ساتھہ عالمگیر کا برتاؤ فیاضی اور کشادہ دلی کا تہا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایک خاص زمانہ مین ایک خاص حکمران ایک خاص اصول کو بنظرِ مصالح ملکداری ضروری سمجھتا ہے اور اُسیکو دوسرے زمانہ مین تنگدلی اور ظلم سے منسوب کیا جاتا ہے۔

کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ گورنمنٹ کے صیغہ وضع آئین و قوانین مین کبھی کمزور دل و دماغ کے لوگ قانون سازی کے لئے مقرر ہوئے ہین جن کے بنائے ہوئے قانون حسب اقتضاے ضرورت وقتاً فوقتاً ترمیم و تبدیل و منسوخ ہوا کرتے ہین۔ کون شخص ہے جو دعوی کے ساتھہ یہ کہہ سکے کہ تبت مشن گورنمنٹ ہند کی جانب سے ایک جبری کارروائی ہے۔

اِسی طرح عالمگیر اور سیواجی کا معاملہ تہا۔ اگر عالمگیر کے بدنام زمانے کے علاوہ اکبر یا کسی اور کے وقت مین مرہٹون کا واقعہ پیش آتا تو اُسکے بیان کرنے کو تاریخ مین چار سطر کی جگہہ بھی نہ دیجاتی۔ لیکن اِس امر خاص مین ہم یورپین مورخون کی ذہانت اور کج و پیچدار پالیسی کی تعریف کرتے ہین کہ اپنے حسب منشاء اثر ڈالنے مین پورے طور پر

کامیاب ہوئے۔

قریب چوتھائی صدی سے اِس نامراد اُردو ہندی کی بحث نے دونون قومون مین ایک طرح کا اشتعال پیدا کر رکھا ہی۔ جسے کم علم اور نافہم لوگون نے زبان کی حد سے بڑھا کر مذہب کی حدود مین داخل کر دیا ہے۔ ایک ناعاقبت اندیش مسلمان اور ایک بے سمجھ ہندو علی الترتیب اُردو اور ہندی کی حمایت و پاسداری کو جزو مذہب سمجھتا ہے حالانکہ زبان اور مذہب مین کسی طرح کا بھی کوئی تعلق نہین ہے۔ اور یہ ایک جہالت ہے جو دونون جانب نقصان رسان ہے۔ مگر اِس نقصان کی نوعیت دوسری صورت مین شدت کے ساتھ تبدیل ہو جاتی ہے جب دیکھا جاتا ہے کہ بعض لکھے پڑھے صاحب فہم و فراست بھی اِس طوفانِ بے تمیزی مین شریک ہو جاتے ہین۔

مین اِسوقت اُردو ہندی کا جھگڑا فیصل کرنے نہین بیٹھا ہون بلکہ یہ کام اُن لوگونکا ہے جو ہندوستان کی سود و بہبود پر دن رات دماغ سوزی کیا کرتے ہین اور اِس کام کے لئے مجھ سے کہین زیادہ موزون قابلیت ایسے اہم امور کے تصفیہ کی رکھتے ہین۔ بلکہ اِس مضمون لکھنے کی وجہ تحریک رسالہ "مخزن" کا وہ مضمون ہے جو ایڈیٹر صاحب بھارت متر کلکتہ نے لکھا ہے۔ ہماری کہن مشق ایڈیٹر کو یہ تو تسلیم ہے کہ اردو اور ہندی دو چیزین نہین ہین مگر باوجود اِسکے وہ اُردو کو ترقی کرنیوالی زبان کی فہرست سے علیحدہ کرتے ہین۔ جو واقعات اور مشاہدہ روزمرہ کو اُلٹ پلٹ کرکے ایک نئی صورت مین قایم کر دینے کا عجیب طریقہ ہے اِس امر سے انکار کرنا کہ ہندوستان کی عام زبان اُردو ہے بدیہیات سے انکار کرنا ہے۔ اُردو ہی ایک زبان ہے جو ہندوستان کے گھرون مین اور گھر سے باہر تعمیم کے ساتھ بولی جاتی ہے جس طرح ایک شخص جو انگریزی اور فرینچ جانتا ہو۔ کرۂ ارض کا دورہ بغیر کسی دقت کے کر سکتا ہے اور ہر جگہ اپنا کام بسہولت چلا سکتا ہے اُسی طرح ایک اُردو بولنے والا ہندوستان کے تمام حصون مین بہ آسانی سفر کر سکتا ہے اور ہر جگہ اپنی ہی زبان مین ادائے مطلب کرکے رفع ضرورت کر سکتا ہے ورنہ یون تو ہر صوبہ مین متعدد زبانین مستعمل ہین جن مین باہم کوئی مناسبت نہین

پھر تمام ہندوستان کی زبان مین توافق و توحد کیونکر ممکن ہے۔ مین نے گذشتہ مردم شماری کی رپورٹ دیکھی ہے مگر چونکہ وہ سرتاسر شمار و اعداد سے بھری ہوئی ہے اسلئے ٹھیک تعداد نہین بتلا سکتا کہ ہندوستان مین کسقدر زبانین مستعمل ہین تاہم ایک قیاسی حساب لگانے سے مندرجۂ ذیل زبانون کی آپس مین مغایرت اور بتائین ظاہر ہوتا ہے۔ پنجابی۔ گجراتی۔ مرہٹی تلنگی۔ مدراسی۔ بنگلہ۔ اوڑیا۔ پارسی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اب یہ امر صاف ہو جاتا ہے کہ انمین سے کسی کو بھی ہندی نہین کہہ سکتے۔ حالانکہ یہ سب زبانین ہندوستان ہی مین حتی کہ ایک ایک صوبہ مین عظیم فرق کے ساتھ کئی کئی زبانین بولی جاتی ہین اور ایک دوسرے کے مقابلہ مین بیگانہ محض معلوم ہوتی ہین۔ لیکن اگر ہندی سے وہ زبان مراد ہے جو صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ مین بنگال کی حد سے لیکر پنجاب کی حد تک بولی جاتی ہے تو اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بہت محدود رقبہ کی زبان ہے اور کسی طرح اسکو عام ملکی زبان کا دعوی نہین ہو سکتا۔ اسپر بھی یہ کیفیت ہے کہ اگر پٹنہ سے دہلی تک چلین تو ہر پچیس تیس میل پر زبان کے لہجہ اور اشیاء کے نام اور طرز ادا سے مطالب مین عظیم فرق پائینگے اگر اسکا یون فرق دیکھا جائے کہ پورب جانب حدود بنگال اور پچھم وسط مقام صوبہ اور اُتر جہان ضلع دہلی سے صوبجات ہذا کا اتصال ہوتا ہے ان تینون مقامون کی زبان کا جسے ہندی کہا جاتا ہے مقابلہ کیا جائے تو حقیقت کھل جائیگی کہ جسے ہم ہندی کہتے تھے اُسکی وقعت ایک خیالی وجود سے زیادہ نہین ہے پھر بھی قریباً تیس کروڑ باشندگان ہند کی زبان بتا کر ایک عظیم مغالطہ پیدا کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر لفظ "ہندی" کی یا معروف نسبتی ہے۔ تو اس جزیرہ نما کی ہر ایک زبان اسی لحاظ سے کہ وہ کسی فرقہ باشندۂ ہندوستان مین بولی جاتی ہے ہندوستان سے نسبت رکھتی ہے اور "ہندی" کہلا سکتی ہے خواہ وہ سنتالیون کی بولی ہو یا بھیلون کی زبان۔ بخلاف اسکے اُردو جسے بغیر کسی مبالغہ کے ترقی و توسیع کردہ بھاشا کہہ سکتے ہین ہندوستان کی عام اور ملکی زبان کہلائے جانیکی اصلی حقدار ہے۔ اور اسپر ہندو اور مسلمان دونون بلا کسی روک اور جھجک کے اپنا قبضہ اور تصرف جاری رکھتے ہین۔ اور ملک کے ہر گوشہ مین اسی سے اپنا مافی الضمیر

ادا کیا جا سکتا ہو۔

اُردو کی ابتدائی تاریخ محتاج بیان نہین ہے اور ہر لکھا پڑھا شخص جو اُردو بولتا ہے یہ بھی جانتا ہے کہ یہ کیونکر پیدا ہوئے اور موجودہ نوبت تک اِسنے کِن کِن طریقون سے اپنی تکمیل اور ترقی کی ہے۔

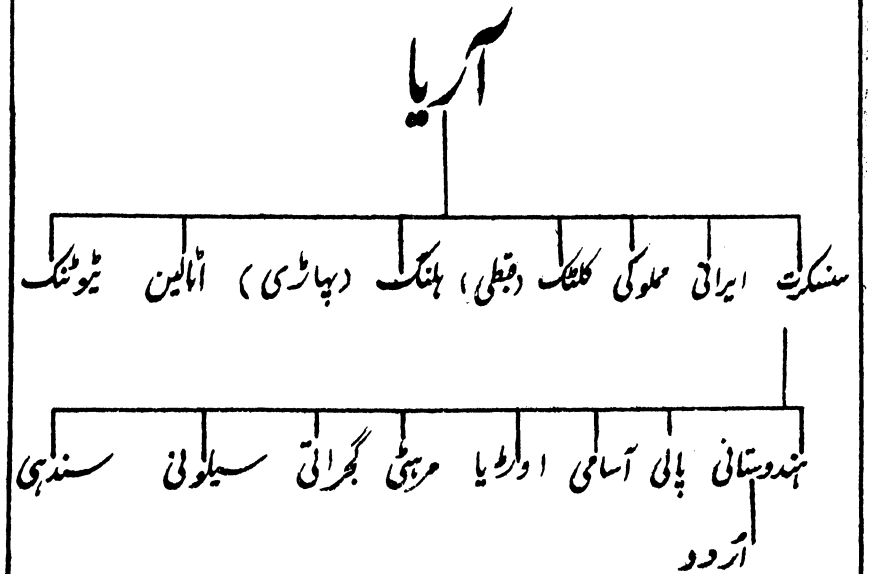
جیسا کہ مین نے اوپر ہندو اور مسلمانون کی یگانگت ثابت کی ہے۔ اُسی طرح اب یہ دکھانا چاہتا ہون کہ اُردو اور ہندی جسے غلط فہمی سے ایک دوسرے کی زبان سمجھتا ہے دراصل اُسی طرح ایک جنس سے ہین جیسے کہ ہندو اور مسلمان۔

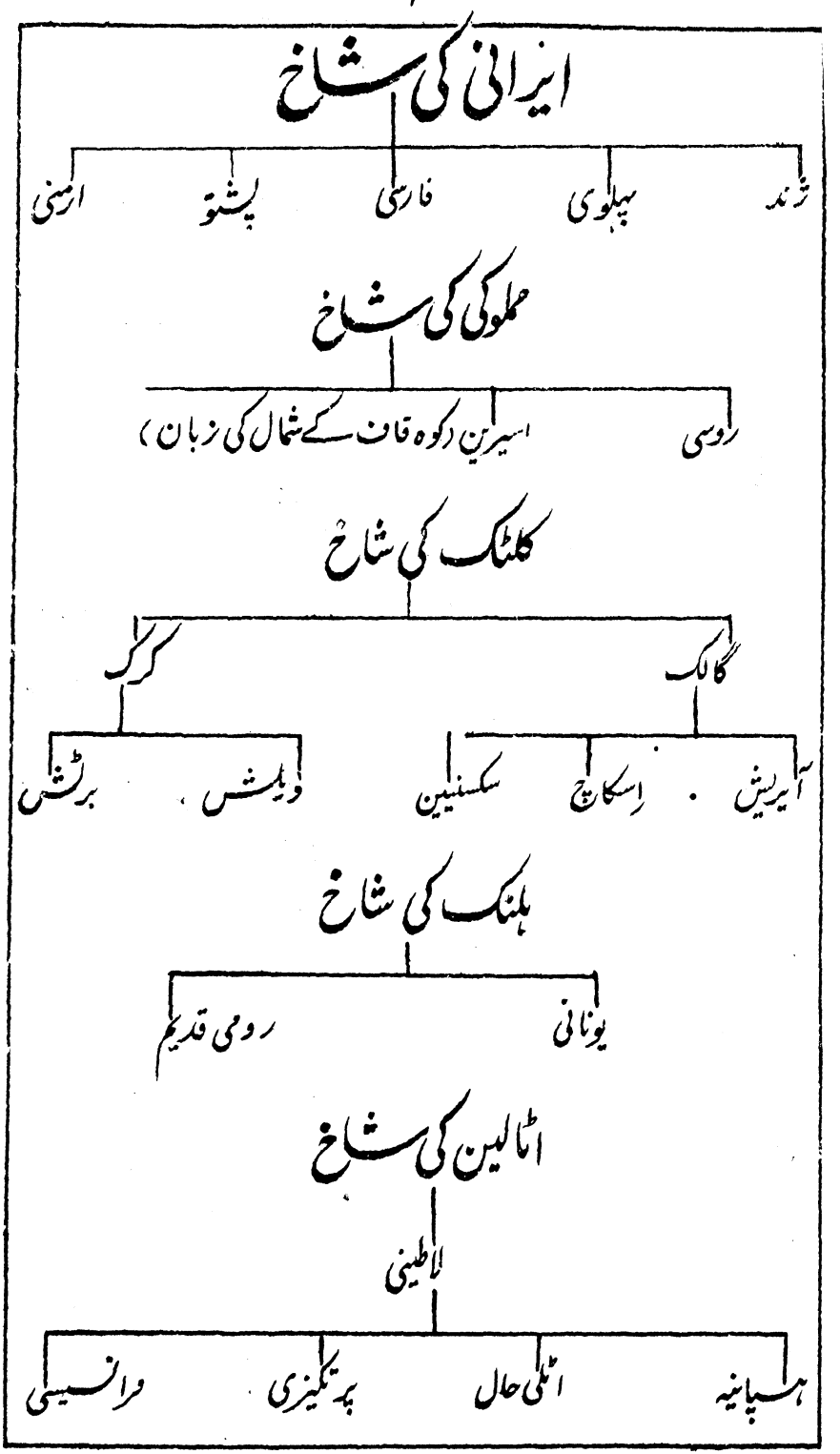
فیلن صاحب جو ایک مشہور ماہر فن لغت تھے اور جنکی یادگار ایک ضخیم ڈکشنری اُردو انگریزی کی موجود ہے اپنی ایک کتاب موسومہ "طبقات الشعرا" مین لکھتے ہین کہ گیارہوین صدی عیسوی کے قبل تمام ہندوستان مین وید کی زبان کے خلاف ایک اور زبان رائج تھی۔ اور راجہ بھرت کے عہد حکومت مین بھاشا کو فروغ ہونا شروع ہونا۔ ہنوز بھاشا نشوونما کی حالت مین تھی اور اُس کی تکمیل نہین ہوئی تھی کہ محمود غزنوی نے ہندوستان پر متواتر حملے شروع کر دئے۔ حتی کہ بارہوین صدی مین پٹھانون نے ہندوستان مین اپنی حکومت قائم کرلی اور اقتضای وقت کے بموجب اِن دو اجنبی قومون کے درمیان بات چیت لین دین خرید و فروخت اور دوسرے معاملات کے افہام و تفہیم کے لئے ایک جدید اور مرکب زبان کی بنیاد پڑی۔ اور تیمور کے فتوحات سے اُسے ترقی اور استحکام ہوا۔ لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ مسلمانون کی زبان اُسوقت تک فارسی تھی اور جس طرح ہم آج انگریزی زبان مین دستگاہ اور کمال پیدا کرنے کو فخر اور ضروری سمجھتے ہین یہانتک کہ آج کل بغیر انگریزی دانی کے معاملات زندگی ادھوری اور بے لطف رہ جاتے ہین اُس ابتدائی زمانہ مین یہی کیفیت ہندوون کی تھی۔ یعنے بطور قاعدہ کے مفتوح کو ضرورتاً فاتح کی زبان سیکھنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اِس طرح ہندون نے فارسی سیکھنے مین کوشش کی اور اُردو جسکا بیج محض زمین مین دبایا گیا تھا اب اُسنے چند فیٹ کا قد حاصل کیا۔ اور اُسوقت اُسے دیکھکر یہ صحیح پیشین گوئی کیجا سکتی تھی کہ کچھ ہی عرصہ مین یہ ایک تناور اور عظیم سایہ دار درخت ہو جائیگا۔

تیمور کے زمانہ مین ہندو مسلمانون کے ربط ضبط اور روزانہ مراسم نے جنوبی ہند مین بھی ایک زبان کی بنیاد ڈالی جسے آج "دکھنی" کے لفظ سے یاد کرتے ہین۔

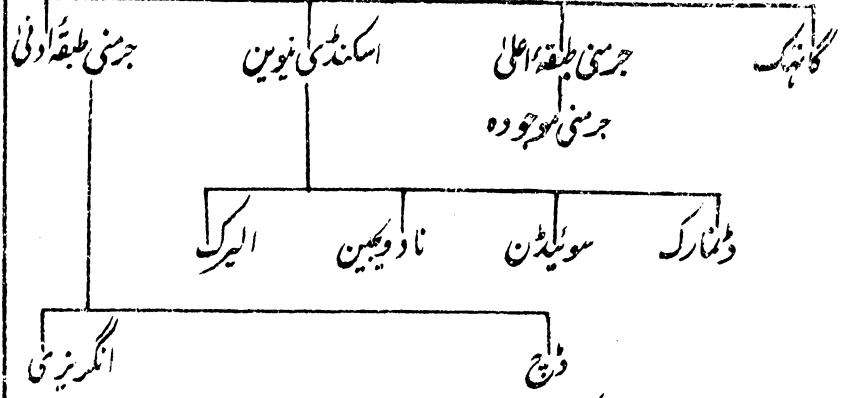
مین اپنے بیان مین اِس قدر تشریح اور ضروری سمجھتا ہون جس سے اُردو کی بنیادی نسل صاف صاف ظاہر ہو جائے۔ اِسکے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک انگریزی محقق کے حوالہ جات کا کافی اقتباس کرکے اُردو کی اصل کو واضح کر دیا جائے۔ اِس سے معلوم ہوگا کہ بہت سی زبانون کی مان آریا زبان ہے۔ اور اُنمین سے ایک اُردو بھی ہی جو تیسری پشت مین داخل ہے اسلئے ہرگز قابلِ نفرت نہین ہے نہ اُسے صرف مسلمانون سے مخصوص کرنا صحیح ہے۔ بلکہ آریا کی شاخون مین اُردو بھی شامل ہے اور جو لوگ ہندی کو محبت کی نظر سے دیکھتے ہین اُنکا مقدم فرض یہ ہے کہ اُسکی زائد نسل سے بھی الفت کرین اسلئے کہ ہندوستان مین نواسے کی بہت عزت کی جاتی ہے حتیٰ کہ مشروط حالتون مین وہ تمام جائداد کا وارث قانونی ہوتا ہے۔ پس اُسکے ساتھ مغائرت کا برتاؤ درحقیقت اُسکی مان سے بے پروائی کو ظاہر کرتا ہے۔

آریا زبان نہایت قدیم اور بہت سی زبانونکی مورث اعلیٰ ہے۔ اِسکو زیادہ تفصیل کے ساتھ سمجھنے کے لئے ذیل کا شجرہ بہت کارآمد ہوگا۔




ایرانی کی شاخ
ژند
پہلوی
فارسی
پشتو
ارمنی
مملوکی کی شاخ
روسی
اسیرین (کوہ قاف کے شمال کی زبان)
کلٹک کی شاخ
گالک
کمرک
آئیریش
اسکاچ
سکسنیین
ویلش
برٹش
ہلنک کی شاخ
یونانی
رومی قدیم
اٹالین کی شاخ
لاطینی
ہسپانیہ
اٹلی حال
پرتگیزی
فرانسیسی

ٹیوٹنک کی شاخ



بطور استشہاد پانچ زبانون کے مشابہ الصوت الفاظ ذیل مین درج ہین ۔

سنسکرت	بنگالی	فارسی	لاطینی	انگریزی
پتری	پتر	پدر	پٹیر	فادر
استھا	استھان	اِستاد	اسٹو	اسٹینڈ
وِدّ	وِدّیا	یاد	دلیو	وِسڈم
دُوئی	دُوئی	دو	ڈُو	ٹو
یوگا	یاگ	یکسو	یکم	یوک

شجرۂ مندرجۂ بالا اور مشابہ الصوت اور ہم معنی الفاظ سے یہ ظاہر ہے کہ قدیم آریا زبان نے جسقدر شاخین پیدا کین اُنمین بطور آثار وصنادید اور نشان نسل کے ایسے الفاظ چھوڑے ہین جن سے اُسکا رشتہ اپنی شاخون سے معلوم ہوسکے ۔ اور انمین اور غیر آریا زبانون مثلاً عربی ۔ شامی ۔ چینی ۔ تبتی ۔ برہمی وغیرہ سے امتیاز کیا جاسکے ۔ اگرچہ تبتی اور برہمی زبانون کا مسئلہ بحث طلب ہے اسلئے کہ اُن مین اکثر سنسکرت کے مشابہ الفاظ پائے جاتے ہین ۔

بہرکیف یہ امر متحقق ہے کہ آریا زبان کی نسل ہندی ہے اور ہندی سے اُردو پیدا ہوئی تو اسکو مجرد مسلمانون کی زبان کہنا اور ہندوون کا اس سے اظہار بیگانگی کرنا قرین انصاف

نہین ہے۔ یہ ضرور ہے کہ عربی اور فارسی کی آمیزش نے مسلمانون کے ساتھ اسے خاص نسبت دے رکھی ہے اور اُنھون نے اسکی تہذیب و شائستگی مین بہت زیادہ کوشش کی لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اُردو کی اصلیت جو درحقیقت ہندوون کی ملکیت ہے اُس سے وہ بلا وجہ دست برداری کرین۔ اور ایک وہمی بنیاد پر اپنے اُن حقوق کو ترک کردین جو زبان ایسے اہم معاملہ سے متعلق ہین۔

یہ بھی ایک تماشے کی بات ہے کہ ہم علانیہ کہہ رہے ہین کہ جو چیز ہمارے قبضہ مین ہے اُسپر صرف بقدر نصف ہمارا حق ہے اور ہم اُسے غصب نہین کرنا چاہتے۔ اور آپ باوجود اسکے کہ بطور شریک حصہ دار کے ہین اور اُسپر بطور مالکانہ تصرف کرتے ہین اور اُس سے فوائد حاصل کرتے ہین مگر اُسے اپنی ملکیت قرار دینے سے گریز کرتے ہین۔

اگر کوئی شخص کہے کہ صرف مسلمانون ہی کی وجہ سے اُردو اسقدر مدارج طے کرکے آج اس حد تک پہونچی ہے اور ہندوون کا اس سے کوئی تعلق نہین تو وہ شخص ایک امر واقعی سے انکار کرتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مسلمانون کو اسمین بہ نسبت ہندوون کے زیادہ دلچسپی پیدا ہوئی ہو۔

دہلی۔ لکھنو اور اُسکے ہمسایہ شہر اور قصبے اُردو پر مادری حق رکھتے ہین۔ مگر ساتھ ہی انکی پنجاب۔ بنگال۔ راجپوتانہ۔ بمبئی۔ مدراس۔ وسط ہند۔ سندھ۔ دکن۔ وغیرہ بھی اُردو کے دائرۂ حکومت سے باہر نہین کہے جاسکتے۔

ہندو اور مسلمان دونون کاروبار مین۔ گھرون مین۔ عام ملاقاتون مین اُردو ہی کے ذریعہ سے تبادلۂ خیالات کرتے ہین۔ اور ایک بہت بڑی تعداد ایسے ہندوون کی ہے جو تمام خط و کتابت صرف اُردو زبان ہی کے ذریعہ سے کرتی ہے یہانتک کہ اُردو اخبارات مین نصف سے زیادہ اخبارات ہندو مالکون اور اڈیٹرون کے اہتمام سے شایع ہوتے ہین حالانکہ اسکے مقابلہ مین ہندی کے اخبارات کا شمار صرف انگلیون پر ہوسکتا ہے اور لطف یہ ہے کہ اُردو اور ہندی کی بابت زیادہ تر تحریرات اُردو کے خلاف یا ہندی کے موافق۔ اُردو زبان مین اُردو ہی کے اخبارات مین شایع ہوتے ہین۔

پنجاب اور صوبجات متحدہ کی سالانہ اشاعتون کا نقشہ اگر دس یا بیس برس کے گورنمنٹ گزٹ مین دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ بجاے گورمکھی یا ہندی کے اُردو مطبوعات کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہے۔ اور ہندی یا گورمکھی کی کتابین بلحاظ تناسب آبادی کے کوئی حقیقت شمار اعداد مین نہین رکھتین۔

ایک محقق نے مردم شماری کے نقشون سے حساب لگایا ہے کہ نو کرور آدمی اُردو لکھتے پڑھتے اور بولتے ہین۔ اور نو کرور اسکو سمجھ سکتے ہین۔ تو گویا کُل ۲۸ کرورین سے ۱۸ کرور اُردو لکھنے پڑھنے بولنے والے اور اسکے سمجھنے والے موجود ہین۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ ۹ کرور اُردو استعمال کرنے والے اور اُسی قدر اُسے سمجھنے والے سب کے سب مسلمان ہی نہین ہین۔ پھر یہ کس قدر ظلم کی بات ہے کہ اسپر بھی اُردو ترقی کرنے والی زبانون کی فہرست سے علیحدہ کی جاتی ہے اور اسے عام ملکی زبان تسلیم نہین کرتے۔

شاید مین وہ دن دیکھنے کے لئے اِس فانی دنیا مین موجود نہون گا مگر بطور پیشین گوئی کے میرا یہ کہنا یاد رہے کہ زبان اور رسم کتابت کے متعلق عدالتون مین نہ اُردو مستعمل ہوگی نہ ناگری بلکہ دونونکی جگہہ لینے کے لئے اِن کی زبردست رقیب "رومن" کمین گاہ مین تاک لگائے بیٹھی ہے۔ اس جھگڑے مین اِن دونون کی قوت خود شکست ہوجائیگی۔ اور چونکہ گورنمنٹ ایسے معاملات اور دوسری باتون مین جن کا تعلق مذہب یا دو مخالف مذہب کے فریقون سے ہوتا ہے دست اندازی کرنا پسند نہین کرتی لہذا یہ روز کا بکھیڑا طے کرنے کے لئے یا تو ہی ہندو مسلمان مشورہ دینگے۔ یا نظر بحالات زمانہ و اقتضاے وقت یہ خود ضروری معلوم ہوگا کہ نہ یہ رہے نہ وہ بلکہ ایک درمیانی طریقہ "رومن" کا اختیار کیا جائیگا جس سے دونون کو صبر آجائیگا۔ اور تب آنکھین کھلین گی کہ ہماری عقلمندیون نے کس نوبت کو پہونچایا۔

اب رہا زبان کا معاملہ۔ اِسے ہم دیکھتے ہین کہ بنگال۔ مدراس۔ اور پنجاب کے انگریزی دان گھرون مین بھی اپنی اصل زبان کے ساتھہ نصف سے زیادہ انگریزی الفاظ استعمال کرتے ہین۔ مدراس اور بنگال مین تو ہزارون لفظ انگریزی کے عورتون کی زبانون پر چڑھے ہوئے ہین اور وہ اُنہین روزمرہ کے طور پر بے تکلف استعمال کرتی ہین۔ یہ کھچڑی تو ابھی سے

تیار ہے۔ ہمارے صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ مین ابھی یہ حالت عام نہین ہوئی ہے۔ لیکن لگا لگ گیا ہے۔ آجکل کے جنتے نوجوان ہین وہ جب آپس مین بات چیت کرتے ہین تو اُردو مین بغیر ایک ثلث انگریزی الفاظ ملائے ہوئے گفتگو کو بے رونق سمجھتے ہین۔ اور اسمین اسقدر مشق بڑھی ہوئی ہے کہ انگریزی سے ناواقف بزرگوارون کے ساتھ جب بات چیت کرینگے تو تمام گفتگو مین کم از کم ایک چوتہائی الفاظ انگریزی کے اُنکی زبان سے بے ساختہ نکل جاتے ہین۔ خواہ اُسکی ضرورت نہ بھی ہو اور اُردو مین وہ اپنا مطلب حسب خواہ ادا کر سکتے ہون۔ مگر یہ امر فیشن مین داخل ہو گیا ہے۔ اور فیشن ایسی چیز ہے کہ کوئی شخص بھی اُسکی اطاعت سے اپنے کو بچا نہین سکتا۔

اسلئے دیر مین یا جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ ہندی اور اُردو دونون بالاے طاق ہو جائینگی۔ اور کسی تیسری زبان وضع کرنے کی ضرورت بھی نہو گی کہ اس سرے سے اُس سرے تک صرف "انگریزی زبان" کا تسلط نظر آئے گا۔ اور ہندوستان بھی برٹش مقبوضات کی طرح انگلش نو آبادی کا ایک مقام معلوم ہو گا جہان کی زبان اور کتابت دونون انگریزی ہونگی۔

حالات کی نوعیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حشر اُردو ہندی کا ہونیوالا ہے۔ ہندو چاہتے ہین اُردو اُٹھ جاے مسلمان چاہتے ہین کہ یہ نہ صرف قائم رہے بلکہ اور ترقی کرے۔ اسطور پر ایک تو جا رہی ہے یا جانے کے آثار پیدا ہین مگر اسکے ساتھ دوسری کی بھی خیر نہین ہے۔

ایک ایسے درخت کو جس کی جڑین تک سوکھ گئی ہون اس امید پر پانی دینا کہ اُس سے کونپلین پھوٹین گی اور از سر نو تازگی کے نشانات نمایان ہونگے یہ بہتر ہے کہ اُس ہرے بھرے درخت کی داشت و پرورش کی جاے جس کے ٹھنڈے سایہ مین ہمکو راحت حاصل ہے۔

ہمکو ہندوون سے کوئی شکوہ سنجی نہین کرنا ہے۔ یہ امر قابل شکر گذاری ہے کہ وہ اُردو کو بیقدری سے نہین دیکھتے۔ اپنے اخبار اسی زبان مین نکالتے ہین اسی زبان مین

کتابین تصنیف کرتے ہین۔ خانگی خط وکتابت اور کاروبار اسی زبان مین کرتے ہین۔ گفتگو بات چیت مین یہی زبان مستعمل ہے۔ پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ عام طور پر ہندو اسے اچھی نگاہ سے نہین دیکھتے۔ شخصی اور ذاتی رائے اور چیز ہے۔ یہی ہمارے ایڈیٹر صاحب بھارت مترعرصہ ہوا کہ کوہ نور لاہور کے اسٹاف مین شریک تھے اور مین دعوی سے کہہ سکتا ہون کہ کوہ نور ہرگز ہندی مین نہین نکلتا تھا۔

اگر ہندو بھائی ہندی یا ناگری کو ترقی دینا چاہتے ہین اور کوئی مسلمان اُسے شک کی نظر سے دیکھے تو یہ اُسکی عقلمندی ہے۔ اِس ملک کی کوئی زبان جو مردہ ہونے کی حالت مین ہو اُسے زندہ کرنا اور قائم رکھنا سب کا مشترکہ فرض ہے خواہ وہ اُردو ہو یا ہندی سنسکرت ہو یا عربی۔ کیا یہ واقعی امر نہین ہے کہ ابھی دو تین ہی سال ہوئے حیدرآباد دکن کے بلگرامی سید مدراس یونیورسٹی کے اعلیٰ امتحان مین سنسکرت کے ممتحن مقرر ہوئے تھے کیا تمام مدارس مین اِس طور پر ایک مسلمانکی قابلیت سنسکرت ایسی قدیم زبان مین تسلیم نہین کی گئی۔

اِس وقت ہمکو ایسے ہی بے تعصب لوگون کی ضرورت ہے جو مسلمان اور ہندو یا اُنکی قدیم زبان اور علوم وفنون کو اجنبی اور نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھین۔ بلکہ بلگرامی سید کے مقابلہ پر کسی ہندو کا نام بھی پیش کیا جا سکتا ہے جس نے عربی مین اسقدر عبور حاصل کیا ہو کہ اُسکے اعلیٰ امتحانات کا ممتحن ہو سکے۔ عربی کا ذکر تو دور از کار ہے۔ یہان تو خود ہندی کی نسل اُردو کو بیخ وبُن سے اُکھیڑنے کی بعض دوستون کو فکر ہے۔ اور انگریزی دان نوجوانون کی تو یہ کیفیت ہے کہ اُردو اور ہندی دونون زبانون کے اخبار اور کتابین انکی نزدیک طاعون کی آلودگی سے بھی زیادہ قابل احتراز ہین۔ انگریزی اخبار کو حفظ کر لینگے مگر دیسی کے نام سے نفرت ہے۔

بنگالی اِس بارہ مین تعریف کے قابل ہین کہ وہ جس قدر انگریزی مین کمال حاصل کرتے جاتے ہین۔ اُسیقدر زیادہ اپنی مادری زبان اور قومی لٹریچر کا سرمایہ بڑھاتے جاتے ہین۔ علوم وفنون اور ادب کی ایسی کتابین بہت کم ہونگی جنہین اُن لوگون نے اپنی زبان مین

نہ لیا ہو یا تصنیف کے وزنیہ سے اُسمین اضافہ نہ کرتے جاتے ہون - ہندوستان کی تمام قومون مین بنگالی اسوقت ناٹک کے بادشاہ ہین - اور سیکڑون کالیداس اُنمین پیدا ہوگئے ہین جنہون نے مشہور ناٹک شکنتلا سے بھی زیادہ دلکش ناٹک لکھڈالے اور جو ہر ایک بنگالی کی زبان پر ہین —

ہندوون سے قطع نظر کرکے خود مسلمانون مین زبان کی حالت قابلِ افسوس ہے جو جسکا جی چاہتا ہے لکھتا ہے اور جو جسکا جی چاہتا ہے (ڈیٹک) کہتا ہے - لطف یہ ہے کہ اُردو پر یہی اپنا زیادہ حق جتاتے ہین مگر اُسکے سنبھالنے سے بالکل بے پرواہین — اگر خدانخواستہ کسی نے ٹوک دیا کہ یون نہین یون صحیح ہے - تو اُسپر ناخوشی ظاہر کی جاتی ہے نہ کسی مین انصاف باقی ہے نہ حق پسندی - کسی غلطی کو کمال نیک نیتی سے بتا دینا بھی عظیم گناہ ہوگیا ہے - اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جیسا ایڈیٹر بھارت متر نے لکھا ہے شاید کسی وقت مین اُردو ترقی کرنے والی زبانون کی فہرست سے نکال دیجائیگی - اسلئے کہ کسی زبان کی ترقی کرنیکی یہ علامتین نہین ہین —

مگر مثل مشہور ہے کہ اندھیرے مین بھی ایک اُجالا ہوتا ہے - خدا کا شکر ہے کہ خاقانِ دکن اعلیحضرت نظام خلد اللہ ملکہٗ اور اُنکے اعلیٰ مشیر دولت یمین السلطنۃ سر مہاراجہ وزیر اعظم بہادر کو اُردو کی خستہ حالی پر توجہ ہوئی ہے اس سے قطعی مایوسی کا خوف بہت کم ہوجاتا ہے اور یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اُردو کے لئے کسی عمدہ وقت کا آغاز ہوا چاہتا ہے اسکی بہتر صورت یہ ہے کہ امیر اللغات کی تکمیل ہوجائے - جو زبان کی بھلائی اور برائی کا نہایت کارآمد معیار ہوگا - اور اس طور پر زبان کے غلط استعمال کی کچھ روک تھام ہوجائیگی —

خاکسار حکیم برہم

العشق فسونٌ

عاشقی پیداست از زاری دل
نیست بیماری چو بیماری دل

عشق کی ماہیت اور عشق کی مدح و ذم مین حکما کی مختلف رائین ہین۔ کسی نے عشق کو بھی رذائل مین شمار کیا ہی۔ اور اُسکے عیوب توہمات مالیخولیا سے لکھے ہین۔ اِس سے ظاہر ہے کہ عشق کی ماہیت اور علل اور اسباب و معانی پر وقوف حکیمانہ نہین ہوسکتا۔ مگر حکماے اشراقیہ اور صوفیہ نے عشق کی حقیقت کو جانا اور وجدانی طور سے پہچانا ہی۔ باوجودیکہ متاخرین نے مرض نفسانی گمان کیا یا جنون الٰہی لکھا ہے مگر علامہ حکیم صدرالدین شیرازی نے اپنی نادرالوجود کتاب الہیات الاسفار الاربعہ مین بنظر دقیق تحقیق لطیف فرمائی ہے جس کا عام فہم ماحصل یہ ہی کہ حقیقت عشق حُسن صورت جمیلہ کے ساتھ التذاذ شدید کا نام ہے اور محبت کے بڑہانے والے شمایل لطیفہ اور تناسب اعضا اور جودت ترکیب وغیرہ ہین۔ ہم فرط محبت کو اکثر امم معتدل الخلقۃ زکیۃ الحس مین بلاتکلف موجود دیکھتے ہین پس عشق لامحالہ اوضاع الٰہیہ سے ہے جسپر مصالح اور دقیق حکمتین مبنی و مرتبط ہین۔ خاصکر جبکہ عشق مبادی فاضلہ سے غایات شریفہ کے لئے ہو۔ جیسے اہل فارس و عراق و شام و روم ہین۔ اور اسی طرح اکثر عرب و ہند کے وہ قومین جن مین علوم دقیقہ اور صنائع لطیفہ اور آداب حسنہ کی استعداد ذاتی فطرۃً موجود ہے منشاے عشق لطیف اور استحسان شمائل محبوب سے جبلۃً کم و بیش خالی نہین ہین بلکہ جو مرد کریم قلب لطیف اور طبع رقیق اور ذہن صافی اور نفس حسیم کا مالک ہی ممکن نہین کہ اوقات عمر مین عشق عفیف سے فارغ و خالی ہو۔

بے اثر عشق چہ آب و چہ گل سنگے چناری کہ شراری در وست		بے اثر عشق چہ سنگ و چہ دل بر زدے آنکہ نہ یارے در وست	

البتہ بعض نفوس غلیظہ اور قلوب قاسیہ اقوام کرد و اعراب ترک و زنگ عشق عفیف اور محبت

محمود سے خالی ہین۔

تو خود چہ آدمی کز عشق بیخبری

بلکہ وہ لوگ صرف مناکحت رجال و نسا کو محبت سمجھتے ہین حالانکہ یہ طلب طبعی تمام حیوانات نر و مادہ مین بالبداہۃ مشہود ہے جس سے غرض بقائے نسل و حفظ صور ہے اور بس۔

اصمعی نے ایک اعرابی سے سوال کیا کہ فی زمانہا عشق و محبت کی کیا حالت ہی۔ اعرابی نے جواب دیا کہ پیشتر عشق و محبت کو تعلق دل و جانی اور عین باکی سے تھا اب محبت اور دوستی منتقل بمعدہ ہوگئی۔ اگر کسیکو خوان نعمت سے آسودہ کیجئے تو دوست ہے ورنہ دشمن پھر محبت دونون زانو کی طرف منتقل ہوئی۔ یعنے غرض خاص مواقعت و مباشرت ہے۔ حالانکہ پیشتر بھی مرد کسی عورت کو دوست رکھتا تھا اور اُسکے گھر کے گرد پیرون پھرتا تھا کہ ایک نظر اُسکو دیکھ لے۔

ہمہ روز گرد کویت ہمہ گشت بر آستانش
غرضے جز ین ندارم کہ نظر کنم بر ویت

گر دیکھ لیتا تو خوش حال ہوتا اور اگر ملاقات ہوتی تھی تو دیدار پر قناعت تھی اب وہ وقت ہی کہ اگر ملاقات ہوگئی تو نہ حکایت محبت ہے اور نہ شکایت مفارقت نہ ذکر اشعار نہ لطف گفتار بلکہ یرفع رجلیہا و ینظر الاراقہ۔

قد فسد العشق و ہان الہوی		وصار من یعشق مستعجلا	

اب ہم غایت عشق محمود اور محبت صادق کی مذہب حکما کے طور پر لکھتے ہین۔ حکمائے اشراقیہ فرماتے ہین کہ اطفال و جاریات تربیت و پرورش والدین سے مستغنی ہونیکے بعد اساتذہ و معلمین کی تعلیم کی طرف محتاج ہین پس عنایات ربانیہ اور الطاف رحمانیہ نے نفوس رجال حکمائے بالغین مین رغبت محبت وجوہ حسان شمائل ملاح نسوان و غلمان ایجاد فرمائی ہے کہ وہی محبت صادقہ داعی اور باعث ہے کہ تادیب و تہذیب و تکمیل نفوس ناقصہ مسترشدین کرتی ہے یہانتک مقصود آفرینش کہ سعادت تامہ ہی حاصل کرتے ہین۔ ورنہ یہ رغبت و محبت حکمائے ظرفا بلکہ عرفا مین بے سود ہوتی۔ و فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔

حکمتِ محض است این آنکہ جہان آفرین		خاص کند بندہ مصلحتِ عام را	

صوفیہ صافیہ رحمہم اللہ ارشاد فرماتے ہین ولعمری ان ہذا العشق یترک النفس فارغۃً عن جمیع الہموم الدنیوۃ الا ہما واحداً یعنے عشق تمام ہموم وغموم سے فارغ کرکے ہمہ واحد مین مستغرق کردیتا ہے کہ وہ رویت جمال محبوب ہے اور ظاہر ہے کہ انسان مظہر جمال وجلال الٰہی ہے حسن آفرین خود فرماتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ اور اسی طرف اشارہ فرماتا ہے ثم انشاناہ خلقاً آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ حاصل کلام یہ کہ حکماے اشراقیہ کی راے مین وہ عشق نفسانی شخص انسانی کے ساتھ جسکی غایت بامید افراط شہوت حیوانیہ نہو بلکہ استحسان شمائل محبوب اور جودت ترکیب اور اعتدال مزاج حسن اخلاق۔ تناسب حرکات افعال دلربائی معشوق مشوق قلب بیتابی افزائی دل ہون۔ پس ایسا عشق کمالات انسانی اور فضائل خاص رحمانی سے ہے۔ وہذا العشق یرقق القلب ویزکی الذہن وینبہ النفس عن ادراک الامور الشریفۃ۔

ہمان عقشت برخود چیدہ چندین داستان ورنہ		کسے بر معنی یک حرف صد دفتر نمی سازد

پس عشق عفیف اور محبت لطیف بالخاصہ منور قلب اور ملطف نفس ہی جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے۔ ان اللہ جمیل ویحب الجمال۔ اور اللہ جلشانہ اپنے پیارے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہی۔ قال اللہ تعالیٰ ولو اعجبک حسنہن۔ حسان بن ثابت رض مدح نبوی مین فرماتے ہین۔

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِی		وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ	
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ		کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ	

تفصیل وتحقیق مقام یہ ہے کہ عشق دو طرح پر ہے حقیقی اور مجازی۔ عشق حقیقی محبت خدا وصفات وافعال پاک کی ہے۔ من حیث ہی افعالہ۔ والذین آمنوا اشد حباً للہ۔

اور عشق مجازی کی بھی دو قسمین ہین۔ نفسانی۔ اور حیوانی۔ عشق نفسانی وہ ہے کہ مبدا اسکا مشاکلت اور ہمجنسی نفس عاشق اور معشوق کی ہے جوہر اور ذات یکدیگر مین۔ اور اکثر غایت اسکی اعجاب شمائل معشوق سے ہی لانہا اثار مصادرۃ عن نفسیہ۔

تو چنان نکردہ جا بمیان جان شیرین		کہ توان ترا و مارا زہم امتیاز کردن

اور عشق حیوانی کا مبدا شہوت بدنیہ اور طلب لذت بہیمیہ ہی اور اکثر شیفتگی ایسے بوالہوسونکی ظاہر رنگ وشکل اعضاے معشوق سے ہوتی ہی لانہا امور بدنیہ ہین بس عشق نفسانی کا مقتضا لطافت نفس اور صفاے قلب اور نور دل ہے اور عشق حیوانی کی خواہش آرزوہاے نفس امارہ ہین جو منجر بفسق وفجور ہوتی ہین بخلاف عشق نفسانی کہ عاشق کو صاحب وجد وحزن وبکا ورقت قلب وصفاے فکر کا کر دیتا ہی۔

کانہا تطلب شیئاً باطناً مخفیاً عن الحواس فلتقطع عن الشواغل الدنیویہ وتعرض عما سوی معشوقہا جاعلۃ جمیع الہموم ہماً واحداً ؎

کفر محض است گمان من و تو		من دلو تنیست میان من و تو	

یہی سبب ہی کہ عاشق مجازی نفسانی کو بتوفیق رحمانی اقبال معشوق حقیقی پر بہت آسان ہوجاتا ہے۔ کیونکہ محتاج انقطاع اشیاے کثیرہ کا نہین رہتا بلکہ پیر عارف ایسے عاشق صادق کو جو واحد مجازی سے مشغول ہی۔ واحد حقیقی اُسی آئینہ مجلے مین دکھا دیتا ہی اور بزبان حال گویا ہوتا ہے۔

شاد باش ای عشق خوش سودائے ما		ای طبیب جملہ علتہاے ما	
ای دوائے نخوت ناموس ما		وی تو افلاطون وجالینوس ما	

حدیث شریف مین آیا ہے کہ مغیث نام ایک شخص بریرہ نام کنیز حضرت عائشہ صدیقہ پر عاشق تہا جسوقت بریرہ بازار جاتے مغیث بیچارہ بھی آہ وزاری کرتا ہوا ہمراہ ہوتا سید المرسلین رحمۃ للعالمین کو مغیث کے حال زار پر رحم آیا آپ نے مغیث کی سفارش بریرہ سے فرمائی کہ نکاح کرلے۔ بریرہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر اس بارہ مین آپ پر وحی نازل ہوئی ہے تو مجھے نکاح قبول ہے ورنہ مین مختار اور اُسکے دیکھنے سے بیزار ہون۔ یہانتک کہ اسی حالت زاری واشکباری سے مغیث درد عشق سے جانبر نہ ہوا۔

ہاتمی عشق کا آزار جوانی مین ہوا		کہتے ہین کوئی بھی اس درد سے جانبر نہوا	

یہان تنبیہ ایک نکتہ مزلۃ الاقدام پر بھی مناسب ہے کہ اقسام عشق مذکورہ سے عشق حیوانی مذموم ہے اور عشق نفسانی ممدوح ہے اسلئے کہ واسطہ ترقی معراج عشق حقیقی ہے

عاشقی گر زین سر و گر زان سر است
عاقبت ما را بدان شہ رہبر است

ہر چہ جز عشقِ خدای احسن است
گر شکر خواری است آن جان کندن است

شکر خواری کنا یہ عشقِ نفسانی عفیف سے ہے مگر بعد حاصل ہونے عشقِ حقیقی عزوجل کے جان کندن ہی اسلئے کہ اواسط سلوک عرفان میں عشقِ عفیف سبب ترفیق قلب و نور دل دست کش مقصود ہو سکتا ہے۔ اور منتہی کو جب عقل نے بالفعل محیط علوم کلیہ ہو کر عالم قدس و جمال کے ساتھ ملکر اتصال پیدا کیا پھر اشتغال صور مستحسنہ لحمیہ اور شمائل بشریہ کے ساتھ زیبا نہیں۔ لان طلب الدلیل بعد الوصول الی المدلول قبیح ہے پس جس طرح طلب دلیل بعد وصول المدلول کے قبیح ہے اسی طرح عارفِ خدا اور عاشق جمال مصطفےٰ کا مرتبہ ارفع ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

خواب را بگذار امشب اے پسر
یک شبی بر کوے بیخوابان گذر

عشقہا اے کز پئے رنگے بود
عشق بود عاقبت ننگے بود

زانکہ حسن او زرا اندود آمد است
ظاہرش نور اندرون دود آمد است

عشق بر وردہ بنا شد پائیدار
عشق را بر حق و بر قیوم دار

عشق آن بگزین کہ جملہ انبیا
یافتند از عشق او کار و کیا

آتش از عشق در جان بر فروز
سر بسر فکر و عبادت را بسوز

عشق زاد صاف خدای بے نیاز
عاشقی بر غیر او باشد مجاز

عشق جوشد بحر را ماند دیگ
عشق شاید کوہ را ماند بریگ

با محمد بود عشقِ پاک جفت
بہر عشق او را خدا لولاک گفت

عرق عشقے ام کہ غرق است اندرین
عشقہا اے اولین و آخرین

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

ہاشمی صفی پور

حیدرآباد کی چھٹی ربیع الثانی

الحمد لواہب العطایا والشکر بنعمت البرایا

الحمد للہ کہ ہزارون شان وشکوہ اور رعنائی و دلربائی کے ساتھ آج چھٹی ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ جلوہ افروز گیتی ہوئی۔ اور ہمارے آقائے ولی نعمت سایۂ ایزدی آیۂ رحمت حضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی کی عمر کا اُنتالیسوان سال پورا ہوکر چالیسوان سال شروع ہوا۔ رعایائے آصفی کے ارمان بھرے دلون نے مُنہ مانگی مراد پائی۔ یہ وہ مبارک تاریخ ہے جسکے لئے سال بھر سے تمنائین اُٹھتی جوانی کی طرح ہر دل مین اُبھر اُبھر کر بیٹھ رہی تھین۔ بازہوائے چمنم آرزوست کا نغمہ گا رہی تھین۔ اور جسکے اشتیاق مین ہوا خواہان مالک وملک ہمہ تن چشم براہ وگوش برآواز تھے۔ یہ تاریخ ہزارون روز نوروز اور لاکھون عید سعید سے بہتر و خوشتر ہے اور کیون نہو کہ اُس وارث سلطنت آصفجاہی اور مالک تاج وتخت شاہی کی ولادت باسعادت کا دن ہو جسکا دل اپنی رعایا کے عشق ومحبت سے لبریز اور یون ترنم ریز ہے۔

آصف کو جان ومال سے اپنے نہین دریغ	گر کام آئے خلق کی حاجت کیواسطے

اور رعایا اُسپر ایسی جان نثار و دلدادہ ہے کہ جسکا ایک نمونہ مملکت نظامیہ مین جشن سالگرہ مبارک کا عام جوش وخروش ہے۔ شاہنشاہ حقیقی کا فرمان واجب الاذعان ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ جناب سرور کائنات مفخر موجودات کا ارشاد ہے۔ السلطان ظل اللہ فی الارض لہذا بادشاہ کی اطاعت وفرمان برداری اہل اسلام کا دین وایمان ہے۔

سری کشن جی فرماتے ہین ناوِ شنھہ پرتھوی پتی ہے یعنے بادشاہ کی ذات مین خدائی جلوہ ہے ایک مقدس رشی کا قول ہے ہر پرجا کو اپنے نریندر کی اوینا ماننا اور اُسکے ساتھ پریم رکھنا اور اُس سے بلیہ رکھنا دھرم ہے۔ پس اہل ہنود کا بھی راجہ ورا جدھانی کے ساتھ اظہار بندگی وخیر خواہی فریضۂ مذہب ہی اور یہی دو بڑے گروہ رعایائے آصفی سے ہین اسی طرح وہ سب فرقے جو دولت

آصفی سے وابستہ ہین اعلیحضرت کے دل سے مطیع وجان نثار ہین اور کیون نہون - جب اس ریاست امدمت کے صیغۂ ملازمت اور صیغۂ عطیات وغیرہ سے بلا قید نسل وقوم وامتیاز رنگ و تفوق فائحانہ ہر شخص کا دامن آرزو مالا مال ہے پس عام طور پر اس جشن ہمایون کی وہ موم دبام عین آقا پرستی وسپاس گذاری ہے اور اسکے خلاف کفران نعمت اور من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کا مصداق -

یہ کوئی جدید امر نہین ہے تاریخ ہمین بتاتی ہے کہ سلطان وقت کی سالگرہ کا جشن منانا ہمیشہ مرسوم ومعمول رہا ہے - عالمگیر سے عابد ومتشرع بادشاہ کا جشن سالگرہ سال مین دوبار ہوا کرتا تھا جو جشن قمری اور جشن شمسی کے نام سے مشہور ہے - مگر جو خصوصیت وامتیاز اعلیحضرت کے جشن ہمایون کو حاصل ہے - اسکی نظیر طبقۂ دنیا کی کسی تاریخ مین نہین مل سکتی - وہ جشن خود سلطنت کی طرف سے ہوتے تھے اور یہان رعایا کے دلی جوش وخروش کی جلوہ نمائیان ہین جسمین جان نثاری اور وفاداری کا رنگ جھلک رہا ہے - وہ جشن صرف دو چار دن کی خود نمائی اور خود آرائی کی ٹیم ٹام تھی اور یہان نمک حلال رعایا کی خون گرمی وخلوص کے کرشمے ہین جو مہینون اطاعت و فرمان برداری کی بہارین دکھاتے ہین - ہم بلا تصنع عرض کرتے ہین کہ بادشاہ مین جن اعلیٰ محامد اور محاسن کا ہونا ضروری ہے وہ بالاجماع اعلیحضرت مین موجود ہین -

صداقت وراستبازی تو اعلیحضرت کا آبائی جوہر ہے استقلال وحلم - جود وسخا مین اعلیحضرت خلیفہ ہشتم بنی امیہ عمر ابن عبد العزیز کے قدم بقدم ہین جنکے مناقب سے تاریخ کے صفحات چمک رہے ہین اعلیحضرت کے عہد سعادت مہد مین جو اصلاح وترقی نظم مملکت وطرز معاشرت مین ہوئی اسکے لحاظ سے اعلیحضرت کو تیموریہ خاندان کے آفتاب شاہنشاہ اکبر کا ہمپایہ خیال کرنا زینہار مبالغہ نہین ہے - آثار تخت نشینی اعلیحضرت سے ممالک محروسہ مین علوم وفنون کی جیسی روشنی پھیلی اور پھیل رہی ہے وہ اظہر من الشمس ہے لہذا اعلیحضرت کو خلفائے عباسیہ کے نامور اور عظیم الشان خلیفہ ہفتم مامون رشید سے مماثل قرار دینا کسیطرح غلط نہین ہو سکتا ہے - اعلیحضرت نے ۶ ربیع الثانی [illegible] ہجری کو نظام سلطنت اور مہام دولت کی عنان حکومت اپنے مبارک ہاتھون مین لی جسکی وسعت سلطنت اٹلی کے برابر اور آبادی ۱½ کرور ہے جسمین ہر گروہ وطبقہ کے

مختلف المذاہب اشخاص شامل ہین اور جن مین تخمیناً (۱۰) زبانین بولی جاتی ہین۔ ڈیڑھ کروڑ بندگان خدا پر جن حکیمانہ اصول کے ساتھ اعلیحضرت حکمرانی فرما رہے ہین وہ اعلیحضرت کی عالی دماغی بیدار مغزی روشن خیالی طبع وقاد اور خداداد دانش و داد کی شاہد عادل ہے۔ آج اعلیحضرت کی فرمانروائی کا بائیسوان سال ہے اس عرصہ مدت مین جو امن و امان آزادی و آبادی۔ فروغ و فراغ ملک کو حاصل ہوا وہ بہت کچھ سپاس گذاری کے قابل ہے سیاست مدن کی ہر شاخ و ہر صیغہ مین زمانہ کی رفتار کے موافق ہر قسم کی اصلاح و تہذیب کی گئی۔ اگر رسم و رواج۔ عرف عام۔ مقتضیات وقت حالات ملک کی پالیسی کے ساتھ شرع و شاستر کے مسائل سے اختلاف ہوا ہے۔ تو فروع مین نہ اصول مین اور وہ بھی (الضرورۃ تبیح المحذورات) اصول فقہ کے مشہور کلیہ کی بنیاد پر۔

اعلیحضرت کی فرمانروائی سے جو برکتین ملک کو حاصل ہوئین انکا فرداً فرداً احد واحصا اس مختصر مین نہین ہوسکتا مگر بالاجمال یہ ہے۔ مال و عدالت و دیگر محکمہ جات کی اصلاح قوانین کی اشاعت۔ توسیع ریلوے و مشین اور کارخانجات تجارت کا اجرا۔ ترقی تعلیم۔ اس صیغہ مین جس فیاضی کے ساتھ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے وہ محتاج بیان نہین ہے۔

ف۱ کلورافارم کمیشن کا تقرر یہ وہ کارنمایان ہے جسکی نظیر براعظم ایشیا کی تاریخ مین نہین مل سکتی جس دریا دلی اور فیاضی سے اعلیحضرت نے اس کمیشن کے واسطے زر کثیر صرف فرمایا ہے یورپ تک اُسکا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔

ف۲ طب قدیم جو کس مپرسی کے تھپیڑون سے طوفانی کشتی ہو رہی تھی اعلیحضرت ہی کے بذل و ایثار نے اُسکی ناخدائی کی ہے۔ مدرسۂ طبیہ قائم ہوا۔ یونانی دواخانے کھولے گئے۔ اطبا مامور ہوئے۔ اب خدا سے امید ہے کہ اعلیحضرت کی مسیحائی احیاء اموات کا کرشمہ دکھائیگی۔

ف۳ فرائض مذہبی اور مراسم دینوی کے برتنے اور ادا کرنے مین پوری آزادی عام رعایا کے ہر مسلح اور پرجوش فرقہ کو حاصل ہے۔ مگر باوجود اسکے ملک بدامنی سے محفوظ ہے اس لحاظ سے اعلیحضرت کی فرمانروائی اپنی آپ ہی نظیر ہے۔

ف۴ فنون سپاہ گری کی جو ترقی و رونق اعلیحضرت کے مبارک عہد مین ہوئی وہ اعلیحضرت کے اسلافی اور ذاتی جوہر کا کارنامہ ہے اعلیحضرت نے بہ نفس نفیس اس فن شریف مین جو کمالات حاصل کئے ہین اُسکا تو بڑے بڑے لوہا مانے ہوئے ہین۔

ف۵ سرکار عظمت مدار کے ساتھ اعلیحضرت نے قدیمی اتفاق و دوستی کی صرف تجدید ہی نہین فرمائی بلکہ اس رشتہ کو ایسا مضبوط و مستحکم فرمایا ہے کہ سرکارین کو یک جان و دو قالب کہنا بالکل صحیح ہے۔ امپیریل سروس ٹروپس کے پہلے محرک اعلیحضرت ہی ہین۔

ف۶ یہ اعلیحضرت ہی کی بابرکت حکومت کا فیض ہے کہ ہر سال محاصل ملک ترقی پذیر ہے اب خدا کے فضل سے خالص ابواب سرکاری کی آمدنی تقریباً ساڑھے تین کرور ہے (الہم زد فرود) گذشتہ حالت سے اگر موازنہ کیا جائے تو دہی نسبت نکلیگی جو ایک کو دس کے ساتھ ہو۔

اب ہم دوسرے پہلو سے اسپر نظر کرتے ہین دور بین اور مآل اندیش نگاہین اس دھوم دھام اور تزک و احتشام پر عارضی دہنگامی ہونیکی ضرور نکتہ چینی کرینگی جو بلحاظ اصول سودمندی اور سیاست مدن کے فتوی اپنے حق مین حاصل کرتے ہین اُنکی شریعت مین تو وہی امر جائز ہو سکتا ہے جسمین مفید عام و بقاے دوام کی اسپرٹ بھری ہوئی ہو لہذا جسقدر زر خطیر ہر سال اس تقریب مین خرچ کیا جاتا ہے۔ اس سے عمدہ یادگار و آثار قائم کئے جائین تو رہے سعادت اور اسکے لئے میدان بہت وسیع ہے۔ دار العلوم۔ دار الصنایع۔ کلب لائبریری۔ نمایشگاہ۔ پبلک گارڈن مخصوص امراض کے دار الشفا۔ معابد مہمانسرائین۔ ٹون ہال۔ ٹاور کلاک وغیرہ جنکی تجویز ممالک محروسہ کے مقامی حالات کے لحاظ سے ہو سکتی ہے۔

خیر الناس من ینفع الناس فقط

حافظ ساجد علی وکیل از اورنگ آباد

دو پیکر پر ایک نظر

نمبر ۳

دو پیکر

واضح رہے کہ شعرائے ہند اپنی اُستادی کے زعم ادعائی مین مذکر و مونث کا تک خیال بعض حال مین نہین رکھتے اور قافیون مین جمع و واحد کے صیغون مین ایسی ایسی غلطیان کر گزرتے ہین کہ اُنکے کلام کو نظیر ماننا کیسا بلکہ اُنکی اتباع سے حذر واجب ہوتا ہی۔

ریویو

شاعر کچھ فرشتہ نہین ہے نہ بنی کہ اُس سے خطا نہو۔ یہ مین پہلے ہی لکھ چکا ہون کہ بڑے بڑے اساتذہ سے چوک ہوگئی ہے اور ہوتی رہتی ہے مگر اس سے اُنکی اُستادی کے داغ نہین دھبا نہین آتا۔ صرف وہ لغزشین نظر انداز کردی جاتی ہین باقی اُنکا اتباع علی حالہ واجب ہوتا ہے۔

اگر بقول مولف اتباع سے حذر واجب ہے تو مناسب نہ تھا کہ اس کتاب مین اُنکی سند دیجاتی۔ سند کے لیے ایسے اساتذہ تلاش کئے جاتے جن سے کبھی کوئی لغزش نہوئی ہو اور یہ امکان سے باہر ہے۔

آتش ؎ معرفت مین تیری ذات پاک کے
اُڑتے ہین ہوش و حواس ادراک کے

مومن ؎ کیا جگہ تھی کثرت آفات کی
ہمنشین ہین جمع اُس بدذات کے

ایک نے مطلع مین دوسرے نے مثنوی مین یہ معرف

بظاہر تو یہ کہا جائیگا کہ خواجہ آتش سے غلطی ہوئی مگر اکثر اربابِ سخن اسکی تاویل یون کرتے ہین کہ یہ مطلع نہین ہے بلکہ حسنِ مطلع ہے۔ مطلع اس غزل کا یہ ہے ؎

گل کھلے پر زی اُڑا ہوشاک کے پاؤن پھیلا تا بدامن چاک کے

کو یا سے مجہول کے ساتھ ردیف باندہا ہے۔
اور ہین دونون اُستادان مسلم الثبوت۔

مومن کی مثنوی ہمنے دیکھی بدذات کی یا ی معروف کے ساتہہ کہا ہے۔ ذکر عورت کا ہے۔ اور صحیح مصرع یون ہے ع ہمنشین جمع اُس بدذات کی جناب مولف سمجہے نہین۔

آتش ؎ مین نے لیا بغل مین پری وصال کو
دیو فراق کشتی مین مجہ سے بچھڑ گیا
پری کو مشدد باندہا ہے۔

یہ عجیب اعتراض ہے۔ اہل فارس نے تو پری کیا پر کو بھی مشدد باندہا ہے ع۔
پروانہ وار سوختہ بے پر و بال یافت
یہ بہت ہی معمولی بات ہے اور اسکو سب جانتے ہین کہ حالت اضافت وعطف مین شعرا بے تکلف مشدد کر لیا کرتے ہین۔ جیسے بیتابی دل خوبی قسمت۔ حامی دین وغیرہ فارسی اُردو کلام مین کثرت سے اسکی مثالین موجود ہین۔

مومن ؎ ہی صبح ہوگا اور خون غیر مین رنگا ہوا
کیا قتل پر میرے کر نکلے ہو گھر سے باندہکر
رنگا کو مشدد باندہا ہے۔

رنگنا بتخفیف کاف فارسی بروزن فعلن اور رنگنا بالتشدید بروزن فاعلن۔ دونون طرح جائز ہے۔ صورت اول کی مثال آتش ؎
کپڑے رنگے جو خون احبا سے یار نے
مرغ چمن شکستہ بیدا دہو گیا
ناسخ ؎ میرے تن زار اسی ہو زنار
رنگ ہے جو وہ طفل برہمن زرد
صورت ثانی کی مثال آتش ؎
مضمون بندہی مین تو قلمدو ی یار کہ دے گر پر نکلکے رنگے ہزار رنگ

ناسخ ؎ کسکی ہولی جشنِ نوروزی ہے آج
سُرخ ہے ساقی دستار رنگ

مگر اب تخفیف زیادہ مستعمل ہے۔

اور یہی حال رنگریز کا ہے کہ دونون طرح جائز ہے تخفیفِ کاف زیادہ تشدید کاف لیکن اولی تخفیف ہی ہے۔

اسیر ؎ تم جو بے پردہ ہوئے ہو گئے روشن نہ فلک
تیرگی نام کو رخسارِ زحل مین نہ رہی

مصرع اولے مین نہ کی ہا کو صاف ساقط کر دیا ہے۔

اسیر مرحوم کے شعر مین نہ کی ہا ساقط ہو جانا استعجاب سے خالی نہین۔ اُنکی طرز گو یائی تو حروفِ علت کا گرانا بھی جائز نہین رکھتی جو شعرا مین علی العموم مروج ہے یقینی بات ہو کہ اسجگہہ یہ کہا ہو۔ اسقدر کے معنی مین۔ اور سہواً نہ لکھدیا گیا ہے۔

نہ مین ہا ے مُظہرہ ہے۔ اِس ہا کا ساقط ہونا گو اچھا نہین لیکن غلط بھی نہین کہا جا سکتا۔ اسلئے کہ اہلِ فارس کے کلام مین کہین کہین ایسا پایا جاتا ہے۔ چنانچہ مرزا ناطق کرمانی نے روبہ کو جسمین ہا ے مُظہرہ ہے ہا ے مخفی مانند ہا ے ؎

یارب از روبہ بازیِ فلکت
اسد اللہ پاسبان باشد

و لہ ؎ اے دل ز روبہ بازیِ طاماتیان مپرس
از شیدِ غان کدام یکے را بیان کنم

اور عربی کے شعر مین البتہ کی ہا ے مُظہرہ

ساقط ہو گئی ہے ؎

پیش عربی مدہ از دست عنان کاین اُستا
خویش را ابلہ نمود است و لے ابلہ نیست

اسی طرح قاآنی نے والہ کی ہا کو گرایا ہے حالانکہ اُسمین بھی ہاے مظہرہ ہے۔

رند ؎ تمیز ہو تو کرے فرق دوست دشمن مین
خدا نے آنکھین دیان دیکھہ بھال لینے کو

فعل مونث کی جمع یا دونون سے چاہیے نہ الف دونون سے یہ بہت قدیم محاورہ ہے۔

واقعی آنکھین دیان قدیم زبان ہے۔ نہایت تعجب ہے کہ رند نے ایسا کہا ہو۔ وہ آتش کے شاگرد تھے اور اُسوقت زبان صاف ہو چکی تھی اسجگہہ کاتب کا تصرف ماننے کے سوا چارہ نہین۔

وزیر ؎ دیکھکر تجکو حسین کٹتے ہین بھولے ہین بناؤ
کنگھیان کرتے نہین سر پہ رواں آرے مین

کنگھیان بلفظ جمع تکلف غیر ضروری کنگھی کافی ہے۔

بیشک اسجگہہ کنگھی کہنا کافی اور فصیح ہے کنگھیان کہنے کی ضرورت نہ تھی۔

مومن ؎ اگر شہور ہوا فسانہ اپنی بت پرستی کا
برہمن کیا عجب ایمان لے آئین بنارس مین

لے آنا اور لانا جدا مفہوم رکھتا ہے۔

ایمان لے آنا زبان کے خلاف نہین ہے بلکہ روزمرہ ہے اور لانا سے آنا کا مفہوم ہر جگہہ ایک ہی ہے شاید کسی محل خاص پر کوئی فرق ہو۔

آتش ؎ بہار گلستان کی ہے آمد آمد
خوشی پھرتے ہین باغبان کیسے کیسے

شعرا خوش کی جگہہ خوشی بھی آگے باندہ جاتے تھے۔ میر انیس نے بھی کہا ہے ؎

خوش بے یا کے صحیح ہے۔

ہی شور آمد آمد حرفوج شاہ مین
ہر اک جوان خوشی ہی حسینی سپاہ مین
مگر اب بالکل متروک ہے۔

رند ؎ دل جگر دونون ہی مشتاق ہین اُس خنجر کے
سینہ پر کہاؤنگا جو ضرب دو دستی ہوگی
واؤ اور نون سے جمع خود انحصار کیواسطے
ہے پہر لفظ ہی بیکار ٹھہرا۔

ہی ذرا بھی بیکار نہین ہی۔ دونون اور سیکڑون ہزارون لاکھون کے بورہی سے تکثیف لایا جاتا ہے اور ایک قسم کا فائدہ دیتا ہے۔ اہل زبان کا کلام اس سے بھرا پڑا ہے امیر مینائی ؎
بسمل تو ہے سیکڑون ہی سر زیر تیغ کر
ٹہنڈا مرے قاتل کا مگر دل نہین ہوتا

نسیم لکھنوی ؎ تہا اک کمال پیر دیرین
عیسیٰ کی تہین جسنے آنکھین دیکھی تہین
دیکھی تہین چاہیے۔

بیشک صحیح زبان یہی ہے کہ آنکھین دیکھی تہین کہا جاے۔

قواعد زبان کے تحت مین

ذرہ تھوڑے کے معنی مین کبھی تشدید کے ساتھ بھی مستعمل ہوتا ہی۔ امانت ؎
گورے گالون پہ نہ خورشید کا اندازہ ہے
عارضی حسن پہ ذرہ نہ تجھے نازہ ہے

یہ قاعدہ غلط بتایا گیا ہی۔ ذرا تھوڑے کے معنی مین اُردو ہے۔ اسکو تشدید کے ساتھ کہنا سخت غلطی ہے۔ امانت تو رعایت کے پابند تھے خورشید کی مناسبت سے ذرا کو ذرہ کہدیا اُنکا کہنا ہرگز قابل اتباع نہین ہے کیا ستم ہے کہ ایک شاعر کے غلط استعمال پر زبان کا مسئلہ قائم کیا گیا ہے۔

معنی یا تو واحد مذکر بولا جاتا ہی یا جمع مذکر نسیم ؎
مطلب کی بات کہہ نہ سکے اُنسے رات بھر
معنی بھی مُنہ چھپائے ہوے گفتگو مین تھا

اسیر ؎ دنیا مین راہِ راست دلیلِ عروج ہے
معنی سپہر پہ یہ خطِ استوا کے ہین
لیکن اِسکی جمع معانی واحد مونث ہوتی ہے ۔

یہ مسئلہ بھی غلط ہی معنی کا استعمال ہمیشہ جمع مذکر کے ساتھ ہوتا ہے نسیم نے خلافِ جمہور کہا ہے جسکی پیروی ناجائز ہے معانی بطریق اولیٰ جمع مذکر ہے ۔

مؤلف نے معانی کو واحد مونث کہکر بے اختیار ہنسا دیا ۔

مہتمم

اُردوے معلیٰ اور دکن ریویو

دکن ریویو کے نمبر ۵ مین نقاد کا ایک مضمون نکلا ہے "اُردوے معلیٰ کی اصلاح" اُسکی سُرخی ہی چونکہ اُردوے معلیٰ مین زبان کے متعلق تنقیدی مضمون التزام کے ساتھ ہوتا ہی اور اُسمین لوگون کے کلام پر نکتہ چینی کیجاتی ہی یہ بات نقاد کو ناگوار ہوئی اور اُنہون نے تنقید کا توڑ یون کیا کہ اُردوے معلیٰ کے ایک پرچہ پر اعتراضات کی بہار کردی اڈیٹر تو بچگئے اس اعتبار سے کہ اُنکے خاص مضمون پر نکتہ چینی نہین ہوئی لیکن پانچ مضمون نگار بیچارے تیرِ و نکا نشانہ ہوگئے ۔

وار خالی نہ گیا قاتل کا		بچگیا مین تو قضا لوٹ گئی	

یہ بہت دشوار ہے کہ کسی رسالہ یا اخبار کا ہر مضمون ٹکسالی اُردو کے سانچے مین ڈھلا ہو ۔ اڈیٹر کو پرائے مضمون مین تصرف کرنیکا اختیار ہی کب ہی ۔ اگر اُردوے معلیٰ کے اڈیٹر نے ایسا دعوی کیا ہی تو بجا نہین کیا اور ہماری رائے مین تو کوئی دعوی کے ساتھ یہ بھی نہین کہہ سکتا کہ ہماری زبان و قلم سے جو کچھ نکلتا ہی وہ نقائص و عیوب سے بالکل پاک ہوتا ہی ۔ چہ جائیکہ ایک رسالہ کا اڈیٹر مختلف لوگونکی تحریر و کلام کا ذمہ دار ہو ۔ ہان اپنے امکان بھر کوشش کرنا ضرور ہے اور جہانتک اسمین کامیابی ہو اُسے غنیمت سمجھے ۔

اصلاح زبان کی جو یہ صورت نکالی گئی ہے کہ آزادی کے ساتھ غلط کہکر بید ہڑک ایک کوڑا رسید کردیا اس سے اصلاح کا ٹٹو چلتا نظر نہین آتا۔ اگر نیک نیتی ملحوظ ہی تو سہولت کی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ اسقام کلام پر بنظر تصحیح اپنی رائے کا اظہار کیا جائے تو اس عنوان سے کہ صاحب کلام کی تحسین اور اپنی تحسین متصور ہو جو کسی کی ناخوشی کا باعث ہو۔ الحق مرّ کا بھی اصل منشا یہی ہے کہ کڑوی دوا میٹھی کرکے دیجائے تاکہ مریض کو اُسکا پی لینا گوارا ہو۔

دوسری بات قابل لحاظ یہ ہے کہ گرفت اُنہین الفاظ و محاورات کی ہونی چاہیئے جو صریح غلط ہین نہ یہ کہ استحساناً غیر فصیح کو فصیح اور مرجوح کو راجح بناکر اُن سب کا شمار اغلاط مین کیا جائے۔

بڑا ستم یہ ہے کہ سہو کتابت پر کسیکو نظر نہین ہوتی۔ ہمارا آئے دن کا تجربہ ہے کہ کاپی اور پروف کی ہزار تصحیح کیجاتی ہے پھر بھی کتابت کی فروگزاشتین نظر سے رہجاتی ہین۔ کاتب صاحب کو تو کوئی نہین پوچھتا سارا الزام صاحب مضمون کے سر تھوپ دیا جاتا ہے۔ مثلاً نقاد کا فقرہ ہے کہ ایک دو ہو تو کوئی لکھے" ضرور ہے کہ اصل مین "ایک دو ہون" ہوگا خوشنویس نے اپنے قلم اصلاح سے ہون کا نون اُڑا دیا۔ مگر اعتراض کرنے والون کے نزدیک کاتب کے تصرفات کوئی چیز ہی نہین

آنکھ سے آنکھ لڑی بنگئی دل پر آخر کس سے ہوتی ہے خطا کسکو سزا ہوتی ہے	

نقاد کا مضمون اول سے آخر تک ہمنے دیکھا۔ اُردوے معلی کے جتنے الفاظ و فقرات چانکر معرض بحث مین لائے گئے ہین اُنمین ایک ثلث واقعی اغلاط ہین جنکو تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہین مثلاً "رُجوع لائیگا"۔ رجوع کرینگا کہنا چاہیئے۔ "ذکر پایا ہی"۔ ذکر کیا جاتا ہے زبان ہے۔ "کمال ناویدگی سے"۔ ناویدگی کہین دیکھا نہین گیا غرضیکہ شریف اور نیک ہوتی ہین" شریف اور نیک کی جگہ صرف شریفانہ ہونا چاہیئے۔ اسی طرح اور بھی غلطیان ہین جنکی اصلاح لازم ہے۔

اور ایک ثلث ایسے اعتراضات ہین کہ محض استحساناً اصلاح دیگئی ہے غلطی کا اطلاق اُنپر نہین ہوسکتا "غور و فکر کے بعد یہ بھید ملگیا ہے"۔ ملا ہے کہنا اولے اسے "ظلمت سے نکلکر ایک روشنی مین لے آتا ہی" ایک زائد ہے "عجب انگیز" استعمال مین تعجب انگیز زیادہ اور بہتر ہے۔ "پہر اوپر پہیکا جائے تو ہمیشہ نیچے گرتا ہی"۔ اسجگہ پہیکا جاتا ہے کہنا اولے ہی ایسی ہی اور بھی اصلاحین ہین۔

ایک ثلث ایسے اعتراضات ہین جو بجا نہین ہین۔ مثلاً صاحب مضمون نے رسم کو مذکر لکھا تھا اسکو نا جائز قرار دیا ہے یہ فیصلہ محض لکھنو کی زبان پر کیا گیا ہے۔ دلی مین رسم کو مذکر مونث دونون طرح کہتے ہین۔ "ظاہری ہی حواسون" اسپر یہ اعتراض ہے کہ ہی حواسون کے بعد آنا چاہیئے۔ یہ اعتراض درست نہین ہے۔ ہی کا مقدم آنا اہل لکھنو کے نزدیک فصیح ہے۔ اہل دہلی البتہ ہی کو دور لایا کرتے ہین جیسے اُسکے ہی لئے بلکہ اُسکے لئے ہی کہتے ہین۔ اور لکھنو مین اُسی کے لئے کہتے ہین۔ ہر معترض کو چاہیئے کہ دلی لکھنو کے اختلافات پر نظر رکھے۔ "ایک آدھ معاملہ پڑ جانے سے" اسپر اعتراض ہے کہ یہان پڑ جانے کا لفظ کریہ اور غیر فصیح اور غلط ہے معاملہ پڑنا فصیح و صحیح محاورہ ہے۔ ہر دلعزیزی کا سبب دریافت کرتے ہین۔ اسپر اعتراض ہے کا غلط ہے کے ہونا چاہیئے کا اسجگہ فصیح ہے اور یہی اہلِ زبان کا روزمرہ ہے وفس علےٰ ہذا اور یہی نکتہ چینیان زبردستی کی گئی ہین۔

مہتمم

دبدبۂ آصفی عالیجناب یمین السلطنۃ دام اقبالہ کے حسن توجہ کا نتیجہ ہے جو سالگرہ مبارک کی خوشی
مین پردۂ خفا سے عالم شہود مین آیا ہے۔ یون تو اسمین اخلاقی علمی تاریخی سبھی طرح کے مفید مضامین
ہوتے ہین مگر اردو زبان کو ترقی دینا اس رسالہ کا مقصود اصلی ہے جسکی ضرورت عموماً ہندوستان
مین اور خصوصاً دکن مین ہے۔

آج اسنے اپنی عمر کا ساتوان سال پورا کرکے خیر سے آٹھوین سال مین قدم رکھا ہے سالگرہ مبارک
کا جب دن آتا ہے تو دبدبۂ آصفی کا یہ رنگ ہوتا ہے کہ گویا چمن مین بہار آگئی۔ دیکھیے اس پرچے مین
کیا کیا گلفشانیان کیگئی ہین۔

سالگرہ مبارک پر پہلا مضمون عالیجناب یمین السلطنۃ کا قلم برداشتہ لکھا ہوا ہے۔ دراصل
یہ چکیدۂ قلم نہین ہے بلکہ چکش خاطر ہے۔ جسکا ایک ایک لفظ خلوص وعقیدت کے رنگ مین ڈوبا
ہوا ہے اور اسکا ثبوت دے رہا ہے کہ اپنے آقا اپنے مالک اپنے بادشاہ کا فدائی ہو تو ایسا ہو۔

دوسرا مضمون مولوی سید فخر اللہ صاحب کا ہے۔ یہ بالکل نئی اور اچھوتی تہنیت ہے
اس موقع پر آس کی تمہید نہایت خوبصورتی سے کیگئی ہے۔ کیون نہو مولوی صاحب موصوف
ور قلم اور انکی عالی خیالی نظیر نہین رکھتی۔ جو مضمون آپکے قلم سے نکلا ایسا ہی نکلا۔ ہم فخر کے
لرگزار ہین کہ مولوی صاحب کو دبدبۂ آصفی پر خاص توجہ ہے۔

تیسرا مضمون مولوی حافظ ساجدعلی صاحب کا ہے جسکی سرخی ہے "حیدرآباد کی چھٹی سالگرہ
جشن میلاد حضور نظام پر عمدہ دلائل قائم کرکے دوسرے نامور فرمانروائون سے فرمانروائے دکن کی
ترجیح ثابت کی ہے اور جس بسط کے ساتھ اس عہد حکومت کی خوبیان ظاہر فرمائی ہین۔ انکو دیکھکر
بے اختیار دل سے آفرین نکلتی ہے۔

جناب حکیم برہم نے اپنے مضمون "اردو ہندوستان کی عام زبان ہے" مین ملک کو اس خطرے
سے آگاہ کیا ہے جو باہمی تنازع سے آئندہ پیش آنیکا احتمال رکھتا ہے اور اردو لٹریچر کے حق مین بہت روشن
ہے۔ اس مضمون کی بڑی تعریف یہ ہے کہ سرکار وزارت پناہ نے پسند فرمایا۔

جناب ہاشمی نے "گلشن فنون" مین جو نکات بیان کیے ہین ہم اسکی داد دیتے ہین۔

مہتمم

ضوابطِ دبدبۂ آصفی

دفعہ ۱ - یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شایع ہوتا ہے - اسکے تمام حقوق عالیجناب وزارت پناہ نے مہتمم رسالہ کو مرحمت فرمائے ہین اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے

عام نیمت سالانہ پیشگی مع محصول (عہ)

عمائد و عہدہ داران عالیمرتبہ سے دس روپیہ (۱۰)

امرائے عظام و رؤسائے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو قدردانی فرمائین -

دفعہ ۲ - مضامین بشرطِ پسند کمیٹی طبع ہونگے - جو مضمون اعلے درجے کا ہوگا اُسکے شکریے مین ایک اشرفی دیجائیگی -

دفعہ ۳ - اشتہارات کی چھپائی بذریعۂ تحریر طے ہوسکتی ہے -

دفعہ ۴ - نمونے کا پرچہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے -

دفعہ ۵ - خط و کتابت اس پتے سے ہونی چاہیے -

(محبوب پریس علاقۂ پیشکاری بنامِ مہتمم محبوب الکلام دبدبۂ آصفی)

جمادی الاول ۱۳۳۲ھ

دبدبۂ آصفی

اخلاقی۔ علمی۔ تاریخی۔ ادبی مضامین کا ماہوار رسالہ

یادگار جشنِ سالگرہ مبارک اعلیحضرت حضور پرنور نواب میر محبوب علیخان

بہادر نظام الملک آصفجاہ فتح جنگ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

حسب الحکم

وزارت پناہ فتوت و سنگاہ سر مہاراجہ بہادر

یمین السلطنتہ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی

محبوب پریس علاقۂ پیشکاری حیدرآباد دکن سے شایع ہوا

فہرست مضامین

بھاکا کی شاعری قطعات تاریخ۔	عالیجناب سر مہاراجہ بہادر یمین السلطنت پشکار و مدار المہام سرکار عالے۔
ہماری معاشرت کے نقائص۔	مولوی محمد امیر احمد صاحب علوی بی۔ اے۔
مادۂ اجسام کی تحقیق نمبر ۴۔	مولوی سید نادر الدین صاحب۔
مخمس قومی۔	مولوی سید محمد کاظم حسین صاحب شیفتہ کانتوری۔
غزل۔	خواجہ محمد باقر صاحب شیدا لکھنوی۔
دو پیکر پر ایک نظر۔ نمبر ۴۔	مہتمم۔
کوا اور سانپ۔	〃
ریویوز۔	〃
غزل۔	ابو المعظم سراج الدین احمد خان بہادر سائل۔



تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

بہاکا کی شاعری

بہاکا کی شاعری بھی عجیب دلفریب اور ہزار صبر و شکیب ہی اور اسکا پتا دیتی ہی کہ سنسکرت کی شاعری کے آفتاب کو کیا شرف حاصل ہی تشبیہات صفات۔ جدت مضامین۔ ندرت بیان۔ توحید و معارف کی باریکیان جو سنسکرت مین ہین ممکن ہے کہ اسکا جواب کسی اور زبان کی شاعری بھی دیسکے مگر سوز و گداز حسرت و یاس بروگ۔ عاشقانہ رنگ جو بہاکا کی شاعری مین پایا جاتا ہے وہ بمثیل ہے۔

بھاکا اصل مین برج (متھرا) کی زبان ہے جو کینیاجی کا مسکن ہی اور بقول تیغ چون بشکست خنجر می شود سنسکرت سے بگڑ کر بنی ہی مگر ایسی دلکش و دلفریب و پیاری زبان ہی کہ اہل ہند کے دلسے کبھی اسکا نقش محو مٹ نہین سکتا۔ گو اب یا کلام دیکھنے سننے مین نہین آتا اسلئے کہ اس شاعری کا مشغلہ اب نہین ہی مگر بھجنیے شاعرونکے کہے ہوئے اشعار جب کان مین پڑجاتے ہین تو دل مین اُتر کر نشتہ کا کام کرتے ہین۔

یہ دلآویز شاعری برج تک محدود نہین رہی بلکہ اس تیغ زبان کے جوہر سے اکثر مقامات ہند پر اپنا قبضہ کیا اور اکثر بلادمین اپنا عمل دخل پیدا کرلیا۔ وطن زبان کے ساتھہ ترجمان دل بننا اور دلی کیفیات کا اصلی فوٹو کھینچکر دکھانا اسکا حصہ ہی اگرچہ اور زبانون نے بھی اسکی تقلید کی مگر وما توفیقی الا باللہ بیشتر اکثر مقامات پر بہاکا کے نامور شاعر ہوے اور آفتاب بنکر چمکے مثلاً مسلمی اس کبیر اسر اور انکے علاوہ اور بہت سے سخنور جادو زبان مشہور ہین جنکے اشعار آجتک لوگون کے اقلیم پر اپنا پورا تسلط کئے ہوئے ہین۔

بعض مقامات ہند کو اس شاعری سے خاص مناسبت تھی۔ پدماوت جو بہاکا مین اعلےٰ درجے کی تصنیف مانی جاتی ہی اُسکے مصنف اودھ کی خاک سے پیدا ہوئے اور اس زمانے مین کدرپیا (وزیر مرزا) کی ٹھمریان اور مختلف چیزین جو مقبول عالم ہورہی ہین وہ بھی اودھ بلکہ خاص لکھنو کے نوابون سے تھین اسوقت تک اودھ کے قصبات و قریات مین عوام کی زبان وہی ہی جو برج کی زبان (بہاکا) کہلاتی ہے اس سے اس بات کا ثبوت ہوتا ہی کہ ہندوستان مین اُردو کا وجود ہونے سے قبل سرزمین اودھ بہاکا شاعری سے چمن ہورہی تھی۔ وہان کے طبائع اس بامزہ زبان اور شاعری سے صرف آشنا ہی نہ تھے بلکہ اُنمین خاص اسکا مادہ اور ملکہ تھا یہی وجہ ہی کہ دارالسلطنت دہلی سے اُردو کی شاعری جب اودھ مین پہونچی تو اُردو کو اپنا رنگ جمانے اور پھولنے پھلنے مین کچھ دیر نہین ہوئی یون تو اُردو کے قدم تمام مقامات پر پہونچے اور اسکے قدمونکی برکت سے سرسبزی ہر طرف پھیل گئی اور ایسی پھیلی کہ ہر ایک مقام کو نہال کردیا مگر لکھنو نے اسمین زیادہ حصہ لیا

یہ مضمون اسکا بھی ثبوت دیتا ہی کہ بہاکا اور اُردو جداگانہ زبانین نہین ہین - تھوڑے سے تغیر سے بہاکا اُردو ہوگئی ہی اگر اُردو شعر مین فارسی عربی کے الفاظ گھل مل کر شیر شکر نہون تو وہ شخص جسکی زبان بہاکا ہی اُس سے وہی لذت اُٹھائیگا جو ہم خالص بہاکا کی شاعری مین پاتے ہین بہاکا کی شاعری مین جن الفاظ سے ہمکو بیگانگی ہوتی ہی وہ دراصل نہ بہاشا اور سنسکرت کے الفاظ اس امر سے ہند کے کسی شخص کو انکار نہین ہوسکتا کہ بہاکا کے لفظ لفظ مین قدرت نے شیرینی کے کوزے گھولدے ہین اُردو کا جو شعر تڑپانے والا ہوتا ہی اُسمین غور کیجئے تو زیادہ تر وہی الفاظ ہوتے ہین جو بہاکا سے لئے گئے ہین -

بہاکا اشعار مین الفاظ کی نشست اور ترکیب نرالی ہوتی ہی اسکی نئی تراشون کی بہین اور ایجادون کا بانکپن فصاحت اور سادگی اُسپر طرۂ شوخی نئی نئی تشبیہین شگفتہ استعارے خوش ادائی خوش نمائی صفائی کا رنگ ظرافت کا ڈھنگ اس زیور حسن سے اور کوئی زبان آراستہ و پیراستہ نہین نظر آتی اُسی مضمون کو اُردو مین ادا کیجئے تو وہ بات باقی نہین رہتی اور تھوڑے سے الفاظ بہاکا کے بہت سے معانی کا پتا دیتے ہین مثلاً ایک حسینہ و جمیلہ اٹھڑپنے کے ساتھ بال کھولے ہوئے کوٹھے پر جا کھڑی ہوئی اور اُسوقت اُسکا جو عالم تھا خود اُسنے اُسپر نظر کی اور اپنی اس ادا اور ناز سے خدا جانے کیا خیال اُسکے دلمین پیدا ہوا کہ شرمائی ہوئی آواز مین اُسکی زبان سے یہ الفاظ نکلے -

"لٹ کھولے اٹریا پہ ٹھاری رہون مورے راجہ سُن پہین تو مارو رہین"

شب وصال کا خامہ اور رخصت محبوب کی حسرت اُردو فارسی مین ہم راتون کہا کرتے ہین مگر یہی معمولی مضمون ہی جسکو بہاکا کے الفاظ اور ترکیبون نے کسقدر پُر اثر کردیا ہے - کیسا درد اس بیان سے ٹپک رہا ہے -

سجن سکارے جائین گے اور نین مرینگے روے بدھنا ایسی رین کر کہ بھور کبھو نہ ہوے

ایک فراق زدہ جو مدت سے جمال یار کا ترسا ہوا ہی اُسکو اسکی امید نہین کہ دوست سے ملاقات ہو وہ قاصد بھیجنا چاہتا ہے مگر حسرت دیدار اُسپر ایسی چھائی ہوئی ہے کہ کوئی پیام اُسکے خیال مین نہین آتا - وہ اپنے شوق سے مجبور ہوکر مرغ نامہ بر کو مخاطب کرتا ہے اور یون کہتا ہے -

کاگا اِنین لگاس دُون پیا پاس لیجا پیلے دُرس کہاے کے پاچھے لیجو کہاے

ایک دور اُفتادہ سراپا حسرت و ارمان آرزومند دیدار جسکے پاس پیام و سلام کا کوئی ذریعہ ہے - نہ معشوق کا پتا معلوم نہ اپنے آپ مین محبوب تک پہونچنے کی طاقت پاتا ہی - نہ اُسکے آنیکی امید - ہلال کو دیکھکر جو آسمان پر نمودار ہوا ہی - اپنے مایوس دلکو یون سمجھاتا ہی کہ ماہ نو کو سارا جہان دیکھتا ہی ضرور ہی کہ اسنو میرے طرح میرے معشوق کی نگاہ بھی اسپر پڑتی ہوگی تو گویا عاشق و معشوق کی نگاہین یکجا ہوگئی ہین یہ بالکل نیا اور عجیب پر لطف مضمون ہی

آج چندرمان دُوج ہی جگ جیتوت چونہ اُور		دورے اور دامتر کے نین بہے اِک ٹھور	

دو دو ہے اور ہم لکھتے ہین جنمین کچھ الفاظ سنسکرت کے ہین مضمون کی جدت طبیعت کو پھڑکا دیتی ہر حق یہ ہے کہ شاعری اِسکا نام ہے ۔

مُکتا واکے کان مین کہہ کارن کپنا سے		ترہی چتون سے ڈرے کہ پھر نہ بید ہا جاے	

مُکتا موتی ۔ کہہ کارن کسواسطے ۔ کپنا سے کانپتا ہے معنی یہ ہین کہ معشوق کے کان مین جو موتی لگتا ہے اُسکے کانپنے کا سبب کیا ہی سبب یہ ہی کہ ترہی چتون سے ڈرتا ہے کہ ایسا ہو میرے جگر کو برما دے جیسا ایکبار بید ہا جا چکا ہے ۔

دوسرا دوہا جو بہت مشہور رہے یہ ہے ۔

امین ہلاہل مدہ بہرے سیت سیام رتنار		جیت مرت جُھک جُھک پرت جہ چتوت اکبار	

امین آبِ حیات ۔ ہلاہل زہر ۔ مدہ شراب ۔ سیت سفیدی ۔ سیام سیاہی ۔ رتنار سُرخی ۔

اِسمین لف ونشر مرتب دو صورتون سے آیا ہے اور تشبیہین ایسی ہین کہ گویا شاعر نے شاعری ختم کر دی ہے ۔

مصرع اولیٰ کا لف ونشر یہ ہی کہ چشمِ معشوق مین جو سفیدی ہی وہ آبِ حیات ہی اور سیاہی زہر ہے اور جو سُرخی کی جھلک ہے وہ شراب کی مستی ہے ۔

اب دوسرا لف ونشر اور مناسباتِ شاعری ملاحظہ ہون معشوق جسکو عکبار دیکھ لیتا ہی تو بیاضِ چشم کے اثر سے جو آبِ حیات ہی وہ مرتا ہوا جی اُٹھتا ہے اور سوادِ چشم کے اثر سے جو زہر ہے مردہ کی کیفیت ہو جاتی ہے اور سُرخی کے اثر سے جو شراب کی مستی ہے متوالون کی طرح جُھک جُھک پڑتا ہے ۔

شاد عفی عنہ

نتیجۂ افکارِ عالیجناب وزارت مآب سرمہاراجہ وہامین بہادر السلطنۃ المتخلص بہ شاد تلمیذ حضرتِ آصف خلد اللہ ملکہ

قطعۂ تاریخ سالگرہ مبارک

خوشا روزِ مسعود میلادِ شاہ		کہ شد گرم بزمِ مسرت طراز	

چہ شاہی کہ محبوب جانِ علی ست — چہ شاہی کہ از سروران سرفراز
چہ شاہی کہ اقلیم را عز و جاہ — چہ شاہی کہ دیہیم را فخر و ناز
چہ شاہی کہ رحم و کرم خوی اوست — بسے لطف گستر بسے دلنواز
پئے بینوایان ہم او دستگیر — پئے دردمندان ہم او چارہ ساز
درایندم کہ بخشید باد بہار — بہر سبزہ کیفیت اہتزار
دلِ شاد بالید و تاریخ شد — خدایا بود عمرِ آصف دراز
۱۳۲۲ھ

ولہ

این سالگرہ مبارک اے شاہ — تا حشر بملک حکمران باش
نذر است ز شاد مصرع سال — عمرِ تو دراز اے عطا باش
۱۳۲۲ھ

رباعی

ای شاہ بکام بخت و دولت بادا — ای شاہ مدام عیش و عشرت بادا
تاریخ پے سالگرہ شاد نوشت — شاہِ گیہان دراز عمرت بادا
۱۳۲۲ھ

قطعۂ تاریخ شکار شیر

ہوے ایک ہی دمین دو شیر صید — بچہی کو ہے ای شاہ شایان شکار
پہرا ک اور ضیغم پہرا ک اور شیر — ہوئے دونوں ہو ہو کے قربان شکار
غرض تو نے شیرِ الٰہی کے شیر — کیے کیسے کیسے نمایان شکار
یہ تاریخ اب نذر دیتا ہے شاد — ہوئے چار شیر بیابان شکار
۱۳۲۲ھ

ولہ

رہے کہیت کتنے ہی شیر مہیب — ہوئی فتح شہ کو عجیب و غریب
ملا بے بہا مصرع سال شاد — کہ نصر من اللہ و فتح قریب
۱۳۲۲ھ

ولہ

آج چہ چاہتا کہ دستِ شاہ سے — شیر جنگل کے شکار اکثر ہوئے
شاد نے تحقیق جب کی یہ سنا — ایک مادہ تین شیر نر ہوئے
۱۳۲۲ھ

ہماری معاشرت کے نقائص

دوست آنست کو معائب دوست ہمچو آئینہ روبرو گوید
نے کہ چون شانہ با ہزار زبان پسِ سر رفتہ مو بمو گوید

چین کے مشہور فلاسفر کنفیوکس کا قول ہے کہ رات کے ابتدائی حصہ میں جبکہ تم ہوشیار و بیدار ہوتے ہو اپنی خرابیوں اور نقائص کو یاد کرو اور دوسروں کی برائیاں رات کے آخری حصہ کے لئے اُٹھا رکھو تاکہ اگر نیند آجائے اور غافل ہو جاؤ تو اس حرکت لاحاصل سے باز رہو۔ لیکن ہم ایک چینی فلاسفر کی ذاتی رائے کے پابند نہیں ہمکو خود اجتہاد کا مرتبہ حاصل ہے لہذا رات کے ابتدائی حصہ میں دوسروں کی برائیوں پر غور اور لعن طعن کرتے ہیں اور اپنی برائیاں عالم خواب کے لئے اُٹھا رکھتے ہیں کیوں؟ اسلئے کہ اول تو ہم میں کوئی برائی نہیں اور اگر ہو بھی تو قابل گرفت نہیں کیونکہ دوسروں میں اُس سے زیادہ سنگین برائیاں موجود ہیں۔

چونکہ انگریزی تعلیم کے اثر اور مغربی تہذیب کی برکت سے بے بنیاد حجتیں اور غلط دلیلیں پیش کرنیکا مادہ حاصل ہو گیا ہے اسلئے اپنے نقائص پر غور نہ کرنے کی وجہ بتانے میں اپنے نفس کو بھی فریب دیتے ہیں لیکن وہ چھوٹا ملکوتی صفات جانور جو دل و دماغ کے تاریک گوشہ میں نیم مردہ پڑا ہوا ہے اور جسکو ہر وقت ہم زجر و توبیخ کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ مرغ بے ہنگام اپنی ناخوش آواز بند رکھے کمبخت اس وقت بھی بول اُٹھتا ہے کہ نہیں نہیں۔ تم اپنی برائیوں پر غور اور توجہ سے نہیں کرتے کہ اپنی برائی سُننا یا اپنی ذات میں کوئی عیب دریافت کرنا تمہیں گوارا نہیں اگر متوجہ ہو تو میں تم میں اتنے عیوب گناؤں کہ تم شرمندگی سے گردن جھکا لو۔

فی الحقیقت یہ فطرت انسانی میں داخل ہے کہ کوئی شخص اپنی برائی سُننا پسند نہیں کرتا۔ تعریف خواہ وہ جھوٹی اور خوشامد کی حد تک پہونچی ہوئی ہو مگر انسان کو خوشگوار معلوم ہوتی ہے اور اپنا عیب و نقص چاہے کتنا ہی صریح اور صحیح ہو مگر اُسپر غور کرنا برا معلوم ہوتا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمکو

ہر قوم اور ہر ملک کے رسوم و قواعد مین نقائص نظر آتے ہین اور اپنی سوسائٹی عیوب سے معرا معلوم ہوتی ہے ۔ ورنہ اگر ہم اپنی سوسائٹی کو اُسی نظر سے دیکھین جس سے دوسرے گروہ کے خفیف خفیف اصول دیکھتے ہین تو ممکن ہے کہ اپنی کیفیت ہمکو اُن سے بدرجہا بدتر نظر آئے ۔

جس طرح ہم بجاے خود اپنی سوسائٹی کے قانون کو مہذب ۔ شائستہ اور نقائص سے پاک سمجھتے ہین اُسی طرح اُن اقوام کو بھی جنکے رسوم و ضوابط پر ہم نکتہ چینی اور خندہ زنی کرتے ہین اپنے اصول کو پاکیزہ سمجھنے اور ہماری وضع قطع پر حرف گیری کرنیکا منصب حاصل ہے ۔

حق و باطل کا تصفیہ کرنا خدا کا کام ہے اور انسان کے امکان سے خارج ۔ مگر اپنے دل کو سمجھانے اور اُس ملکوتی صفات جانور کو معقول کرنے کے لئے ہمکو اپنی حالت پر تعصب و خود پسندی کا پردہ اُٹھاکر غور تو کرنا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ ہم مین کوئی بُرائی ہے یا نہین اور اگر ہے تو اُسکی کیونکر اصلاح کرین ۔

ایک دانشمند کا قول ہے کہ اگر تمکو اپنے نفس مین کوئی بُرائی نہ معلوم ہوتی ہو تو جس شخص کو تم سب سے زیادہ عالی منزلت اور متبرک سمجھتے ہو اُس سے اپنی حالت کا موازنہ کرو اور جسقدر اپنے اور اُسکے درمیان فرق پاؤ وہی نقص سمجھو اور اُسکے دور کرنیکی کوشش کرو ۔

اگر اسی اصول کو پیش نظر رکھکے ہم اپنے موجودہ طرز معاشرت کے نقائص یا محاسن دریافت کرنا چاہین تو ضروری ہے کہ پہلے کوئی ایسی شائستہ و مہذب سوسائٹی تلاش کرین جسکا ہر حسن و قبح عرفاً رواجاً یا مذہباً ہماری نظر مین عزت رکھتا ہو ۔

قاعدہ ہے کہ جو قوم ترقی کے منازل طے کرنے مین مصروف ہوتی ہے اُسکی سب باتین بھلی معلوم ہوتی ہین ۔ اسلیے اگر اسوقت ہم موازنہ حالت کے لئے کسی شائستہ گروہ کی جستجو کرین تو فطرتاً پہلے نظر اُسی فلاح قوم کی طرف جائیگی جس نے مغرب کے ایک دور دراز گوشے سے نکلکر سیکڑون پہاڑون اور سمندرون کو طے کرکے اپنے علم و حکمت کے زور سے ہندوستان مین وہ وسیع سلطنت قائم کی جو نہ اکبر کو نصیب ہوئی تھی نہ اورنگ زیب نے خواب مین دیکھی تھی اور جسکا ہر ہر فرد اسوقت اُس عظیم خطۂ ارض پر حکومت کرنیکی استعداد اور قابلیت رکھتا ہے جسکے ایک مختصر حصہ کو سنبھالنے کے لئے کبھی "سنگھاسن بتیسی" کی ضرورت تھی اور کبھی "نورتن اکبری" کی حاجت ۔

اِس قوم کا آفتاب عروج اسوقت نقطۂ نصف النہار پر پہونچا ہوا ہے۔ علم۔ دولت۔ حکمت۔ حکومت۔ سائنس۔ فلسفہ۔ صنعت و حرفت۔ اخلاق۔ عادات۔ پاک نفسی۔ نیک طینتی۔ انجام دہی فرائض اور شریفانہ خوبیون مین وہ ہمسے افضل ہے بلکہ جو پوشیدہ عیوب بھی اِس قوم مین ہون وہ ہمارے محاسن سے بہتر ہین۔ اور یہی اُسکی اقبالمندی کی بہت بڑی دلیل ہے کہ اُسکی جس بُرائی پر ہم نظر ڈالتے ہین اپنے مین اُس سے زیادہ عیب پاتے ہین اور جس خوبی کو دیکھتے ہین اُسکا ہمارے یہان کوسون نشان نہین ملتا۔

افسوس ہے کہ اِس قوم کی فلسفیانہ معاشرت اور حکیمانہ اخلاق سے ہم اپنی وحشیانہ طرز زندگی کا مقابلہ نہین کرسکتے۔ نہ صرف اِس سبب سے کہ وہ تہذیب و شایستگی کے اسقدر بلند زینہ تک پہونچ چکی ہے کہ ہماری وہانتک آسانی سے رسائی نہین ہوسکتی نہ صرف اسوجہ سے کہ دولت و حکومت ہر لحظہ و ہر ساعت اُسکی طرز معاشرت کی پشت پناہ ہے جسکی مفید اور موثر مدد سے ہم محروم ہین بلکہ اس خیال سے کہ اُنکی سوسائٹی کا جزو اعظم جو دلچسپ فرقہ ہے وہ ہمارے یہان اینٹ اور گارے کے مضبوط پنجرون مین قید پڑا ہوا ہے اور جب تک یہ معصوم قمریان کنج قفس سے آزاد ہوکر ہماری پاک مجلسون اور مقدس صحبتون مین "حق سرہٗ" کے نعرہ بلند کرنا نہ شروع کرین ہم اس اقبالمند اور خوش نصیب قوم کی طرز معاشرت کی ہرگز تقلید نہین کرسکتے۔

بیشک ہندوستان کی تمدنی تاریخ مین طلائی حرفون سے لکھنے کے قابل وہ مقدس دن ہوگا جب یہانکی نیم وحشی مخلوق شایستگی و تمدن کی عالیشان عمارت کا بنیادی پتھر رکھے لیکن پردۂ نسوان کو زمانۂ جاہلیت کی رسم سمجھکر نہایت "ادب ملاحظہ" سے اول منزل پہونچا آئے۔ مگر جب ہم جھونپڑون مین رہتے ہین تو محلون کا خواب دیکھنے سے کیا حاصل۔ ہوائی قلعہ بنانے سے کیا فائدہ اور "سرود بستان یاد دہایندن" سے کیا نتیجہ۔ ہمکو اپنی چادر دیکھکر پاؤن پھیلانا چاہیے اور جبتک یہ نعمت عظمیٰ ہمارے حصہ مین نہ آجاے یا جلد اُسکے حصول کی امید نہو جائے اُس نصیبور قوم سے ہم اپنی حالت کا کیا موازنہ کرین جو اسی طلسمی انگوٹھی کی بدولت آج تمام دنیا کو اپنے نور عالمتاب سے فیضیاب کررہی ہے اور جسکی سوسائٹی۔ طرز معاشرت۔ رسوم و قواعد مین فرقہ نسوان ایسا شریک غالب ہے کہ اگر ایک منٹ کے لئے اسکو الگ کردو تو اُس مردہ جسم کی طرح جو کئی صدی کے بعد قبر مین صحیح و سالم

دیکھا گیا مگر روشنی اور ہوا کا اثر پہونچتے ہے فوراً خاک ہوگیا۔ کل ڈھیر بگڑ جاے۔

اب صاف صاف الفاظ مین سنو کہ عورتون کے احکام کا پابند ہونا انکو اپنی سوسائٹی کا دست راست سمجھنا۔ ہر نیک و بد کام مین اُنکے صلاح مشورہ پر عمل کرنا۔ اپنے ہر جلسہ و محفل مین اُنکے دم قدم سے زیب و زینت سمجھنا اور انکی مشکین لعونکی سخت اور جابرانہ قید مین اپنے اقوال۔ افعال۔ حرکات۔ سکنات۔ خیالات اور اعتقادات کا گرفتار رکھنا یورپ کے لئے سرمایۂ تہذیب ہو تو بجا ہے اور اُسکی اخلاقی کمزوریون کے ہوا خواہون۔ مداحون۔ مجبون۔ اور مقلدونکی نظر مین کمال شایستگی ہو تو درست ہے لیکن وہ آزاد مزاج۔ آزاد طبیعت۔ آزاد منش۔ اور آزاد خیال قوم جس نے اپنے فلسفیانہ اصول اور حکیمانہ قواعد کے سامنے کسی شاہ و شاہنشاہ کے قوانین و فرامین کی ہستی نہین سمجھی ہرگز کسی کمزور ناقص العقل مخلوق کے سامنے گردن اطاعت جھکانے پر مجبور نہین کی جاسکتی یعنی اُس سے یہ توقع ہرگز نہین ہوسکتی کہ وہ اپنے خداوند لایزال کو چھوڑکر حسن کی عیش پسند دیبی کی پرستش شروع کرے۔ اور اسطرح وہ بڑا فرق جو اسوقت اُسکی طرز معاشرت اور یوروپ کی سوسائٹی کے درمیان بحر ذخار کی طرح حایل ہے دور کردے۔ امید ہے کہ ابھی بہت مدت تک وہ اپنے اس حکیمانہ قاعدہ کی پابند رہیگی کہ تملو جو کام کرنا ہو اُس مین عورت سے مشورہ لو تاکہ وہ جو کچھ کہے اُسکے خلاف کرو۔" اور اس مقولہ کو بھی پیش نظر رکھیگی کہ۔

اگر نیک بودی سرانجام زن +

زنان را مزن نام بودے نہ زن

اور اُن انسانی ہڈیون کی طرح جو زمانۂ قدیم مین طعام دعوت کے بعد بغرض عبرت مہمانونکے سامنے پیش کی جاتی تھین یہ دانشمندانہ نصیحت بھی ابھی کچھ دنون تک اِنکے ہوسِ عیش کو منغص کرتی رہیگی کہ ؎

زن دوست بود دے زمانے تا جز تو نیافت مہربانے

چون در بر دیگرے نشیند + خواہد کہ ترا دگر نہ بیند

ممکن ہے کہ امتداد زمانہ سے ہمارے اِن وحشیانہ خیالات مین کسی قدر تغیر ہو جاے لیکن نظام عالم کو دیکھتے ابھی اِسکے لئے بہت عرصہ درکار ہے لہذا مجبوراً اس باقبال قوم سے

قطع نظر کرکے ہم کسی دوسرے شائستہ گروہ کو اپنی معاشرت کے امتحان کے لئے معیار بنانا چاہتے ہیں۔

دنیا میں یورپ ہی نے کچھ نرالی ترقی نہیں کی ہے بہت قومیں ایسی گذری ہیں جو شریفانہ اخلاق ستودہ خصائل اور برگزیدہ عادات میں اپنے وقت اور زمانہ کے لحاظ سے اسپر بدرجہا فایق تھیں اور اُنمیں سے کسی ایک کو معیار بنانا کافی ہے۔ اسلئے ہم اُس قوم کی ابتدائی حالت کی طرف رجوع کرتے ہیں جو بقول انگریزی مورخوں کے ازمنۂ متوسط کے تیرو تار منظر میں صبح کے ستارہ کی طرح مشرقی اُفق سے طلوع ہوئی اور تمدن کا نور شائستگی کی شعاع اپنے ساتھ لائی۔ یہ قوم اگرچہ اب پستی کی طرف نہایت سُرعت سے جارہی ہے لیکن اسکی قدیم تہذیب و شائستگی کے کارناموں سے تاریخوں کے صفحے رنگین ہیں اور اسکا وہ طرز معاشرت ہم نہایت آسانی سے دریافت کرسکتے ہیں جو عروج کے وقت اس نے پسند کیا تھا میری مراد اُس متبرک گروہ سے ہے جسکو ہم مذہباً عالی مرتبت سمجھنے پر مجبور ہیں یعنے جزیرہ نمائے عرب کے وہ فرشتہ خصلت باشندے جنھوں نے دنیا کو پہلی بار اشاعت تہذیب کا درس دیا۔ اس قوم کے ابتدائی طرز معاشرت کو معیار بنانے میں چند مصلحتیں ہیں۔ اول تو یہ کہ یورپ جسکے عقلا و دانشمندوں کا ہر قول آجکل وحی آسمانی کے برابر سمجھا جاتا ہے اسکی شائستگی و تہذیب کا قائل ہے خصوصاً جناب نبی امی علیہ الف التحیۃ والسلام اور اُنکے جان نثار جرنیلوں کی پاک نفسی نفیس کیتی کیھبی اخوت ہمدردی حسن سلوک اور مذہبی معاشرت کی بڑے متعصب یورپین مورخوں اور وقایع نگاروں نے شہادت دی ہے۔

دوسرے یہ کہ اس قوم نے اسی معاشرت کے ساتھ دنیا میں ترقی کی اور ایسی حیرت انگیز سُرعت سے عروج و کمال کے کل مدارج طے کئے کہ آجتک تمام عالم متحیر ہے اور اسلئے یہ دعوی بھی نہیں ہوسکتا کہ یہ طرز معاشرت دنیوی ترقی میں رخنہ اندازی کرتا ہے۔

دنیا کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عروج و زوال اس عالم اسباب میں لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کوئی قوم اسوقت تک دنیا میں ایسی نہیں گزری جو انقلاب کے صدمے سے محفوظ رہی ہو جس گروہ نے ترقی کا کوئی میدان جیتا ہے ضرور ہے کہ کبھی اوج تنزل کی بھی چاشنی چکھے گا۔ جسکے سر اکلیل معرکہ کارزار میں سہرا رہا ہے کسی روز خاک و خون میں غلطاں ہی ہوگا۔ دنیا کا یہی دستور ہے جو ابتدا سے آفرینش عالم سے چلا آتا ہے اور غالباً قیامت تک یونہی قائم رہیگا۔ اسلئے مسلمانوں کی موجودہ تباہی دیکھکر یہ کہنا بالکل بے اصل ہے کہ عرب کا طرز معاشرت ہی ایسا تھا کہ اُسکا زوال ضرور ہوتا اگر یہی ہے

تو یونان جسکی خوبی معاشرت مسلم ہے کیون تباہ ہوا روم جسکی قدیم طرز ماندوبود کی تقلید اسوقت یوروپ مین فخر سمجھی جاتی ہے کیون برباد ہوا۔ اسپین جس نے اپنے ملک سے مسلمانون کی بیخ و بنیاد اکھاڑ کر وہی معاشرت رائج کی تھی جو آج تمام یوروپ کی ہے۔ کیون دیوالیہ ہوگیا۔ ہالنڈ جسکا طرز معاشرت کبھی مشرق مین عطار مشک مغرب سمجھا جاتا تھا آج کیون ویران ہے۔ اور ڈنمارک جو کسی زمانہ مین انگلستان کو بزور حکومت تہذیب سکھاتا تھا اسوقت کیون دنیا کی بالکس مین کوئی اثر نہین رکھتا۔

کیا ان سب کی معاشرت مین تباہ کن اجزا شامل تھے جنھون نے انکو برباد کر دیا۔ اگر تھے تو ممکن ہے کہ جو قومین اسوقت اوج ترقی پر ہین اُن مین بھی ویسے ہی اجزا شامل ہون جو کسی دن اُنکو حضیض پستی پر لے آئین اور کوئی نئی قوم دنیا مین مہذب کہلائے۔

آج یوروپ کے آفتاب اقبال کو منور دیکھکر تم اسکے زوال کو غیر ممکن سمجھتے اور اس ذکر پر بے اختیار مسکرا دیتے ہو لیکن کیا ولید بن عبدالملک۔ ہارون الرشید معتصم باللہ۔ الپ ارسلان۔ ملک شاہ سلجوقی صلاح الدین۔ یا امیر تیمور کے عہد مین کوئی گمان کر سکتا تھا کہ یہ فتوحات و تمدن کا سیلاب عظیم جو ہر منٹ پر برابر بڑھتا اور تمام عالم کے اصول و قوانین کو اپنے ساتھ بہائے لے جاتا ہے۔ جسکو نہ پہاڑ تھام سکتے ہین نہ دریا روک سکتے ہین کسی وقت چند مختصر صوبون مین محدود ہوکر رہجائیگا اور عرب کا دنیا کی مردہ قومون مین شمار ہوگا ہرگز نہین اُسوقت اُنکی اقبالمندی ایسے دور دراز دمہون کو منحوس سمجھتی ہوگی اور پولیٹکل معاملات پر رائے زنی کرنیوالے اُسوقت اس خیال پر بھی ہنستے ہونگے۔

اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ مسلمانون نے زمانہ حال مین جو زوال و تباہی کی ڈگری حاصل کی ہے اس سے قطع نظر کر دیکھو کہ دنیا مین ایک دن یہ ہر ایک کو پیش آتا ہے اور اُن علمی ترقیون پر نظر کرو جو صفحات تاریخ پر اسوقت تک محفوظ ہین اور وہ تمکو بتا دینگی کہ جو طرز معاشرت پیغمبر اسلام (روحی فداک یا رسول اللہ) نے سکھلایا تھا اور جسکو اُنکے باادب حلقہ بگوشون نے سمعاً و طاعۃً کہکر قبول کیا تھا مسلمانون کی ترقی مین کبھی حارج نہین ہوا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اُنہون نے جو کچھ پایا وہ اسی معاشرت کے فیض سے اور جو کچھ ہاتھ سے گنوایا وہ اُسی معاشرت کو خیرباد کہنے سے۔

عرب کی معاشرت کو معیار بنانے مین تیسری مصلحت یہ ہے کہ جن مقدس لقبون کی پیروی ہمپر مذہباً لازمی ہے یہ معاشرت اُنہین کی تعلیم کی ہوئی ہے۔

اگرچہ یورپ کے حکما اپنی ذاتی منفعت و راحت پر مذہب کو عملاً ترجیح نہیں دیتے لیکن مذہب کا انسانی زندگی پر ایک خاص اثر ہونا وہ بھی تسلیم کرتے ہیں لہذا کچھ بجا ہوگا اگر وہ معاشرت ہماری نظر میں قابل وقعت ہو جو جناب شارع اسلام اور اُنکے اعزہ و احباب کے طرز عمل سے ثابت کیجاے کیونکہ جب ہم اعتقاداً اسپنے بانی مذہب کا ہر فعل مقبول الٰہی سمجھتے ہیں تو جسقدر اُن افعال کی زیادہ پابندی کرین رحمت ایزدی سے زیادہ قریب ہونگے اور جتنا اُنکو ترک کرتے جائین قرب حق سے دُور ہوتے جائینگے ۔

چوتھی مصلحت اِس معاشرت کو معیار بنانے میں یہ ہے کہ جب اقبال و ظفر ہماری رکاب کے ساتھ تھے اور ہم تمام دنیا کو مہذب بنانے کا بیڑا اُٹھاے ہوے تھے یہی اصول ہمارے زیر عمل تھا و اب اپنی تباہی کے وقت اِن قواعد پر خاص غور کرنا اسلئے مناسب ہے کہ شاید وہی رسوم و ضوابط جو ایک وقت باعثِ ترقی تھے اب متروک العمل ہو گئے ہون اور اُنسے انحراف ہمارے زوال کا ایک بڑا سبب بنگیا ہو۔

غرض پہلی صدی ہجری کے عرب کی تقلید ہمارے لئے ہم خرما و ہم ثواب ہے ۔ دینی و دنیوی دونون قسم کے فوائد اسکی پیروی سے حاصل ہو سکتے ہین اور صرف یہی ایک معاشرت ہے جس سے موازنہ کر کے ہمکو اسوقت اپنی سوسائٹی کی خرابیان دریافت کرنا چاہیے کیونکہ وہ محاسن کسی دیندار اور پرہیزگار کی نظر مین قابلِ وقعت نہین ہو سکتے جو مذہباً ممنوع ہون اور وہ عیوب ہرگز فقصان رسان نہین ثابت کئے جا سکتے جو خداوند ارض و سما کے ناقابل تبدیل قانون نے جائز قرار دئے ہون ۔

اب ہم اپنی سوسائٹی کی موجودہ حالت کا عرب کی معاشرت سے موازنہ کرتے ہین تو زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

ہمارا کوئی قول کوئی فعل کوئی قاعدہ کوئی رواج کوئی خیال بلکہ کوئی اعتقاد ایسا نہین ہے جسکے متعلق بلا خوف تردید ہم کہہ سکین کہ وہ مثل عربون کے ہے اور ہمنے اُس مین نقائص پیدا نہین کر دیئے ۔

ہمنے عرب کے آسان اصول و قواعد ترک کئے۔ ہمنے اُنکی سادہ روش اور بے تکلف زندگی چھوڑی۔ ہمنے پردۂ نسوان مین بیموقع زیادتی اور مضر اخلاق کمی کی۔ ہمنے تعدد ازواج کے حکیمانہ اصول مین شاخین نکالین۔ ہمنے ہندوستان پہونچکر عقد بیوگان کو عیب سمجھا۔ ہمنے قانونِ وراثت مین اصلاح دی۔ ہمنے فضول خرچی۔ آرام طلبی۔ اور کاہلی کی عادت اختیار کی۔ اور سب سے بڑا ستم یہ کیا کہ وہ بیش بہا جوہر جسکی حفاظت کے لئے شارع اسلام نے تاکید بلیغ کی تھی جو ہمکو عالم کے تمام مختلف مذہبون اور گروہون سے ممتاز کرتا تہا جسکی بدولت ایک وقت دنیا کی کل مہذب قومین ہمارا لوہا مانتی تہین اور آجتک ہماری بھولی بسری عظمت و شوکت پر تحسین و آفرین کے گلدستہ نثار کرتی رہتی ہین جسکی برکت سے ہم ہر لحظہ اور ہر منٹ میدان ترقی مین ایک قدم آگے ہی بڑہاتے جاتے تھے۔ جسکے اثر سے ہم مین ہمت شجاعت اور جوانمردی کے اوصاف پیدا ہوتے تھے اور علم۔ عزت۔ و دولت ہمارے قدمون سے لپٹی رہتی تھی جسکے فیض سے ہم مین کل اخلاقی خوبیان اور شریفانہ خصلتین پیدا ہوتی تہین جس سے ہمارے باہمی میل جول ربط ضبط مین لطف پیدا ہوتا تہا اور جو ہماری کل تہذیب۔ شائستگی۔ اور معاشرت کی جان تہا۔ اپنے ہاتہون سے گنوادیا ایک وہ وقت تہا کہ اس قوم کی ہر ہر فرد کی زبان سے نکلا ہوا ہر ایک لفظ لوہے کی زنجیر سے زیادہ مضبوط سمجھا جاتا تہا۔ زمانۂ قدیم مین ایسا بھی ہوا ہے کہ ایمنین کا ایک آدمی غیرون کے ہزار پر بھاری تہا۔ سُنتے ہین کہ کسی زمانہ مین بڑے بڑے عالی منزلت تاجدار اسکی آستانہ بوسی کو فخر سمجھتے تھے اور اسکے رسوم و ضوابط کو رشک و حسرت سے دیکھتے تھے۔ مورخون کا بیان ہے کہ کبھی تہذیب و شائستگی کے یہی مدرس تھے اور دنیا کے دانشمند کچہ دنون اُنکی صحبت مین رہنا یا ان کے ملک و زبان سے واقفیت حاصل کرنا فضیلت و کمال کا سرٹیفکیٹ سمجھتے تھے۔ اللہ اکبر ایک وہ دن تہا کہ انہون نے دین مسیحی کے سرچشمہ پر قبضہ حاصل کیا تہا اور جبکہ اُنکو دام تزویر مین پہنسانے کے لئے ایک طرف مہ جبینون کا جہرمٹ تہا اور دوسری طرف دولت بے قیاس کے انبار نیچی نظرین کئے باواز بلند تکبیرین کہتے شہر کی بازارون سے گزرتے تھے اور دنیا کو عالی ہمتی۔ بلند نظری۔ اور استغنا کا سبق پڑہایا تہا۔

ایک وہ ساعت تھی کہ انہون نے اُسی سرچشمہ پر جبکہ وہ نوسے برس تک اغیار کے قبضہ مین رہچکا اور قتل و غارت کی خوفناک یادگارون سے اسکی گلیان ہنوز داغدار تہین دوبارہ فتح و نصرت کا پہریرا اُڑایا اور اپنی فرشتہ خصلتی۔ رحمدلی۔ وفاشعاری۔ اور خدا ترسی کا وہ عملی نمونہ دکہایا کہ اُسکی مثال

تاریخ عالم مین دستیاب نہین ہوسکتی۔

اور ایک وہ مبارک گھڑی تھی جب انہون نے خشکی مین جہاز چلاکر براعظم یوروپ کے اُس خوش سواد دارالحکومت پر فتح پائی جو کل مغربی تہذیب کا ملجا وماوا تہا۔ اور امن وامان قائم ہونے کے بعد بھی بلا تامل اُس رعایا کو مذہبی آزادی دی جس نے مذہب کی آڑ مین اسکے ہزارون بہائی بندون کا خون کیا تہا اور اسطرح دنیا کو سکہایا کہ مفتوح قوم سے کیا سلوک کرنا چاہیے۔ مگر۔

خواب تہا جو کچہ کہ دیکہا جو سنا افسانہ تہا

اب آج تو دنیا مین اسکی کچہ قدر ومنزلت نہین۔ اسکے قول وقرار کا کسیکو اعتبار نہین۔ ہر ہر بات پر پڑوسی طعنہ دیتے اور ایذا رسانی کی گہات مین رہتے ہین۔ اُسکا جو قدم اُٹہتا ہے وہ زمانہ کی روش اور چلن کے خلاف ہوتا ہے وہ ہر لحظہ پستی ہی کی طرف رخ کرتی جاتی ہے۔ اُس مین بزدلی۔ کم ہمتی۔ اور زنانہ خصلتین پیدا ہوگئی ہین۔ علم حکمت عزت۔ دولت کو وہ ایک ارروپیٹ مٹی سمجہتی ہے۔ دنیا کے نیم وحشی اور انسان صورت بہایم سیرت جانورون مین اُسکا شمار ہے اور اُسکا طرز معاشرت آج دنیا کی ذلیل سی ذلیل قوم سے زیادہ بُرا سمجہا جاتا ہے۔

توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شئی قدیر۔

اس حیرت انگیز انقلاب اور تباہی کے وجوہ واسباب بحرخ کچہ اور سمجہین گے۔ سیاست مدن کے فاضل کچہ اور کہین گے۔ اور عصر جدید کے رکابی مذہب کچہ اور بتائین گے لیکن مین کہتا ہون کہ اسکی سب سے زیادہ قوی وجہ اُنکے طرز معاشرت کی تبدیلی ہے۔ اور معاشرت مین بھی پردے پر مین زیادہ زور نہین دینا چاہتا وہ عرب سے زیادہ سخت ہو یا ہندوستان کی ضرورت سے کم تعلیم نسوان پر مین اسوقت بحث کرنا نہین چاہتا خواہ اُسکے نہونے سے عام جہالت پیدا ہوئی ہو یا اُسکی اشاعت اخلاق پر بُرا اثر ڈالے تعدد ازدواج اور عقد ہیوگان پر اسوقت میری نظر نہین جاتی ہے اُسکا وجود ہمکو مہذب وغیرت مند سوسائٹی سے خارج کردے یا اُسکا عدم وجود ہمارے اخلاق کو روز بروز بدتر کرتا جاتا ہو۔ مراسم شادی وغمی کے متعلق مجہے کہنا منظور نہین خواہ وہ ہماری تباہی کی جڑ ہون یا گذشتہ عظمت وشان کی یادگار۔

مین تو اُسی گران بہا جوہر کی جستجو کرتا ہون جسکی طرف مین نے اوپر اشارہ کیا ہے جو عرب کی کل طرز معاشرت مین روح کی طرح سرایت کئے ہوئے تہا اور جسکا ضائع ہوجانا خاتم سلیمان کی طرح ہماری کل تباہیون کا اصلی سبب ہے۔

وہ جوہر کیا تہا؟۔ اگر مین نام بتادون تو شاید فوراً یقین بھی نہ آئے کہ ہمارا طرز معاشرت اِس نعمت عظمےٰ سے محروم ہے اور اگر یہ ثابت ہوجائے تو شک رہیگا کہ ایسی خفیف چیز ہماری اسقدر عظیم تباہی کا کیونکر سبب ہوسکتی ہے۔!!

اسلئے بہتر ہے کہ تم خود ہی دل مین غور کرو۔ دیکھو تم حتی الامکان فرایض عبادت بجالاتے ہو۔ فرصت ہوتی ہے تو نماز پڑہتے ہو۔ کوئی عذر شرعی نہین ملتا تو روزہ بھی رکہتے ہو۔ سیر و سفر کو جی چاہتا ہے تو حج کرآتے ہو۔ دولت ہوتی ہے تو شرماشرمی زکواۃ بھی دیتے ہو۔ مگر کیا سچے دل سے یہ کہہ سکتے ہو کہ تمہاری عبادت ویسی ہی خالصتاً للہ ہے جیسی کہ پہلی صدی ہجری کے مسلمانون کی تھی۔؟ ہرگز نہین۔!۔ وہ کیا وصف ہے جو تمہارے اور اُنکے درمیان فرق کرتا ہے؟

تمنے اپنے ملک شہر قصبہ۔ یا گانون مین اپنی ایک خاص سوسائٹی بنا رکھی ہے جس سے تم ازدواج و مناکحت کرتے ہو۔ اپنے نئے قیمتی لباس دکہانے یا دوگھڑی دل بہلانے کے لئے اُسکی ہر شادی و غمی کی تقریب مین شریک ہوتے ہو۔ ظاہرداری یا ریا سے اُسکی ہر مصیبت و تکلیف مین دامے درمے قدمے مدد کرتے ہو۔ اُسکے ساتہ میل جول مین کسی دوسرے موقع پر ذاتی منفعت اُٹہانے یا قرض حسنہ کے پردہ مین ذاتی اغراض پوشیدہ کرنے کے لئے حُسن سلوک اور صلہ رحم کا لحاظ رکہتے ہو۔ غرض ہر موقع پر تم اُس مخصوص سوسائٹی کے ساتہ ظاہرا وہی برتاؤ کرتے ہو جو عرب کے مقدس بزرگ ہر اپنے پرائے کے ساتہ کرتے تھے مگر کیا تم دل پر ہاتہ رکہکر نفس مطمئنہ کی اجازت سے کہہ سکتے ہو کہ تمہارا یہ سلوک ویسی ہی نیک نیتی سے ہے جیسی کہ قرن اول و دوم کے مسلمانون مین پائی جاتی تھی۔؟ ہرگز نہین۔! وہ کیا خوبی ہے جسکے نہونے سے تمہاری یہ تمام خدمت کم رتبہ ہوگئی۔؟

فرقہ نسوان سے متعلق تمہارے جتنے اصول و قواعد تھے کسیقدر فرق کے ساتہ سب قائم ہین مگر کیا صدق دل سے تم کہہ سکتے ہو کہ عورتون کے ساتہ تمہاری معاشرت ویسی ہی پاکیزہ ہے جیسی تمہارے اقتدا مقتدا اسلاف کی تھی؟۔ ہرگز نہین!۔ وہ کونسی نعمت ہے جسکے نہونے سے تمہارا عیش راحت مطمئنہ کے

درجہ سے گھٹ گیا ؟

شراب سے محترز رہنا مسلمانون کا ایک شعار قومی تھا تم چاہے ڈاکٹری دواؤن کے ساتھ اسکو استعمال کرتے ہو۔ یا کسی سرد ملک مین اپنی صحت جسمانی کی حفاظت کے لئے اسکا شغل کرتے ہو یا صحبتِ احباب کا لطف دوبالا کرنے کے لئے گاہ گاہ پی لیتے ہو۔ یا مغربی سوسائٹی مین داخل ہونیکا قیمتی پاسپورٹ سمجھکر مجبوراً اسکی طرف رغبت ظاہر کرتے ہو مگر آجتک اسکو بُرا تو کہتے ہو۔

سود خواری اور قمار بازی کی تمہاری قانون معاشرت مین ممانعت تھی تم بیع بالوفا کا حیلہ یرامسری نوٹ کے عذر۔ یا وثیقہ کے بہانہ سے چاہے قرض پر منفعت حاصل کرتے ہو۔ یا گھوڑدوڑ کے ٹکٹ خرید کرتے اور قرعہ اندازی کی کمیٹیو مین شریک ہو جاتے ہو لیکن اسوقت تک جوے اور سود کے نام سے تو کوسون دور رہا گئے ہو۔

غرض جسقدر لغویات تمہارے یہان شرعاً ممنوع اور رسماً غیر مہذب تھے تم اُن سے ہنوز ظاہراً گریز کرتے ہو مگر کیا خدا کو حاضر و ناظر سمجھکر تم کہہ سکتے ہو کہ تمہارا تقویٰ ویسا ہی درست ہے جیسا کہ قرن اول کے مسلمانون کا تھا ؟ ہرگز نہین۔ ! وہ کونسی برکت تھی جسکے نہونے سے تمہاری نفس کشی میزان عمل مین کہوٹی ثابت ہوئی ؟۔

کتابون مین لکھا ہے کہ کبھی حب للہ اور بغض للہ مسلمانون کا شعار تھا۔ وہ جس سے ملتے تھے خدا کے واسطے اور جس سے بگڑتے تھے خدا کے واسطے۔ وہ جس پیشہ کو پسند کرتے تھے اُس مین بدل و جان مصروف ہو جاتے تھے جس علم کو سیکھتے تھے اپنی راحت و آرام اُسکی نذر کر دیتے تھے۔ جس خدمت کو اپنے ذمہ لیتے تھے اُسکے فرائض کی انجام دہی جی توڑ کر کرتے تھے جس پر احسان کرتے تھے معاوضہ کے امیدوار نہ رہتے تھے۔ اگر دنیا طلب کرتے تھے تو ایمانداری اور نیک نیتی ملحوظ رکھتے تھے اور اگر راہ سلوک پر چلتے تھے تو اہل دنیا کو اپنے حلقہ مین پھنسانا مقصود نہین ہوتا تھا۔ غرض اُنکے ہر فعل۔ ہر قول اور ہر عادت مین وہ خوش آب جوہر چمکتا ہوتا تھا جسکو آج ہم تلاش کرتے ہین اور نہین پاتے۔

وہ جوہر کیا تھا ؟ مین اب بتائے دیتا ہون۔ مگر چونکہ تم اس لفظ سے مانوس ہو اسلئے اُسکے کل فوائد و نتائج پر فوراً نظر نہ پہونچے گی۔ البتہ اگر کسی وقت تنہائی مین بیٹھکر اسپر غور کروگے اور اپنے کانشنس کے

خلاف نہ کہوگے تو تسلیم کرلوگے کہ ہماری معاشرت کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز یہی ہے اور اسی کا نہونا ہمارے کل رسوم وضوابط کو طعام بے نمک سے زیادہ بدمزہ کردیتا ہے وہ جوہر کیا ہے؟

صدق وخلوص

یہی ہے جو تم مین کبھی تھا! یہی ہے جواب نہین ہے!! اور یہی ہے جو تم مین ہونا چاہیئے!!!

میرا یہ خیال نہین ہے کہ ہماری معاشرت مین سوائے صدق وخلوص کے نایاب ہونیکی اور کوئی نقص نہین۔ ہمنے عرب کی معاشرت سے جسقدر غیر ضروری فرق پیدا کردیا ہے اُس دانشمند کے قول کے موافق جسکا مقولہ مین نے شروع مین نقل کیا ہے نقص مین داخل ہے اور اسکو دور کرنیکی کوشش کرنا چاہیئے۔ اِن نقائص کی طرف مین اشارتاً وکنایتہً تمہاری توجہ منعطف کرچکا ہون مگر زیادہ تشریح نہ کرونگا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ہماری معاشرت کے کل اصول اِس غرض سے قائم کیئے گئے تھے۔ کہ ہم مین صدق وخلوص کا جوہر پیدا ہو۔ اور اگر یہی ہمارے پاس نہوا تو عرب کی معاشرت بھی ہمکو کوئی فائدہ نہین پہونچا سکتی۔

بیشک تعلیم نسوان سے ہمارے بچون کے خیالات اور اعتقادات درست ہونگے۔ عقد بیوگان سے ہمارے اخلاق پر مفید اثر پڑیگا۔ تعلیم سے ہمکو روشن خیالی حاصل ہوگی حُسنِ مراعات اور صلۂ رحم سے ہم مین ہمدردی اور اخوت کا جوش پیدا ہوگا۔ سادہ اور بے تکلف زندگی ہمکو پاک نفس بنائیگی مراسم شادی وغمی مین اصلاح ہمکو کفایت شعاری سکھاکر دولتمند بنائیگی اور اسی طرح یہ کل اجزائے مختلف مرکب ہوکر صدق وخلوص اختیار کرنے کے لئے راستہ صاف کرینگے لیکن جبتک یہ دولت حاصل نہوجائے نہ ہم عرب کی ظاہری تقلید سے ترقی کرسکتے ہین اور نہ لفظی پیروی سے راحت کلی حاصل کرسکتے ہین کیونکہ یہ کام تو کسیقدر فرق کے ساتھ ہم اب بھی کرتے ہین اور ہمیشہ سے کرتے آئے ہین مگر کیا نتیجہ ہوا۔ وہی جو ہمارے ایک ہندی شاعر نے ان الفاظ مین ظاہر کیا ہے۔

ہر دم رہے انیس زبان پر خدا خدا — بحرِ جہان مین کون کسیکا ہے آشنا
دلداری ومحبت ودلجوی ووفا — معدوم ہین بصورتِ عنقا وکیمیا
گستاخ ہوکے عرض کیا ہے معاف ہو — ہمنے تو ایک دل بھی نپایا کہ صاف ہو

محمد امیر احمد علوی۔ بی۔ اے

مادۂ اجسام کی تحقیق

نمبر ۴

سابق الذکر پارٹیون سے ایک کا (جو ابنا فلس کی طرف منسوب ہے) یہ خیال ہے کہ مجموعی حیثیت سے دنیا کا فاعل وغایت تو ضرور ہے مگر ان طبعی جزئیات کی کوئی غایت نہین ہے جو عناصر کی ترکیب سے فطرۃً موجود ہوتے رہتے ہین مثل معادن۔ نباتات۔ حیوانات۔ فضائے کائنات جیسے ابر بارش۔ اولا۔ برف۔ شہاب ثاقب وغیرہ کیونکہ بوجوہ ذیل انکے ایجاد کی کوئی غایت نہین کی جاسکتی۔

(۱) مذکورۂ جزئیات کے بے غرض ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ کوئی چیز بغیر قابلیت مادہ کے وقوع مین نہین آسکتی اور مادہ کا وجود تمام اشیائے ممکنہ مین ضروری ہے اسلئے کہ تمام اشیائے ممکنہ مین امکانی حیثیت ہی وہ شے ہے جو ان کے موجود ہونے کا سبب ہے اگر وہ بالذات واجب یا ممتنع ہوتے تو انکا حدوث اور وجود ناممکن ہوتا کیونکہ کوئی ناممکن شے ممکن اور واجب قدیم حادث نہین ہوسکتی اور ممکنہ اشیا کا حدوث ذاتی ہو یا زمانی صاف طور پر بتا رہا ہے کہ ان مین صلاحیت و قابلیت حدوث وتجدد ضرور موجود ہے اور چونکہ امکانی حیثیت مین تمام ممکنات یکسان شریک ہین تو ضرور ہے کہ اس امکانی حیثیت کا منشا بھی سب مین یکسان مشترک ہو اور وہی مشترک منشا جو سب مین یکسان ہے انکا مادہ ہے جس مین سب کے وجود وحدوث کی صلاحیت اور قابلیت ہے جسکے بغیر کوئی ممکن شے وقوع مین نہین آسکتی اسی وجہ سے محققین ومدققین مثل میر باقر داماد وغیرہ نے اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ ہر ممکن شے الحدوث دہری حادث ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ فی الواقع ہر ممکن شے نیست و نابود ہے پھر قابلیت مادہ کی وجہ سے بالجاد موجد موجود ہو جاتی ہے جس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ ہر ممکن شے کا وجود قابلیت مادہ سے وابستہ ہے۔

اور چونکہ صرف مادہ کی قابلیت کسی ہونے والی شے کے لئے کافی نہین ہوتی لہذا اسکے بالفعل

موجود ہونے کے واسطے ایک دوسرے امر کا وجود بھی ضروری ہے جس سے اسکو دوسروں سے ایک قسم کی امتیازی حیثیت حاصل ہو کیونکہ مادہ سب مین یکسان مشترک ہے جسمین ان اشیا کو ایک دوسرے سے تمیز متصور نہین اور وہ امتیازی حیثیت کا مفید امر ہونے والی شے کی صورت ہے جس سے ناظرین حق بیز وہ خود اس بات کی تصدیق کر سکتے ہین کہ ممکن شے بغیر مادہ وصورت کے موجود نہین ہو سکتی لیکن مادہ وصورت کی تشخیص کہ جزو لایتجزی ہمریاذی مقدار طبیعی اجسام ہین یا ایسا جوہر ہے جو فی ذاتہ منفصل ہے منفصل اور ہر صورت کا قابل ہے یا فی ذاتہ متصل ہے سراسر جگا بالعیب ہے اور جسقدر اولہ و براہین اسکی تشخیص کے متعلق قائم کیے گئے ہین صرف اسقدر ظاہر کرتے ہین کہ اجسام مین ہر جلیہ کے قابل کوئی امر ضرور ہے جسکا فی حد ذاتہ کوئی رنگ نہین اور ہر رنگ سے رنگین اور ہر شکل سے متشکل ہے رہی یہ بات کہ وہ قدیم یا حادث۔ جوہر یا عرض وغیرہ ہے براہین سے اسکا ثبوت دشوار ہے۔

اور تحلیل و تفکیک سے جسکا پتا لگتا ہے درحقیقت وہ مادہ اولی نہین ہے جسکے متعلق باہم حکما کا مباحثہ ہے کیونکہ براہان سابق الذکر وہ بھی مادہ وصورت سے مرکب ہے جیسا کہ براہان مین غور کرنے سے واضح ہے ہان اسکو مادہ ثانیہ یا ثالثہ وغیرہ کہا جا سکتا ہے کیونکہ ذی مقدار طبیعی اجسام ہون یا اجزاء لایتجزی امکانی حیثیت اور بالفعل موجود ہونے کی کیفیت سب مین موجود ہے جو مادہ وصورت سے مرکب ہونے کو لازم کرتی ہے۔

جب وہ خود مادہ وصورت سے مرکب ٹھہرے تو کیونکر مادہ اولی تصور کیے جا سکتے ہین۔

اور مادۂ ثانی کے متعلق تجربہ تحلیل تفکیک ومشاہدہ سے جس قدر دریافت ہو سکتا ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ ہر جسم مرکب مثل معادن۔ نباتات۔ حیوانات کا مادۂ ثانیہ عناصر اربع ہی ہین جنکے باہم اتحادی رابطہ اور توالد و تناسل و فصل نے مختلف صورتون سے کائنات دنیا کا نقشہ جمار کھا ہے جسکو بادی النظر مین دیکھکر دیکھنے والا یہ کہہ اٹھتا ہے (ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار) اے ہمارے رب تو نے انکو ہرگز فضول نہین پیدا کیا تو ہی عیبون سے پاک ہے اور ہمکو آگ کے عذاب سے بچا۔

لیکن جب غور کی نگاہ سے دیکھنے والا دیکھتا ہے تو صاف طور پر جان جاتا ہے کہ بتاثیرات اجرام علوی عنصری مواد کی استعداد ترقی کرتے کرتے جب اپنے نصاب تکمیل پر آ پہونچتی ہے

تو بلا کسی غایت و فوائد کے فضاے کائنات معاون نباتات و حیوانات کے گل خود بخود کھل جاتے ہین اور تمام روے زمین سرسبز و معمور اور عمران و تمدن سے آباد نظر آتی ہے جنکو ظاہر مین پیوند مواد عنصری وصور کے نتائج و ثمرات تصور کرتے ہین حالانکہ یہ کل امور نصاب مادہ کی تکمیل کو لازم ہین جنکا وجود ہرگز کسی مصلحت و غایت کی طرف منجر نہین ہے مثلاً تم خیال کرو کہ سطح بحر یا نمناک زمین پر جب آفتاب کی تمازت پڑے گی تو خود بخود وہان سے بخارات صعود کرتے ہوے فضاے بارد مین پہونچکر ابر باران بنجائینگے جنکا بوجہ ثقل برد کے زمین پر ٹپکنا لازمی ہے پھر اس زمین کا قسم قسم کے نباتات سے سرسبز ہونا اور حیوانات کا مواد عنصری کے پیوند سے خود بخود پیدا ہونا پھر انکو نباتات سے غذا پہونچنا ایک لازمی امر ہے جسکو نصاب مادی کی تکمیل لازم کرتی ہے ہمکو جب یہ نہ معلوم ہوگئی تو ہم کیونکر یہ خیال کر سکتے ہین کہ ان خود رو اشیا کا وجود کسی غایت کی طرف منجر ہے۔

غور کرنا چاہیے کہ بارش سے خرمن کی تباہی اور ہزارون جانین ہلاک اور سیکڑون شہر ویران اور ملک بہہ جاتے ہین۔ کیا تباہی ہلاکت ویرانی بھی مصلحت و غایت خیال کیجا سکتی ہے اور بارش ہی پر کیا منحصر ہے دوسرے طبعی امور مین بھی بنظر غور دیکھو جنکی نسبت تمکو یہ خیال ہے کہ ہر ایک طبعی امر کی خاص حیثیت شکل مقدار اور دوسرے کیفیات خاص خاص غرض و غایت کے لئے ہین۔ درحقیقت تمکو یہ دہوکا ہے کہ تم طبعی امور کا وجود منجر الی الغایت تصور کر رہے ہو۔ نہین یہ بھی خود رو اشیا ہین جنکو نصاب مادی کی تکمیل نے لازم و واجب کر دیا ہے کیونکہ فاعل اشیا مبدۂ فیاض وجود مطلق ہے جسمین کسی قسم کا شائبۂ بخل و امساک ممکن نہین جب کسی وضع شکل۔ مقدار رنگت وغیرہ کی استعداد پوری ہوئی تو ضروری اس مادہ مین یہ امور مبدۂ فیاض سے چارناچار فائز ہوجاتے ہین اسی بنا پر کسی شاعر نے کہا ہے ؎ نقصان ز قابل ست وگرنہ علی الدوام فیض عنایتش ہمہ کس را برابر است۔

مثلاً دانتون اور دانڑھون کے مادہ کو دیکھو تم تو یہ جانتے ہو کہ ایک کو تیز شکل اور دوسرے کو گند شکل کاٹنے اور چبانے کی غرض سے عنایت ہوئی ہے مگر درحقیقت ایسا نہین ہے جیسی جسکی استعداد تھی ویسی ہی اسکو شکل فائز ہوئی اور یہ کسی غرض و مصلحت سے نہین عطا ہوئی بلکہ مادی ضرورت نے اسکو لازم و واجب کر دیا ہے اور جو لوگ ضرورت مادی اور عالم تکوین مین

اسکے عجیب و غریب اور گوناگون رنگ پھیلانے اور قسم قسم کے گل کھلانے سے ناواقف ہین وہ طبعی امور کے ایجاد اور تکوین کو فوائد اور غایات طبعی پر مبنی خیال کرتے ہین اور یہ نہین جانتے کہ یہ خود رو اور شدنی امور بضرورت مادی بلا کسی غرض و غایت کے موجود ہو جاتے ہین ۔

وجہ (۲) سابق الذکر بیان سے ناظرین بخوبی اس امر کو جان سکتے ہین کہ امور طبعی کے مواد وہی عناصر اربع ہین جو اسطقسات کے نام سے موسوم ہین اور متصرف طبعی امور مین اسطقسات کی طبیعت ہے اور وہ ایک ایسی بے شعور قوت ہے جو بلا خیال غایت بتاثیر اجرام علوی و پیوند مادہ و صورت فضاے دنیا مین کائنات کے رنگا رنگ گل کھلاتی ہے اور بعد تکمیل نصاب مادی کے مادہ کو معطل نہین رہنے دیتی اور یہ ظاہر ہے کہ بے شعور قوت اپنے افعال و حرکات اور تصرفات کی کوئی غرض و غایت نہین سوچ سکتی کیونکہ اپنے فعل کی مصلحت کا سوچنا رائے کے قائم کرنے اور اور تدبیر پر موقوف ہے جس سے عنصری طبیعت بے بہرہ ہے **وجہ ۳** اگر طبیعت عنصری کے تصرفات و افعال اور حرکات ان مصلحتون پر مبنی ہون جنکو تم اسکے اغراض و غایات تصور کر رہے ہو تو قبیح امور اس سے کیون سرزد ہوتے ہین جو غایت طبعی کے سراسر خلاف اور اسکے برعکس ہین جیسے چھ انگشت کا ہاتھہ ۔ احول انسان ۔ دوسرا انسان ۔ چھ پانون کے جانور ۔ بے پانون کے جانور اور آدمی وغیرہ جس سے ذی بصیرت خود سمجھ سکتے ہین کہ طبعی تصرفات کی کوئی غرض و غایت نہین ہے ۔

وجہ ۴ اسمین ناظرین کو ہرگز شبہ نہین ہو سکتا کہ موت بھی طبعی تصرف کا اثر ہے جسکی طرف طبیعت کی رفتار منجر ہوتی ہے اور یہ وہ شے ہے جو طبعی غایت کی ضد اور اسکو فنا کرنے والی ہے کیا اپنے آپ کو یا اپنے اغراض کو مٹانا بھی مقصود اور مطلوب ہو سکتا ہے جسکو ذی شعور بھی اپنی رفتار و افعال کی غایت نہین بنا سکتا پس اگر عنصری طبیعت ذی شعور بھی تسلیم کر لی جاے تو بھی موت غایت طبعی نہین بن سکتی جس سے واضح ہے کہ طبعی تصرفات کی کوئی غایت نہین اور کل امور طبعی خود رو اور شدنی امور ہین جو بضرورت مادی وقوع مین آتے ہین اور وہ نیچر کا ذاتی مقتضا ہین جنکی طرف رفتار طبیعت اضطرار آمنجر ہو جاتی ہے اور وہ مادہ کے نصاب تکمیل کا لوازمہ ہین جنکا انفکاک استعداد مادی سے ناممکن ہے ۔

وجہ ۵ اسمین شبہنین کہ طبعی امور (فضائے کائنات۔ معاون۔ نباتات۔ حیوانات) کا نظام جو شب و روز مشاہدہ مین آتا ہے ضرور یہ دہوکا دیتا ہے کہ وہ تصرفات طبیعت کی غایت اور مقاصد طبعی سے ہے لیکن ذی بصیرت کو اس دہوکہ مین نہ آنا چاہیئے کیونکہ جیسا کہ تصرفات طبیعت کا نتیجہ تکمیل اجساد ہے ویسا ہی اُنکی تحلیل بھی اس کے تصرفات کا ثمرہ ہے جسکو نظام فساد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے مثلاً نامی اجسام مین غور کرو جیسا کہ نباتات کی طبیعت اِنکے کمال نشو و نما کو چاہتی ہے کہ وہ اپنی مقدار مناسب تک پہونچ جائین ویسا ہی بعد کمال نشو و نما کے اُنکی تحلیل کی بھی مقتضی ہوجاتی ہے یہانتک کہ تحلیل ہوتے ہوتے فنا ہوجاتے ہین اور نباتات پر کیا منحصر ہے حیوانی طبیعت کی بھی یہی کیفیت ہے کہ اول سن وقوف تک ترقی دیتی رہتی ہے پھر حیوانات کے انحطاط کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے اور یہانتک تحلیل کرتی ہے کہ آخرکار فنا ہوجاتے ہین اب تم خود بھی سوچو کہ جیسے طبیعت کا نظام ثانی اسکی غایت و مقاصد سے نہین بن سکتا ویسا ہی نظام اول بھی اسکی غایت نہین بن سکتا کیا اپنی فنا بھی کسی کو مقصود و مطلوب ہوسکتی ہے کہ تحلیل اجساد جسکو نظام زبول کہتے ہین طبیعت نباتی یا حیوانی کی غایت ہو انہین پر دوسرے امور کو قیاس کرو کہ اِنکی پیدایش بھی بیفائدہ محض بخت و اتفاق سے ہے۔

مذکورہ دلائل کے جوابات

جواب اول بیشک ایک حد تک تو یہ خیال صحیح ہے کہ جب استعداد و قابلیت مادی کا نصاب پورا نہ ہو کوئی حادث کیسا ہی ہو طبعی ہو یا غیر طبعی وقوع مین نہین آسکتا اور کیونکر وقوع مین آسکے کہ ہر حادث امر کے وقوع مین مادہ کی قابلیت شرط ہے مگر اس سے یہ نہین لازم آتا کہ طبعی امور کا وجود بیفائدہ ہو اور جو آثار و ثمرات مادہ و صورت کے پیوند پر مرتب ہین وہ انکے وجود کی غایت نہ ہون اور موثر و اثر کا وجود محض بضرورت مادہ بخت و اتفاق سے ہو یا صورت فائزہ بذات خود مقصود نہو مثلاً دانتون اور داڑہون کی تیز و کند صورت گو اُنکے مادہ کی قابلیت کی وجہ سے ہے مگر جو جو آثار و ثمرات ان پر مترتب ہین وہ بھی ضرور مقصود ہین کیونکہ حکیم مطلق و خلاق صور کی صنعت خود اسکی مقتضی ہے کہ دانتون کو وہ مادہ عطا کرے جسمین کاٹنے کی قابلیت ہو اور داڑہون کو وہ مادہ عطا کرے جسمین چبانے کی استعداد ہو۔

خیال کرو کہ تعمیر مکان کے وقت دیوارون کے لئے تم وزنی پتھر لاؤ گے اور چھت کے لئے لکڑیان تاکہ دیوارین مستحکم اور چھت سُبک ہو گو پتھر وغیرہ دیوار ہی بننے کی استعداد رکھتے ہین اور لکڑیون مین چھت ہی بننے کی قابلیت ہے مگر تمہاری یہ تجویز اپنے خاص مقاصد و اغراض کے لحاظ سے ہے نہ صرف اسلئے کہ پتھرون مین تہ جمنے کا مادہ ہے اور لکڑیون مین چھت بن سکنے کی قابلیت ہے علیٰ ہذا القیاس طبعی امور کے مواد و صور کا پیوند بھی حکم و مصالح پر مبنی ہے اور جو جو آثار و ثمرات دونون کے وصل پر مرتب ہوتے ہین ضرور وہ مقاصد طبعی سے ہین۔

اقطاع زمین مین غور کرو کہ ایک ہی قطعۂ زمین مین گیہون بوے جائین تو گیہون کے درخت اُگتے ہین اور جو بوے جائین تو جو کے درخت اُگتے ہین اور تم خوب جانتے ہو کہ ان دونون کا مادہ اس قطعہ کے اجزاے ارضیہ و مائیہ اور ہوائیہ ہین جو خود بخود اپنی اپنی جگہ سے اُٹھکر گیہون اور جو کے بیج مین نہین در آسکتے جب تک کوئی دوسرا محرک نہو اور وہ محرک ظاہر ہے کہ گیہون اور جو کے تخم کی درونی قوت ہے جو ان مواد کو تخم مین کھینچکر لائی ہے اب اس قطعۂ زمین کی حالت پر غور کرو کہ یا تو اس قطعۂ زمین مین دونون (گیہون اور جو) کا مادہ قابلہ ایک ہی ہوگا یا الگ الگ اگر ایک ہی ہے تو ظاہر ہے کہ یہان صرف مادہ کی ضرورت نہین کیونکہ دونون کا مادہ ایک ہے یہ صرف گیہون اور جو کی اندرونی قوت کا اثر ہے جس نے اس مادہ کو کھینچکر الگ الگ صورت کا قابل بنا دیا۔

اگر اس قطعہ مین دونون کا مادہ الگ الگ ہی تو بھی ظاہر ہے کہ وہ مادہ بذات خود گیہون اور جو کے تخم مین نہین در آیا بلکہ اُنکی اندرونی قوت نے اسکو جذب کرکے اپنی اپنی صورت پر کر لیا ہے جیسا کہ اسکی عادت ہے۔

اب اس سے ناظرین خود سمجھ سکتے ہین کہ طبعی امور کا وجود و حدوث صرف بضرورت مادی نہین ہے بلکہ تصرفات طبیعت بڑے بڑے حکم و مصالح پر مبنی ہین۔

جواب دوم منکرین غایت طبعی کا یہ خیال کہ طبعی امور مین تصرف کرنے والی قوت بے شعور ہے جو اپنے افعال و حرکات کے اغراض نہین سوچ سکتی ایک حد تک ٹھیک ہے مگر اغراض کے سوچ بچار کرنے کے لئے شعور کی ضرورت جب پڑتی ہے کہ وہ افعال و حرکات بذات خود ذی غایت و ذی ثمر نہون یا ان پر مختلف قسم کے فوائد مترتب ہون یا مختلف فوائد و ثمرات کے بہت سے

افعال ہون اور فاعل کو ان سے کسی ایک کی تعیین کرنا منظور ہے تو اس وقت سوچ بچار کی ضرورت پڑتی ہے۔

اور جب فعل خود ہی ذی ثمر ہے اور اسکا اثر و ثمر بھی خاص ہے تو ایسے افعال کے واقع کرنے مین سوچ بچار اور رائے قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہین پڑتی تم اپنے نفوس ہی مین غور کرو کہ جب وہ موانع و مزاحم سے مخلی بالطبع ہون تو بلاشبہہ ان سے ایک ہی قطع کا فعل ذی غایت صادر ہوگا جسکے صادر کرنے مین انکو سوچ بچار اور کوئی رائے قائم کرنے کی ضرورت نہوگی کہ وہ یہ سوچین کہ کون سا پہلو اختیار کرنا چاہئے جس سے ہماری فلان غرض برآئے کیونکہ بلا اختیار اُس غرض کا فعل ان سے ظہور مین آئیگا یہی وجہ ہے کہ اہل حرفت و صنعت کہ جب اپنے پیشے مین کمال حاصل ہوجاتا ہے تو اپنے کام مین وہ سوچ بچار کرنے سے بلید ہوجاتے ہین اور بتال سُرگیڑ جاتا ہے ستار ساز نگی۔ طبلہ بجانے والونکو دیکھو اور ویسا ہی نوبت۔ تاشہ۔ ڈہولک۔ سرسنگار۔ بین باجہ وغیرہ بجانے والے کو دیکھو کہ ان کے یہ افعال و حرکات سب ذی غایت ہوتے ہین اور اسی غایت کے لحاظ سے وہ ان افعال و حرکات کو واقع کرتے ہین جو ان پر مترتب ہوتے ہین باوجودیکہ ان افعال کے وقت انکی غایت کا خیال بھی ان کو نہین رہتا جس سے ناظرین طبیعات خود اسکی تصدیق کرسکتے ہین کہ تصرفات طبیعت کے ذی ثمر و ذی اثر ہونے مین شعور اور سوچ بچار کی کوئی ضرورت نہین۔

ہان اعتراضاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ غایت فعل وہ شے ہے کہ وجود فعل سے پہلے جسکا تصور ضروری ہے تاکہ وہ تصور وجود فعل کا باعث ہو اور بعد ایجاد فعل کے وہ غایت اُس فعل پر مرتب ہو اسوجہ سے کہا جاتا ہے کہ غایت کا تصور جسکو وجود ذہنی کہتے ہین وجود فعل کی علت ہے اور وجود فعل بحسب الخارج وجود غایت کی علت ہے اور طبیعت مین جب کسی قسم کا شعور ہی نہین ہے تو وہ کیونکر وجود فعل سے پہلے اسکی غایت و غرض کا تصور کرسکتی ہے کہ اُس سے ذی غایت فعل سرزد ہو لیکن یہ شبہہ یون رفع کیا جاسکتا ہے کہ بیشک قبل از وجود فعل غایت کا لحاظ ضروری تو ہے مگر یہ کیا ضرور ہے کہ طبیعت ہی کو اسکا تصور اور لحاظ ہو کیونکہ محرک طبیعت تو درحقیقت خالق کل ہے جسکا وجود تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے یا اسکے موکل قدسیات ہین جو مبادی عالیہ کے نام سے موسوم ہین جنکا غایات طبعی کو قبل از وجود فعل تصور و لحاظ کرلینا افعال و حرکات طبیعت کے لئے کافی ہے اور طبیعت کے ذی شعور ہونیکی

اسمین کوئی ضرورت نہین۔

اور اعتراض مذکور کے جواب مین یہ کہنا کہ طبیعت کو بھی تھوڑا سا شعور ہے سراسر اصول فلاسفہ کے خلاف ہے کیونکہ وہ بالاتفاق طبیعت کی تعریف یہ بیان کرتے ہین کہ وہ ایک ایسی بے شعور قوت ہے جس سے بہیج واحد افعال صادر ہوتے ہین جیسے طبیعت مائی۔ ناری۔ ہوائی۔ ارضی وغیرہ۔

ہان بموجب اصول فلاسفہ کے قدسی عقول کا وجود ضروری ہے جنکو وہ اصطلاحاً مجردات کہتے ہین اور شرعاً ملائکہ جنکی تعداد حکمای مشائیہ کے نزدیک دس ہے اور اشراقیہ کے نزدیک غیر محدود ہے جو ان کے نزدیک بحکم رب الارباب نظام عالم پر مسلط ہین اور یہی طبعی افعال و حرکات کی طرف طبیعت کو متوجہ کرتے ہین اور قبل از وجود فعل طبعی کے غایات کا لحاظ رکھتے ہین۔

جواب سوم طبعی غایات کے منکرین کا یہ کہنا کہ اگر طبعی تصرفات کی کوئی غایت ہوتی تو طبعی دنیا مین قبیح امور اور فسادات و موت اور فنا کیون وقوع مین آتی حالانکہ یہ بھی تصرفات طبیعت کے آثار ہین سراسر ہذیان ہے کیونکہ ان امور کے اسباب دوسرے ہین۔

(۱) غایت طبعی تک پہونچنے سے قاصر و عاجز رہنا طبیعت کا مثلاً مادہ کم ہوا یا زیادہ غلیظ ہوا یا مادی قوت ہونے کی وجہ سے طبیعت ضعیف ہوگئی ہو یا اسکو تحیر و اضطراب ہوگیا ہو کیونکہ طبیعت کو اس قسم کے موانع پیش آسکتے ہین جنکی وجہ سے غایت طبعی تک مادہ کو نہ پہیلا سکے اور پانچ کی جگہ چھ انگشت کردے یا ایک کے دو سر کردے یا کمی مادہ کی وجہ سے کوئی عضو ترک کردے۔

(۲) طبیعت کا کسی کام کو نہ کرنا جیسے کوسہ مین داڑھی کا نہ پیدا کرنا مخنثین مین نطفہ کا نہ پیدا کرنا۔

(۳) بمقدار مناسب سے مادہ کا زیادہ ہونا لہذا وہ مادہ فاضل کو بیکار نہین چھوڑ سکتی اور بجاے چار پاؤن کے چھ کردیتی ہے اور بجاے پانچ انگشت کے چھ اور بجاے ایک سر کے دو کردیتی ہے اور عالم طبیعت مین مذکورہ موانعات کا پیش آنا ایک ضروری امر ہے جسکا انکار محض مکابرہ اور واقعات کا انکار ہے اور ہمارا یہ مدعا نہین ہے کہ ہر قسم کے مادہ کو طبیعت حرکت دیتی ہے یا اسکے عدم فعل کی بھی کوئی غایت ہے بلکہ ہمارا مدعا تو یہ ہے کہ طبعی دنیا مین جو افعال و حرکات طبیعت سے صادر ہوتے ہین انکی غایت ضرور ہے اور وہ ضرور کمالات اور مصالح طبعی کی طرف

سنجھین جسکا انکار مشاہدات کا انکار ہے ۔

جواب چہارم غایات طبعی سے منکرین کا یہ بیان کرنا کہ نظام نشو ونما اگر غایت طبعی ہو تو ضرور ہے کہ نظام زبول (اُتار) طبعی غایت ہو حالانکہ یہ ضد غایت اور سب امیدون کا خاک مین ملانا ہے خانکہ موت جو طبیعت کو فنا کرنیوالی ہے اور ہین یہ سب طبیعت ہی کی کارگاریان جو کسی طرح مقاصد طبعی سے نہین ہوسکتین سراسر اسباب کی ناواقفی پر مبنی ہے کیون کہ بہت تھوڑی نظر غائر سے دریافت ہوسکتا ہے کہ چڑہاؤ کا مقابل اُتار جسکو عربی مین زبول کہتے ہین طبیعت کا ذاتی فعل نہین ہے جسکا سبب دو امر کا مجموعہ ہے عزیزی حرارت جسکا فعل بدنی رطوبت کی تحلیل ہے تاکہ بڑہنے والے جسمون مین رطوبت ضرورت سے زیادہ نہ بڑہنے پائے دوسرا امر طبیعت بدنی جسکا کام یہ ہے کہ تحلیل شدہ رطوبت کا بدل پہونچائے اور حتی الوسع رسد مدد کی کا سلسلہ منقطع نہ ہونے دے جسکو عربی مین بدل ما تحلل کہتے ہین ۔

اور چونکہ طبیعت ایک مادی قوت ہے جو اپنا فعل کرتے کرتے آخر کار سست اور تھک کر پست ہوجاتی ہے اور بقدر ما تحلل یا اس سے زائد مدد نہین پہونچا سکتی جسکی وجہ سے مجبوراً زبول شروع ہوجاتا ہے اور روز بروز مدد کی کمی سے ابدان مین انحطاط ہوتا چلا جاتا ہے جسکا نتیجہ آخر کار موت و فنا ہے کیونکہ انتہائے ضعف کی وجہ سے طبیعت آخر کار اپنا تصرف ترک کردیتی ہے اور حرارت کا فعل یعنی تحلیل یا رطوبت رہجاتا ہے جو مع طبیعت کے بدن کو فنا کردیتا ہے جسکا سبب یہ ہے کہ جس قدر رطوبت کم ہوتی جاتی ہے اسیقدر حرارت ترقی کرتی جاتی اور اسکا فعل یعنی تحلیل بڑہتا جاتا ہے یہانتک کہ آخر کار تحلیل ہی تحلیل رہجاتی ہے ۔

طبعی امور مین نظر غائر کرنے والے اس سے سمجھ سکتے ہین کہ یہان غایات دو ہین ایک فعل حرارت یعنی تحلیل کی غایت اور دوسرا فعل طبیعت (یعنی بدل ما تحلل کا تہیہ) کی غایت جو بدن سے عبارت ہے ۔

اور اسمین شبہہ نہین کہ جبتک طبیعت از کار رفتہ نہ ہو تو برابر بہوڑا بہت بدل ما تحلل پہونچا پہونچا کر حفاظت بدن مین مصروف رہتی ہے لیکن بوجہ ضعف کے پوری مدد چونکہ نہین پہونچا سکتی تو روز بروز انحطاط ہوتے ہوتے آخر کار فنا کی نوبت آجاتی ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ زبول طبیعت کا ذاتی فعل نہین ہے اور نہ اسکے ذاتی فعل کی غایت بلکہ یہ طبیعت و حرارت کے مجموعہ کی غایت ہے اور

اسپر بھی یہ مجموعہ اسکا بالذات سبب نہین ہے درحقیقت وہ حفاظت بدن کا سبب ہے جو مجبوراً آخر کار زبول اور فنا کا سبب بن جاتا ہے جس سے اسکو گزیر نہین ہوتی مثلاً دیکھو کہ چراغ کی روشنی کا سبب آگ اور تیل کی حرارت کا مجموعہ ہے جنکا اصلی کام روشنی چراغ کی حفاظت ہے مگر جب تیل کی مدد اور نہ پہونچے تو آخر کار یہی حرارت بتی کو جلا کر خاک کر دیتی ہے اور روشنی گل ہو جاتی ہے ۔

ہمارا یہ مدعا نہین ہے کہ طبعی دنیا کے تمام حالات طبیعت کی غایت اور مقاصد ہین بلکہ ہمارا دعویٰ تو صرف یہ ہے کہ طبیعت کے ہر ذاتی فعل کی غایت ضرور ہے اور بالذات اسکے افعال و حرکات منجر الی الغایت ہین ۔

جواب پنجم غایات طبعی کے منکرین کے لئے معقول جواب یہ ہے کہ طبیعت تین قسم پر ہے ۔ ایک ہر شخص کی طبیعت جو اس کے ضروریات کی کفیل ہے جیسے زید ۔ کی طبیعت جو اُسکی مربی ہے ۔

دوسری نوعی طبیعت جو ہر نوع کے ضروریات کی کفیل ہے جیسے آنسانی حیوانی ۔ فرسی نباتی اور معدنی طبیعت ۔

اول کو شخصی فطرت اور دوسرے کو نوعی فطرت کہا جاتا ہے اور اسمین کوئی شبہ نہین کر سکتا کہ ہر شخص و ہر نوع کی فطرت جداگانہ بنی ہے گو ایک حد تک بعض امور مین انکو باہم ایک قسم کا اشتراک ہو مگر فطرتی تمیز مین بھی کسی کو شبہ نہین ہو سکتا جسکی وجہ سے ہر فطرت شخصی و نوعی کا مقتضا الگ الگ ہے ۔

تیسرے کلی طبیعت جو نظام عالم کے نام سے موسوم ہے یعنی کل دنیا کی انتظامی حیثیت کہ کل دنیا کے لئے کس قدر مواد و صور اور جواہر و اعراض کی ضرورت ہے القصہ تمام دنیا کے مادی و صوری اور فاعلی و غائی ضروریات کا تہیہ طبیعت عالم ہے جو قانون کلی و شریعت عالم کے نام سے موسوم ہے جس سے ناظرین خود سمجھ سکتے ہین کہ عالم طبیعت مین مقتضاے طبیعت کے خلاف کوئی کام نہین ہو سکتا گو بعض امور شخصی طبیعت کے خلاف ہوتے ہین مگر نوعی یا کلی طبیعت کا عین مقتضا ہوتے ہین مثلاً موت ہی کو دیکھو کہ وہ شخصی طبیعت کی تو فنا کرنیوالی ہے مگر نوعی یا کلی طبیعت کے لحاظ سے اسکا وقوع ضروری ہے تاکہ آنے والی خلقت کے لئے جگہ خالی ہو اور اسکے مداخل و مخارج دوسروں کے لئے فارغ ہون یا اسکا نفس بدنی قیود سے مخلی بالطبع ہو کر اپنے کئے کی جزا یا سزا پائے ویسا ہی دوسرے فسادات اور قبیح امور اگرچہ وہ شخصی یا نوعی طبیعت کے خلاف ہین اور اُنکے نظر کرتے قبیح اور

فاسد ہین مگر نظام عالم کے لحاظ سے ضروری اور مستحسن ہین جو فطرت عالم کے نام سے موسوم ہے اسی وجہ سے طبعی امور کی موجد مادی و عدیم الشعور قوت مقرر کی گئی ہے تاکہ کمزور و پست ہو کر آخرکار بدل ما یتحلل کم کردے اور ضرورت عالم کے مطابق انحطاط ہوتا رہے۔

ناظرین کو یہ بھی یاد رہے کہ متذکرہ بالا تینون قسم کی طبیعت کو قانون فطرت کہا جاتا ہے جسکے خلاف عالم طبیعت مین کوئی کارروائی نہین ہوسکتی ہان اسکے دائرہ کی وسعت غیر محدود ہے جسکی توضیح ہم اپنے مقام پر کرینگے۔

سید نادر الدین

مخمس قومی

طبع زاد جناب حاجی مولوی سید محمد کاظم حسین صاحب شیفتہ کنتوری

آب نخوت کا ہی ایک جوش پہ طوفان دلمین — آذہیان حرص و ہوا کی ہین نمایان دلمین
آتش رشک حسد سے ہے چراغان دلمین — جمع کیا خاک ترقی کے ہون سامان دلمین
کہ مقید ہین خیالات پریشان دل مین

خیر باتون مین نہ ہے نیت احسان دل مین — بلکہ رہتا ہی بُرے کا مونکا طغیان دل مین
مہر و الفت کو جگہہ دیتے ہین انسان دلمین — باہمی بغض و عداوت ہے جو پنہان دلمین
سمجھے کیا ہین نہین معلوم مسلمان دلمین

صاحبو ایام کی رفتار ہے تیز — چال اسکی ہے انوکھی تو نرالی ہے گریز
حال یہ دہر کا اور قوم مین باہم ہے ستیز — ماجرا قوم کا اپنی ہے عجب درد انگیز

بیقراری نے اُٹھا رکھا ہے طوفان دلمین

فضلِ شاہِ اب محبت پہ تباہی آئی
کشتِ سرسبزِ حکومت پہ تباہی آئی
دولتِ فہم و فطانت پہ تباہی آئی
مایۂ عقل و فراست پہ تباہی آئی

جنسِ غفلت کی لگی رہتی ہے دوکان دلمین

رنج ہے غم ہے مصیبت ہے پریشانی ہے
اُسپہ طُرّہ یہ کہ بیماریِ نادانی ہے
اب کہان باتو نمین اپنی وہ گل افشانی ہے
خاراندوہ و الم کی یہ فراوانی ہے

مثلِ نشتر کے کھٹکتی ہے رگِ جان دلمین

جسقدر دل مین تغافل کو جگہہ دی ہمنے
جسقدر دلمین تساہل کو جگہہ دی ہمنے
جسقدر دل مین تعطل کو جگہہ دی ہمنے
جسقدر دلمین تنزل کو جگہہ دی ہمنے

اِسطرح تو نہ جگہہ دے کوئی انسان دلمین

وہی عاقل ہے جو انجام کو اپنے سوچے
فکرِ انجام نہین بیٹھے ہو غافل کیسے
جستجو ہو تو ابھی گلشنِ بے خار ملے
راہِ مقصود اجتا سے ہٹاؤ کانٹے

دوستو کچھ بھی اگر رکھتے ہو ایمان دلمین

سرکشی سے نہ سروکار نہ ہم تھے مغرور
خاکساری نہ تزلزل تہا ہمارا دستور
ساعی تھے قوم کی بہبودی مین حتی المقدور
باغِ عالم مین نہ آرام طلب تھے مشہور

دشت پیما تھے نہ تہا شوقِ گلستان دلمین

جوشِ ہمت ہمین ایسا تہا نہ تہی پیاس نہ بھوک
فتحِ ایران کیا چین لیا تہا یہ موک
کیسے ادہام مین اب دلمین یہ کیسے ہین شکوک
نیکی کرتا تہا اگر کوئی تو کرتے تھے سلوک

رکھتے تھے ہم نہ کسی غیر کا احسان دلمین

ہم کسی علم و ہنر مین تھے نہ پہلے عاری
ہمت و عزم و ہنر تھے رگ و پے مین ساری
قوم کے فرق پہ تہا سایۂ فضلِ باری
کشورِ فتح مین سکہ تہا ہمارا جاری

صاحبِ ملک رہا کرتے تھے ارزان دلمین

قافلہ غیر کا آگے ہی بڑہا جاتا ہے
آپکا پاؤن تو پیچھے ہی ہٹا جاتا ہے

کچھ کہا جاتا ہے مجھ سے نہ سُنا جاتا ہے
وقت بھی عمر کے ہمراہ چلا جاتا ہے

اب نہ چونکوگے اگر ہوگئے پشیمان دلمین

آتش افروزیِ گردوں نے کیا ہے مغموم
چلتی ہے قوم پہ دنرات حوادث کی سموم
ہمکو مجہول کی تعریف نہین ہے معلوم
جہل کے برباد ہے کاشانۂ تحصیلِ علوم

شعلۂ جہل ہوا ہے شررافشان دلمین

پہلے تو برجِ شرف مین تہا ہمارا کوکب
طالعِ بخت ہے اب اور ہی برجِ عقرب
آجکل ہمکو ہے سرگرمیِ کوشش انسب
دلسے معدوم ہوا نقشِ حصولِ مطلب

رہتے ہین آٹھہ پہر حسرت وارمان دلمین

دیکھیے چار طرف گھیرے ہین یاس وحرمان
خودپسندی وخودآرائی ہے دلمین مہمان
جانکر آپ بنے جاتے ہین پہر بھی انجان
قوم مین پہیلی ہے تاریکیِ عیب ونقصان

ماہ وخورشید کمالات ہین پنہان دل مین

رنگ بیرنگ ہی دیکہو چمنِ ہستی کا
تازہ دم ہوکے اُٹہو وقت ہی تردستی کا
حال ابتر ہے مسلمانونکی ہر بستی کا
ابتو دن مین بھی اندہیرا ہی شبِ پستی کا

شمع ہمت کبھی رہتی تھی فروزان دلمین

تکیے کمخواب کے مخمل کی نہین اب توشک
نہ وہ پہولونکی مسہری نہ وہ ہارونکی جہک
نہ وہ سونا ہے نظر مین نہ جواہر کی جہلک
لعل والماس کی آنکھونمین کہان وہ چمک

داغ افلاس کے البتہ ہین تابان دل مین

ایک وہ ہین کہ خریدار ہے دنیا جنکی
ایک وہ ہین کہ طلبگار ہے عبضی جنکی
ایک وہ ہین کہ ہے تہذیب بھی شیدا جنکی
ایک وہ ہین کہ برآتی ہے تمنا جنکی

ایک ہم ہین کہ ہین ارمان ہی ارمان دلمین

تکیہ لازم ہے خدا کے کرم بے حد پر
وہی پہونچائیگا اک روز رہِ مقصد پر
ہے ترقی کا مدار آج تو جہد و کد پر
جامۂ خلقِ حسن ٹہیک ہے سب کے قد پر

آپ اب بھی ہون اگر سرگرم یاران دل مین

دل ہی جب سست ہو پھر حسبِ حال کہیے اشعار
صاف ہیں تذکرہ مطربہ و مے سے اشعار

پڑھ دیئے بزم میں موزوں ہو جیسے اشعار
شیفتہ کو پسند آتے ہیں ایسے اشعار

دوستی قوم کی ہے سایہ جنبان دلمیں

جناب خواجہ محمد باقر صاحب شیدا لکھنوی

ہو نگاہیں جانب قاتل گئیں
دان نگاہیں آسمان سے مل گئیں
دلسے ایجان تو اُدھر نکلا اِدھر
بستر غم پر میں اپنے دل کے ساتھ
میرے اُنکے جب ہوئیں آنکھیں دوچار
پہونچی جب تا پایۂ عرش اپنی آہ
دلمیں دیکھی شکلِ لیلےٰ قیس نے
وہ نگاہیں تیر سی جسپر پڑیں
اُس گلِ خنداں کو دیکھا جب کبھی
جب میں تڑپا گر پڑے ساتوں فلک
آہیں وہ کیں میں نے دم چڑھ چڑھ گیا
مسکرائے وہ جو پھونکے باغ میں
بجلیاں لوٹیں فلک پر کوند کر
آہا وہ ہنسمکھ کچھ اس انداز سے
جب نگاہیں سیکڑوں حسرت بھری
ویسے ہی پلٹیں بزنگِ عکسِ شمع

کیا کہوں بسمل پھریں بسمل گئیں
مفت جانیں سیکڑوں ایدل گئیں
آرزوئیں خاک میں سب مل گئیں
ایسا لوٹا پسلیاں چھل چھل گئیں
کیا لگاہیں دفعتہً گھل مل گئیں
چار و چولیں آسمان کی ہل گئیں
جب نگاہیں جانبِ محمل گئیں
سینہ برماتی ہوئی تا دل گئیں
گل تو گل غنچونکی باچھیں کھل گئیں
ساتھ ہی ساتوں زمینیں ہل گئیں
دونوں رخکی پسلیاں مل مل گئیں
جتنی تھیں منہ بند کلیاں کھل گئیں
میرے اُنکے جب نگاہیں مل گئیں
دیکھنے والوں کی باچھیں کھل گئیں
تیرے آگے رونق محفل گئیں
تو نے دیکھا خاک میں سب مل گئیں

یہ محبت کے مزے دیکھے کوئی	ق	دم مین دونون دلکی کلیان کھل گئین	
ہم وہ یکجان و دو قالب ہو گئے		لگگئے دل جب نگاہین مل گئین	
جب وہ اٹھلاتے ہوئے آئے گئے	ق	ساتھہ ادائین لے کے لاکھون مل گئین	
لاکھون آنکھین آہ مین بچھ گئین		لاکھون جانین خاک مین مل مل گئین	
درد کے صدقے مین رشید الذبتن		دلکو یہان جو کچھ تھین بہتا مل گئین	

دوسپکر پر ایک نظر

نمبر ۴

الفاظ کی تذکیر و تانیث مین جو اشعار مثالیہ دیئے گئے ہین اُنمین مؤلف نے چھہ قسم کی پابندی ملحوظ رکھنی کا اظہار کیا ہے۔ اور اِن پابندیون کی تفصیل مین کتاب کے پانچ صفحے پورے کئے ہین ۲۳ سے ۲۷ صفحہ تک۔

پابندی اول یہ ہے کہ شعر ایسے انتخاب کئے ہین جن مین قافیہ ردیف سے تذکیر و تانیث کا ثبوت ہو۔ اِس مطلب کو ۲۹ سطرون مین لکھا ہے۔

پابندی دوم یہ ہے کہ ردیف مین اگر فعل کی جمع یا بے مجہول سے ہو تو مذکر کا ثبوت ہی جیسے یہ کہوے۔ اور یا ے معروف دونون سے ہو تو مونث کی دلیل ہے۔ جیسے آنکھین کہولین۔ پابندی اول اس مقصود پر حاوی تھی جسمین ردیف کی قید لکھی گئی ہے پھر اسکو دوسری پابندی قائم کرنا اور ۱۹ سطرین اور لکھنے کی زحمت اُٹھانا کیا ضرور تھا۔

پابندی سوم یہ ہے کہ قافیہ ردیف کے علاوہ شعر مین بعض افعال مذکر و مونث کا بندہ جانا بھی سند ہوتا ہے۔ جبکہ اُسکے خلاف شعر موزون نہو سکے۔ مثلاً آہ کی اگر موزون کیا ہے تو یہ مونث کی سند ہے اسلئے کہ آہ کیا پڑھنے مین شعر موزون نہو گا۔ یہ مطلب سات سطر مین ادا کیا گیا ہے اور پھر بھی یہ بات

رہگئی کہ مونث لفظ جمع ہو کر آئے تو وہ بھی سند ہوگا۔ جیسے آہن۔ آنکہین۔

پابندی چہارم مین جو کچھ لکہا گیا ہے اُسکا منشا بقرینے سے یہ پایا جاتا ہے کہ ردلیف سے تذکیر و تانیث ثابت کی گئی ہے جو پابندی اول کا منشا ہی سمجہ مین نہین آتا کہ اسمین جدت کیا رکہی ہے اور بارہ سطرون مین کونسا نکتہ حل کیا گیا ہے۔

پابندی پنجم یہ ہے کہ ایسے شعر جنمین لفظ کی تذکیر و تانیث فوراً ذہن مین نہ آجائے نہین لئے گئے مثلاً

(صبا) ہوئی اسقدر مجکو منظور دید — رخ یار کا مردمک تل ہوئی

(ناسخ) مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا — طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا

دراصل مؤلف نے ان شعرون کے سمجہنے کا قصد نہین کیا۔ اگر سمجہتے تو کتاب مین مردمک اور مشرق کا لفظ قائم کرتے افسوس ہے کہ دو لفظ اور اُنکی سند ہاتہہ آئی ہوئی مفت مین کہو بیٹہے۔ اول تو شعر صاف تھے دوسرے جب مردمک کی مثال مین صبا کا شعر اور مشرق کی مثال مین ناسخ کا مطلع لکہدیا جاتا تو پہر تذکیر و تانیث سمجہنے مین کیا دقت ہوتی۔

پابندی ششم یہ ہے کہ ہر لفظ کے لئے ایک ہی مثال دی ہے۔ خواہ اُس لفظ مین افراط و تفریط یا تغیر و تبدل واقع ہو۔ جیسے پشواز۔ پیشواز۔ تہہ۔ تہاہ۔ دامن۔ دامان۔ شتر۔ اُشتر۔

اور الفاظ تو درست ہین مگر تہہ اور تہاہ متحد نہین ہین۔ اِنمین بڑا فرق ہے۔ تہاہ مخصوص پانی کی گہرائی اور عمق کے اندازے کو کہتے ہین اور تہہ کا استعمال مختلف مواقع پر ہے۔ جیسے کپڑے کی تہہ بات کی تہہ۔ تہہ پر تہہ وغیرہ۔

یہ تمام مطالب جنمین پانچ صفحے رنگے گئے ہین دو سطرون مین لکہنے کے تھے۔ اور دلائل جو پابندیان قابل وثوق ہین وہ دو تین سے زیادہ نہین۔ مگر مؤلف نے بہت ہی وسعت بیان سے کام لیا ہے غالباً اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ بڑی بڑی دشوار گھاٹیان طے کرنیکے بعد اتنا سا رسالہ جمع کر پایا ہے۔

اِسکے بعد صفحہ ۲۸ سے صرف و نحو کے مسائل شروع ہوئے ہین اور ۶۰ صفحہ پر پہونچکر ختم ہوئے ہین۔ انمین کوئی اصول اور ترتیب نہین ہے قیاس یہ چاہتا ہے کہ جو بات ذہن مین آئی

گئی ہے زبان قلم سے نکلتی گئی ہے۔ ایسے مواقع پر کہ محض اپنے معاملات کا اظہار مقصود ہو بہت کم اسکی گنجایش رکھی جاتی ہے کہ کسی بات کو کرنی سمجھ سکے۔

دوپیکر میں قواعد اردو کا بیان اسی رنج پر ہے جس طرح بعض اور رسائل صرف ونحو کے چھپے ہیں جنکا کوئی محصل ہی نہیں۔ غیر زبان دان حضرات نے اپنی نمود کے لئے یہ طریقہ اچھا نکالا ہے کہ دس بیس سو پچاس الفاظ اور جملے جو اہل زبان سے سنتے ہیں یا نظم و نثر میں پاتے ہیں انکو اکٹھے سیدھے قواعد کے دائرے میں لاکر صرف ونحو کے مصنف اور قانون زبان کے مقنن بنجاتے ہیں۔ اور اُسپر طرہ یہ کہ منجانب ملک و قوم اپنے لئے خود ہی خطابات بھی تجویز کر لیتے ہیں۔ حالانکہ لکھوائیے تو چار سطریں صحیح اُردو کی نہ لکھ سکیں گے کہلوائیے تو دو فقرے ٹکسالی زبان میں ادا نکر سکیں گے۔

قواعد کے بیان میں ان مصنفوں نے یہ ترکیب رکھی ہے کہ معمولی سے معمولی اور سامنے کی بات اگر بیان کرینگے تو ایسے اہتمام سے اور اس شد و مد کے ساتھ کہ میزان سے لیکر شرح جامی تک کا کوئی مسئلہ اسکے لئے اُٹھا نہ رکھیں گے۔ چیونٹی کو ہاتھی بنا کر چھوڑتے ہیں اور اُسپر بدل بدل منہ۔ جار مجرور اضمار قبل الذکر عطف بیان وغیرہ کے بڑے بڑے لٹے لاد دیتے ہیں کہ پھر اس میں اسکی صلاحیت باقی نہیں رہتی کہ کسی کے دل و دماغ میں جگہ پا سکے۔ اُردو کا فصیح و سلیس اور عام فہم روزمرہ جسے بچہ بچہ جانتا ہے قواعد نامعقول سے ایسا مہیب اور ہولناک بنا دیا جاتا ہے کہ جو شخص اُردو سیکھنے کی غرض سے ان تالیفات کو ایک نظر دیکھے وہ پناہ مانگے اور اُردو سیکھنے سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرے کہ اس بلا میں کون پڑے۔ باقی آئندہ

مہتمم

کو اور سے

فتنہ منجر ہیں نا واقف کا مراسلہ ہمنے دیکھا ہم لکھ چکے ہیں کہ ہے کے مقابل کو مرجوح ہے نہ بدے جانے کے لئے کہو کہنا چاہیے اور یہی زبانوں پر ہے۔ زید کو کہنے کی خواہ مخواہ ضرورت ہی

کیا ہے۔ مگر بحث جو کچھ ہے وہ حضرتِ امیر کے شعر مین ہے۔ جناب حکیم برہم کا یہ فرمانا کہ مرحوم کے متروکہ الفاظ مین تم مجکو بھی ہے غلط ہوگا اسلئے کہ دیوانِ ثانی مین ایسا کوئی استعمال پایا نہین جاتا مگر ہم کہتے ہین کہ یہ متروک اُن متروکات مین شامل نہین ہے جو قابلِ ترک مان لیئے گئے ہین۔

ایک اُستاد اپنے کلام کو مرجوح استعمالات سے پاک رکھتا ہے مگر عام طور سے اُسکے ترک کا حکم نہین دیتا۔ تقوے اور ہے اور فتوی اور۔ تقوے مین جائز امور سے بھی پرہیز کرنا پڑتا ہے جو اولےٰ اور افضل ہے۔ مگر فتوے جواز کی راہین کھلی رکھتا ہے تاکہ کسیکو مجبوری نہو۔

اب ملاحظہ فرمائیے کہ کو کے ساتھ کن کن شاعرون نے کہا ہے۔

اسیر	صبر منظور ہے دیدارِ بتان سے جبتک	اِسمین کیا کہتے ہو ای دیدہ و دل تم مجکو
امیر	زندہ اعجازِ مسیحا سے تو ہو سکتا ہون	ضعف سے اُٹھ نہ سکون لگا نہ کہین قم مجکو
	مرکے راحت تو ملی پر ہے یہ کھٹکا باقی	آکے عیسیٰ سرِ بالین نہ کہین قم مجکو
داغ	معجزہ حضرتِ عیسیٰ کا غلط بھی تو نہین	درد اُٹھتا ہی وہ کہتے ہین اگر قم مجکو
جلال	کشتہ اک رشکِ مسیحا کے تغافل کا ہون	جو قیامت بھی اُٹھائے تو کہے قم مجکو
	اپنے کوچے سے اُٹھاتے نہین اک تم مجکو	آئے عیسیٰ بھی تو فرماتے ہوئے قم مجکو

ہمارا یہ منشا ہے کہ ان اساتذہ کی تقلید کرکے اگر کوئی یہ شعر کہکر ہمارے سامنے لائے ؎

ہائے دنیا مین مروت کہین باقی نہ رہی +
اپنے منہ سے کہو جانے کے لئے تم مجکو

تو ہم اسکو کیونکر قلم زد کرسکتے ہین۔ شعرا کے لئے جہان اور گنجائشین نکہی گئی ہین اگر یہی رہے تو کیا مضائقہ ہے جس حالت مین کہ نامور اساتذہ کا کلام تائید کر رہا ہے۔ اور بعض ایسے فقرے بھی معین ہین "مجھے کیا ارشاد ہوتا ہے" "مجھے کیا حکم ہے"۔

یہ عجیب بات کہی گئی ہے کہ کو کا لانا اگر دقت ہے تو جناب اقبال کا شعر کیون نہ صحیح مانا جائے۔ جناب اقبال کے شعر کو اس سے کیا علاقہ ہے۔ یہان تو حکم کی قید لگی ہوئی ہے اور وہان اسکا شائبہ بھی نہین۔ زمین آسمان کا فرق ہے۔

مہتمم

ریویو

عروج

ملک مین پڑھے لکھے لوگون کا ایک بڑا حصہ ناول نویسی مین مصروف ہے اور صدہا کتابین شائع ہوچکی ہین لیکن ان کتب کے پلاٹ اور اُنکے نتایج پر جب ہم غور کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت کم لوگ ایسے ہین جنکو اصلی مقاصد کے پورا کرنے مین کامیابی ہوئی ہو لالہ دیوی دیال صاحب نے عروج کو لکھکر یہ دکھایا ہے کہ ناول اور قصے کی کتابون سے خیالات اور طرز معاشرت پر بہت اچھا اثر پڑسکتا ہے اس قسم کے مفید اور نتیجہ خیز دلچسپ ناول لٹریچر ہی کے حق مین مفید نہین بلکہ وہ اخلاقی علم ہین۔ عروج اس قابل ہے کہ اردو مدارس کے کورس مین داخل ہو جس سے بچون کے خیالات و حرکات پر اچھا اثر پڑنیکی امید ہے ہیری والٹن کے ارادے اسکی مستقل مزاجی اور کامیابی دیکھکر اسکے نقش قدم پر چلنے کی اُمنگ ہر ایک کے دلمین پیدا ہوسکتی ہے۔ جو صاحب اس قسم کی کتابین تصنیف کرتے ہین اُنہین عروج کی پیروی کرنی چاہئے زبان بھی صاف ہے مگر بعض بعض جگہہ کے فقرے سلیقے ہوے نہین ہین اور صحیح بھی نہین تیسرے ایڈیشن مین لالہ مصنف امید ہے کہ اس نقص کو رفع کردینگے مثلاً۔ پہلو اری لگائی ہوئی تھی (صفحہ ۲۶۵) انہون نے مجھے یہان بھیجا ہوا ہے (صفحہ ۲۶۵) چاہیے کی جگہ اکثر جاہئین لکھا گیا ہے صفحہ (۱۷) مین ناپ کو نکر لکھا ہے حالانکہ وہ مونث ہے۔ شرایط کی صفت ایسے معروف سے لانا صحیح نہین ہے جیسا کہ صفحہ (۲۲۰) مین ہے یا مجہول لکھنا چاہیے۔ آئین گے اور جائین گے کی جگہہ اکثر آوین گے اور جاوین گے لکھا گیا ہے جو متروک ہے۔ منیجر امپیریل بک ڈپو بازار جانی چوک دہلی سے یہ ناول ملتا ہے۔

پھول

یہ بھی اسی لائق مصنف کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ پھول کا جس قدر رواج ہمارے ملک کے ہر طبقہ مین ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہین مگر کسی نے باقاعدہ پھولون کی کاشت اور نگہداشت کی طرف توجہ نہین کی۔ ناواقف مالیون کے ہاتھ سے پھلواریان خراب ہوتی رہتی ہین۔ لائق مصنف نے طرح وار کے پھولون کے نام۔ کاشت اور حفاظت کا طریقہ نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے۔ لالہ صاحب کو

خود اسمین مہارت تامہ حاصل ہے۔ چمن بندی کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ ابتدا مین کیاریون کے مختلف نقشے مربع۔ دائرہ۔ بیم دائرہ وغیرہ کی شکل مین دئے ہیں لائق مصنف نے ذخیرہ علم نباتات مین اس کتاب کو لکھکر ایک اچھی کتاب کا اضافہ کیا ہے دیباچہ مین دکھایا گیا ہی کہ پھولون کا کیا اثر ہمپر پڑ سکتا ہے اور ہماری معاشرت مین کس قدر انہین دخل ہے۔ یہ کتاب بھی میجر اپیرٹل بک ڈپو بازار چاندنی چوک دہلی سے ملتی ہے۔

اڈورڈ گزٹ

یہ ہفتہ وار اخبار شاہجہان پور (روہیلکھنڈ) سے شایع ہوتا ہے جسمین ملکی اور قومی معاملات اور تمام اخباری مقاصد پر مضامین لکھے جاتے ہین۔ ہر ہفتہ مین کسی نہ کسی مشہور سخنگو کا کلام بھی درج کیا جاتا ہے احاطہ روہیلکھنڈ مین بکثرت بکتا ہے جو اسکے مقبول ہونیکی دلیل ہے۔ قیمت سالانہ بمحصول ڈاک ۸ ہے میجر اڈورڈ گزٹ شاہجہان پور سے ہر قسم کی خط و کتابت کیجاتی ہے۔

ابوالمعظم جناب سراج الدین احمد خان بہادر مخلص بہ سائل

نگاہِ لطف چو بر چشمِ زخم ما ریزد
بجائے قطرۂ خون ریزد آب تا ریزد

ز دستِ نازک خود گر دہی مرا زخمے
گمان برم کہ ز طرزِ جفا وفا ریزد

بعزمِ صید اگر بے نقاب در گزری
سوادِ چشمِ غزالان چو تو تیا ریزد

کند کفاف اگر استخوانم از قسمت
اثر ز سایۂ بال و پرِ ہما ریزد

براہِ دیدہ بدامن رسید قطرۂ خون
چو برگِ گل کہ بصحنِ چمن ہوا ریزد

ازین ادا نشود وزن ذوق پابوسی
جبین ز فرق باندازِ نقشِ پا ریزد

گہے بغمزہ در آبرِ مرا مقتولان
کہ حرفِ شکوہ تو جوشِ خونبہا ریزد

شرابخوارہ کہ گردید بدان مطاسا قی
سرشکِ دیدۂ ما در ایاغ ما ریزد

ہوس نخواہم و خواہم کہ پے بعشق برم
دلم شہید شود رنگ مدعا ریزد

دراز دستی سائل گمان مبر بسوال
متاعِ نخوت و کبر و ازکف غنا ریزد

اعلان مشاعرہ

حسب معمول ۱۴ رجب سنہ حال کو مشاعرہ بہ تقریب عرس مزار شریف حضرت فیض رحمۃ اللہ علیہ کے (بیرون لال دروازہ حیدرآباد دکن) دن کے گیارہ بجے سے شروع ہوتا ہے جو حضرات مشاعرہ مین تشریف نہ لاسکین اپنا کلام مع نام ونشان بخط واضح محمد فیاض الدین خان صاحب المخاطب **نواب مشرف جنگ بہادر** مددگار معتمد صرف خاص وبیشی کے پاس روانہ فرمائین تاشریک گلدستہ ہو۔

مصرعہائے طرح

فارسی — دل از فیض جناب فیض شاد است — قافیہ یاد

اردو — بیساختہ اک آہ نکلتی ہے جگر سے

المشتہر مہتمم مشاعرہ

خدنگِ نظر

اردو علم ادب کا ایک ترقی یافتہ ماہوار رسالہ جو اعلیحضرت بندگان عالی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ کی مبارک تقریب سالگرہ کی قدیم علمی یادگار ہے۔ اور ۱۲۹۷ھ سے نہایت آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ اسمین علمی۔ اخلاقی۔ ادبی۔ تاریخی مضامین۔ اعلے درجے کی نظمین غزلیات۔ اور دیگر اصناف سخن کے دلکش نمونے شائع ہوتے ہین۔ یہ رسالہ ہندوستان مین مدرن لٹریچر کا ایک عمدہ نمونہ اور مغز امرار دکن اور عام باندگان حضرات کی قدردانی کا مستحق ہے۔ شمالی ہندوستان مین دربار دکن سے اس عقیدت مندی کی نظیر خدنگ سے پہلے نہین دیکھی گئی۔

نمونے کے لیے صرف ۳ر کے ٹکٹ کافی ہین۔ قیمت سالانہ مع ناول عہ بلا ناول ۱۲ر مع محصول۔

المشتہر
منیجر خدنگ نظر لکھنؤ

اردوی معلی

یعنے

صحیح اور فصیح اردو کا ایک قابل دید رسالہ جو ہر انگریزی مہینے مین علی گڈھ سے شائع ہوتا ہے کاغذ ولایتی۔ حجم ۵۲ صفحے۔ تقطیع ۱۶×۲۰ لکھائی چھپائی بغایت پسندیدہ

جسکے ساتھ

ہر سال اساتذہ قدیم کے غیر مطبوعہ دواوین مین سے تین دیوان معہ دیباچہ و شرح مختصر مفت ہدیہ ناظرین ہوتے ہین۔ قیمت رسالہ معہ دواوین للہ۔ سالانہ مع محصول۔

(درخواست خریداری۔ بنام سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے اڈیٹر اردوی معلی علی گڈھ)

عہ چنانچہ اس سال دیوان جعفر علی حسرت استاد جرات و دیوان جرات و دیوان تنہا شائع ہونگے۔

ضوابطِ دبدبۂ آصفی

دفعہ ۱ - یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شایع ہوتا ہے - اسکے تمام حقوق عالیجناب وزارت پناہ نے مہتمم رسالہ کو مرحمت فرمائے ہین اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے

عام قیمت سالانہ پیشگی مع محصول (للہ)

عمائد و عہدہ داران عالیمرتبہ سے دس روپیہ (ع۰)

امرائے عظام و رؤسائے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو قدردانی فرمائین -

دفعہ ۲ - مضامین بشرط پسند کمیٹی طبع ہونگے - جو مضمون اعلے درجے کا ہوگا اُسکے شکریے مین ایک اشرفی دیجائیگی -

دفعہ ۳ - اشتہارات کی چھپائی بذریعۂ تحریر طے ہوسکتی ہے -

دفعہ ۴ - نمونے کا پرچہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے -

دفعہ ۵ - خط و کتابت اِس پتے سے ہونی چاہیے -

(محبوب پریس علاقۂ پیشکاری بنامِ مہتمم محبوب الکلام دبدبۂ آصفی)

جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۲ھ

دبدبۂ آصفی

اخلاقی۔ علمی۔ تاریخی۔ ادبی مضامین کا ماہوار رسالہ

بادگارِ جشنِ سالگرہ مبارک اعلیحضرت ضوفر پرتو نواب میر محبوب علیخان

بہادر نظام الملک آصفجاہ فتح جنگ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

حسب الحکم

وزارت پناہ فتوت دستگاہ سرمہایاجہ بہادر

یمین السلطنتہ پیشکار و مدارالمہام سرکار عالی

محبوب پریس علاقہ پیشکاری حیدرآباد دکن سے شائع ہوا

فہرست مضامین

طرز تعلیم۔	مولوی سید ناور نادر الدین صاحب۔
حکایت درویش تارک الدنیا۔	مولوی میر ناصر علی صاحب خان بہادر۔
ایک زبان عروضی کی تحقیق۔	مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی لکھنوی (نظام کالج)
ورزش۔	مولوی عبدالقدیر صاحب (مولوی فاضل)
زمین کی حرکت۔ اور نظام عالم کی تحقیق۔	ا۔ ح۔ سندیلی۔
مربع در وزن رباعی	مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی پروفیسر عربی نظام کالج
مسدس	مولوی حافظ ساجد علی صاحب کیل ہائیکورٹ اورنگ آباد۔
رباعیات۔	شاکر کشمیری۔



تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

طرز تعلیم

جس کی فطرت مقتضی ہے

کوئی صنعت و حرفت اور فن کیون نہو مادری زبان مین مفید عام ہوسکتا ہے دیکھو ہر پیشہ ور اپنی اولاد کو اپنا پیشہ مادری زبان مین سکھلاتا ہے تاکہ بآسانی اور جلد تر اس مین وہ ماہر ہوجائے اور مادری زبان مین تعلیم دینے سے وہ جلد سیکھ بھی جاتا ہے اگر وہ غیر زبان مین سکھلانیکا قصد کرے تو بڑا حصہ اسکی عمر کا زبان ہی کے سیکھنے مین صرف ہوگا پھر بعد زبان سیکھنے کے اول تو اسکا دماغ اس کام کا نہ رہیگا کہ وہ اس صنعت و حرفت اور فن کو کما ینبغی حاصل کرلے اور بالفرض اسکے دماغ نے کچھ کام بھی دیا تو اسکی ساری عمر اسی کے تحصیل کرنے مین گذر جائے گی اور سن کہولت یا شیخوخت مین کیا خاک وہ دین یا دنیا سے حظ اٹھا سکتا ہے یا وہ منزلی یا تمدنی کاربار مین مصروف ہوسکتا ہے اور قطع نظر ان جملہ نقصانات کے تاوقتیکہ ان اہل زبان کے ساتھ ایک بڑا حصہ عمر کا نہ بسر کرے جنکی وہ مادری زبان ہے غیر مادری زبان مادری زبان کیونکر ہوسکتی ہے اسپر بھی پورا پورا تکالب لہجہ نہین پاسکتا اور عموماً معانی الفاظ لب و لہجہ کے بدلنے سے بھی بدل جاتے ہین یا ایک بڑا حصہ عمر کا غیر زبان کی صرف و نحو بلاغت فصاحت کے سیکھنے مین صرف کرے پھر اسکے لغت کے سیکھنے مین پھر اس فن و صنعت و حرفت کے سیکھنے مین جو اس زبان مین ہو جس سے اسکی ساری عمر اسی مین صرف ہوگی اور پورا پورا وہ پیشہ بھی حاصل نہوگا کیونکہ اسمین بھی کمال پیدا کرنے کے واسطے ایک مدت دراز چاہیئے چنانچہ شاعر نے کہا ہے ؎

عمرے باید کہ یار آید بکنار	این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

دیکھو کہ سیکڑون برس ہندوستان مین مغلون کی حکومت رہی اور تمام دفاتر اور سلطنت کے کاروبار و شعر و سخن فارسی زبان مین رہے مگر اقوام ہند سے کسی قوم کی مادری زبان فارسی نہ ہوئی

ہوسکی جس سے چارناچار اردو زبان ایجاد ہوئی پھر بھی اسکا وہین زیادہ رواج ہوا جہان جہان سلطنت کا زور زیادہ رہا یہی وجہ ہوئی کہ جو جو فنون و حرفت و صنعت فارسی یا اردو زبان مین رہے ان سے عام اہل ہند بہرہ مند نہ ہوئے اور نہ ان مین معتدبہ ترقی ہوئی تاکہ وہ باقی رہتے اور رفتہ رفتہ آخر کو مٹ گئے اور کان لم یکن شیا ہوگئے اور چونکہ فطرت کے خلاف کوئی امر مفید عام نہین ہوسکتا لہذا بغرض فلاح اقوام جناب باری نے جو کتاب آسمانی ان اقوام پر اتار کر فلاح دارین کی انکو تعلیم دی تو انکی مادری زبان مین تعلیم دی اور جس قوم مین جو نبی مبعوث کیا تو اسی قوم سے کیا تاکہ انکی مادری زبان مین فلاح دارین کی انکو تعلیم دی اور وہ قوم بآسانی اور جلد اسکی تعلیم سے فائز المرام ہو۔

کتب تواریخ پر جسکو نظر ہے اسکو اس بات کی تصدیق کرنے مین کبھی تامل نہین ہوسکتا کہ کبھی کسی قوم نے آجتک فنون حکمت و صنعت و حرفت مین سوا مادری زبان کے دوسری زبان کے ذریعہ سے ترقی حاصل نہین کی عربون کا جب دور ہوا تو مامون کے زمانہ مین تمام فنون حکمت کو یونانی زبان سے لیکر عربی زبان مین شائع کیا گیا چنانچہ شفا مین ابواب و فصول کا عنوان بزبان یونانی صاف طور پر تبلا رہا ہے کہ فنون حکمت کو یونانی زبان سے عربی زبان مین لیا گیا ہے۔

قدیم زمانہ کا کیا ذکر ہے موجودہ زمانہ مین اہل یورپ ہی کو دیکھو جنکا صنعت و حرفت اور فنون مین روے زمین پر ڈنکا بج رہا ہے کہ انہون نے اپنی اپنی قوم کو مادری ہی زبان مین تعلیم دیکر یہ عروج حاصل کیا ہے جسکو تم آنکھون سے دیکھ رہے ہو اور تم اسکا سبب کچھ ہی خیال کرو مگر اصلی سبب یہی ہے کہ انہون نے بمقتضای فطرت رفتار اختیار کی جو پورا پورا انکی ترقی کا زینہ بن گئی۔ موجودہ زمانہ مین جاپان ہی کو دیکھو کیونکہ اس نے اپنی قوم کو مادری زبان مین ہر فن کی تعلیم دی تو تھوڑے ہی زمانہ مین اسکی قوم کا ستارہ اوج پر پہونچگیا اور کابل کی بھی ترقی جو کچھ ہو رہی ہے اسکا سبب بھی یہی ہے کہ اقوام کو مادری زبان مین صنعت و حرفت اور فنون کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

ہمارے اہل ہند نے جب اقوام کی ترقی کا قصد کیا تو خلاف فطرت غیر مادری زبان مین تعلیم فنون کو شائع کر دیا اردو کیا جسکے حسب حال یہ شعر ہے ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی ۔۔۔ تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

بعض خلاف فطرت اختیار کرنے والون کا یہ خیال ہے کہ غیر زبان کی عام تعلیم پہلے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ کئی پشت کے بعد وہ مادری زبان ہو جائیگی لیکن اسکو خیال خام کہنا چاہیئے یا کمال عقل و دانش کی خوبی تصور کرنا چاہیئے کیونکہ سیکڑون برس مغلون کی سلطنت کو ہندوستان مین گذرے اور عربی و فارسی کی عام تعلیم رہی چنانچہ اسوقت تک وہ بھی جاری ہے اور باوجودیکہ عربی مسلمانونکی مذہبی زبان ہے جنکے تمام عبادات اور عموماً معاملات عربی زبان سے وابستہ ہین اور سالہا سال سے ہند کے مسلمانون وغیرہ کے پشتہا پشت اس حکومت مین گذر گئی اور یہ دونون زبانین کسی قوم کی مادری زبان نہ بن سکین اور کیونکر ہو سکتین جبکہ خلاف فطرت کوئی کام ترقی پذیر نہین ہو سکتا ہان فطرت ہی بدل جائے تو البتہ ممکن ہے کہ تمام قوم کی زبان بدل جائے مگر سنت اللہ کے خلاف ہے اور شاذ و نادر کالمعدوم ہے

سرسید احمد خان نے جو غیر قومی زبان کی اشاعت کے متعلق زور دیا ہے تو اس سے صرف اسکا مقصد یہ تہا کہ قوم فاتح و مفتوح مین ہمدردی پیدا ہو اور دونون قومون کے خیالات اچھے ہو جائین اور کسی کو دوسرے سے کسی قسم کا تعصب باقی نہ رہے اور ایک دوسرے کے بہی خواہ ہو جائین اور باہم میل جول کی صورت پیدا ہو جائے اسمین شبہ نہین کہ یہ امور بخوبی فاتح قوم کی زبان سیکہنے ہی سے حاصل ہو سکتے ہین چنانچہ مغلون کے عہد مین بھی عموماً ان کی زبان جاننے والونکو امور سلطنت مین رسوخ ہوا لیکن قانون فطرت کا عارف خود جان سکتا ہے کہ اس سے پبلک کی ترقی نہین ہو سکتی کیونکہ یہ جزئی شخصی ترقی ہے جسکا وجود بعض اشخاص قوم مین محدود رہتا ہے اور یہ غیر ممکن ہے کہ فاتح قوم دولت کی مہا سر اسر تمام مفتوحہ قوم کے ہاتہ مین دیدے۔

سرسید کی یہ غرض ہرگز نہ تھی کہ صنعت و حرفت اور علوم فنون اور قوانین فلاحت و تجارت اور دوسرے تدابیر عمران و تمدن کی ترقی غیر قومی زبان کی تعلیم دینے مین خلاف فطرت نہین ہے ورنہ سرسید پر عدوان قومی کا سخت الزام عائد ہوگا جو کسی طرح اٹہائے اٹھ نہین سکتا۔

ناظرین کو کتب تواریخ اٹہا کر یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس قوم نے قانون فطرت کے خلاف رفتار اختیار کی وہ کیا تباہ نہین ہوئی اور قطع نظر اس سے غیر قومی زبان مین مذہبی امور کے علاوہ دوسرے امور کی تعلیم دینے سے تعلیم یافتہ کو غیر تعلیم یافتہ سے اُنس ہمدردی ہرگز باقی رہ نہین سکتی جو درحقیقت شیرازۂ اتحاد کا قطع کر دینا ہے جس پر تمام منزل و عمران و تمدن کا دارمدار ہے۔

نیز بمقتضاے فطرت قوم کی ترقی امور ذیل پر منحصر ہے۔ فلاحت۔ تجارت صنعت و حرفت جو معاش کے طبعی ذرائع ہین رہی ملازمت سرکاری تو قطع نظر اس سے کہ وہ غیر طبعی ذریعہ ہو حکومت کے کارپردازکیونکر دوسرون کو اس مین رسوخ دیسکتے ہین جو ان کے فطرتی منشار کے خلاف ہے طبعی ذرائع کی تعلیم بمقتضاے فطرت مادری زبان مین عمدہ طور پر متصور ہے ہان بعد حصول مذکورہ امور کے مختلف زبانون کی تحریر اور بول چال کا سیکھنا ترقی تجارت اور آسانی سیاحت اور صنعت و حرفت کے لئے ضرور مفید ہے جس سے انسان کو مختلف اقوام کی معاشرت اور انکی معاش کے ذرایع معلوم ہو سکتے ہین مگر یہ کل امور اصل معاش کے حاصل کرنے پر متفرع ہین اسی وجہ سے کسی بڑے حکیم تجربہ کار نے یون کہا ہے

ہر چہ ہنر در است بدان شغل گیر۔

الغرض قوم سے سیدہی سڑک کی رفتار چھڑا کر الٹی راہ پر چلانا قوم کی سراسر بیخ کنی ہے مگر سخت افسوس تو یہ ہے کہ الٹی ہی راہ چلانے والا ریفارمر قومی اور مصلح ملک سمجھا جاتا ہے۔

موجودہ زمانہ مین انگریزی دان اصحاب کا ایک کثیر حصہ غیر قومی زبان سے ناولون کے تراجم شائع کرنے پر اُتارے ہوگیا ہے جن مین بجز فسق و فجور اور نفس پرستی عشق بازی۔ پردہ دری اور جنونی باتون کے دوسرا مضمون نہین ہوتا اور انکو بعنوان تہذیب الاخلاق و روشن خیالی معنون کرتے ہین مگر یہ ظاہر ہے کہ ان مضامین کا کیا زہریلا اثر نوجوان طبیعتون پر پڑسکتا ہے اور اس سے کیسے مہلک نتائج پیدا ہو سکتے ہین کیونکہ سم قاتل تو قاتل ہی رہتا ہے گو وہ دودھ اور شربت قند و مصری ہی مین کیون نہ خوش جان کرایا جاے اس گروہ کے ریفارمر قومی گو اپنے تالیفات کو روشن خیالی کے نام سے موسوم کرتے ہین اور مشہور کرتے ہین کہ یہ جدید خیالات عین تہذیب ہین مگر عارف فطرت جان جاتا ہے کہ یہ تالیفات برعکس نہند نام زنگی کافور کے پورے پورے مصداق ہین اور محض دھوکا دیکر اقوام سے مال و زر کا حاصل کرنا ہے کیونکہ نادان نفوس کل جدید لذیز کے فریفتہ ہوکر دام تدبیر مین مبتلا ہوجاتے ہین اور ان تالیفات طمع کاری کو دیکھ دیکھکر اپنی خانہ ویرانی کے درپے ہوجاتے ہین جسکا نتیجہ بجز خسران دنیا و الآخرۃ کے کوئی دوسرا نہین ہوتا اور اگر یہ کتابین مستورات کے ہاتھ مین پڑین تو مخفی نہین ہے کہ اسکا کیا اثر سوسائٹی پر پڑیگا۔

سید نادر الدین

نہیں گمنام میں اہلِ سخن میں
مرا نالہ ہے نامی انجمن میں

رسالہ دلگداز کے کسی جھگڑے میں ایک دفعہ یہ بحث ہوئی کہ شہر میں عاشقانہ مضامین لکھنے کا موجد کون ہے؟ اس بحث کی وجہ یہ سُنی گئی کہ صاحب دلگداز کی طرف سے اِس رنگ کے موجد ہونے کا دعوے ہوا تھا جسپر رسالہ "ناول" لکھنؤ نے ۱۸۹۳ء میں ایک مضمون لکھا جو اُسوقت تو میری نظر سے نہیں گزرا لیکن اتفاق سے اُسوقت کا ایک رسالہ مضامین اندنون میرے پاس آگیا جسمیں کسی نے لکھا ہے۔

"ہمیں خوب یاد ہے کہ اِس رنگ کے مضامین سب سے پہلے ہمنے "تیرہویں صدی" کے صفحوں پر تخمیناً میں پچیس برس اُدھر دیکھے تھے۔ جو اُس زمانے کے لائق نوجوان ناصر علی صاحب دہلوی کے زورِ قلم کا نمونہ تھے۔ جنھیں دیکھکر ہمارے معزز دوست حضرتِ ریاض نے جو ایک چلبلی طبیعت کے آدمی ہیں اُس رنگ کو اُڑایا اور اُسکے برتنے میں اپنی فطرتی شوخیوں کے سبب سے خوب ہی پھلے پھولے" الخ

اسکے بعد اور ایسی ہی پتہ وار باتیں بیان کرکے لکھا کہ

"اُنکے (صاحب دلگداز) اِس رنگ کے موجد ہونے کا دعوے اُسوقت تک صحیح نہیں ہوسکتا جب تک وہ مذکورہ بالا واقعات کو غلط نہ ثابت کردیں" (منقول از دلپذیر پریس سیریز نمبر ۲ مطبوعہ مارچ ۱۸۹۳ء صفحہ ۳۵)

میں وہی ناصر علی ہوں جس نے رسالہ "تیرہویں صدی" نکالا تھا۔ مگر نوجوان نہیں رہا۔ اُسوقت کا کوئی آدمی جوان رہا ہو تو میرا قصور۔ جوانی کے ساتھ وہ طبیعت بھی نہیں رہی جسکی وجہ سے لکھنے پڑھنے کا مشغلہ تھا۔ لکھنے کی تو میں نے مدت سے قسم کھا رکھی تھی مگر پڑھنے کی عادت نہیں گئی۔ میں یہ دیکھکر بہت خوش ہوں کہ جس غرض سے میں نے اُردو میں لکھنا شروع کیا تھا وہ غرض میری آرزو سے زیادہ پوری ہوگئی۔ اب مجھے بہت اچھے اچھے لکھنے والے نظر آتے ہیں۔ جنکی نظم و نثر سے اُردو میں جان پڑگئی ہے خصوصاً عالیجناب حضرت شاد سرمہاراجہ بہادر دام اقبالہ کی زبان کا کیا کہنا۔ محرم کے "دبدبۂ آصفی" میں جناب ممدوح نے کس خوبصورتی سے لکھا ہے۔

جی چاہتا ہے کہ فی نفسہ اُردو اپنی صفائی اور خوشنمائی مین جس پائے پر پہونچ چکی ہے اُسی حد پر قائم رہے۔ ترقی ہو تو اسکی اشاعت مین ہو نہ اسمین کہ خواہ مخواہ زبان کی توسیع کیجائے۔ بیگانہ اور بھدے الفاظ اور ثقیل کلمات کی آمیزش سے اندیشہ ہے کہ اسکے خوشنما اور حسین چہرے پر بدنما دھبا نہ پڑجائے۔ اور پھر وہ کسیکے مٹائے نہ مٹے"۔

یہ سچ ہے کہ انگریزی الفاظ شامل کیے بغیر چارہ نہین مگر اسکے لیے خود اپنی پیاری اُردو سے اجازت لینی چاہیے۔ وہ اپنے دامن مین طرح طرح کے پھول رکھتی ہے اور پھر بھی گود پھیلائے ہوے ہے"۔ الخ

اسکی گود پھیلی دیکھکر آج مین اُس خزان رسیدہ باغ سے جسے "عاشقانہ" کہتے ہین کچھ مرجھائے ہوے پھول لایا ہون جنکو ہواے یورپ نے ذرا تازہ کردیا ہے ؎

آج مجکو دشتِ غربت مین وطن یاد آگیا
بوے گل کو بعد بربادی چمن یاد آگیا



حکایتِ درویشِ تارک الدنیا

(حصۂ اول)

درویش کی زندگی

کہتے ہین کہ کسی شہر مین ایک بڑا عابد درویش تھا جسکو دنیا ترک کیے چالیس برس ہوگئے تھے۔ چالیس برس سے بحر انشینی اختیار کرلی تھی۔ یکہ و تنہا ویرانے مین ایک غار کے اندر رہتا تھا۔ اور ہمیشہ دن مین پانچ دفعہ (نمازِ صبح وچاشت واشراق وظہر وعصر) اور رات کو تین دفعہ (نمازِ مغرب وعشا وتہجد کے بعد) دنیا و مافیہا پر لعنت کرتا۔ اُسکے سجدون سے جو چالیس برس برابر کرتا رہا پتھر مین گڑھے پڑگئے تھے۔ چالیس برس سے انسان کی شکل نہین دیکھی بات کرنی تو درکنار تھی۔ ایک دفعہ شروع مین جب گوشہ نشینی اختیار کی تو آغازِ جوانی مین جس عورت سے اُسے محبت تھی وہ بیچاری محبت کی ماری کھانا لائی اسپر درویش کو اتنا غصہ آیا کہ غار کے دروازے پر روٹیان پھینک دین (جنکی نسبت بیان کرتے ہین کہ ازراہِ کرامت پتھر ہوگئین) اور اس گناہ کے کفارے مین کہ عورت کی شکل کیون دیکھی مدت تک غار سے

نکلنا چھوڑ دیا ۔

کثرتِ طاعات عابد دیکھکر — تھے تعجب مین فرشتے چرخ پر
دُھوم تھی طاعت کی اُنکی تا فلک — عالمِ علوی پہ حیران تھے ملک

حال یہ تھا کہ کھانا کم اور سونا اتنا بھی نہین ۔ دن کو روزہ اور رات کو جاگنے کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا ۔ دُھن تھی تو اس بات کی کہ عاقبت نہ بگڑے ۔ اپنے خیال کے موافق طاعت مین کسیطرح کی کمی نہ رہی ۔ درگاہِ ایزدی مین ہر وقت حضوری کا دعوے تھا اور بہشت کے مستحق ہونے مین کوئی شبہہ نہ رہا تھا ۔

نفس پر اپنے کیا تھا اُسنے جبر — تھا وہ قائع حکمرانِ ملکِ صبر
دُھوپ مین رہتا تھا دن بھر تا بشام — بھیگتا تھا اُس مین شب کو مدام
مینہ برستا تھا تو کچھہ پروا نہ تھی — آندھی آتی تھی تو کچھہ ایذا نہ تھی
نام کا طالب نہ مال و جاہ کا — حال تھا اُسکا فنا فی اللہ کا

شہر کے لوگ جیسا کہ اکثر بندگانِ خدا کا حال ہے دنیا دار تھے ۔ دنیا کے شغلون مین لگے رہتے تھے ۔ اُنسے درویش کو کمال نفرت تھی ۔ شہر والون مین سے کسی کو اپنے پاس آنے نہ دیتا تھا ۔ اور از راہِ ملامت کہا کرتا کہ عاقبت سے غافل ہو رہے ہین ۔ دیکھیے انکا کیا حال ہوتا ہے ۔ خدا سے کہتا کہ میری طرح انکو بھی توفیق دے کہ دنیا کو چھوڑ بیٹھین ۔

دمبدم کہتا تھا کھا کر پیچ و تاب — اے شیاطین دُور ہو مجھسے شتاب
دفع ہو گم ہو لعینانِ ذلیل — مت کرو اوقات مین میری خلل

یہ تو درویش کی زندگی کا حال عرض کیا گیا اب خاتمے کا حال سُنیے جو اُسکے دعوے اور دعا کا جواب ہے اور واقعی سُننے کے لائق ہے ۔

(حصہ دوم)

مرگِ درویش

اِدہر تو درویش کو خدا کی یاد مین مدت گزر گئی اُدہر شہر والے اپنی زندگی شاد و دلشاد بسر کر رہے تھے

بسر کرتے ہین بسر کرتے رہے۔ درویش کو طاعت الہٰی سے اور شہر والون کو اپنی شادی غمی کے جھگڑون سے فرصت نہوئی۔

ایک دن اتفاق سے ایک ضعیفہ اُس ویرانے مین نظر آئی جہان درویش رہتا تھا۔ درویش سمجھا کہ شیطان نے جسکا ذکر کتابون مین اکثر آیا ہے میرے بہکانے کیلیے یہ شکل اختیار کی ہے۔ لہذا مین کہنے لگا ؎

مجھپہ شیطان کو نہین ہے دسترس ذکر جاری ہے زبان پر ہر نفس
اب نہین ہے خوفِ گمراہی مجھے ہے زیادہ عقل و دانائی مجھے

ضعیفہ پکاری کہ۔ شاہ صاحب! شاہ صاحب!! جواب ملا کہ "مین دنیا ترک کرچکا"۔ ضعیفہ نے عرض کیا کہ۔ "بجا ہے۔ لیکن یہ دنیا کا کام نہین۔ خدا کا کام ہے۔ اسمین ایک خدا کے بندے کا بھلا ہوتا ہے"۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ "جسطرح مین دنیا سے بھاگا تو بھی بھاگ"۔ بڑھیا نہایت عاجزی سے بولی کہ "آپکا فرمانا درست۔ لیکن اسوقت مجھپر رحم واجب ہے ؎

پہلے تم میری داستان سُن لو عرضِ حالِ ستم کشان سُن لو

مین غریب بیوہ ہون۔ بیوہ ہوے مجھے عرصہ ہوا۔ میرا ایک لڑکا ہے جو بُری صحبت مین بگڑا جاتا ہے تمام عزیز و یگانہ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے کچھ اثر نہین ہوتا۔ سب نے صلاح دی کہ آپکی خدمت مین حاضر ہوکر اُسکا حال عرض کرون۔ آپکے قدمون کی برکت سے راہِ راست پر آجاے"۔

درویش نے خفا ہوکر کہا۔ "یادِ الہٰی سے مجھے اتنی فرصت کہان کہ تیرے ساتھ چلون۔ مجھے شہر اور شہر والون کو چھوڑے ایک عمر ہوگئی۔ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ دنیا اور دنیا کے لوگون کی شکل دیکھون؟ جنسے خدا اور رسول خوش نہین"۔ ضعیفہ نے پھر عرض کیا کہ "تکلیف مین تو شک نہین لیکن اسی دنیا اور دنیا کے لوگون کے لیے خدا نے نبی بھیجے۔ شفاعت کے وعدے کیے۔ ہمین آپ ہی کا سہارا ہے"۔

یہ سُنکر درویش کو کچھ ترس آیا اور اُٹھکر بڑھیا کے ساتھ ہولیا۔

اسوقت ہم دیکھ لین کہ اس درویشِ ژولیدہ مُو کی کیا صورت ہے۔ جٹاؤن سے بڑے سر کے بال ہین۔ کمل گلے مین ہے۔ رات دن کی ریاضت سے ہاتھ پاؤن سوکھ گئے۔ پسلیان دکھائی دیتی ہین تمام بدن مضمحل ہورہا ہے۔ سارا جسم کاہیدہ اور ہاتھ پاؤن کا رنگ زرد مثلِ برگِ خزان دیدہ ہے شہر کی صورت دیکھے اسے اتنا عرصہ ہوگیا تھا کہ نہ اسنے شہر کو پہچانا اور نہ شہر والون نے اسے۔

تماشے کے خیال سے دو چار بیکرے اسکے ساتھ ہو لیے۔ کوئی ہنستا تھا تو کوئی کچھ کہتا جاتا تھا۔ شاہ صاحب بھی اپنی دُھن مین بڑبڑاتے جاتے تھے کہ "اُن لوگون پر افسوس"۔ بڑھیا سے پوچھا کہ تیرا لڑکا کہان ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ "ابھی فلانے باغ مین جہان رقص و سرود کا سامان مہیا ہو رہا ہے لڑکے کو شاہدانِ بازاری کے ساتھ دیکھا تھا"۔

باغ کے دروازے پر گو روک ٹوک تھی لیکن شاہ صاحب بزرگ کو کون روک سکتا تھا۔ شاہ صاحب سیدھے باغ مین چلے گئے۔ دیکھا کہ باغ کسی امیر کا ہے جہان بہت سا سامانِ عیش مہیا ہے۔ شہر کے مشہور اربابِ نشاط جمع ہین۔ ناچ گانا ہو رہا ہے۔ دورِ ساغر چل رہا ہے۔ بہت سے نوجوان مرد اور عورتین ہین جنمین وہ لڑکا بھی بیٹھا ہے۔ اس مجمع کو دیکھکر درویش نے آواز دی کہ "اے کمبختو! کیون عاقبت خراب کر رہے ہو اپنے اعمال سے توبہ کرو"۔

لڑکے نے جو یہ آواز سُنی اور اپنی ماں کو شاہ صاحب کے ساتھ دیکھا تو کچھ شرم اور کچھ خوف کے مارے وہان سے بھاگا۔ شاہ جی نے پکار کر کہا کہ "جتنا تجھسے بھاگا جائے بھاگ"۔

لڑکے کے اُٹھ جانے پر صاحبِ محفل نے اُس زُہرہ خصال سے جسکا ناچ تھا کہا کہ "ایک آدمی کھو گیا"۔ اُسنے جواب دیا کہ "ایک آدمی بڑھ بھی تو گیا۔ کہو تو مین شاہ جی کو رکھ لون"۔ لوگون نے کہا کہ "کمبخت کیا کہتی ہے؟ کہان یہ بزرگ اور کہان یہ صحبت!"۔ کسی نے ہنسی مین کہا "بھلا دیکھین تو سہی"! پھر اُس لعبت باز نے جواب دیا کہ "اچھا یہ تماشا بھی دیکھو ع۔ مری اِنکی بھری محفل مین ہوگی"۔

اب مین آپ کو دکھانا چاہتا ہون کہ اُس پرکالۂ آفت نے کسطرح اپنا دعوے پورا کیا ؎

دکھاؤنگا تجھے زاہد اُس آفتِ جان کو
خلل دماغ مین تیرے ہے پارسائی کا

شاہ صاحب ابھی اہلِ محفل کی طرف مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے کہ "خدا سے ڈرو اور اپنے اعمال سے توبہ کرو"۔ اتنے مین اُس دشمنِ دین نے ایک ادائے خاص سے بڑھے میان کے پاؤن پکڑ لیے اور کہا ؎

پریزادون کے کوچے مین ہوی ہین گرد آلودہ
ہمارے پاؤن کو دھوینگی حورین آبِ کوثر سے

لوگو دیکھو! انہین قدمون کی برکت سے آسمان و زمین قائم ہے"۔ بڑے میان اپنے پاؤن کھینچکر کہنے لگے

کہ "مین صرف تمہارے سمجھانے کیلیے یہ تکلیف گوارا کرکے آیا ہون"۔ اُس آفتِ روزگار نے کہا "ذرا بیٹھ تو جائیے اور بیٹھکر تسلی سے خدا و رسول کی باتین سُنائیے۔ فرمائیے تو سہی ؎

شاہ صاحب کہان سے آنا ہوا
کتنا اس جوگ کو زمانا ہوا"

یہ کہکر کوچ پر بیٹھا لیا اور سانہ بیٹھکر لوگون سے کہنے لگی کہ اب میری انکی باتین سُنو۔ شاہ صاحب! آپکی عمر کیا ہوگی؟ جواب ملا کچھ اوپر سو برس کی"۔ "اب بہت دیر نہین کہ آپ کی محنت ٹھکانے لگے"۔ گھڑی بھر نہین ہوی کہ بڑے میان کو عورت کیا عورت کے نام سے غصہ آتا تھا اب اُس غنچہ دہن کے سامنے سوچ مین بیٹھے ہین ؎

سُن آئے خوش الحانیان کس غنچہ دہن کی
سستی ہے جو بھولی ہوی مرغانِ چمن کی

اسوقت شاہ صاحب کو کبھی بارگاہِ الٰہی نظر آتی ہے کہ لمبا چوڑا عرش نامے ایک تخت ہے جسکی بلندی آسمان سے آگے نکل گئی ہے جہان انسان کے وہم و گمان کی رسائی نہین۔ صرف اسقدر خیال آتا ہے کہ بہت سی بے کام و زبان شکلین جنمین فرشتہ سمجھیے جمع ہین۔ یہ نقشہ جلد مٹ جاتا ہے اور اپنا پُرانا غار جسمین ساری عمر اکیلے کٹی نگاہ مین پھرنے لگتا۔ اس سے بھی اب طبیعت خوش نہوتی اسکو بھی بچون کے گھروندے کیطرح مٹا دیتا۔ کیفیت آرہی تھی تو اس بات کی کہ ایک شیرین دہن پاس ہے اور بلا کا جانفزا سامان نظرون کے سامنے ہے ؎

دل سے کہتا تھا وہ اسیرِ ستم — یان کہین آج اے دلِ پُرغم
نکہتِ زلفِ یار آتی ہے — بُوے شوخِ نگار آتی ہے

اسپر عطر کی تیز خوشبو اور پھولون کی بھینی بھینی مہک۔ وہ آوازِ غنا وہ باغ سے گل و نسرین کی لپک یہ سب مل ملا کر درویش کے دماغ مین افسون کا کام کر رہی تھین۔ سامنے وہ غضب کی شکلین جنمین تھین جنکی ؎

مکھڑیون پر نشہ ہے چھایا ہوا — مُنہ پہ جوبن ڈیل گدرایا ہوا؛
رنگت نازک سے عیان اندام سب — جسطرح شیشے مین ہو بنت العنب
گورے گورے چھوٹے چھوٹے دست و پا — اُنمین وہ ظالم غضب رنگِ حنا

مسکراہٹ لب پہ آنکھین لال لال　　بے تکلف مُنہ پہ چھوٹے سر کے بال

ایسی کیفیت مین اُس غیرتِ ماہ سے پوچھا کہ "جناب کو یادِ الٰہی مین کتنا زمانہ گزرا۔ اسکا اجر کیا ملیگا"؟ درویش نے ازروے عادت (جی سے نہین) جواب دیا کہ "خدا مجکو بہشت مین لیجائیگا جب کہ تم لوگ دوزخ مین جل رہے ہوگے" ؎

الٰہی میری حُسن پرستی کی گر یہان
دوزخ مین حورین آئین ملاقات کیلیے

دوزخ کے نام سے وہ رشکِ حور ذرا چین بجبین ہوئی مگر اخفا سے ملال کرکے پوچھا کہ "بہشت کا حال تو فرمائیے کہان ہے اور آپکے غار سے کتنی دُور ہے"؟۔

اسقدر گلشنِ جنت کی ثنا کیون واعظ
کوچۂ یار کو اے مشفقِ من بھول گئے

شاہ جی نے کہا "کمبخت! توبہ کر مجھے یہان سے جانے دے"۔ یہ کہکر اُٹھنے کا ارادہ کیا مگر اُس بُتِ خوشخو نے ہاتھ پکڑ کر بٹھالیا اور کندہے سے اسطرح لگ گئی کہ بالون کی خوشبو بڑے میان کے دماغ مین چڑھگئی اور منت سے یون کہا کہ "آپ مدت سے غار مین تشریف رکھتے ہین دو چار گھڑی یہان ٹھہریے گا تو ایک عمر کی ریاضت کے سامنے خدائے ازل چند لمحون کا حساب نہ لیگا۔ مجھے یہ جوشِ رشک مارے ڈالتا ہے کہ تمہارا ارادہ اکیلے بہشت مین جانے کا ہے۔ مین بھی ساتھ ہوئی تو بہشت کا لطف کم نہو جائیگا بتائیے تو سہی بہشت مین کیا کیا ہے"؟۔ درویش نے کہا "بہشت مین عجب سامانِ عیش ہے۔ کسی طرح کے اسبابِ طرب کی کمی نہین۔ نغمہ و سرود سُننے کو حورین خدمت کو"۔ اسپر وہ بُتِ پُرفن بولی کہ "یہان بہشت سے کیا کم سامان ہے؟ رقص و سرود ہو رہا ہے۔ دورِ شراب چل رہا ہے۔ رہین حورین جنپر آپکو اتنا غرہ ہے مجھسے اچھی ہو چکین ؎

آرزو رکھتی ہین یہان حورین
کہ یہ پوچھین کسیطرح سے ہمین

ذرا میری طرف تو دیکھیے"۔ بڑے میان نے آنکھین پھیر لین۔ اُس حور وش نے ہمجولیون سے اشارہ کیا کہ گانا چھیڑ دو۔ وہ لعبتانِ نازاس ڈھنگ سے سجی ہوی آئین۔ کہ انسان کیا فرشتے

کا دل قابو مین نرہے۔ وہ دوپٹے کی گانین۔ وہ پھنسی کرتیان جو بدن کو چھپانے سے زیادہ دکھائین اور دکھانے سے زیادہ سجھائین۔ اسپر غضب کا گانا اور ناچنا گویا قیامت کا سامنا تھا ؎

ہر قدم پر نیا تھا حشر بپا — قم باذنی تھی گھنگروون کی صدا
ہوش باقی نہ تھا کسیکو کہین — نہ وبالا ہوی وہ ساری زمین
جی اُٹھے مردہاے صد سالہ — مست بچے سے تا نود سالہ

گانے والیون مین سے کسی نے یہ گانا شروع کیا ؎

دیکھو کیا چاندنی پہ جوبن ہے — جانفزا کیا ہواے گلشن ہے
گل انجم غضب چمکتے ہین — تختے پھولون کے کیا مہکتے ہین
آج کیا لطف ہم نشینی ہے — روشنی کیسی بھینی بھینی ہے

اور گاتے گاتے درویش کے گلے مین شمع کافوری سی بانہین ڈالدین۔ اُسوقت اس کمبخت (درویش) کی زبان سے آہستہ سے اتنا نکلا کہ "مجھے جانے دو"۔ مگر جنبش نہ کی صرف مُنہ سے کہکر رہگیا۔

پھر وہی پہلی پرکالۂ آفت بولی کہ "انکے خرام ناز سے محشر تو بپا ہوگیا اب بہشت بھی دیکھلو۔ دیکھو وہ شیشہ و ساغر اتنک اچھوتے رکھے ہین"۔ یہ کہکر ایک ساغر بھرلائی۔ پارسائی کے دماغ مین جو برسون کی ریاضت سے خشک ہورہا تھا یہ طاقت کہان کہ بُوے مے کی برداشت کرسکے۔ کہنے لگا کہ بہشت مین شراب ضرور ہے لیکن ؎

مین نہین واقف رہ میخانہ سے
اجنبی ہون لغزش مستانہ سے

اتنا کہنا تھا کہ اُس غارتگر ہوش نے ساغر مُنہ سے لگا دیا اور سمجھایا سرع۔

این خطاہست کہ در روز جزا نیز کنند

لغزش عبادت سے درویش کا لہو سوکھ چکا تھا بُوے مے جو دماغ مین چڑھی دفعتاً آنکھین لال ہوگئین چہرے کا رنگ جو خون کی کمی سے زعفرانی ہورہا تھا ارغوانی ہوگیا۔ پارسائی رخصت ہوی ؎

عقل نے دیکھا تو چھپ کر ہٹ گئی — زاہد و ساقی مین میزان پٹ گئی
دختر رز نے ستم برپا کیا — زاہد و ساقی مین کُشتا پا کیا

درویش بے اختیار پکارنے لگا "مین بندۂ عشق ہون"۔ وہ دشمنِ دین بولی "وجودِ عشق مجھسے ہے۔ دیکھ تجھے جیتے جی بہشت مین پہونچا دیا اب اور کیا چاہتا ہے"۔ درویش کھڑے ہوکر چیخنے لگا ؎

برائے پرستیدنِ آن صنم — بملکِ وجود آمدم از عدم
دگر نہ مرا میل ہستی نبود — سر و برگِ یزدان پرستی نبود
حوروں کے عوض مجھے الٰہی — دنیا مین تو ایک نازنین دے
کب مجھکو بہشت کی ہے خواہش — دینا ہے جو کچھ ہو لا یہین دے

پھر تو ساغر پر ساغر چلنے لگا۔ درویش بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا۔ جسکے صدمہ سے سر پھٹ گیا اور دم نکل گیا۔

درویش کی نعش دیکھکر اہلِ محفل مین تہلکہ پڑ گیا کوئی کسی طرف سے نکل گیا اور کوئی کسیطرف سے۔ تمام مجلس خالی ہوگئی۔ مین نے سنا راہ مین لوگ آپسمین کہتے جاتے تھے کہ ایک ٹھگ کی ریاضت بُری طرح برباد ہوئی۔ انمین سے کسی نے کیا اچھی بات کہی کہ تازہ واردانِ بساطِ ہوا اور کہنہ زاہدانِ تارک الدنیا دونون کیلیے عبرت کا مقام ہے ؎

بہ توبہ دادنم اے شیخ اضطراب مکن
مرا برائے رضائے خدا عذاب مکن

ایک وزنِ عروضی کی تحقیق

اگر بدانی کہ بے تو چونم
مرا درین غم رہا نہ داری

محقق طوسی نے معیار مین اس شعر کے ارکان چار بار مفاعلاتن لکھے ہین۔ اگر بدانی مفاعلاتن کہ بے ت چونم مفاعلاتن + مرا درین غم مفاعلاتن ؛ رہا نہ داری مفاعلاتن ؛ لیکن مفاعلاتن کیا شے ہے اسمین محقق نے دو احتمال کیے ہین یعنی شاید مستفعلن کو مخبون کرکے۔ یا شاید متفاعلن کو موقوص کرکے مفاعلن بنایا ہے اور مفاعلن کو بقاعدۂ ترفیل مفاعلاتن کردیا۔

اب اگر مستفعلن سے مفاعلاتن کو سمجھو تو یہ شعر بحر رجز مخبون مرفل مین ہے۔ اور اگر متفاعلن سے مفاعلاتن کو بناؤ تو یہ شعر بحر کامل موقوص مرفل مین ہے۔ یہ دونون اشکال محقق نے لکھے ہین۔

متاخرین نے ان دونون صورتون پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ترفیل آخر شعر کے سوا اور کسی رکن مین نہین ہوتی۔ پھر اس وزن کے ہر ہر رکن مین ترفیل کس قاعدہ سے محقق نے جائز رکھی۔ غرض کہ رجز یا کامل مین اس وزن کو شمار کرنا اکثر اہل عروض غلط سمجھے اور اس شعر کی تقطیع اسطرح کی۔ اگر ب فعولُ ؛ دانی فعلن ؛ کہ بے ت فعولُ ؛ چونم فعلن ؛ الی اخرہ۔ یعنی فعولن کو مقبوض کرکے فعولُ بنایا اور اثلم کرکے فعلن بنایا اور اب مشہور سب مین یہی ہے کہ یہ وزن بحر متقارب مقبوض اثلم ہے۔ لکھنؤ مین میان بحر ان بحور کے بڑے پیرا ک مشہور تھے۔ انہون نے یہ اعتراض کیا کہ پہلے رکن کے سوا اور کوئی رکن بیت کا اثلم نہین ہو سکتا۔ اس وزن مین رکن فعلن کو اثلم کہنا غلط ہے۔ مخنق کہنا چاہیے۔ مطلب یہ کہ فعولن کی ت کو ساقط کرکے فعلن نہ بناؤ بلکہ فعولن کے واؤ کو ساقط کرکے اور عین کو ساکن کرکے فعلن بناؤ۔ بہرحال اس شعر کی تقطیع فعولُ فعلن سے وہ بھی کرتے تھے۔ دوسرا اعتراض اس تقطیع پر یہ ہے کہ محقق معیار مین کہتے ہین کہ استعمال قبض در فارسی روا نیست بہیچ وجہ۔ پھر اس وزن مین چار جگہ فعولن کا مقبوض کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ اسکے جواب مین متاخرین یہ تاویل کرتے ہین کہ محقق کے زمانہ تک فارسی والے فعولن کے رکن مقبوض کو نہین استعمال کرتے تھے انکے بعد یہ استخراج کیا گیا اور یہی وجہ ہے کہ محقق نے اس وزن کو رجز یا کامل کے اوزان مین شمار کیا اور متقارب مین نہین داخل کیا۔ اور اسی بنا پر اس وزن کو مستخرج جدید اور مزاحف غیر مروج کہتے ہین۔

اس تقریر سے ناظر بصیر کا ذہن اس طرف ضرور منتقل ہوگا کہ جب یہ وزن مستخرج جدید ٹھہرا اور قبض و ثلم زحافات ناجائز اس مین جائز سمجھے گئے تو پھر محقق نے کیا قصور کیا تھا کہ انکی ترفیل کو اس وزن جدید مین ناجائز ٹھہرایا۔

غرض کہ ۱۲۰۲ھ مین محقق کا انتقال ہوا۔ جب سے آج تک کسی کو صحیح تقطیع اس وزن کی معلوم ہوی۔ عروض کے صدہا رسالے فارسی و اردو مین لکھے گئے۔ کسی نے یہ بھی نہین کہا کہ یہ وزن غلط و ناجائز ہے۔ سب اس بحر مین غوطے ہی کھایا کیے اور یہ نہ جانا کہ یہ کون سی بحر ہے۔

حقیر نے صحیح تقطیع اس وزن کی دریافت کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ اگر مفاعلن و فی کو بجائے فاعلات چوتھم فعلن و اصل مین تین رکن کا مصرع ہے جسکو دقیقی نے دو رکن کا لکھا اور متاخرین نے چار رکن کا قرار دیا۔ اور یہ وزن بحر سریع سے مستخرج ہوا اور مستخرج بھی جدید اس بحر سے عرب کے کلام مین بکثرت اس وزن کے اشعار موجود ہین۔ بحر سریع کی اصل عروض عربی مستفعلن مفعولات مستفعلن ہے اسکو بایراد زحافات۔ مفاعلن مفعولات مفتعلن اور مفاعلن معولات مفتعلن اور مفاعلن فاعلات مفتعلن اور مفتعلن فاعلات مفتعلن نظم کرتے ہین۔ اور ایک ہی قصیدہ مین یہ سب زحافات جمع کرتے ہین یعنی یہ ایک ہی وزن سمجھا جاتا ہے۔

دوسرا وزن بحر سریع کا استعمال عرب مین یہ ہے کہ مستفعلن مفعولات مستفعلن بہ مصرع تمام کردیتے ہین اور بایراد زحافات مستفعلن فاعلات فعلن۔ مستفعلن فاعلات فعلن۔ اور مفاعلن فاعلات فعلن۔ ایک ہی قصیدہ مین نظم کرتے ہین۔ اسکے اشعار بکثرت دیکھنے مین آئے ہین۔ ابو العتاہیہ دربار ہارون الرشید کے مشاہیر شعرا مین سے ہے وہ کہتا ہے۔

(شواہد)

ما انا الا لمن یعانی ... اذی خلیلی کما یانی
لست اری ما ملکت طرفی ... متاع من لا یری متانی
ورزق ربی له وجوه ... من من الله فی ضمان
سبحان من لم یزل علیا ... لیس له فی العلو ثانی
قضی علی خلقه المنایا ... فکل حی سواه فانی

وله

اصبحت والله فی مضیق ... فهل سبیل الی طریق
ابن لدنیا تلاعبت بی ... تلاعب الموج بالغریق

وله

وانما العلم من قیاس ... ومن عیار ومن سماع
والکاتم الامر لیس یخفی ... کالموقد النار من یضاع

متنبی کہتا ہے

اَلطِّیبُ مَا غَنِیَتْ عَنْہُ ۔۔۔ کَفَی بِقُرْبِ الْاَمِیرِ طِیبًا
یَبْنِی بِہِ رَبُّنَا الْمَعَالِی ۔۔۔ کَمَا بِکُمْ یَغْفِرُ الذُّنُوبَا

ولہ

مَالَ عَلَیَّ الشَّرَابُ جِدًّا ۔۔۔ وَاَنْتَ بِالْمُکْرَمَاتِ اَهْدَی
فَاِنْ تَفَضَّلْتَ بِانْصِرَافِی ۔۔۔ عَدَدْتُہُ مِنْ لَدُنْکَ فَدًا

ان اشعار مین جن مصرعون پر یا بیتون پر خط کھچا ہوا ہے وہ سب اسی وزن مین ہین جسکی تحقیق منظور تھی۔ یعنی مفاعلن فاعلات فعلن۔ اسمین مستفعلن کو مخبون کرکے مفاعلن بنا یا ہی اور مفعولات کو مطوی کرکے فاعلات بنا یا ہے۔ اور رکن آخر کو کہ اصل مین وہ بھی مستفعلن تھا اخذ کرکے فعلن بنا یا ہے۔ اور فعلن کی جگہ پر مستفعلن یا مفتعلن یا مفاعلن کا لانا اس وزن مین درست نہین۔ اسی طرح مسرح کے پہلے وزن مین رکن آخر کا فعلن لانا درست نہین۔ کیونکہ تتبع کلام عرب سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی نے ایسا نہین کیا۔

فارسی و اُردو مین وزن مذکور کو اکثر دونا کر لیتے ہین یا یہ سمجھو کہ مربع کہا کرتے ہین۔

زہے دو چشمت بخون مردم ۔۔۔ کشادہ تیر و کشیدہ خنجر
رُخے چو ماہت صباح دولت ۔۔۔ خطِ سیاہت شب معنبر
یہ اُسکے ہے ساعدون کا عالم ۔۔۔ کہ جس نے دیکھا ہوا وہ بیدم
نیامِ تیغِ قضاے مبرم ۔۔۔ لقب ہے قاتل کی آستین کا

ان اشعار کو بحر متقارب شانزدہ رکنی عموماً سب لوگ سمجھتے تھے اور اصل مین بارہ بارہ رکن کی ایک ایک بیت بحر مسرح مین ہے۔

لیکن فارسی و اُردو مین مثل عربی کے اگر اس وزن مین مفاعلن کی جگہ مستفعلن یا مفتعلن لائین۔ یا فاعلات کی جگہ مفعولات لائین تو ہرگز جائز نہو گا جیسطرح اور اوزان مین عربون کی سی آزادی ہم لوگون کو جائز نہین ہے۔ مثلاً بحر رجز مین شعراے عرب جہان چاہتے ہین مفاعیلن لاتے ہین جہان چاہتے ہین مفاعیل لے آتے ہین لیکن عجمیون کو یہ جائز نہین۔ اگر مفاعیلن کو اختیار کیا تو

پھر مفاعیل اُسکی جگہ پر نہیں لا سکتے اور مفاعیل کو جہاں اختیار کیا پھر مفاعیلن اُسکی جگہ نہیں لا سکتے اور غیر مستعذب بلکہ ناموزون سمجھتے ہیں۔ گو قواعدِ عروض سے یہ اجازت نکلتی ہے کہ جن زحافات کو عرب استعمال کرتے ہیں ہم بھی کریں مگر عمل تمام شعرا کا اسپر نہیں ہے اور صدہا برس سے جو طریقِ عمل ہے اب اُسکے خلاف کرنا ناجائز سمجھا جائیگا۔

(سید علی حیدر طباطبائی لکھنوی۔ نظام کالج)

ورزش

فطرتِ خداوندی حق و باطل کا معیار اور ضروری غیر ضروری کی میزان ہے۔ تم گھنٹہ دو گھنٹے کسی کتاب کا حاشیہ یا ضروری مسائل کی یادداشت یا کسی طول طویل مضمون پر خامہ فرسائی کرو۔ تمہاری طبیعت جادو بیانی اور تمہارا قلم روانی دکھائے۔ جب لکھتے لکھتے تمہاری طبیعت اُکتا جائیگی۔ دل میں ملال اور دست و پا میں کلال پیدا ہو جائیگا۔ اسوقت فطرتاً تمہاری طبیعت انگڑائی لینے کو چاہیگی۔ یعنی فطرت کا حکیم تمہیں ہدایت کریگا کہ بس بہت لکھ چکے بیٹھے بیٹھے تمہاری طبیعت میں جمود پیدا ہو گیا۔ خون کی روانی کمزور ہوئی ذرا تھوڑی سی ورزش کرو کہ خون میں پہلی سی کیفیت اور طبیعت میں اگلی سی جدت پیدا ہو جائے۔

اگر سچا غور راست طبیعت صادق تامل رکھتے ہو تو ایک غریب مفلس عمّال اور تونگر امیر کے حالات پر غور کرو۔ تونگر امیر کیلیے اچھے سے اچھا کھانا اور عمدہ سے عمدہ غذا موجود ہے۔ دسترخوان پر میوے اور مربّوں کا ہونا ضرور ہے۔ مگر افسوس کہ قوتِ ہاضمہ ضعیف اور طبیعت کے افعال کمزور ہیں۔ نہ کھانا اعتدال طور سے ہضم ہوتا ہے۔ اور نہ اجابت صاف طور سے ہوتی ہے۔ نہ انہیں کھانے کا مزہ نہ میوے کا لطف نہ نیند کا آرام۔ نہ کسی اور بات کی لذت۔ چٹنیاں چاٹی گئیں۔ چورن کھائے گئے۔ سفوف پھانکے گئے۔ معجونوں کا استعمال کیا گیا۔ مگر اس ناقابل طبیعت پر کسی چیز نے عمدہ تاثیر نہ دکھائی۔

ذرا اُس غریب مزدور کو بھی دیکھو کہ کسقدر بھاری بھاری بوجھ اُٹھاتا ہے۔ خورد و تیز کی دھوپ میں دن بھر تکلیفیں سہتا۔ اور محنتیں کرتا ہے۔ اسفندار کے کڑکڑاتے جاڑے میں رات بھر ہوا میں گزارتا ہے۔ دن بھر محنت مشقت کرکے جب گھر واپس آتا ہے۔ آدھ آدھ سیر کی جوار کی

دو روٹیان چٹ کر جاتا ہے۔ موٹا سا کمل تانکر سو جاتا ہے تو اس آرام سے صبح کرتا ہے کہ ہفت اقلیم کے بادشاہ کو بھی نصیب نہین۔ نہ اُسے کبھی بیخوابی ہوتی ہے نہ کھٹملون سے تکلیف۔ نہ مچھر دنسے شکایت۔ یہ سب ورزش کے کرشمے اور ریاضت بدنی کی خوبیان ہین۔

امیرون کے چھوٹے چھوٹے بچے آتاؤن کے گود ون مین یا اُن کے کندھون پر چڑھے چڑھے پھرتے ہین۔ غریبون کے بچے چلتے ہین پھرتے ہین کھیلتے ہین کودتے ہین۔ اب تم ہی بتاؤ کہ حکیمون کے پاس کون جاتے ہین؟ کسکی صحت خراب رہتی ہے؟ کون آئے دن ایک نہ ایک دکھ بیماری کا گھر بنا ہوا ہے؟

حاذق اطبا اور ماہر ڈاکٹرون کے تجربون سے ثابت ہے کہ غذا کا طبخ اول معدہ مین پھر جگر مین اسکے بعد عروق اور جلد کے پاس ہوتا ہے۔ مگر پوری غذا جز بدن نہین ہوتی۔ کیونکہ غذا مین صالح مادہ بھی ہوتا ہے اور فضلہ بھی۔ فضلہ براز پیشاب اور پسینا بنکر نکلتا ہے۔ بچا کھچا فضلہ جمع ہوکر مختلف بیماریون کا باعث اور سیکڑون امراض کی علت ہوتا ہے۔ ان بقیہ فضلات کا اخراج جلاب یا حمام وغیرہ سے کرنا اول تو تکلیف سے خالی نہین۔ پھر ان فضلات کے ہمراہ صالح اور عمدہ مادہ بھی بہت کچھ نکل جاتا ہے۔ اسطرح آئے کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ اسلیے حکما نے ریاضت بدنی اور ورزش جسمانی کی تجویز نکالی۔ کہ ورزش کی حرارت سے مادہ گرم ہوکر رقیق ہوجاے۔ لطیف مادہ جدا ہوکر باریک باریک منافذ مین گزر سکے اور کثیف مادہ اُس سے خارج ہوجاے۔

ورزش کچھ ڈنڈ پیلنے بیٹھکین لگانے یا لڑنے کرنے ہی کا نام نہین بلکہ تحریک عضلات یعنی مچھلیون کے ہر طرف حرکت دینے اور تمام اعضا سے انکا کام لینے کا نام ہے۔ چلنا پھرنا بھی ورزش ہے۔ نماز پڑھنی بھی ورزش ہے۔ انگڑائی لینی بھی ورزش ہے۔ حکما اور تجربہ کار اور نیز لوگون کے مختلف مذاق کی وجہ سے مختلف قسم کی ورزشین ایجاد ہوئین۔ قدیم مذاق والے ڈنڈ پیلتے ہین۔ بیٹھکین لگاتے ہین۔ سپاٹے بھرتے ہین۔ لنگ کرتے ہین۔ جوڑی ہلاتے ہین۔ دوڑتے ہین۔ اونچا کودتے ہین۔ لمبا پھلانگتے ہین۔ گدکا چلتے ہین۔ کلنگ کرتے ہین۔ بنوٹ کیلیے پیترے صاف کرتے ہین۔ نئی روشنی والے لانگ جمپ اور ہائی جمپ اور پول جمپ کرتے ہین۔ ہارے رنگ بار اور پیارے لل بار پر قسم قسم کے سرکل اور پراکٹس کرتے ہین۔ ڈمبلس ہلاتے ہین۔ قدیم وضع کے

لڑکے کبڈی۔ لوپاٹ۔ آنکھ مچولی۔ اور گلی ڈنڈا۔ چینڈل کھیلتے ہین۔ اور نیو فیشن والے کرکٹ۔ فٹ بال۔ بلیارڈ۔ ٹینس وغیرہ کھیلتے ہین۔ انمین سے بعض کھیل کے کھیل اور ورزش کی ورزش ہے۔ اور بعض جنگی کرتب اور ورزش دونون کا کام دیتے ہین بعض مین صرف ورزش ہی مقصود ہوتی ہے وہ ورزش سب سے اچھی ہے جسمین تمام عضلات پر اثر پڑے۔ یاد رکھو کہ جن عضلات پر زیادہ زور پڑیگا وہی توانا اور قوی ہونگے۔

یہ بات کہ کونسی ورزش عمدہ ہے مذاق اور ضرورت پر موقوف ہے۔ مگر مین اتنا کہہ سکتا ہون کہ قطع نظر فوجی کام ہونے کے ورزش کے اعتبار سے بھی کشتی سب سے عمدہ ورزش ہے۔ اس سے تمام بدن پر اثر پڑتا ہے۔ دل مین ہمت۔ ہاتھ پاؤن مین قوت۔ اعضا مین تناسب اور طبیعت مین شجاعت اور جرات پیدا ہوتی ہے۔ مگر افسوس! کہ کشتی اب تو بازاریون کا پیشہ بنگئی ہے۔ نہ امیرون سپاہیون کا کام۔

ورزش کی یہ خاصیتین قابل توجہ ہین۔ جلدی اور سخت اور بھاری چیز کے ذریعہ سے ورزش کرنے سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔ دیر تک ورزش کرنے سے رطوبتون کی تحلیل ہوتی ہے۔ پس اگر فربہ اندام اور سرد مزاج شخص ہو تو کسی سنگین شے سے جلد جلد ورزش کرنی چاہیے۔ اور اگر فربہ اندام گرم مزاج شخص ہو تو سہولت سے سنگین شے ہی سے سہی دیر تک ورزش کرے۔ اور اگر لاغر سرد مزاج ہو تو ہلکی شے کے ذریعہ سے جلد جلد مگر تھوڑی دیر تک ورزش کرنی چاہیے۔ اور اگر لاغر گرم مزاج ہو تو اُس کو بہت کم ورزش کی ضرورت ہے بلکہ ایسا شخص نکرے تو بہتر ہے۔ کیونکہ ورزش سے اسکی رہی سہی رطوبتین بھی نکل جائینگی اور ورزش ضرور اُسکی لاغری کا باعث ہو جائے گی۔

بچون کو کھیلنا کودنا ہی ورزش کا کام دیتا ہے۔ اُن سے ایسی ورزش کرانا چاہیے جو کھیل کا کھیل ہو اور ورزش کی ورزش۔

جوانون کو خوب ورزش کرنی چاہیے کیونکہ اِنکے کمال کا زمانہ ہے۔ وہ ہر طرح کا کام کر سکتے ہین۔ بوڑھون مین رطوبات غریبہ پیدا ہو جاتی ہے اور اُنکے اعصاب مین مروت اور لچک باقی نہین رہتی۔ اسلیے انہین کسی بھاری چیز سے ورزش نہ کرنی چاہیئے کیونکہ اس سے

اعصاب کے شکستہ ہو جانے کا خوف ہے۔ بلکہ کسی ہلکی شے سے دیر تک ورزش کرنی چاہیے کہ رطوبات غریبہ تحلیل ہو جائین۔

گرم ملک والون کو بہ نسبت سرد ملک والون کے ورزش کی ضرورت کم ہے۔ کیونکہ اُن سے اکثر پسینا جاری ہی رہتا ہے۔ اور رطوبات تحلیل ہوتے رہتے ہین۔ بخلاف سرد ملک والون کے کہ اُن کا خون سردی کی وجہ سے منجمد ہونیکے قریب ہے۔ انہین چاہیے سخت مشقتون سے اسکو دوان کرین۔ اسی طرح گرم موسم مین بہ نسبت سرد موسم کے کم ورزش کرنی چاہیے۔

جن پیشہ وردن کو جسمانی مشقت کرنی پڑتی ہے۔ جیسے سنگتراش۔ حداد۔ مزدور وغیرہ تو انکو ورزش کم کرنی چاہیے کیونکہ اُنکا پیشہ ہی اُنکی ورزش ہے۔ بلکہ انکے لیے تھوڑی تھوڑی دیر کو آرام لینا اور سستانا ہی مناسب ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پسینا فضلات کے رقیق ہو جانے سے بھی نکلتا ہے۔ اور رطوبات اصلیہ کے تحلیل ہونے سے بھی جب تک فضلات کا پسینا نکلتا ہے طبیعت پر نشاط اور دل مین اُمنگ چہرہ پر سرخی رہتی ہے۔ اور جب اصلی رطوبات تحلیل ہونے لگتی ہین تو بدن مین ضعف چہرہ پر زردی طبیعت مین اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے جب اصلی رطوبات تحلیل ہونے لگین تو فوراً ورزش موقوف کر دینی چاہیے۔ کیونکہ اب بجاے نفع کے نقصان ہوگا۔

ورزش اور تحریک عضلات کے وقت آئینہ کا سامنے رکھنا اور نفس کا متوجہ رہنا اس فن کے اسرار سے ہے۔ یار موافق اور شوقین دوست کا ہونا دل مین بہت طبیعت مین جرأت پیدا کرتا ہے۔ مین پھر آپ کو توجہ دلاتا ہون کہ نفس کی توجہ اور یار موافق دنیا اور دین کے ہر کام کے لیے ضرور ہے۔

(عبد القدیر (مولوی فاضل)

زمین کی حرکت

اور

نظامِ عالم کی تحقیق

مسئلۂ حرکت وسکونِ ارض ایک عظیم الشان مسئلہ ہے جسکے اثبات وابطال کے متعلق بڑے بڑے عقلا زمانۂ قدیم سے قلم فرسائی کرتے چلے آتے ہین اور ہنوز یہ مسئلہ پایۂ تحقیق کو نہین پہونچا اسلیے کہ اسکا ثبوت اگر امرِ محسوس سے متعلق ہوتا تو اس زمانہ مین وہ آلات بحسن سعیِ عقلاے فرنگ ایجاد ہوے ہین کہ کسی کو مجالِ انکار نہ ہوتی۔ حرکات وسکناتِ کواکب جنکو ہم شب وروز مشاہدہ کرتے ہین خواہ مرکزِ عالم آفتاب ہو اور زمین اسکے گرد دورہ کرے یا زمین ساکن ہو اور سیارات و ثوابت اسکے گرد پھرین۔ ان دونون حالتون مین ایک ہی نتیجہ حاصل ہے۔ پس حرکت وسکونِ ارض سے متعلق راے زنی محض عقلی اور قیاسی ہے۔ علتِ حقیقی معلوم کرنا یا جو جو اسباب حرکت کے متعلق ہمارے ذہن مین آتے ہین اُنکی تعین اختیارِ بشر سے خارج ہے۔ ہان اس فیصلہ کیلیے اگر دوسرا مقام ممکن ہوتا اور ہم وہان تک آلاتِ رصدیہ پہونچا سکتے۔ پھر اسکی تحقیق مین کوئی اشکال باقی نہ رہتا۔ نہ ہم یہ کہہ سکتے کہ نظام بطلیموسی مین افلاک کے ثابت نہونے اور اُنکے مختلف اجزا کے خیالِ عقلا مین نہ آنے کی وجہ سے زمین بھی مثل اور سیارات کے متحرک اور آفتاب مرکزِ عالم ہے اور نہ عقلِ سلیم اس دلیل کو مستقل خیال کرسکتی ہے کہ آفتاب جو زمین سے تیرہ لاکھ حصہ بڑا ہے اسکے گرد گردش کرے اور زمین جو اسقدر اس سے چھوٹی ہے وہ ساکن ہو۔ اسلیے کہ قیاس انہین مقامات مین صحیح ہے جہان ان دونون امرون کے درمیان مین ایک علت مشترک ہو۔ مثلاً کسی شخص نے ایک نہایت مفید آلہ جرِ ثقیل کے متعلق ایجاد کیا ہو تو عقلِ صحیح تجویز کرسکتی ہے کہ زید بھی اگر علم وتجربہ سے کام لے تو اسکے مثل ایجاد کرسکتا ہے۔ اس سبب سے کہ یہ دونون انسانیت مین مشترک ہین۔ اور یہ قیاس ہمارا صحیح نہوگا کہ ہاتھی جو بہت بڑا جانور ہے وہ بھی ایجاد کرسکتا ہے

پس عقل سلیم تجویز کرسکتی ہے کہ آفتاب و زمین دونوں ساکن نہیں ہیں اور نہ دونوں متحرک ہیں۔ لیکن یہ امر کہ کون ساکن ہے اور کون متحرک۔ اسکے لیے دلیل نہایت مضبوط چاہیے جو اس یقینی اصل پر غالب ہو کہ اصل اجسام میں سکون ہی جیسا کہ مقدمات حرکت انتقال میں تسلیم شدہ ہے ایسا ہی حرکت ارضی کے ثبوت پر معاولت قوت جاذبیہ سے دلیل لانا جسے نیوٹن نے نہایت جانفشانی اور بسط سے ثابت کیا ہے۔ اور حرکت قمر و نیز جملہ سیارات پر منطبق کیا ہے۔ اصل علت اس نظام شمسی کی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ معاولت قوت جاذبیہ سے اسی قدر ثابت ہوسکتا ہے کہ یہ نظام جو اسوقت ہم کو مرصود اور دکھائی دے رہا ہے۔ کسی نہ کسی طرح سے ان اصول پر منطبق ہے نہ یہ کہ معاولت اس نظام کی علت مستقلہ ہے بلکہ ممکن ہے کہ علت اسکی دوسری ہو جو اسوقت تک ہمارے تردد کو ثابت نہیں ہوتی ہاں ان حرکات کو منطبق بحساب جاذبیہ کرنا یہ علت بعد تحقق شے ہے ایسی دلیل سے یقین ہرگز نہیں ہوتی۔ تفصیل اس اجمال کی بالاجمال اسطرح ہے کہ تمام اجسام میں قوت جاذبیہ موجود ہے اور ہر جسم باعتبار اپنی کثافت اور حجم کے دوسرے کو جذب کرتا ہے اور جیسے جیسے اسمیں کثافت زیادہ ہوتی ہے ویسے ہی اسمیں قوت جاذبیہ بڑھتی جاتی ہے۔

ضابطہ جاذبیت اجسام اور حرارت نار و نیز پھیلاؤ روشنی کا اسطرح ہے کہ اسمیں نسبت مربع کی ہوا کرتی ہے۔ مثلاً ایک جسم دوسرے کو دو گز کے فصل سے ایک زمانہ معین میں جذب کرے وہی جسم اسی کو چار گز کے فصل سے اگر کوئی مانع نہو مربع کی نسبت سے طلب کریگا۔ مربع دو کا چار ہے۔ اور چار کا ۱۶ ہے اور ان دونوں میں نسبت ربع کی ہے۔ پس اگر دو گز کے فصل سے دو دقیقہ میں وہ شے پہونچی ہے تو چار گز کے فصل سے آٹھ دقیقہ میں ضرور پہونچے گی۔

حکیم نیوٹن نے امتحان اس قاعدہ کا حرکت قمر سے اسطرح منطبق کیا ہے کہ جو جسم کسی دوسرے جسم کے گرد گردش کرتا ہو یہ سمجھنا چاہیے کہ جسم مجذوب کسی سمت جارہا تھا دوسرے جسم کی قوت جاذبیہ نے چاہا کہ اپنی جانب طلب کرے۔ ان دونوں حرکتوں کی معاولت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ مجذوب جانب کے گرد دوری حرکت کرتا ہے جسطرح ایک ڈورے میں اگر ایک پتھر باندھ کر اپنے گرد حرکت دیں۔ پتھر چاہتا ہے کہ بخط مستقیم دوسری طرف جائے اور ڈورے کی کشش اپنی طرف لانا چاہتی ہے۔ اس کشاکش میں وہ پتھر اس آدمی کے گرد گھومتا ہے جسوقت یہ ڈورا ٹوٹ جائے پتھر بخط مستقیم

اپنی راہ لیگا۔

یہی حال قمر کا زمین کے گرد ہے کہ قمر بحرکت مستفیمہ کسی نامعلوم سبب سے ایک طرف جا رہا تھا۔ جاذبیت ارض نے چاہا کہ اپنی طرف طلب کرے اس معادلت سے وہ زمین کے گرد پھرنے لگا۔

ضابطہ اسکا اسطرح ہے کہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ ہر جسم سطح ارض پر اگر کوئی مانع نہو پہلے ثانیہ مین سولہ فیٹ مرکز ارض کیطرف مائل ہوگا۔ اور ایک دقیقہ مین جو ساٹھ ثانیہ کا ہوتا ہے اگر اسکا مربع بنائین تین ہزار چھ سو ہوگا اور پھر اسکو موافق اسی قاعدہ کے سولہ سے ضرب دین تو حاصل ضرب ستاون ہزار چھ سو فیٹ ہوتے ہین۔ پس یہ شے ایک دقیقہ مین ۵۷۶۰۰ فیٹ مرکز ارض کیطرف حرکت کریگی۔ جسکا منشا یہ ہے کہ اگر اسقدر بلندی سے کسی چیز کو زمین کیطرف پھینکین تو ایک دقیقہ مین پہونچے گی۔ اور قمر مرکز ارض سے دوری دو لاکھ چالیس ہزار میل کی رکھتا ہے۔ بلحاظ اسی قاعدہ کے تین ہزار چھ سو حصہ کم اس شے سے جو سطح ارض پر ہے ایک دقیقہ مین زمین کی طرف مائل ہوگا جسکی مقدار سولہ فیٹ ہے۔

حاصل کلام معنی معادلت کشش یہ ہے کہ قمر ایک ثانیہ مین جسقدر راہ خط مستقیم جو مماس اس دائرہ کے ہے جسے دافعۃ المرکز سے تعبیر کرتے ہین طے کرے۔ جاذبیت ارض اسی خط کو اپنی قوت کی وجہ سے منحنی کر دیتی ہے اسی طرح وہ خط منحنی رفتہ رفتہ دائرہ ہو جاتا ہے۔ یہی قاعدہ اسی طرح تمام نظام شمسی مین جاری ہے اور آفتاب سب کو لیے ہوے شعرائے یمانی کیطرف جو کلب سے مشابہ ہے جا رہا ہے۔

یہان سے ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ قاعدہ معادلت حرکت ارض کو مفید ہے یا نہین۔ ہر صاحب فن اسے خیال کر سکتا ہے کہ اس قاعدہ سے یقین اس امر کا ہرگز نہین حاصل ہو سکتا۔ کہ زمین بقوت جاذبہ شمس اپنے مدار پر حرکت کرتی ہے۔ اب رہا گمان اور ظن۔ آیا اس قاعدہ سے حاصل ہو سکتا ہے یہ امر بحث طلب ہے۔ اولاً یہ کہ مقتضی قوت جاذبہ کا یہ ہے کہ اسکے مدار کو دائرہ تامہ حاصل ہو حالانکہ قائلین حرکت ارض اسکے منکر ہین بلکہ وہ اس دائرہ کو مشابہ بیضوی شکل کے جانتے ہین اور یہ قول انکا بلا دلیل ہے۔ محض اس سبب سے کہتے ہین کہ تمام سال کی حرکت مداری مین جو سرعت و بطوء حاصل ہے وہ اوج اور حضیض کے سبب سے ہے۔ اور آفتاب کو کسی قدر وسط سے

ہٹا ہوا خیال کرتے ہین۔ اور اگر یہ گمان کیا جاے کہ یہ مدار بیضوی شکل کے مشابہ ہے۔ باعتبار اپنے آثار کے درست معلوم ہوتا ہے کہ جسوقت زمین قریب آفتاب یعنی حضیض مین پہونچتی ہے۔ شدت تجاذب کی وجہ سے سریع ہوجاتی ہے۔ اور جب اوج یعنی آفتاب سے دُور ہوتی ہے بلحاظ قاعدہ جاذبہ کے اثر کم پہونچتا ہے تو بطی اور سست ہوجاتی ہے۔ فرق ان دونون کا تقریبًا بمقدار تیس لاکھ ستر ہزار میل کے ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اسکے مدار کو بیضویہ کیون عارض ہوی۔ اگر فی الحقیقت حرکت کا سبب یہی تجاذب ہے اور تمام قوت مرکز مین مجتمع ہے تو یہ علت اس امر کی ہوسکتی ہے کہ دائرہ تامہ حاصل ہو اور اس وقت مین پھر یہ سرعت اور بطو جو خیال کیا جاتا ہے متصور نہ ہوگا نہ تفاوت باقی رہیگا۔

ثانیًا یہ کہ اصل اجسام مین سکون ہے۔ اسوقت اگر شمس بقوت جاذبہ اپنی طرف طلب کرے مقتضی طبائع کا یہ ہے کہ اپنے مرکز وخیز کیطرف بخط مستقیم حرکت کرتے ہین۔ اگر یہ مان لیا جاے کہ کسی محرک خارجی کی وجہ سے اسکو حرکت اپنے مرکز کے خلاف تھی۔ تو اسکا اثبات محض وہمی اور فرضی ہوسکتا ہے۔ اسلیے کہ علت خارجیہ کا وجود بغیر دلیل مستقل کے ثابت ہونا ممکن نہین۔ اور یہ اب تک مجہول ہے اور اگر یہ کہا جاے کہ اصل اجسام مین حرکت ہے۔ اسکو اس طرح سمجھنا چاہیے کہ یہ حرکت حقیقت جسم کی حیز نہین ہے بلکہ موجود ہوتے ہی یہ صفت جسم کو عارض ہوی۔ پس موجد اس وصف کا یا طبیعت جسم ہوگی یا دوسرا جسم ہوگا۔ اگر یہ کہا جاے کہ جسم کی طبیعت محرک ہے اس سے انہدام اصول جاذبیت ہوتا ہے اسلیے ممکن ہے کہ یہ نظام اسکی جانب سے حاصل ہو کہین کہین معاولت جاذبیت بھی منطبق ہے۔ اگر یہ کہا جاے کہ دوسرا جسم محرک ہے تو یہ سلسلہ لا الی نہایۃ چلا جائیگا اور بے انتہا نظام ماننے ہونگے جسکا کوئی ثبوت نہین محض قیاس ہے۔ آخرالامر یہ کہنا ہوگا کہ ایک قوت ایسی ہے جو حرکت سے متصف نہین ہے۔ اور محرک اجسام ہے۔ یہان سے حکیم طبیعت یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ نظام جس قوت سے متحرک ہے اور جسمین عجیب وغریب آثار نہایت استحکام سے محسوس ہورہے ہین۔ اسکا مرتب کرنے والا بہت بڑا حکیم وقدیر ہے اور جن اسباب پر اسکو قائم کیا ہے اسکے ادراک سے عقل بشر عاجز ہے اور متحیر ہوکر بے ساختہ زبان پر جاری ہوتا ہے۔ ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔

ثالثاً یہ کہ بعض عقلا نے تجربہ سے قوت مقناطیسی وجاذبیہ ان اجسام کی معلوم کی ہے کہ جس عالم مین ہم موجود ہین — قاعدہ تجاذب بھی انہین مین جاری ہے۔ لیکن یہ قیاس اُس عالم مین جاری کرنا جوکہ ہمسے علحدہ ہے اور جسکی کیفیت ہم پورے طور سے نہین معلوم کرسکتے اسپر منطبق کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اسلیے کہ اسکی علت مشترکہ اب تک مجہول ہے اور قیاس کرنا ایک کا دوسرے پر بغیر علت کے عقلا کے نزدیک معتبر نہین ہے۔ علی الخصوص جسقدر اجسام بعید ہوتے جاتے ہین ضبطاً اُنکے حرکات اور زاویون کا خفی ہوتا جاتا ہے۔

رابعاً یہ کہ اگر قمر قوت جاذبیہ کے سبب سے گردش کرے۔ تو قاعدہ جاذبیت اسپر منطبق ہے اسلیے کہ بسبب قرب کے اسکا بُعد معلوم ہوگیا ہے بخلاف دوسرون کے اُن مین بسبب زیادتی فصل کے اشتباہ رہتا ہے۔ اور اسی قاعدہ کے ذریعہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ قمر کو گرد زمین ہی کے گردش کرنا چاہیے کیونکہ قوتِ جاذبیہ شمس قمر پر بمقابلہ قوت ارض کے ضعیف ہے۔ لیکن یہ کہ حرکات قمر مختلف مرصود ہوتے ہین اور قاعدہ اس امر کا مقتضی ہے کہ قمر ایک ہی روش پر برابر حرکت کرے۔ اسکے لیے اسکی توجیہ کبھی یون کرتے ہین کہ زمین کسی طرف سے چپٹی ہے اور کہین پانی اسکی جاذبیت کا مانع ہے حالانکہ یہ تاویل انکے اصول کے خلاف ہے کیونکہ وہ قائل ہین کہ قوت جاذبیہ تمام تر مرکز زمین مجتمع ہے۔

خامساً یہ کہ زمین اپنے مدار پر ۳۶۵ دن مین نو کرور دس لاکھ میل کے فصل سے اپنا دورہ تمام کرتی ہے۔ اور عطارد تین کرور پچاس لاکھ میل کے فصل سے چوراسی دن مین گرد آفتاب کے اپنا دورہ تمام کرتا ہے۔ اب ہم بلحاظ ان دونون مربعون کے اسکی حرکت کو دیکھتے ہین اور اس قاعدہ پر کہ جسقدر جاذب سے مجذوب قریب ہوتا ہے۔ اثر جاذبیت کا اسپر زیادہ ہوتا ہے نظر کرتے ہین تو اسکا مقتضی یہ معلوم ہوتا ہے کہ عطارد بہت کم زمانہ مین اپنا دورہ تمام کرے۔ ضابطہ اسکا اسطرح ہے کہ جو نسبت زمانہ مسافت کے مربعون مین ہوتی ہے وہی نسبت دونون کے فصل کے مکعبون مین ہوتی ہے۔ جب بھی فی الجملہ تفاوت رہتا ہے ہان اگر معادلت ہی مان لیجائے تو ان دونون یا اور سیارون مین آفتاب سے اسطرح فصل فرض کرسکتے ہین کہ قاعدہ جاذبیہ ہاتھ سے بچانے پائے خصوصاً جب کہ بسبب نہایت دوری کے صحیح صحیح زاویہ معلوم نہو سکے۔ اور حرکت ارض اس تمثیل سے

ثابت کرنا کہ جب ہم کسی تیز رفتار شے پر سوار ہون تو ہمکو ساکن خلاف سمت متحرک نظر آئیگا۔ محض بیجا ہے اسلیے کہ اگر ہم ساکن ہون اور وہ شے خود ہی متحرک ہو اُسوقت مین کیا خلاف اپنی حرکت کے نظر آئیگی؟ اور یہی امر بحث طلب ہے۔

زمین کی حرکت محوری پر تمثیلاً یون بھی استدلال کرتے ہین کہ ہم ایک کرۂ مصنوعی ایسے اجسام سے بناتے ہین کہ تخلخل و تکاثف قبول کرسکے اور اُسے اپنے محور پر گردش دیتے ہین۔ چند عرصہ کے بعد وہ کرہ قطبین کیطرف سے چپٹا ہو جائیگا اسی طرح زمین کے اجزا بھی مانے ہوئے ہین جو وقت حرکت سمٹ جاتے ہین اور مساحت کے ذریعہ سے معلوم کر لیا گیا ہے کہ قطبین کا قطر کم ہے بہ نسبت شرق و غرب کے۔ اس مثال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے وہم بھی نہین حاصل ہوتا اسلیے کہ جغرافیہ مین بیان کیا گیا ہے کہ جب پانی سمندر کا گرمی کے زمانہ مین بخارات کی وجہ سے کم ہوتا ہے تو قطبین کی برف اسے پورا کرتی ہے جب یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ سردی ان اجسام مین تکاثف پیدا کرسکتی ہے جو اجسام اسکی قابلیت رکھتے ہون اور ننھے اجزاے ارض اسی طرح کے قبول کر لیے ہون۔ پس قرین قیاس یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ قطبین کیطرف اسکا قطر اس سبب سے کم ہے بمقابلہ اسکی حرکت کے اگر فی الحقیقت حرکت سے یہ کمی معلوم ہوتی تو یا زمین اب تک سمٹ کر بہت کم ہوگئی ہوتی یا ایسی حد مین پہونچ گئی ہوتی کہ اسمین صلاحیت سمٹنے کی باقی نہ رہتی۔ اور ان دونون امرون کے خلاف حالت زمین کی موجود ہے۔ علاوہ اسکے یہ کس دلیل سے ثابت کیا کہ جو شے چپٹی ہو وہ متحرک بھی ضرور ہو۔ ممکن ہے کہ اسکا سبب دوسرا ہو۔ اسطرح کہ اسکے اجزا گھلی ہوی برف کے سا تہ رفتہ رفتہ سمندر مین پہونچ گئے ہون جس سے اسقدر قطر کم ہوگیا ہے۔

ایسی ہی اور بھی مثالین بیان کی گئی ہین جس سے فائدہ ظن اور گمان کا حاصل نہین ہوتا۔ مثل اسکے کہ مینار پر سے کسی پتھر کو چھوڑین اُسکی جڑ سے علٰحدہ گریگا حرکت زمین کی اس سے اسطرح ثابت کرتے ہین کہ پتھر اور مینار دونون شرق کی طرف متحرک ہین دائرہ پتھر کا بہ نسبت جڑ کے بڑا ہے پس حرکت پتھر کی سریع ہوگی اسلیے وہ جڑ سے ہٹ کر گرتا ہے۔ یہ سبب حرکت کیلئے دلیل تام نہین ہے ممکن ہے کہ ہوا کے صدمہ سے یہ فرق ہوتا ہو۔

حکیم طوسی نے تجرید مین لکھا ہے جسکا محصل یہ ہے کہ زمین اگر متحرک ہے تو یہ حرکت مرکز سے

یا تو دوسری طرف ہوگی یا مرکز کی طرف ہوگی یا مرکز پر ہوگی۔ اول وثانی احتمال کی بنیا پر جس وقت زمین شمس وقمر کے درمیان مین اسطرح واقع ہو کہ ایک خط مستقیم اگر کھینچا جاے جو تینون مرکزون پر ہوکر گزرے جسے زبان عربی مین مقاطرت سے تعبیر کرتے ہین اسوقت مین قمر کو خسوف ضرور ہوتا ہے پس اول وثانی احتمال کے موافق خسوف ہرگز نہ حاصل ہوگا۔ اسلیے کہ ان دونون حالتون مین زمین مقام خسوف سے دوسری طرف ہو جائیگی اور باعتبار تیسرے احتمال کے جسے حرکت محوری کہتے ہین یہ لازم آتا ہے کہ ایک شے مین حرکت مستدیر و مستقیم دونون پائی جائین۔ ثبوت حرکت مستقیمہ کا ارض مین اسطرح ہے کہ ہر جزو اسکا مائل بحرکت مستقیمہ اپنے مرکز کیطرف ہے پس مجموع بھی محکوم بحرکت مستقیمہ ہوگا۔

اس مقام پر یہ اعتراض وارد ہوسکتا ہے کہ کبھی کُل کا حکم اجزاے مغائر ہوتا ہے۔ جواب اسکا اسطرح ممکن ہے کہ اسکے تمام اجزا متشابہ ہین پس ہر ہر جزو اور کل کی علت اسوقت مشترک ہوگی۔

علاوہ نظام فیثاغورثی کے دو گروہ اور ہین جو حرکت ارض کے قایل ہین جنکا خیال یہ ہے کہ زمین یا بحرکت مستقیم آفتاب کی طرف جاتی ہے یا اسکے خلاف اسفل کیطرف جاتی ہے جیسا کہ شرح مواقف مین مذکور ہے پس بنا بر قول اول کے زمین مین حرارت اور سرعت روز بروز زیادہ ہونا چاہیے اور ثوابت و سیارے بڑے معلوم ہوتے رہین یا یہ عالم کب کا منہدم ہوگیا ہوتا۔ اور بنا بر قول ثانی کے یہی سیارے چھوٹے معلوم ہونا چاہیے۔ اور اب تک یہ عالم ایک مدت کا ظلمت کدہ ہوگیا ہوتا۔ جواب مین اسکے یہ خیال کرنا کہ کواکب بھی اسی مقدار سے اسکے ساتھ اعلےٰ و اسفل مین چلے جارہے ہین۔ عقل اسے تجویز نہین کرتی نہ اسکے لیے کوئی دلیل ہے۔

نظام عالم کی تحقیق

تمہید | اب ہم یہ کہتے ہین کہ قدیم سے یہ نظام بحرکات مختلفہ مرصود ہو رہا ہے اگر زمین متحرک مانی جاے اور آفتاب کو مرکز عالم خیال کرین یا زمین کو ساکن مان کر آفتاب کی حرکت مداری تجویز کرین آثار مین کسی قسم کا تغیر نہین ہوتا اسی سبب سے نظام مختلف پیدا ہوگئے اور ہر فریق نے موافق اپنی راے کے ایک نظام علیحدہ مرتب کیا۔ دلائل کسی فریق کے ایسے نہین ہین جن سے اصل حقیقت ان حرکات کی معلوم ہوسکے اور کیونکر معلوم ہو۔ اسلیے کہ عقلا نے جسوقت سے اسکی

طرف توجہ کی اسکو انہین حرکات اور حالات سے مزین پایا جس شخص کو یہ مطلوب ہو کہ کیفیت اس نظام کی معلوم ہو اُسکو سزاوار ہے کہ جسمین سب سے زیادہ سہولت ہو اُسے اختیار کرے اور حرکت وسکون ارض کی تحقیق مین اپنے اوقات کو ضائع نکرے اسلیے کہ بنیا دکسی شریعت کی اسکی حرکت وسکون پر موقوف نہین ہے اور نہ کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر حرکت زمین کی ثابت ہوگی تو ہماری عبادات مین خلل واقع ہوگا۔ اگر نفس الامر مین ایسا ہوتا جسطرح اُس حکیم قدیر نے احکام تمدن واخلاق اور طریق عبادات ومعاملات قانون محکم مین صراحت ظاہر فرمادی اور جن مقامات مین ہماری عقل قصور کرتی تھی اُسکے لیے اپنی جانب سے ایک عبد خاص جسے نبیؑ سے تعبیر کرتے ہین ارسال کیا جسنے ہمارے اخلاق ظاہری وباطنی دینی ودنیوی نہایت واضح کرکے بتلا دیے اور اُس نبی کی معرفت کے واسطے اولاً ہمارے جسم خاکی مین نبی باطن جسکو عقل سے تعبیر کرتے ہین پیدا کردیا اسی طرح اسکی حرکت وسکون کے متعلق یہ ضرور صراحتہً بیان فرماتا۔ پس ہمکو اسکی حرکت وسکون کے متعلق زیادہ کاوش کی ضرورت نہین ہے۔ بلکہ جسقدر زمانہ اسکی تدقیق اور تحقیق مین ہمکو صرف کرنا منظور ہو سزاوار ہے کہ ہم اُن مسائل کیطرف رجوع کرین جنسے ہمارے اخلاق درست ہون اور تمدن مین بکار آمد ہون۔ حالت انسان کی جسکو حکمای قدیم نے باستقرار بیان کیا ہے کہ اس مین پانچ ہزار مصالح وحکم حکیم کیطرف سے موجود ہین یہ ہے کہ آجتک اسکو یہ نہ معلوم ہوا کہ حقیقت اسکی کیا ہے۔ جسوقت سوال کیا جاے کسی شخص سے کہ آیا تم مین دوستی ودشمنی خیر وشر نفع وضرر پہچاننے کا علم وادراک موجود ہے فوراً جواب دیگا کہ فی الحقیقت موجود ہے ورنہ ہم زندہ نہین رہ سکتے۔ پھر بھی سوال اسطرح کیا جاے کہ وہ قوت کیا شے ہے آیا بسیط ہے یا مرکب جوہر ہے یا عرض مجرد ہے یا مادی۔ پھر یون سوال کرین آیا اسکو تعلق قلب سے ہے یا دماغ سے یا تمام جسم مین سرایت کیے ہوے ہے پھر اسمین کمی وزیادتی مثل اعضاے جسم کے ہوتی ہے یا یہ قوت اول سے آخر تک ایک حال پر رہتی ہے۔ میرے خیال مین اسکا جواب آجتک کسی حکیم سے ایسا نہین ہوا جسکو تمام عقلا نے تسلیم کرلیا ہو اور نہ اب ازمشرق تا غرب کوئی جواب شافی اسکا دیسکے گا اسی طرح وہ مسائل جنکی تحقیق محض عقل پر مبنی ہے محل نزاع مین پڑے ہوے ہین اور کبھی نزاع برطرف نہوگی لیکن وہ امور جنکا ادراک محض احساس پر ہے بعض بعض اُن مین اتفاقی ہین۔ اور

باقی تنائج فیہ ہین الوان کی کیفیت یہ ہے کہ اسقدر تو ایک طفل بھی بتلا سکتا ہے کہ یہ سبز ہے یا سرخ۔
لیکن یہ اختلاف آج تک برطرف نہوا کہ درحقیقت الوان کا وجود واقع مین ہے یا محض (وہمی) اور خیالی
ہے۔ آواز ہر شخص سن لیتا ہے لیکن حقیقت اسکی اب تک مجہول ہے کسی کی کچھ رائے ہے کسیکی کچھ۔
یہ ہر فرد بشر جانتا ہے کہ اجسام مین خوشبو ہوتی ہے۔ یہ امر کسی پر نہ کھلا کہ یہ خوشبو آیا اجزاے جسم
سے حاصل ہوتی ہے جو اُس سے خارج ہوکر ہوا مین ملجاتے ہین یا ہوا مین اُس جسم کے ملنے سے
کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ حکما کرۂ نار کو فلک سے ملا ہوا کہتے چلے آئے متکلمین ہمیشہ اسکی تردید
کرتے رہے۔ تحقیق اسکی ابتک زیر بحث ہے کہ نار آیا براسہ عنصر ہے یا مرکب سے حاصل ہوتی ہے
پانی آیا عنصر بسیط ہے یا بخارات سے حاصل ہوتا ہے۔ کوئی مسئلہ آجتک جسکا ثبوت عقلی ہو
طے نہین ہوا۔ اب ہمکو اُن مسائل کیطرف غور و فکر کرنا چاہیے جنکو ہم پہلے سے یہ سمجھ لین کہ یہ مسائل
آئندہ ہمارے اخلاق و تمدن کو مفید ہین اور اُنکے افعال و خواص کیا ہین اور اُنسے کن کن امور
مین ہم مدد لے سکتے ہین ایسی تحقیقات بلاد مختلفہ مین پائی جاتی ہے جسکے آثار ہمارے ملک مین بہت
موجود ہین۔ ہمارے ملک کی ہوا نہایت طبیعتین تقلید کی گرویدہ ہورہی ہین۔ پہر وہ بھی بغیر سمجھے بوجھے
ادراک و احساس یا باعث خواہشات نفس اسقدر بھی باقی نہین رہا جو ہم اُسکے نفع ضرر مین امتیاز
کرسکین۔ رسم و رواج ہر ملک کے علیحدہ ہوا کرتے ہین۔ یہ اتنا بھی نہین سمجھتے کہ یہ ملک اس رسم و
رواج کا بھی مقتضی ہے جسکو ہم اختیار کررہے ہین۔ دیکھو اللہ تعالی نے جسم انسان مین کیسا اچھا
نظام قرار دیا ہے کہ جسقدر قوت زائل ہوتی ہے اُسکے لیے وسائل معین ہین کہ فوراً وہ مستعد ہوجاتی
ہین کہ بدل اُسکا پہونچا دین۔ اگر یہ نظم نہوتا انسان فوراً ہلاک ہوجاتا۔ یہی حال ملک کا ہے کہ اسباب
خارجی کے سبب سے یا ہماری خواہشات نفس سے بضاعت ہماری تلف ہوا اور ہم کسی تدبیر سے دوسرے
ملک سے اسقدر فراہم نکرسکین۔ آخر الامر نتیجہ ہماری ہلاکت ہے۔ اگر قواے انسانی ہمارے اسقدر
ترقی نکرسکین کہ ہم سے دوسرون کو نفع پہونچے تو اپنی خواہشات کو کم کرکے اپنے ہی امور کی اصلاح
کرلین اور ایسے اخلاق کے پابند ہوجائین جو آئندہ ہماری نسل دست نگر اور محتاج دوسرے کی نرہے
یہ ثمر بغیر اصلاح تعلیم کے ممکن نہین لیکن زمانہ تعلیم مین یہ ملحوظ رہے کہ ہمیشہ معاشرت انہین لوگون سے
رہنا چاہیے جو نہایت تجربہ کار اور اہل علم اور عمر زیادہ رکھتے ہون روشن خیالی اُنکی شہرت یافتہ ہو

وقتاً فوقتاً مصالح وحکم سُنائے جائین۔ تمدن ومعاشرت کا امتحان وآزمایش برابر ہوتی رہے۔ اس امر کی بھی نگرانی رہے کہ قلب بھی متاثر ہے یا نہین۔ اصلاحات جسمانی وروحانی بہت ضرور ہین اُن چیزون سے ہمیشہ اجتناب رہے جنسے زوالِ عقل ہو قلب ودماغ پر اثر پڑے وہ کتب ہمیشہ زیرِ مطالعہ رہین جنسے معلومات کی ترقی ہو اخلاق درست رہین۔ نفس انسان بباعث حجاب ظلمانی وخواہشات کے لغویات سے بہت قریب رہتا ہے ادنیٰ سی تحریک اسکی بربادی کیلیے کافی ہے۔ عمدہ علاج اسکے واسطے یہی ہے کہ تجربہ کارون حکیم طبع اہل اخلاق کی صحبت اختیار کرے۔ نفس کو مصالح وحکم تمدن واخلاق کیطرف راغب رکھے اگر خیالات فاسدہ اور لغزش رائے زیادہ دیکھی جاے تنقیہ دماغ واخلاط لازمی سمجھے۔ پہلا سبب انسانیت سے بہیمیت کیطرف لانے والا یہی ہے۔ آخر وہ لوگ بھی تو بشر تھے جنکے خیالات کا اثر ہمارے تمدن واخلاق مین کسقدر بکار آمد ہے اور کیسے کیسے اصول قائم کر گئے۔ جس قوم نے عنان اُن قواعد کی اپنے ہاتھ مین لی۔ آج روے زمین پر کس نظر وقعت سے دیکھی جارہی ہے تاریخ اُٹھاکر جب ہم دیکھتے ہین۔ یہی پاتے ہین کہ جو قوم اوائل مین مثل بہائم کے اپنی اوقات کو ضایع کرتی تھی اُسنے اپنے اخلاق وتمدن مین اسقدر ترقی کی کہ آج حکما وعقلا کے لقب سے پکاری جارہی ہے اور جسکا کوکب کمال اوج پر تھا وہ اب حضیض مین بھی نظر نہین آتا۔ کیا ہمارے قلب ودماغ اس قابل نہین ہین کہ ہم اُن قواعد واصول پر عمل کرسکین اور دائرۂ تقلید سے نکلکر اپنی ایک راے مستقل ظاہر کرین۔ بالیقین ہم اس قابل ہین لیکن دیکھنا یہ ہے کہ فارت گر اسباب اسکے کیا ہین۔ اوقات کا ضایع کرنا۔ لہو ولعب مین مصروف رہنا۔ علوم وفنون کیطرف متوجہ نہونا۔ معاشرت نیک پر بد کو ترجیح دینا۔ بغیر تعقل نفع وضرر مقلد ہو جانا۔ اخلاط ردیہ کا تنقیہ نکرنا۔ نفس کو بہیمیت کیطرف مائل کرنا۔ کبھی مشورہ سے کام نہ لینا۔ قلب مین اثر کچھ بھی نہو محض بغرض شہرت اسکا ظاہر کرنا۔ جبوقت تک ہمارے یہی حالات ہین ہمکو ترقی نصیب نہین ہوسکتی۔ سب سے زیادہ مخرب ہمارا خیال ہے کہ ہم علم کو ذریعہ معاش سمجھتے ہین بلکہ اکتساب علم عند الحکما بغرض تکمیل نفس ثابت ہے۔ اگر مثل ہمارے حکما متقدمین کے خیالات ہوتے تو یہ جو علوم وفنون دیکھے جارہے ہین اور جسکی ترقی ایک خاص لوگون کے ہاتھ مین ہے کہان پائے جاتے۔ اور اگر یہ لوگ بھی اُنکی تحصیل سے درگزر کرتے تو یہ عالم ظلمت کدہ نظر آتا۔ معاشرت ہماری مثل بہائم کے دیکھنے مین آتی۔ تہذیب کا نام ونشان نہوتا۔ کیا

آپ کا ملک ہند جیسا اب جہل مین مبتلا ہے ایسا ہی ہمیشہ سے تہا۔ ہرگز نہین بلکہ اسمین بڑے بڑے علوم وفنون ایجاد ہوے ہین۔ افعال وخواص سیارون کے اسی نے دریافت کیے ہین جسطرح نظام عالم کے متعلق حکماے یونان نے اپنی اپنی رائین ظاہر کی ہین اسیطرح انکا بھی ایک نظام علٰحدہ ہے جنکا ذکر بالاجمال مین کرتا ہون۔

مختلف نظام اگر ہم صحن خانہ مین کسی شب کھڑے ہوکر آسمان کیطرف نظر کرین تو ایک ہی شب مین یہ معلوم ہوجائیگا کہ اگر ایک خط مستقیم جو ایک قطب سے دوسرے قطب تک کھینچا جاے علاوہ ان دونون قطبون کے تمام ثوابت اس خط پر سے چوبیس گھنٹہ کے عرصہ مین گزرتے ہوے نظر آئینگے۔ اسی طرح دوہی تین شب مین ہمکو معلوم ہوجائیگا کہ جو ثابتہ اول شب جس مقام مین دیکہا تھا دوسری شب مین اسی جگہ ۴ دقیقہ پہلے نظر آئیگا۔ اسی طرح اگر خیال کرکے دیکہین کہ آفتاب کسی ثابتہ سے قریب ہے۔ چند روز کے بعد اس سے ہٹا ہوا نظر آئیگا۔ اسکا سبب حرکت ذاتی آفتاب کی ہے جو غرب سے بجانب شرق اُسے حاصل ہے۔

اسکا ضابطہ یون ہے کہ اسکے مدار کو ۳۶۰ درجہ پر تقسیم کیا ہے اور ہر روز گردش سالانہ سے جو غرب سے شرق کیطرف ہے ایک درجہ کو ہر روز طے کرتا ہے اور بحرکت یومیہ جو شرق سے غرب کیطرف ہے اسی دائرہ کو ۲۴ گھنٹہ مین تمام کرتا ہے اسی حساب سے ایک گھنٹہ مین حرکت روزانہ سے پندرہ درجہ طے کریگا اور ۴ دقیقہ مین ایک درجہ تمام ہوگا یہی تفاوت ہر روز ثوابت مین نظر آتا ہے۔ یا یون کہو کہ زمین بھی حرکت مداری کی وجہ سے اسی قدر رفتار رکہتی ہے اور حرکت محوری ہر شب اسکا مشاہدہ کرادیتی ہے۔ اسی طرح اگر تمام سال نظر کرتے رہین تو معلوم ہوجاے گا کہ نظام ثوابت جو سطح موہومی پر نظر آتا ہے ہر سہ ماہی مین بدل جاتا ہے۔ ایسا ہی اگر ہم لحاظ رکھین قمر کی حرکتون کا تو یہ ظاہر ہوگا کہ ستائیس روز کے عرصہ مین یا کچھ زائد مین اپنی ذاتی دورہ کو تمام کرتا ہے۔ ایسے ہی زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ زہرہ۔ عطارد۔ انکے حرکات حیرت انگیز۔ کبھی بہ بخط مستقیم اور کبھی ٹھہرے ہوے اور کبھی جسطرف سے یہ آئے ہین اسی طرف رجوع کرتے ہوے دکھائی دینگے اور اگر سو پچاس سال اسکا تجربہ ہوتا رہے تو اسکو یہ بھی معلوم ہوجائیگا کہ ثوابت بھی فی نقطہ سست رفتار سے غرب سے شرق کیطرف جاتے ہین۔

ان مشاہدات عجیبہ سے اذہان عقلا مین حرکت پیدا ہوی جس سے اسوقت تک نہین نظام مرتب ہوگئے
ایک نظام امنین سے حکماے ہند کا ہے۔ جسوقت اسکا کوکب کمال عروج پر تھا یہ خیال کیا
کہ زمین ساکن ہے اور یہ تمام نظام بہیئت کذائی گرد اسکے گردش کرتا ہے۔ اور ہر ایک کے
افعال وخواص باسطرح معلوم کیے کہ اسکے متعلق ایک بہت بڑا فن نجوم مرتب ہوگیا۔
اس نظام مین یہ خوبی ہے کہ جسطرح سے علم ہیئت مین بحث کرنا چاہیے تھی اس سے کسی قسم
کا تجاوز نہین کیا اور نہ اپنی طرف سے ان حرکات کے بارہ مین علل ظاہر کیے اور نہ وجود افلاک کے
نسبت کوئی راے قائم کی۔ اسلیے کہ ثبوت انکا محسوس ہونے پر موقوف ہے اور یہ ابتک ثابت نہین ہوا
دوسرا نظام بطلیموسی ہے۔ اوائل زمانہ مین یہی زیادہ مروج تھا اور اب بھی تھوڑے بہت
اسکے مقلدین عالم مین موجود ہین۔ جسوقت اسنے ان کواکب کی حرکات پر نظر کی اور انکو مختلف
طریق پر چلتے پھرتے دیکھا تو اسکے ذہن مین الجھن پیدا ہوی کہ یہ ثوابت اور سیارے جو کروی
شکل رکھتے ہین اور بہت مضبوط اصول پر انکا دار و مدار ہے۔ یہ کسی نہ کسی جرم مین ضرور جڑے ہوے
ہین گو وہ ہمین اسوقت نظر نہین آتا اسی عالم مین تھا کہ اسکا خیال اقوال حکماے طبعیین تک
پہونچا کہ وہ محدد عالم کے قائل ہین۔ اسی بنیاد پر اسنے خیالی قلعہ قائم کردیا اور طرح طرح کے افلاک
بنانا شروع کیے اور زمین کو ساکن مان کر سب سے اوپر فلک الافلاک فرض کیا جسمین نہ کوئی ثابتہ ہے
نہ سیارہ۔ یہ فلک تمام افلاک کو لیے ہوے تقریبًا چوبیس گھنٹہ مین دورہ تمام کرا دیتا ہے۔ اسکے بعد
فلک الثوابت جسمین تمام ثوابت جڑے ہوے ہین فلک اول سے لا ہوا خیال کیا۔ رفتار اسکی
اسقدر سست مانی گئی ہے کہ پچیس ہزار سال سے زائد مین اسکا دورہ تمام ہوتا ہے۔ پھر ہر ایک
سیارے کیلیے بالترتیب اسنے ایک ایک فلک معین کیا اسطرح سے کہ سطح ایک کی دوسرے سے ملی ہوئی
ہوئی ہے۔ پس جملہ افلاک اسکے خیال مین نو قرار پاے۔ پھر اسپر اسے اکتفا نہوی۔ افلاک سیارہ
کے واسطے بسبب انکی حرکات مختلفہ کے کچھ پرزے قرار دیے جسکی تفصیل یہ ہے۔
فلک شمس کو دو جزو سے مرکب مانا۔ ایک کو ممثل اور دوسرے کو خارج مرکز سے تعبیر کرتے ہین۔
فلک زحل۔ فلک مشتری۔ فلک مریخ۔ فلک زہرہ مین فلک شمس سے ایک جزو زیادہ خیال کیا جسے
تدویر کہتے ہین۔ اور اسی جزو مین یہ تمام سیارے جڑے ہوے ہین۔ فلک القمر مین انکے علاوہ ایک

اور جزو بھی قرار دیا ہے جسے جوزہر کہتے ہین۔ اسیطرح فلک عطارد مین ایک جزو زائد تسلیم کیا ہے جسے مدیر کہتے ہین۔ پس جملہ افلاک کلیتہً مع جزئیات کے ۲۴ ہوے۔

یہ ترتیب جو خاص طور پر قرار دیگئی ہے اسکا سبب یہ ہے کہ ماتحت اپنے مافوق کا کاسف ہوا کرتا ہے جسکو اصطلاح مین احتراق سے تعبیر کرتے ہین۔ اور انہین خیالی افلاک کی نسبت یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ انمین قابلیت مبصر ہونے کی نہین ہے نہ خرق والتیام کی صلاحیت ہے نہ حقیقت مختلفہ سے مرکب ہین۔

زمانہ حال مین اسکی راے کے خلاف چند امور مرصود ہوے ہین۔ اول یہ کہ حال مین قرب شمس کے عطارد دُوربین سے دیکھا گیا ہے اور اوائل مین زہرہ کو آفتاب سے قریب خیال کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ چند سیارے چھوٹے چھوٹے درمیان مریخ ومشتری کے دکھائی دیے ہین۔ اوائل مین جنکا وجود ہی نہ تھا۔ ان سیارون کے نسبت یہ بھی گمان ہے کہ ایک سیارہ ٹوٹکر اسقدر اُس سے حاصل ہوے ہین۔ تیسرے یہ کہ اوائل مین مدار سیارون کو خیال کرتے تھے کہ یہ بخارات سے حاصل ہوتے ہین اور حدوث انکا فلک القمر کے تحت مین سمجھتے تھے۔ زمانہ حال مین دُوربین سے معلوم کیا ہے کہ یہ فی نفسہ منور ہین اور مدار انکا بیضوی ہے آفتاب ایک جانب انکے مدار سے بہت قریب ہے۔ جس زمانہ مین یہ آفتاب سے قریب ہوتے ہین سرعت ان کی رفتار مین زیادہ ہوجاتی ہے۔ اشکال انکے عجیب وغریب ہوتے ہین۔ مختلف اوقات مین دیکھے جاتے ہین پھر انتظار انکے عود کا رہتا ہے۔ اگر خطائے حس تسلیم نکیجاے تو یہ بیان افلاک بطلیموسی کیلئے حکم سیف قاطع کا رکھتا ہے۔ چوتھے یہ کہ سابق مین ماتحت کو کاسف مافوق کا سمجھتے تھے اصطلاح مین جسے احتراق کہتے ہین دُوربین سے ہرصود کیا ہے کہ جسطرح زمین کیلئے ایک قمر ہے اسیطرح مریخ مشتری زحل کیلیے بھی اقمار متعددہ ہین۔ پانچوین یہ کہ احتراق زہرہ پہلے مرصود نہ تھا۔ اب کیفیت بدر وہلال کی مشاہدہ مین آتی ہے۔ چھٹے یہ کہ جملہ ثوابت آٹھوین فلک مین جڑے ہوے خیال کیے گئے ہین۔ لیکن حال مین فصل نہایت بعید ایک کو دوسرے سے بیان کرتے ہین متقدمین بطلیموس کا ایک یہی قول ہے کہ حرکت ہر فلک کی مشابہ اسکے مرکز کے ہے۔ لیکن حرکت فلک قمر کی یہ مشابہ مرکز عالم کے ہے۔ اب مین ان خیالی افلاک کی نسبت اپنی راے ظاہر کرتا ہون

اولاً یہ کہ اصل ہر شے کی عدم ہے۔ ثبوت کیلیے دلیل قطعی چاہیئے وجود ان افلاک متعددہ کا دلائل عقلیہ اور وہمیہ سے ہرگز ثابت نہین ہوسکتا بغیر مشاہدات کے ثبوت انکا ممکن ہی نہین۔ اسوقت تک ایسے آلات اور اسباب فراہم نہین ہوے جنسے ہم ان خیالی افلاک کو دیکھ سکین۔ اور یہ دعوے کہ انمین صلاحیت مبصر ہونے کی نہین ہے اور بباعث حرکات مختلفہ انکا ہونا ضرور ہے بلا دلیل ہے اسلیے کہ یہ نظام محض اس خیالی بنیاد پر موقوف نہین ہے بلکہ دوسرے عنوانات سے بھی آثار مرتب ہوسکتے ہین۔ جیساکہ لوگون نے اس فن کے متعلق اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔ محقق وحکیم طوسی جس کا مثل اسوقت تک پیدا نہین گیا انہون نے اسلام کا پہلو لیے ہوے تردید اسکی رائے کی اسطرح فرمائی ہے کہ فلک الافلاک جو سب کو لیے ہوے چوبیس گھنٹہ کے عرصہ مین تمام عالم کو گردش کرادیتا ہے اسکے ایک ہونے پر کیا دلیل ہے محض افلاک ہشتگانہ کے حرکات مختلفہ کے مجموعہ سے بھی یہی آثار مترتب ہوسکتے ہین۔ انکے شاگرد علامہ شیرازی نے تحفہ مین ساتہ ہی افلاک سے یہ نظام ثابت کردیا ہے۔ علامہ دوانی نے دو ہی فلک پر اکتفا فرمائی ہے۔

نظام فیثاغورثی معادلت قوت جاذبہ کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس نظام مین آفتاب مرکز عالم ہے اور جملہ سیارات جنمین زمین بھی ہے اسکی قوت جاذبہ کے سبب سے اپنے اپنے بعد پر گردش کرتے ہین۔ اس نظام مین سہولت اس امر کی ضرور ہے کہ جو حرکات خمسہ متحیرہ یعنی۔ زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ عطارد۔ زہرہ دیکھے جاتے ہین۔ جسکے سبب سے ناظر سطح ارض کو کبھی مستقیم کبھی مقیم۔ کبھی رجوع کرتے ہوے دکھائی دیتے ہین جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کبھی انکے مدار کا مقعر اور کبھی محدب معلوم ہوتا ہے جسکے سبب سے بطلیموس کو افلاک جزئیہ اور تداویر ماننا پڑے۔ لیکن اس نظام مین یہ دقتین برطرف ہوجاتی ہین جیساکہ اہل فن پر مخفی نہین ہے۔

حاصل کلام یہ نظام مع خیال حکیم ہرشل کے اسطرح معین ہے۔ عطارد ساڑہے تین کرور کے فاصلے سے بقوت جاذبہ شمس ۸۴ روز مین اپنا دورہ تمام کرتا ہے۔ معیت شمس کی وجہ سے کبھی کبھی وقت طلوع اور غروب مرصود ہوتا ہے۔ اسی سبب سے ہیئت دانون کو اسکے حالات جو اسمین واقع ہین صاف صاف معلوم نہوے۔

زہرہ چھ کرور ساٹھ لاکھ میل کے فصل سے گردش کرتا ہے۔ اسکا سال ۲۲۴ دن کا ہوتا ہے۔

جسطرح چاند مین علامات منحوس ہوے ہین اسی طرح اسمین بھی مرصود کیا ہے اور کیفیت بدر و ہلال کی بھی اسمین پائی جاتی ہے۔ زمین مع قمر کے اپنے مدار پر ۳۶۵ روز کچھ گھنٹہ اور دقیقہ مین اپنا دورہ تمام کرتی ہے۔ اور گردش محوری اسکی قریب قریب ۲۴ گھنٹہ کے تمام ہوتی ہے جسطرح حرکت شمس کے لحاظ سے دائرۂ معدل النہار کے جنوب و شمال مین ساڑھے تئیس درجہ کا فصل جسے میل کلی کہتے ہین خیال کیا گیا ہے۔ اور اسی کے اعتبار سے تقسیم فصول کی گئی ہے اس طرح کہ جب نقطہ اعتدال سے عین وسط مین آفتاب پہونچتا ہے۔ زمانۂ ربیع کہلاتا ہے۔ پھر وہان سے دوسرے نقطہ اعتدال پر پہونچتا ہے۔ یہ زمانۂ گرما کہلاتا ہے۔ جب وہان سے جنوب کی طرف ہوجاتا ہے اور عین وسط مین پہونچتا ہے اسے زمانۂ خریف کہتے ہین پھر اس وسط سے اسی اعتدال پر جسوقت پہونچتا ہے۔ یہ زمانہ سردی کا ہے۔

یہ چارون فصلین ان لوگون کے لیے ہین جو خط استوا کے اِدہر اُدہر رہتے ہین اور جو لوگ خط استوا پر رہنے والے ہین اُنکے شب و روز ہمیشہ برابر رہتے ہین۔ اُن بلاد مین ۸ فصول ہوتے ہین یہ اسوجہ سے کہ ہر دو نقطہ اعتدال پر اُنکے وہان موسم گرما ہوتا ہے اور ہر گرما کے بعد خریف ضرور ہے اور ہر خریف کے بعد موسم سرما لازم ہے اور ہر زمانۂ سرما کے بعد ربیع ضرور ہے۔ یہ ذکر ایک جانب کا ہے۔ اسی طرح دوسری جانب بھی تقسیم ہے۔ اور یہ بھی معلوم رہے کہ جب آفتاب جانب شمال ہوتا ہے قطب جنوبی مین شب رہتی ہے۔ ایسا ہی اسکے عکس ہے۔ اور ہر جانب قطب کے آفتاب چھ مہینہ رہتا ہے۔ اختلاف اقالیم کا شمار اس مقام سے ہوتا ہے کہ جسکے دن کا بڑہاؤ دوسرے مقام سے آدھ گھنٹہ کا فصل رکھتا ہو۔ جو لوگ خط استوا کیجانب شمال رہتے ہین اُنکی تقسیم چند قسم پر ہے۔ پہلی قسم کے وہ لوگ ہین جنکے بلاد ساڑھے تئیس درجہ کے اندر ہین۔ سایہ ان لوگون کا ایک سال مین دو مرتبہ معدوم ہوجاتا ہے۔ اور آفتاب کبھی اُنسے جانب شمال اور کبھی جانب جنوب رہتا ہے۔ اسمین سے جو لوگ خط استوا کے قریب ہین انکی فصلین بھی آٹھ ہوتی ہین۔

دوسرے وہ لوگ ہین جنکا عرض بلد پورا پورا ۲۳½ درجہ کا ہے جیسے باشندگان کلکتہ۔ ان کا سایہ بھی دو مرتبہ معدوم ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ اُس روز جب کہ آفتاب جانب شمال میل کلی پر پہونچتا ہے۔ ایسے ہی دوسری مرتبہ جب کہ آفتاب جانب جنوب یعنی ابتدائی موسم سرما پہ پہونچتا ہے۔

قطب البروج انکا بحرکت یومی شب و روز مین ایک مرتبہ افق سے ملجاتا ہے جو قطب انکا ظاہری ہے وہ ہمیشہ ظاہر رہتا ہے اور جو خفی ہے خفی رہتا ہے۔

دوسرے وہ اشخاص ہین جنکا عرض بلد میل کلی یعنی ۲۳ ½ درجہ سے زائد ہے اور ۶۶ ½ درجہ سے کم ہے۔ اس بلد مین آفتاب کی انتہائی بلندی بقدر میل کلی اور تمام عرض بلد کے ہوگی۔ جسکی مقدار ۸۳ ½ درجہ ہے۔

ان لوگون کا سایہ ہمیشہ شمالی رہتا ہے۔ جن لوگون کا عرض بلد ۶۶ ½ درجہ کا ہے اُنکے لیے انتہائی بلندی آفتاب کی ۴۷ درجہ کی ہوگی۔ ہر روز قطب منطقۃ البروج ایک مرتبہ اُنکے سر سے گزر جاتا ہے اور سال مین ایک مرتبہ دن ۲۴ گھنٹہ کا ہوتا ہے ایسے ہی ایک بار ۲۴ گھنٹہ کی رات ہوتی ہے۔ آبادی بھی یہین سے ختم ہو جاتی ہے۔

جو لوگ بالکل اسکے آخر حصہ پر آباد ہین اُنکے خصائل حیوانات سے بہت مشابہ ہین۔

اسکے بعد سردی کی وجہ سے حیوانات کی زندگی غیر ممکن ہے۔ ایسے ہی آثار حرکت ارض ہین بھی متصور ہین جب کہ یہ تسلیم کر لیا جاے کہ زمین ۲۳ ½ درجہ مائل ہے۔ اختلاف شب و روز کا اسی سبب سے حاصل ہوتا ہے۔ پس مجموع حرکت محوری اور مداری سے یہی آثار مترتب ہوتے ہین جسوقت زمین میزان مین ہوتی ہے آفتاب حمل مین نظر آتا ہے۔ ایسا ہی حال بالمقابلہ ہر برج کا ہے۔

مریخ۔ ۱۳ کرور نوے لاکھ کے فاصلہ سے ۶۸۶ دن مین آفتاب کے گرد دورہ کرتا ہے۔ اسکے بعد میدان وسیع ہے جسمین چھوٹے چھوٹے سیارے حرکت کرتے ہوے مرصود ہوئے ہین۔ ان سیارون کی نسبت یہ گمان کیا گیا ہے کہ مشتری اور مریخ کے درمیان مین ایک بہت بڑا سیارہ تھا۔ اُسکے ٹوٹنے سے یہ سیارے حاصل ہوے۔ اسکے لیے دو قمر بھی معین ہین۔

مشتری۔ اسکا قطر اس نظام مین سب سے بڑا ہے۔ سینتالیس کرور ساٹھ لاکھ میل کے فصل سے چار ہزار تین سو ۴۳ دن مین اپنے دورہ کو تمام کرتا ہے۔ اسکے لیے چار قمر ہین جو اسکے گرد گردش کرتے ہین۔

زحل۔ یہ سیارہ عجیب شکل رکھتا ہے۔ ایک نورانی حلقہ اسے احاطہ کیے ہوے ہے اسکے لیے

۸ قمر مرصود ہوے ہین۔ دس ہزار ۷۵۹ دن مین بفاصلہ ستای کرور ساٹھ لاکھ میل کے اپنا دورہ تمام کرتا ہے۔

اورانوس۔ یہ سیارہ پہلے مرصود نہین ہوا تھا۔ ہرشل کو اسکا پتا چلا۔ اسکا بعد آفتاب سے ایک ارب پچھتر کرور تیس لاکھ میل کا ہے۔ ۳۰۶۸۶ دن مین اپنا دورہ تمام کرتا ہے چار قمر اسکے لیے بھی معین ہین۔

نپتون۔ یہ بھی ہرشل کا نکالا ہوا ہے۔ دو ارب چوہتر کرور ساٹھ لاکھ میل کے فصل سے ساٹھ ہزار ایک سو ۲۲ دن مین اپنا دورہ تمام کرتا ہے

لیکن یہ ظاہر ہے کہ صحیح صحیح حرکات ان سیارون کی اسقدر فاصلہ بعید سے معلوم نہین ہو سکتے محض اس خیال سے یہ بعد معین کیے گئے ہین کہ انکے خیال مین مدار نظام شمسی بمعاونت قوت جاذبہ مسلم ہے۔ حساب لگاکر ان فاصلون کو مظبط کر لیا ہے۔ میرے خیال مین علت حقیقی اس نظام کی نہ بطلیموسی خیال سے ثابت ہے اور نہ معاونت جاذبیہ علت مستقلہ اس نظام کی ہے۔ اور یہ بحث کرنا کہ آیا آفتاب مرکز عالم ہے یا زمین ۔ اور ترتیب آثار مین کسی قسم کا اختلاف نہو محض بیکار ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ منظور ہو کہ حرکات وسکنات ان کواکب وسیارات کے دریافت کرے اسکو سزاوار ہے کہ جس نظام مین سہولت زیادہ ہو اُسے اختیار کرے۔ نظام بطلیموسی اس قابل نہین ہے کہ اُس سے مسائل اخذ کیے جائین اسلیے کہ اُسمین پہلے وقت یہ درپیش ہوگی کہ تصویر ہر ہر فلک کی بمشکل تمام لانا ہوگی۔ زان بعد بلحاظ ناظر سطح ارض اُسکی اقامت واستقامت اور رجوع مین مشقت اُٹھانا پڑیگی۔ لیکن غوراثی نظام مین جبکہ تمام سیارے گرد آفتاب کے گردش کرتے ہین باعتبار اسی گردش کے ناظر کو سطح ارض سے بسہولت اقامت واستقامت ورجوع محسوس ہوتی ہے۔ لیکن مدار اس نظام کا محض معاونت جاذبیہ پر موقوف رکھا ہے اور یہ علت حقیقی اُسکی ہو جاے۔ یہ بحث دقت طلب ہے۔ میرے خیال مین تو یہ سہل معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم انکے حرکات کا لحاظ کرین اُسکے بعد رائے قائم کیجاے۔ شمس وقمر گردش کرتے ہوے ہمکو اس طرح نظر آتے ہین کہ مقعر انکے مدار کا ہمیشہ ہماری طرف رہتا ہے۔ زحل۔ مشتری۔ مریخ عطارد۔ زہرہ مدار انکے حرکات کا ہم اسطرح دیکھتے ہین کہ کبھی ہماری طرف اُسکا محدب ہوتا ہے۔

اور کبھی مقعر ثوابت بھی ایک ہی روش پر حرکت کرتے ہوے نظر آتے ہین کہ مقعر ہماری جانب رہتا ہے اب ہم کو نسا طریقہ اختیار کرین جس سے ضبط ان حرکات کا بسہولت ہمارے ذہن مین آجاے۔ میری راے یہ ہے کہ یہ امر یا یہ ثبوت تک پہونچ چکا ہے کہ زمین سارے تیس درجہ مائل ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ حالات زمین کے مختلف رہتے ہین باعث احتباس بخارات کے ممکن ہے کہ کسی وقت مین اسکو حرکت محوری حاصل ہوگئی ہو پس اس حرکت محوری کے سبب سے حرکات ثوابت جو ہر روز ہمارے سر سے گزرجاتی ہین اسمین کوئی دقت نہین اور مدار قمر جبکہ ہمیشہ ایک ہی روش پر رہتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ اسکی گردش مرکز ارض ہی کیطرف ہے اوران پانچ سیارون کو ہم دیکھتے ہین کہ کبھی انکا محدب ہماری طرف ہے اور کبھی مقعر سہولت اسمین ہے کہ ہم یہ اختیار کرین کہ یہ آفتاب کے گرد دورہ کرتے ہین۔ اب رہا آفتاب یہ کسی مرکز موہومی پر جو ہمکو اب تک معلوم نہین ہے اسکے گرد دورہ کرتا ہے جسکی کامل گردش کے لیے تین سو بیسٹھ روز چاہیے۔ اس سے یہ بھی لازم نہین آتا کہ ہر روز جسم کبیر کا گرد جسم صغیر کے دورہ کرنا عقل سے بعید ہے۔ اور اختلاف فصول اور تغیر لیل ونہار مین بھی کسی قسم کی خرابی لازم نہین آتی۔ اس امر کا لحاظ رہے کہ انکار اور رد و قدح افلاک بطلیموسی سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہمکو مطلقاً افلاک سے انکار ہے ہمارے معتقدات سے وہ افلاک ہین جنکا وجود مجملاً قانون محکم سے ثابت ہے اور اُن افلاک مین نہ خرق و التیام ممتنع ہے اور نہ وہ پیغمبر سے زیادہ سخت ہین اور نہ وہ ایک دوسرے سے متصل ہین اور نہ اُس حکیم نے یہ تبلایا ہے کہ ہمسے وہ کس قدر بعید واقع ہین۔ بلکہ اصل حقیقت اُن افلاک کی خدا ہی خوب جانتا۔ یا جن عباد خاص کو اُس نے مطلع فرمایا ہے عقل بشر اُنکے ادراک سے بالکل عاجز ہے۔

(راجہ سنتیلی)

مربع دروزن رباعی بہ تہنیت سالگرہ مبارک اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ

از جناب مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی پروفیسر عربی نظام کالج

ہے پیر فلک کے ہاتھ مین جام شراب	یا کورۂ مشرق مین ہی یاقوت مذاب	یا کھاکے ہوا ہے صبح پھولا ہے گلاب
یا چہرہ سے خورشید نے اکٹی ہے نقاب		
ظلمت مین نظر آئی سپیدہ کی لکیر	پھر پھیل گئی سارے افق مین تنویر	کیا نہر سے بستون کی چھلکا ہی شیر
یا چاہ سے نکلا ہے اچھل کر سیماب		
لہرین جو کرن کی آئین تاروں مین	نقرے ہوی مشک مطرات پروین	نکلا بسویز نور دلوز زرین
گردش جو فلک نے کی بسان دولاب		
ہے خط شعاعی مین لکھی سرتاسر	اک آیت نور جس سے خیرہ ہی نظر	آڑی ترچھی شعاعین مین زیر وزبر
ہون سورۂ والشمس مین جیسے اعراب		
ظلمت نے کیا فرار چکی جو کرن	بہاگا آذر گشسپ سے آہرمن	خنجر کھینچے کوئین سے نکلا بیژن
نیزہ لیے باختر سے پہونچا سہراب		
نکلی مشرق سے بیرق خسرو شرق	مغرب مین قشون ظلمت شب ہوی غرق	جسطرح سحاب کے عقب مین ہو برق
یا جیسے غراب کے تعاقب مین عقاب		
ہے آج عجب شان خلاف معمول	اس جشن مین آکر ہوا ربتہ یہ حصول	وہ فیل ملا جسکی ستارون کی ہی جھول
ہے کاہکشان جسکی عماری کی طناب		
مریخ ہے سربازدیمن اسکے مشہور	ہے میر یرک تیر قمر ہے دستور	دو چار ہی دن کا یہ ابھی ہے مذکور
دیکھا تھا مہ نو کو بھی ہمراہ رکاب		
چہرہ جو ہے سرخ کہہ رہی ہے یہ ضیا	از بسکہ طلوع بحر شرقی سے کیا	اور بوسۂ عارض لب ساحل نے لیا
اسواسطے کچھ شرم ہے اور کچھ ہے عتاب		
کیا صبح ہے کیا نور ہے کیا جلوہ گری	لائی ہے نوید تازہ بادِ سحری	گل کوے دوشینہ سے ہے بیخبری
شبنم نے چھڑک دیا ہے چہرہ پہ گلاب		

ازہار و ریاحین سے زمین ہی ہر مفت	پھولون ہی پہ کرتی ہے صبا آمد و رفت	ہنس ہنس کے بچھائی ہی گلون نے زر نبشت
	اور نرگس بیدار نے فرش کمخاب	
کیا دھوپ نے کی چمن مین زر افشانی	سونے کا پھرا ہے ہر ورق پر پانی	مرغان چمن مین ہین محو خوش الحانی
	پڑھتے ہین زبور جس طرح اہل کتاب	
تزئین کا ہی رات ہی سے کیا کیا سامان	تھا کف خضیب ذات کرسی سے عیان	حمرت سی شفق کی ہو رہا ہی یہ گمان
	ریش فلک پیر مین ہے رنگ خضاب	
ہے نشہ بادۂ مسرت سی یہ حال	اک رنگ مین ہین جوان و پیر و اطفال	خورشید کے منہ پہ مل دیا تھا جو گلال
	ڈالا ہے شفق نے پیر گردون پہ شہاب	
اس جشن مین ہی سپہر محو تزئین	بہرام نے پہنی ہے قبائے رنگین	گردون پہ ہی اب قصر خورنق کا یقین
	اور قوس قزح ہے طاق کسری کا جواب	
شادی کا طرب کا عیش کا ہی سامان	ممکن نہ کوئی شے ہو یہ ہی کیا امکان	رکھتا ہے محالات جہان پر برہان
	ثمون کا تسلسل اور دور مے ناب	
عشرتکدہ بنگی ہے یہ کہنہ رباط	ایسا در و دیوار سے ہی جوش نشاط	چارون ارکان اور چارون انحطاط
	ہین سرخوش و سرشار و یہ مست و خراب	
سامان جو رونق کا آتا ہے نظر	طاؤس مکوکب فلک ہے شش در	اڑتی ہین ہوائیان قمر کے رخ پر
	خورشید کے منہ پہ جھپٹ رہی ہی مہتاب	
یہ سالگرہ مبارک اے ظل اللہ	اقبال بڑھے زیادہ ہو دولت و جاہ	یہ ملک رہے عروس اور تو نوشاہ
	ہوتے رہین تازہ جشن تا روز حساب	

مسدس از جناب مولوی حافظ ساجد علیصاحب وکیل ہائیکورٹ از اورنگ آباد

اے بہی خواہان اسلام السلام		اے نکو سیرت بزرگان کرام	
اے فدائے امت خیر الانام		ہر جوان و پیر کا ہے یہ کلام	

اس بڑھاپے مین جوان ہمت ہین آپ
قوم کے حق مین بڑی رحمت ہین آپ

عالمانِ فاضل و قدسی صفت — صوفیانِ باصفا ذی معرفت
والیانِ مُلک ۔ اہلِ مقدرت — کاملانِ قوم عالی مرتبت

جب تلک یہ آپکا دینگے نہ ساتھ
ایک دل ہوکر بٹا سینگے نہ ہاتھ

قوم کی حالت بدلنے کی نہین — کچھ امید اسکے سنبھلنے کی نہین
یہ بلائے جہل ٹلنے کی نہین — ڈوبتی کشتی اُچھلنے کی نہین

گر یونہین سوتے رہے یہ بیخبر
جی چکی پھر اُمتِ خیر البشر

المدد اے رحمۃ اللعالمین — المدد اے ہادیِ راہِ یقین
المدد اے حامیِ دنیا و دین — المدد اے مقتدائے اوّلین

ایک مدت سے یہ امت یا رسول
ہے شکستہ غمزدہ خستہ ملول

جب ازل سے آپکے کہلائین ہم — اور کسکا نام لب پر لائین ہم
التجا لیکر کہان یہ جائین ہم — پھر وہی اعلیٰ مراتب پائین ہم

اب نظر فرمائیے اپنی طرف
گر قبول افتد زہے عز و شرف

تیرے پوتے نے لگایا ہے جو باغ — تاکین ہین اُسکے اکثر بوم و زاغ
جنکو کہیے قوم کے چشم و چراغ — سوزِ غم سے دل ہین اُنکے داغ داغ

درحقیقت آج ہے وہ بوستان
باعثِ صد نازشِ ہندوستان

یا نبی سرسبز ہو باغِ علوم — ہر طرف سے شائقون کا ہو ہجوم

گل کھلیں ایسے کہ ہو عالم میں دھوم
ہند سے پہونچے مہک تا مصر و روم

پھر تو تا ترا اسلام ہو
ملکوں ملکوں پھر اسیکا نام ہو

مرحبا اے نونہالانِ چمن
جذا اے میوۂ باغِ کہن

آپ کی جانب ہی اب روئے سخن
کیجیے محنت سے حاصل علم و فن

آپ ہی اس باغ کا گلدستہ ہین
سب امیدین آپ سے وابستہ ہین

قوم کا پھر نام روشن کیجیے
کلبۂ احزان کو گلشن کیجیے

نیز اب ہمت کا توسن کیجیے
شوق سے گلگشتِ لندن کیجیے

پر کوئی کہنے نہ پائے ناخلف
بات جب ہے سب کہین فخرِ سلف

سیکھیے اعلےٰ سے اعلےٰ سب ہنر
جانچیے پرتالیے نفع و ضرر

خار و گل ہوتے ہین زیرِ ہر شجر
چھوڑ کر کانٹون کو چن لیجے ثمر

سب فضائل اور محاسن سیکھیے
سیکھنے کے ہین یہی دن سیکھیے

عقل و دانش علم و حکمت سیکھیے
صنعت و حرفت فلاحت سیکھیے

طرز و آئین تجارت سیکھیے
اور اندازِ حکومت سیکھیے

صرف نقالی سے حاصل کچھ نہین
منہ چڑہانا نزدِ عاقل کچھ نہین

کجروی اور کج ادائی ہے بری
خودسری اور خودنمائی ہے بری

صرف ظاہر کی صفائی ہے بری
جانتے ہین سب ڈھٹائی ہے بری

امر و نہی حق رہے دل مین ٹھنی
ہو نہ مذہب مذر دنیائے دنی

دورِ ساغر سے نہ الفت کیجیے
خندۂ قلقل سے نفرت کیجیے
پاسِ حالت خوفِ حرمت کیجیے
پیاری عزت کی حفاظت کیجیے

سایۂ بنت العنب سے بھاگیے
اس ستمگر کے غضب سے بھاگیے

گن بھرے ہین اسمین حضرت اسقدر
اسکے کشتون کو نہین جسکی خبر
زہر مین ڈوبی ہوی ہے سر بسر
خون پیتی اور کھاتی ہے جگر

نوجوانون سے تو اسکو لاگ ہی
جان لینے مین یہ کالا ناگ ہی

قوم کی آنکھون کا تارا آپ ہین
زور۔ بل۔ قوت سہارا آپ ہین
ننگ اور ناموس سارا آپ ہین
اب دوا درمان ہمارا آپ ہین

کیجیے ہان چارہ سازی قوم کی
ہر گئی ہے کب سے بازی قوم کی

فیشن ایبل بن کے اترائین نہ آپ
لب پہ کلمے فخر کے لائین نہ آپ
غیر قومین اپنون کو ہنسوائین نہ آپ
صحبتِ بدمین کبھی جائین نہ آپ

لوٹ سے غارتگرون کی ہوشیار
چند روزہ ہے یہ سب باغ و بہار

کیجیے وہ کام جو ہو سودمند
ایک عالم جسکو کرتا ہو پسند
ہے ضروری امتیازِ زہر و قند
ہان پر کیجیے غور سے سود و گزند

بویئے ایسا کوئی تخمِ عمل
دین و دنیا مین جو لائے پھول پھل

یہ نہ سمجھے کوئی۔ کامل ہو گئے
ایک ڈگری پاکے فاضل ہو گئے
ہیٹ سر پر رکھ کے عاقل ہو گئے
طبقۂ اعلےٰ مین شامل ہو گئے

فہم۔ دانش عقل ہے کچھ اور شے

ہیم ٹام اور نقل ہے کچھ اور شے

ہمتِ عالی ابھی بڑھتی رہے
جوش کی ندی یوہیں چڑھتی رہے
دہنے اور بائیں نظر پڑتی رہے
مشکلاتِ دہر سے لڑتی رہے

دوڑ میں پیچھے رہا جو ہر گیا
جیتے جی گویا کہ ظالم مر گیا

جب جہان میں جاہ اور ثروت نہو
علم و فضل اور آبرو عزت نہو
عزم و ہمت شرم اور غیرت نہو
دل دماغ اور روح کو راحت نہو

پھر بھلا کس کام کی ہے زندگی
جس سے ہمچشموں میں ہو شرمندگی

از جناب شاکر کشمیری

رباعی

آصف کہوں اُنکو کہ سلیمانِ دکن
ہے فیض سے جنکے اوج پرشانِ دکن
کیوں دشمن و دوست ہوں نہ مہمانِ دکن
خوانِ یغما ہے خوانِ سلطانِ دکن

ولہ

اقلیمِ کرم کا بادشاہے آصف
کشتیِ دکن کا ناخدا ہے آصف
مجموعۂ حلم و رحم و لطف و انصاف
کچھ شک نہیں اسمیں بجا ہے آصف

خدنگِ نظر

اردو علم ادب کا ایک ترقی یافتہ ماہوار رسالہ جو اعلیحضرت بندگان عالی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ کی مبارک تقریب سالگرہ کی قدیم علمی یادگار ہے۔ اور ۱۸۹۷ء سے نہایت آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ اس میں علمی۔ اخلاقی۔ ادبی۔ تاریخی مضامین۔ اعلیٰ درجے کی تظمین۔ غزلیات۔ اور دیگر اصنافِ سخن کے دلکش نمونے شائع ہوتے ہیں۔ یہ رسالہ ہندوستان میں مڈرن لٹریچر کا ایک عمدہ نمونہ اور معزز اہل دکن اور عام باذاق حضرات کی قدردانی کا مستحق ہے شمالی ہندوستان میں دربار دکن سے اس عقیدت مندی کی نظیر خدنگ نظر سے پہلے نہیں دیکھی گئی۔

نمونے کے لیئے صرف مہر کے ٹکٹ کافی ہیں۔ قیمت سالانہ مع ناول عجب بلا ناول ۱۲ مع محصول۔

الشتہار

مینجر خدنگ نظر لکھنؤ

اُردوئے معلیٰ

یعنی

صحیح اور فصیح اُردو کا ایک قابلِ دید رسالہ جو ہر انگریزی مہینے میں علیگڈھ سے شایع ہوتا ہے کاغذ ولایتی۔ حجم ۵۲ صفحے تقطیع ۲۰×۳۰ لکھائی چھپائی نہایت پسندیدہ

جسکے رہتا

ہر سال اساتذہ قدیم کے غیر مطبوعہ دواوین میں سے تین دیوان مع دیباچہ و شرح مختصر ہدیۂ ناظرین ہوتے ہیں[1] قیمت رسالہ مع دو اوین للعہ رسالہ مع محصول۔

(درخواست خریداری بنام سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے اڈیٹر اردوئے معلیٰ علیگڈھ)

[1] چنانچہ اس سال دیوان جعفر علی حسرت استاد جرأت۔ دو دیوان جرأت۔ دو دیوان تماشا

ضوابطِ دبدبۂ آصفی

دفعہ ۱ - یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اسکے تمام حقوق عالیجناب وزارت پناہ نے مہتمم رسالہ کو مرحمت فرمائے ہیں۔ اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے۔

عام قیمت سالانہ پیشگی مع محصول (۴ھ)

عمائد و عہدہ داران عالیمرتبہ سے دس روپیہ (۱۰)

امرائے عظام و رؤسائے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو قدردانی فرمائیں

دفعہ ۲ - مضامین بشرط پسند کمیٹی طبع ہونگے۔ جو مضمون اعلے درجے کا ہوگا اُسکے شکریے مین ایک اشرفی دیجائیگی۔

دفعہ ۳ - اشتہارات کی چھپائی بذریعۂ تحریر طے ہوسکتی ہے۔

دفعہ ۴ - نمونے کا پرچہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے۔

دفعہ ۵ - خط و کتابت اس پتے سے ہونی چاہیے۔

(محبوب پریس علاقۂ پیشکاری بنام مہتمم محبوب الکلام و دبدبۂ آصفی)

۱۶ رجب ۱۳۳۲ھ

دبدبۂ آصفی

اخلاقی۔ علمی۔ تاریخی۔ ادبی مضامین کا ماہوار رسالہ

یادگار جشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت ضور پر نور نواب میر محبوب علیخان

بہادر نظام الملک آصفجاہ فتح جنگ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

حسب الحکم

وزارت پناہ فتوت دستگاہ سر مہاراجہ بہادر

یمین السلطنتہ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی

محبوب پریس علاقۂ پیشکاری حیدرآباد دکن سے شائع ہوا

فہرست مضامین

موسیقی کی قدامت	جناب حکیم برہم صاحب۔
مادۂ اجسام کی تحقیق نمبر ۵	جناب مولوی سید نادرالدین صاحب۔
قصیدہ در تہنیت وزارت	جناب مولوی سید علی حیدر صاحب نظم
روح	جناب مولوی مرزا محمد ہادی صاحب غریب
ریویو۔	اڈیٹر
اردوئے معلی	
کرشن کنور۔	
زمانہ۔	



تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

موسیقی کی قدامت

یہ سبجکٹ بغیر الہامی کتب کے چند حوالے دیئے پورا نہیں ہو سکتا۔ وہ حسب ذیل ہیں :-

"دنیا کی پیدائش کے وقت جم کے ستارون نے نغمہ سرائی کی اور خدا کے فرزندون نے خوشی کے نعرے مارے"۔

"۶۰۰۰ برس گزرے کہ جبال اُن سبھون کا باپ تھا جو ہارپ و آرگن بجاتے تھے۔ اُس زمانے کے لوگ ۸۰۰۔ اور ۹۶۹ برس کی عمر کو پہونچتے تھے"۔

"قریب ۳۳۰۰ برس کے گزرے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل حمد کے گیت گاتے تھے حضرت موسیٰ جو ۱۲۰ برس تک زندہ رہے بڑے مغنی اور مصنف تھے وہ کہتے ہین کہ اُنکے اعلے اوصاف گانے اور موسیقی سے رُک نہ سکے"۔

"حضرت داؤد اپنے ہاتھون سے شیر ببر اور بھالو کو ہلاک کر ڈالتے تھے۔ وہی حضرت داؤد ایک بادشاہ۔ اور ایک بڑے بھاری شاعر اور ہارپ بجا کر زبور کے مغنی تھے"۔

"حضرت عیسیٰ بھی گاتے تھے"۔

"بہشت مین جو کہ خدا کے مقبول بندون کا گھر ہے خدا کی حمد و ثنا گائی جاتی ہے"۔

"ہندوؤن کا شیام وید کُل منظوم اور راگ ہے"۔

"مسلمانون مین صوفی مشرب لوگون کو سماع سے خاص ذوق ہے"۔

یاد رکھو کہ عمدہ موسیقی بعض مذاہب کی عبادت گاہون مین نہ صرف خدا سے قربت کراتی ہے بلکہ اعصاب و جوارح کو قوت۔ ہوا اور خون کے دوران کو ترقی دیکر عمر کو دراز کرتی ہے۔ اور عمدہ صحت قائم رکھتی ہے۔ روے زمین پر یہ انسان کیلیے خوشی اور امن کا باعث ہے اور یہ بہشت مین بھی موجود ہے۔ مگر ہمارے ملک سے اسکا رواج اُٹھ گیا ہے اور جن قومون

مین باقی رہگیا ہے وہ مہذب سوسائٹی مین شریک نہین ہوسکتین۔ جسکی وجہ سے انمین بھی اب کوئی صاحبِ کمال نہین پیدا ہوتا۔ (حکیم برہم از گورکھپور)

موسیقی اور انسانی زندگی کا راز

پیرانہ سالی کے علاوہ بھی بعض امراض کی وجہ سے انسان کی مدتِ حیات گھٹ جاتی ہے اور وہ قبل از وقت موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسی بیماریون کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ دَوران خون کا باقاعدہ سلسلہ نہ جاری رہنے سے نظام عصبی متزلزل ہو جاتا ہے اور اعصاب وجوارح کی قوت سلب ہونے لگتی ہے مگر علم موجودات کے اصول پر غور کرنے سے تحقیق ہوا ہے کہ "موسیقی" سے سینہ کشادہ رہتا ہے اور کشش کی کافی توسیع سے دَورانِ خون کی حالت عمدہ ہو جاتی ہے اور وہ باریک شرائین بھی کھلے رہتے ہین جنسے گردشِ خون مین نہایت ضروری امداد حاصل ہوتی ہے۔ اعصاب کی قوت مین اگر خاص اضافہ نہین ہوتا ہے تو بطور لازمی نتیجہ کے یہ ضروری ہے کہ اُسکا عمل باقاعدہ ہو جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ اگر اور حالتین بھی مناسب وموزون ہون تو اُس شخص کے عمر طبعی تک پہونچنے مین کوئی شبہہ نہین رہتا جسے "موسیقی" سے تعلق ہو۔

موسیقی اور درازی عمر کا باہم نہایت قوی رشتہ ہے۔ ایک قدیم انگریزی نظم کا یہ مطلب ہے کہ چند خاص اہل حرفہ کی عمر اسلیے کم ہوتی ہے کہ وہ گانا نہین جانتے۔ ان اشعار کا مضمون حسب ذیل ہے:۔

قدیم نوآبادیون کے اچھے زمانہ مین
جبکہ ہم اپنے شاہ کے محکوم تھے۔
تین بدمعاش آفتِ ناگہانی مین مبتلا ہوگئے
اسلیے کہ وہ گا نہین سکتے تھے۔

پہلا ایک چکی والا تھا
دوسرا ایک جولاہا۔

اور تیسرا ایک حقیر درزی تھا
ان تینون بدمعاشون نے ملکر۔

چکی والے نے غلہ چرایا
اور جولاہے نے سوت۔
جھوٹے درزی نے بانات چرائی
تاکہ تینون شریرون کا جسم گرم ہو۔

مگر چکی والا اپنے ہنر مین ڈوب مرا
اور جولاہے کو اُسی سوت سے پھانسی لگی۔
افسر پولیس نے جھوٹے درزی کو گرفتار کیا
اور مع بانات کے چالان کر دیا۔

اس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم لوگ چوری اور جرایم کی بہ نسبت عمدہ زندگی بسر کرنے کے لیے مقابلتاً موسیقی کو ضروری خیال کرتے تھے۔ بلاشبہہ یہ نہایت عقلمندی ہے کہ انسان موسیقی سے فائدہ اُٹھاے جیسے قدیم زمانہ سے عرب والے غذاے روح سمجھتے آئے ہین۔

ایک صاحب کسی لیڈی سے بیاہ کرنا چاہتے تھے۔ اس اثنا مین کچھ ایسے واقعات پیدا ہوے کہ باہم شادی ہوگئی۔ عقد سے پہلے ڈاکٹرون نے صاحب کی نسبت یہ راے ظاہر کی تھی کہ خراب تندرستی کیوجہ سے وہ بمشکل چند سال اور زندہ رہ سکتے ہین۔ مگر عجیب بات ہے کہ شادی کے بعد تیس برس سے زیادہ تک انہون نے زندگی کا لطف اُٹھایا۔ میم صاحبہ دعوے سے یہ کہتی ہین کہ اُنکے شوہر کی درازی حیات کا راز صرف موسیقی ہے یہ ایک مشہور مقولہ انگریزی زبان مین ہے کہ جو شخص عرصہ تک زندہ رہنا چاہتا ہو۔ اُسے لازم ہے کہ ایسی بیوی منتخب کرے جو موسیقی مین خوب ماہر ہو۔

پادری پیٹر کیمل مقام پرتہہ امبائی سے ۱۴ جنوری ۱۸۹۴ء کو جبکہ اُنکی عمر ۹۹ برس ۳ مہینے ۱۲ روز کی ہوچکی تھی اپنے ایک دوست کو لکھتے ہین۔ کہ —

"علاوہ اور باتون کے طوالت عمر کے متعلق مین اُن خاص چیزون کا ذکر کرتا ہون جنسے میرے دل اور پھیپھڑے کو تقویت پہونچی اور مین اس عمر تک پہونچکر آپ کو یہ خط لکھ رہا ہون۔ پھیپھڑے کو قوی بنانے کے لیے فلوٹ اور فالف دو قسم کی بانسلی ہے اور قلب کے لیے طنبور کی چوب۔ بانسلی کے مناسب استعمال سے میرے سوا بہتیرون کو فائدہ پہونچا ہے لیکن احتیاط ملحوظ رہنی چاہیے۔ اعتدال سے زیادہ اس ورزش کا اثر مُضر بھی ہوتا ہے۔ اور مین یقین کرتا ہون کہ اس ازحد مفید و پُر لطف مشغلہ سے میری حیات مین بیس برس کا اضافہ ہوگیا ہے۔ اور اس سے قبل میری حالت جو مُردون اور ماتم کرنے والون کیطرح افسردہ و غمگین تھی۔ اب اُسکا نام و نشان بھی نہین ہے"

اُسی دوست کو ایک دوسری چٹھی مورخہ ۵ مارچ ۱۸۹۴ء مین پادری صاحب موصوف حسب ذیل لکھتے ہین۔ کہ —

"مین بغیر امداد عینک کے بخوبی لکھ پڑھ لیتا ہون۔ کھانے کے مختلف اقسام۔ اور ہر طرح کے پھلون اور مٹھائیون کا لطف ذائقہ مجھے ویسا ہی حاصل ہے جیسا کسی نوجوان لڑکے کو۔ مین آسانی کے ساتھ ۱۷۹۹ء اور ۱۸۸۲-۸۳-۸۴ء کے واقعات کو بیان کرسکتا ہون۔ یہ سب مین کرسکتا ہون۔ حالانکہ جولائی ۱۸۵۹ء مین ایک خطرناک قلبی عارضہ کیوجہ سے مین نہایت خراب طرح پر بیمار تھا۔ دل کی حرکت ایسی سریع و شدید تھی کہ دھڑکنے کی آواز کو مین بخوبی محسوس کرتا تھا ضعف سے محنت کے بعد میری یہ حالت ہوجاتی تھی کہ کام کرنے کی طاقت درکنار بولنا یا حرکت کرنا مشکل ہوجاتا تھا۔ مگر موسیقی کی مزاولت سے ۱۸۶۲ء مین میرا چہرہ سُرخ ہوگیا۔ اور چستی و قوت کے ساتھ قدم پڑنے لگے۔ مین ایک کاشتکار کا لڑکا تھا اور اپنے باپ کی بارہ اولاد مین سب سے بڑا تھا۔ مان نے سیل کے

عارضہ سے قضا کی۔ مین نے سترہوین سال مین شراب کا استعمال یکقلم ترک کردیا اور سنہ ۱۸۴۳ء سے چاء اور کافی کو بھی منشاء قدرت کے خلاف سمجھکر چھوڑ دیا۔ تمباکو کا استعمال آجتک نہین کیا ہے۔ مین نحیف البنہ ہون۔ قد ۵ فٹ ہے۔ اور جب اچھی حالت مین ہوتا ہون تو جسم کا وزن ۱۲۵ پونڈ ہوتا ہے۔ بوڑھاپے کے دُکھ درد اور تکالیف مجھسے علحدہ ہین۔ مین کسور اعشاریہ کے سوالات ریاضی بسہولت حل کرسکتا ہون اور مشقی عمل کی کارروائی کے ہر نوبت پر وجوہ بتا سکتا ہون۔ صرف ایک ابابیل آنے والے موسم گرما کا پیش خیمہ نہین ہوتی یہ سچ ہے۔ لیکن جب ایک آئی تو دوسری بھی آسکتی ہے۔ اسی طرح جن طریقون پر مین نے عمل کیا ہے دوسرے بھی درازی حیات کے لیے اُن پر کاربند رہکر فائدہ حاصل کرسکتے ہین۔ اور کوئی شک نہین کہ زندگی بڑہانے کے لیے صرف موسیقی ہی سے کام لیا جاسکتا ہے"

پادری پیٹر کیمل کے دوست مکتوب الیہ خطوط مندرجہ بالا کا بیان ہے کہ جب آخر مرتبہ مین نے اُن کو دیکھا تہا تو سینہ خوب بھرا ہوا اور سر پر گھنے بال تہے۔ اُنکے اعضا جنسے وہ ایک صدی سے کام لے رہے تہے اچھی حالت مین تہے۔ گفتگو مین شباب کی سی دلچسپی اور مذاق موجود تھا۔ اُنہون نے ایک نہایت دلکش گت اپنی بانسلی پر بجائی۔ اور جب مین ہیل کو لیا کی غزل گانے لگا تو وہ طنبور کی چوب سے ایک ریت بھرے بورے پر تال دیتے رہے۔ جب خیال کیا جاے کہ پادری صاحب نے سنہ ۱۸۵۵ء سے بانسلی اور طنبور کا نہایت قاعدہ اور انضباط سے استعمال کیا تو یہ بات قابل تسلیم ہے کہ ہمارے نتیجہ نکالنے کے لیے اُنہون نے مدت دراز تک موسیقی پر عمل کیا۔ اور بے شک وشبہہ صاحب موصوف علم موسیقی و درازی عمر کے رشتہ باہمی کی نہایت نادر مثال معلوم ہوتے ہین۔

امراض پیرانہ سالی مانع درازی حیات

یہ عارضے اس قسم کے ہین جنسے خون کی گردش اور اعصاب کی قوت مین فتور پیدا ہوجاتا ہے اور اُن امراض کی قسمین اتنی زیادہ ہین کہ بجاے کل کے بعض کا ذکر کافی ہوگا۔

پادری پیٹرکیل صاحب کا یہ صحیح قول قابل تسلیم ہے کہ موسیقی کی مشاقی سے پھیپھڑے اور قلب کو ایک طرحکی مناسب ورزش ہوجانے سے قوت پہونچتی ہے۔ نہین معلوم کسقدر بنی نوع انسان سینہ کے عوارض مین مبتلا ہوکر عمر طبعی کے قبل اس دنیا سے رخصت ہوجاتے ہین۔ بہ نسبت اور عارضون کے سل کا مرض مختلف شکلون مین پوری عمر تک پہونچنے نہین دیتا۔ جس بخار مین پھیپھڑہ ماؤف ہوجاے اور سینہ کا وہ مرض جسے نمونیا کہتے ہین زندگی کے بہت بڑے دشمن ہین۔ جسم کے جن مقامات و مرکز مین اعصاب و جوارح دوسرے اعضاے اندرون جسم سے متقابل ہوتے ہین وہان ایک طرح کا ناقص مادہ چربی کے مثل پیدا ہوجاتا ہے اور یہی پیرانہ سالی کا مرض ہے۔ جب کوئی نوجوان اسمین مبتلا ہو تو سمجھہ لینا چاہیے کہ وہ قبل از وقت بوڑہا ہوگیا۔ بلکہ مرگیا۔ قلب کے گرد چربی چہا جانا اور امراض گلو اسکی مثال ہین۔ برائٹ صاحب کی تحقیقات والے امراض گردہ و مثانہ بھی اسی قبیل سے ہین۔ دماغ کے حجابی پردون کا ضعف مختلف شکلون مین فالیج۔ استرخاے اعصاب اور سینہ کے امراض پیدا کرتا ہی اسی سے نسیان پیدا ہوتا ہے اور بعض اوقات طاقت رفتار مفقود ہوجاتی ہے اسکے تمام اسباب سامنے ہونے پر دوران مین مزاحمت ہونیسے ناقص چکنا مادہ پیدا ہوجاتا ہی اسے دوسرے لفظون مین یون بھی کہہ سکتے ہین کہ شرائین مین دوران خون کی کمی سے یہ حالت ہوجاتی ہے۔

اسی ناقص چکنے مادہ کا اثر نباتات پر بھی پڑتا ہے اور اس مادہ کیوجہ سے سبزو شاداب درختون کا عالیشان حسن بہت زیادہ بڑہجاتا ہے۔ ایک ماہر علم نباتات کا بیان ہے کہ اُسنے ناسپاتی کے خوشرنگ پتے کی ساخت مین چربی پائی اور اسکے ساتھ ہی پتے کی رگون کی نالیون مین جنسے گزر کر عرق دورہ کرتا ہے اسقدر یہ ناقص مادہ بھرا ہوا تھا کہ نصف سے زیادہ یہ شرائین معدوم ہوچکی تھین۔ اس طور پر دوران مین سستی اور رکاوٹ کی وجہ سے اُس پتے مین مرض پیدا ہوگیا تھا۔ اور جب سیب کو پیپون مین دبا کے ذریعے دبا کر چھوٹا اور پہلدار بناتے ہین اُسوقت اُسمین بھی یہ ناقص چربدار مادہ پایا جاتا ہے جو سیب کے اندرون سیڑہ کے دوران مین خلل ڈالکر اُسے سست کردیتا ہے۔

جسم انسان مین دوران خون کی سستی اور رکاوٹ کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ غذا کی نالیون

مین عرصہ تک مصروفیت سے چند طرح کے گیس پیدا ہو جاتے ہین۔ انکا اثر قوتون کو زائل کر دیتا ہے۔ اور یہ مضر اثر صرف اُسی حصہ جسم تک محدود نہین رہتا جہان کہ وہ پیدا ہوا ہے۔ بلکہ جسم کے دُور دُور حصون کو بھی ماؤف کر دیتا ہے۔ یہ گیس شیرین اور مرغن غذاؤن کو زیادہ مقدار مین بکثرت استعمال کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اب سوسیٹی کے رواجون نے اس طرح کی ثقیل و دیر ہضم غذاؤن کو عمدہ اقسام مین رائج کر رکھا ہے اسلیے کہ یہ شیرین خوشگوار اور لذیذ ہوتی ہین

ہمارے خیال مین اس چکنے اور ناقص مادہ سے محفوظ رہنے کا نہایت آسان و سادہ ذریعہ یہ ہے کہ وہ غذائین بہت کم مقدار مین استعمال کیجائین جنسے خراب قسم کا خمیر اور جوش معدہ مین پیدا ہو۔ اسلیے کہ اسی ناقص جوشیلے خمیر سے آخر کار دوران خون مین سستی اور رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ مگر یہ عجیب اخلاقی بُرائی ہے کہ لوگ خوشی سے اپنے اعضا کو ٹوالیسا پسند کرینگے مگر پسندیدہ و لذیذ غذاؤن کو ہرگز ترک نہ کرینگے۔ ایک بہت بڑے فیخ دولتمند رئیس کا بھی ایسا ہی خیال ہے جسے فن طباخی مین بہت بڑا دخل تہا۔ اُسکا بیان ہے کہ بھاری غذائین ہرگز چھونا بھی نہ چاہیے۔

جب روزانہ غذا کی یہ عام حالت ہے اور ایسے کھانون سے پرہیز کرنا قریب قریب ناممکن معلوم ہوتا ہے تو جہان تک ممکن ہو دورانِ خون کی خرابی کی آفت سے بچنے کے لیے کوئی عمدہ قائم مقام ذریعہ بہم پہونچانا چاہیے۔ یہ ذریعہ صرف علم موسیقی ہی مین دکھائی دیتا ہے اسلیے کہ علم حیوانات کے اصول سے موسیقی شرائین کو کشادہ کرکے دوران خون کے لیے کام کے قابل بنا دیتی ہے۔ اور اعصاب کی قوت کو بڑہاتی اور باقاعدہ کرتی ہے۔ عوام بھی اس بات سے واقف ہوگئے ہین کہ موسیقی کا اثر اُن رگون پر پڑتا ہے جنسے خون کی باریک شرائین ملی ہوئی ہین۔ اور جو جسم کی پرورش اور مادون کے اخراج کا کام دیتی ہین۔ اور جو مقدار خون کی مناسبت سے شریانون کو کشادہ کرتی ہین یا سمیٹ لیتی ہین۔ مثلاً سردی کے اثر سے جب شرائین مین تشنج پیدا ہو جاتا ہے تو وہ موسیقی سے پھر کشادہ ہو جاتی ہین اور یہ تو بلا کسی دلیل و شرح کے مان لینے کی بات ہے کہ مُنہ کا با جا سینہ کو آسانی و تفریح کے

سانہ کھول دیتا ہے اور اس طرح جسم کے لیے دوران ہوا وخون کی تیزی فوراً قائم ہوجاتی ہے۔

ایک روسی ماہر علم حیوانات پروفیسر ڈوگیل مقیم کازان نے ایک نہایت ضروری مشاہدہ کیا ہے کہ موسیقی اسقدر اثر پذیر ہے کہ اس سے انسان وحیوان کے شرائین مین دوران خون کو یقینی ترقی ہوتی ہے۔ شریان کشادہ ہو جانے سے خون آزادانہ گردش کرتا ہے۔ مادہ پرورش وحرارت عزیزی بڑہ جاتی ہے۔ قلب کی حرکت مین بھی باعتبار مناسبت ترقی ہوتی ہے۔ اور جب اسقدر فوائد پیدا ہوتے ہین تو اعصاب کی قوت کا اضافہ یقینی ہے۔

اس سے یہ امر صاف ہو جاتا ہے کہ بوڑہے پادری صاحب کو بانسلی اور طنبورکی چوب سے کیونکر صحت حاصل ہوئی جبکہ وہ سخت قلبی عارضہ مین مبتلا تھے۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ چکنے اور ناقص مادہ والے امراض کے لیے موسیقی ایک نہایت موثر علاج ہے اسلیے کہ اس سے دوران خون کی سستی دورحمت جاتی رہتی ہے۔ اس سے یہ تجویز کرنا بھی صحیح ہوگا کہ جو لوگ عمدہ ساز سنتے ہین یا خود بجاتے ہین اگرچہ جسمانی مشقت کے لحاظ سے یہ نہایت ضعیف کام ہے لیکن درحقیقت طول زندگی اور صحت کے لیے بہت زیادہ مفید اور نتیجہ خیز ہے۔

موسیقی کا اثر بھی دونون جانب ہوتا ہے یعنی عمدہ ساز اور لحن سے تو فرحت وانبساط حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اسکے خلاف خراب باجون اور بری آوازسے دماغی اعصاب اور ذکی الحس اعضاے جسم کی ترکیب پر برا اثر پڑتا ہے۔ ایک نوجوان دوست کی حالت یاد ہے کہ جب ایک بے سرے ساز پر یک بیک کوئی چیز بجائی گئی تو وہ سخت مضطرب ہوگیا۔

پہلوانون کا دعوے ہے کہ ورزش سے انکے دوران خون کو ترقی ہوتی ہے۔ بیشک یہ صحیح ہے مگر انکی ورزش سے زندگی کی اصلی قوت یا وہ قوت نظام عصبی جسپر قوت رفتار قائم ہے اسقدر صرف ہوجاتی ہے کہ دوسرے اعضا مثلاً دماغ کو تحلیل کرکے پٹھون کو ضرورت سے زیادہ کمل اور سخت کردیتی ہے۔ پہلوانون مین قبل از وقت اور مرگ ناگہان کے واقعات اکثر ہوتے ہین۔ اور انکی کوتاہ عمری تو مشہور بات ہے۔ زندگی گویا قوت عصبی کا صرف ہونا ہے اور جب اس قوت کو صرف ایک جانب یعنی پٹھون کی ترکیب پر فضول وبے ضرورت زیادہ مقدار مین صرف کردین تو دوسرے اعضا کی ترکیب کو نقصان پہونچے گا۔ اور اصل قوت کو جو مدار زیست ہے

اس طور پر ضائع کر دینے سے خواہ مخواہ حیات کی مدت گھٹ جائیگی۔

مگر موسیقی خود اعصاب مین قوت پیدا کرتی ہے اور جسم کی ترکیب کو سہولت کے ساتھ چلا کر اُس قوت مین کفایت شعاری سے بچت دکھاتی ہے۔ پس کل اسباب مساوی ہون اور اگر عمر کی درازی ضروری سمجھی جاے تو ورزش کے علاوہ ہر شخص کو موسیقی سے بھی کسی نہ کسی طرح کا تعلق رکھنا ضروری ہے۔ زندگی۔ پرورش اور نشو ونما کی ترقی کیلیے ہوا اور ورزش کی ضرورت ہے مگر موسیقی نہایت لطیف ورزش ہے اور پہلوانی کی ورزش مین جب کسی دلچسپی کو جوش کے ساتھ پیدا کرنا باقی نہین رہجاتا ہے تو اُسکے بعد عرصہ دراز تک موسیقی پر عمل کر سکتے ہین اور جب انسان کا شباب ڈھل جاتا ہے اور اُسوقت جبکہ وہ پہلوانی کی ورزش کے قابل نہین رہجاتا تو موسیقی سے لطف و تفریح حاصل کر سکتا ہے۔ اسلیے کہ موسیقی کو براہ راست دماغی قوی اور روح سے واسطہ ہے۔ ایسے معمر اور کہن سال لوگ دیکھے گئے ہین جنکو موسیقی سے رغبت رہی ہے اور اُنکے حواس و قوی بہت اچھے تھے۔

امراض سینہ

موسیقی۔ اور۔ عارضۂ سل

ایسے واقعات کی تفصیل کا اب موقع نہین ہے کہ ایسے اشخاص کو جنکی نسبت مرض سل کا ہونا قرار دیا جا چکا تھا۔ اُنکو مُنہ کے باجے۔ گانے اور آواز کی تربیت سے شفا حاصل ہو گئی۔ اور یہ امر علم حیوانات و علم الصوت کے مسئلہ اصول کے بالکل مطابق ہے۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ پھیپھڑون کے کشادہ ہونے کی وجہ سے اُسمین غدودی اورام کی تولید رُک جاتی ہے۔ مرض سل کی نسبت تحقیقات جدیدہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آلات ہضم مین جب غذا خمیری کیفیت پیدا کرتی ہے تو اُس سے ناقص گیاس پیدا ہوتا ہے اور اُس جوش کھاے ہوے مادہ سے ترش کف اُٹھتا ہے اور یہی سل کی ابتدائی بنیاد ہے۔ چند ایسے وجوہ سے جنکا باعث ہنوز سمجھا نہین گیا ہے اگر یہ خمیر والا گیاس کا مادہ اُسی مقام پر رُکا رہا تو سعال کہنہ یا سل پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن جب وہان سے منتقل ہو کر خون مین شریک ہو گیا تو یقیناً پھیپھڑے کے شرائین مین آکر رُک جائیگا۔ بالخصوص اُسوقت جبکہ جسم کی بیرونی سطح پر برودت کا اثر پڑ رہا ہو اور اس برودت

کی وجہ سے شرائین کوتاہ ہوگئے ہوں یا سکڑے ہوئے ہوں۔ پھیپھڑے کی رگون کی ترکیب ابر یا اسپنج کیطرح گھٹنے بڑھنے والی ہوتی ہے اور زیادہ سکڑ سکتی ہے۔

ایک سل کے مریض کے خون مین ناقص مادہ والا خمیر ہی گیاس اور ترش کف ایک سال تک رہ سکتا ہے قبل اسکے کہ پھیپھڑون کو زخمی کرکے پارہ پارہ کردے۔ مریض کیلیے اسقدر مدت اپنا سینہ کشادہ رکھکر موت سے نجات پانے کیلیے کافی ہے تاکہ دوران خون مین روک نہو اور غدودی اورام کے بڑھنے کا موقع نہ ملے۔ یہ ناقص و مضر مادہ اسطرح کا ہے کہ صوت کے سے باریک شرائین مین بھی نہ رکتا ہے نہ سڑتا ہے۔ اگر ایسے مریضون کو منہ کے باجے کی ہلکی تربیت دیجاے جس سے سینہ کشادہ ہو جاے تو وہ غدودی اورام کے خطرہ سے بچ سکتے ہین۔ ایسی حالت مین اگر غدود بند ہنا شروع بھی ہو جاے تو منہ کے باجون کے استعمال اور آواز کی تربیت سے وہ بے ضرر ہو جاتے ہین۔

اسکی تائید اور ثبوت مین بہت سے واقعات ہین اور اس بارہ مین موسیقی بیشک درازی عمر کی باعث ہے۔ اگر یہ خیال عام طور پر مشہور ہو جاے اور اسپر عمل کیا جاے تو ہمارے طبی کالجون طبی پروفیسرون اور مرض سل کی چھان بان کرنے والون کے لیے حکمت کی کوششون کا ایک کشادہ میدان موجود ہے۔ امریکہ میٹریا میڈیکا (قرابادین) مین موسیقی کو بھی ادویات کے ذیل مین داخل کیا ہے۔ لندن مین اسی غرض سے ایک جماعت قائم ہے جو ہسپتالون اور دولتمند مریضون کے یہان باجے فراہم کرتی ہے۔ اکثر متمدن طبی رپورٹین دیکھی گئی ہین کہ اعمال جراحی مین موسیقی اور باجون سے بہت بڑا کام لیا گیا ہے۔

امراض سینہ وصدر

عوارض سینہ وصدر مین ہمیشہ خونی شرائین مین انجماد ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر کسی شخص کے سینہ مین کشش۔ سختی اور سردی کے آثار ابتداً ظاہر ہون تو وہ آغاز ہی مین منہ کا باجا استعمال کرکے اس مرض سے نجات پا سکتا ہے۔ اور ناگوار شکایتین فوراً دفع ہو جائینگی تحقیقات جدیدہ سے معلوم ہوا ہے کہ ٹانگون کا تشنج گانے سے اور آنتون کے سخت امراض باجون کی

آواز سے رفع ہوگئے۔ مین اسکا دعوے نہین کرتا کہ صرف موسیقی ہی درازی عمر کا باعث ہے۔ اسلیے کہ زندگی بہت سے اسباب و وجوہ کے تار و پود ہے مگر یہ امر قابل یقین ہے کہ جو لوگ موسیقی کی مزاولت کرتے ہین اگر غذا۔ پوشاک۔ ورزش اور پرہیزگاری کے اصول پر بھی توجہ کیجاے تو فی زمانا جو معیار زیست قرار دیا گیا ہے اُس سے بھی زیادہ عمر حاصل ہوسکتی ہے ۔

مادۂ اجسام کی تحقیق

نمبر ۵

اب طبعی امور کے ثمرات و فوائد معلوم کرنے کے خیال سے اعضاے حیوانات و اجزاے نباتات کے اُن آثار و ثمرات مین تمکو نظر غائر کرنا چاہیے جو علوم جزیہ یعنی فن طب کی کتابون مین مرقوم ہین جنکی تعداد کرورون اور اربون سے بھی زائد ہے اور موجودہ زمانہ مین جو اہل یورپ نے بہ تجربہ و مشاہدہ معلوم کیے ہین اُنکا تو کوئی شمار ہی نہین۔ بعد اس ملاحظہ کے کیونکر کوئی ذی بصیرت یہ خیال کرسکتا ہے کہ طبعی امور کا وجود بے ثمر ہے اور با وجود اس بات کے ہمکو کبھی انکار نہین کہ طبعی امور کا وجود قابلیت مادہ سے ضرور وابستہ ہے مگر ہم انکے وجود کو ضرورت مادی مین منحصر نہین کرسکتے اور نہ کوئی ذی بصیرت اس قسم کے خیالات اپنے دل مین لاسکتا ہے۔ اب تم دوسرے امور کو جانے دو اور سودا ے طبعی ہی مین غور کرو جو خون کا سُفلی اور تلچھٹ ہے اور ہضم کبدی کے وقت جسکا پیدا ہونا ضروری ہے اور خصوصاً اُس مادہ سے جو کیثفہ اجزا پر مشتمل ہو۔ مگر اسمین شبہہ نہین کہ اسکا پیدا ہونا فضول اور صرف ضرورت مادی کی وجہ نہین ہے کیونکہ وہ مثل دوسرے اخلاط کے سخت سخت اعضاے حیوانی کی غذا بنتا ہے بلکہ طحال کی بھی۔

ہان کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض امور غایت طبعی کو لازم ہو جاتے ہین مگر غایت طبعی نہین ہوتے جیسے عانہ اور بغلون کے بال جو اس سودا دی مادہ سے پیدا ہوتے ہین۔ جو اعضاے صلبیہ و طحال کی غذا بنتا ہے مگر سانہ ہی اسکے گو وہ انسانی نفوس کے منافر ہین لیکن بدنی طبیعت کے مقاصد ہین۔

اور اسی طرح طبائع عناصر مین غور کرو کہ مار وارض کو جہت فوق منافر ہے اور جہت تحت مناسب اور ہوا و نار انکے برعکس ہین مگر مجموعہ ان کششون کا فطرت عالم کا عین مقتضا ہے جسکی نظام عالم مین اشد ضرورت ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ کلی طبیعت کا دائرہ بہت وسیع ہے جو مختلف قسم کی ضروریات پر مشتمل ہے جنسے بعض ضرورتین ایسی ہین کہ دنیا کی پایداری مین ہمیشہ یا عموماً انکی احتیاج رہتی ہے اور جنکا بار بار موجود ہونا یا ایک دفعہ موجود ہوکر ہمیشہ رہنا ضروری ہوتا ہے اسی وجہ سے انکو مستمرہ عادات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور بعض وہ ہین کہ کسی خاص مصلحت سے خاص وقت پر انکی ضرورت پڑتی ہے جنکا وجود مستمرہ عادت کے خلاف ہوتا ہے اور چونکہ ایسے امور مستمرہ عادت کے خلاف اور نادر الوقوع ہوتے ہین لہذا انکو خرق عادت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اور ان کل ضروریات کے اسباب و علل وہی ہین جنکا پیشتر ذکر آچکا ہے یعنی فاعل۔ غایت۔ مادہ وصورت جنکے بغیر کوئی ممکن اور حادث شے موجود نہین ہوسکتی۔ کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ جس چیز کا وجود و عدم مساوی ہو بلا موجد کے موجود ہو یا اسکے ایجاد کا کوئی باعث نہو جسے غایت کہتے ہین یا پہلے سے اسکی امکانی حیثیت کا کوئی منشا نہو۔ جسے مادہ کہتے ہین یا اسکی امتیازی حیثیت کا منشا جسے صورت کہتے ہین بالفعل موجود نہو۔ اور وہ چیز موجود ہو جاے جسکا وجود و عدم مساوی ہے ہرگز کوئی عقل سلیم اس ترجیح بلا مرجح کو تسلیم نہین کرسکتی۔ جس سے ناظرین کی رسا عقل خود اسبات کی تصدیق کرسکتی ہے کہ مذکورہ اسباب کے بغیر کوئی حادث و ممکن شے موجود نہین ہوسکتی۔ ہان یہ ضرور ہے کہ بعض حوادث کے پورے اسباب موجود ہو جاتے ہین۔ اسطرح سے کہ ان حوادث کے وجود مین کوئی منتظرہ حالت باقی نہین رہتی اور انکا وقوع ٹل نہین سکتا جسکو بقضاے مبرم موسوم کرتے ہین۔

اور بعض کے پورے اسباب مہیا نہین ہوتے مگر انکے پورا ہونے کی توقع کیجاتی ہے جسکو قضاے معلق کہتے ہین پھر اس اثنا مین اگر اسکے پورے اسباب مہیا ہوگئے تو قضاے معلق مبرم ہو جاتی ہے نہین تو عوائق اور موانع و شرائط کے نہ موجود ہونے سے قضاے معلق معلق ہی رہتی ہے اسی بنا پر یہ کہا گیا ہے کل امر مرہون باوقاتہا "ہر کام اپنے اپنے وقت

سے وابستہ ہے۔

اس بیان واجب الاذعان سے ناظرین حقیقتِ حال بخوبی اس بات کا یقین کر چکے ہونگے کہ کوئی ہونے والا امر بغیر اسباب متذکرۂ بالا کے وقوع مین نہین آسکتا اور ان اسباب کے علاوہ وجود اشیا کا کوئی دوسرا سبب نہین ہے کہ وہ بخت و اتفاق کے نام سے موسوم کیا جاے اور نہ کوئی شے بلا غایت موجود ہوسکتی ہے کہ بے ثمر کے وجود کو بخت و اتفاق کے نام سے موسوم کرین۔

ہان ناظرین کو یہ شبہہ ضرور ہوگا کہ آخر بخت و اتفاق چہ معنی دارد کیونکہ یہ الفاظ مستعمل ہین اور بے معنی نہین ہین اور ضرور ہے کہ اُنسے بھی کچھ معنی مراد ہون مگر ہم بقول فیصل اس شبہہ کو یون رفع کیے دیتے ہین کہ بعض حوادث اس انداز سے اچانک واقع ہوجاتے ہین کہ جن اسباب سے بحسب الظاہر وہ واقع ہوتے ہین وہ نہ دواماً نہ عموماً انکے موجب ہوتے ہین لیکن انسے بھی کسی قدر انکے وجود کی توقع ہوتی ہے گو فی الواقع یہان انکے پورے اسباب متذکرۂ بالا موجود ہوتے ہین جو انکے وجود کو دواماً یا عموماً لازم کرنے والے ہین مگر ان اسباب کا پورا علم نہونے سے ان حوادث کے وجود کو غیر متوقع اسباب کی طرف منسوب کر کے کہا جاتا ہے کہ بخت و اتفاق سے یہ حوادث واقع ہوگئے کیونکہ جن اسباب سے انکا وقوع ہوا ہے انسے نہ دواماً نہ عموماً اس قسم کی توقع تھی کہ انسے انکا ظہور ہونا لازمی طور پر ہو جاے گا۔

ہان فی الجملہ انسے بھی ظہور کی توقع ضروری ہے جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہین۔ ورنہ پھر یہ اتفاقی اسباب بھی نہین تصور کیے جائین گے۔ اسی وجہ سے اگر کسی شخص کے کھاتے پیتے وقت چاند گرہن پڑجاے تو یہ نہین کہا جاسکتا کہ اس شخص کا اکل و شرب چاند گرہن کا اتفاقی سبب ہے کیونکہ ان دونون مین کسی قسم کا تعلق نہین ہے کہ اکل و شرب سے چاند گرہن کی فی الجملہ بھی توقع کیجاے۔

اور چونکہ اتفاقی اسباب اتفاقی حوادث کے پورے اسباب نہین ہوتے اور بغیر پورا ہوے اسباب وجود کے کوئی شے ہونے والی موجود نہین ہوسکتی تو ضرور ہے کہ یہان

کوئی دوسرا سبب بھی ہوتا کہ یہ سبب اس اتفاقی سبب سے ملکر اس حادث اتفاقی کا سبب تام ہوجاے اور یہ دوسرا درحقیقت اسی اتفاقی سبب کا ضمیمہ ہے جسکے ضم ہوجانے سے مجموعہ اسکا دوامی یا اکثری سبب بنجاتا ہے جسکی نسبت اس حادث کے وقوع کی ہمیشہ یا اکثر توقع کیجاسکتی ہے لہذا اس حادث کا وجود اگر بلالحاظ ضمیمہ اسکی طرف نسبت کیا جائیگا تو اتفاقی ہوگا اگر بلحاظ ضمیمہ اسکی طرف نسبت کیا جائیگا تو اتفاقی نہ رہیگا جس سے ناظرین بخوبی اسبات کو سمجھ سکتے ہین کہ کل اتفاقی امور دراصل اتفاق نہین ہین بلکہ یہ حوادث انہین اسباب سے درحقیقت واقع ہوتے ہین جو دوامی یا اکثری طور پر انکے اسباب ہین۔ مثلاً تعمیر مکان کی غرض سے ہم زمین کھودین اور اچانک ہمکو دفینہ ملجاے تو اس لحاظ سے یہ یافت بغرض تعمیر مکان زمین کھودنے سے حاصل ہوی ہے تو اتفاقی خیال کیجائیگی اور اس لحاظ سے کہ یہ گڑہا ایسے مقام پر کھودا گیا ہے جہان دفینہ مدفون ہے تو ہرگز یہ یافت اتفاقی نہین تصور کیجائیگی۔ کیونکہ ایسے مقام پر ایسا کھودنے سے ضرور خزانہ ملیگا۔ اور ہمیشہ یا عموماً اس سے دفینہ ملنے کی توقع کیجاسکتی ہے جسمین کسی کو بھی تردد نہین ہوسکتا یہی وجہ ہے کہ جس شخص کو تمام مجاری اسباب کا تام علم حاصل ہو۔ اسکے نزدیک کسی حادث کا وجود بھی اتفاقی نہین ہوسکتا بغرض اچانک یافت کو بخت و اتفاق کہا جاتا ہے مگر بخت اسی یافت کو کہتے ہین جسکا منشا ذی عقل و ذی اختیار کا ارادہ ہو۔ اور اتفاق مین یہ شرط نہین ہے اور سعادت بخت وہ یافت ہے جسکا انجام اچھا ہو اور شومی بخت وہ ہے جسکا انجام برا ہو اور غیر ذوالعقول کے متعلق بخت و اتفاق کا استعمال مجازاً ہوسکتا ہے نہ حقیقتاً۔

اور جس امر مین سبب ہونے کی صلاحیت تو نہ ہو مگر اسکے پیش آنے سے کچھ بھلائی یا برائی کے اسباب پیدا ہوجائین جنسے عادتاً بھلائی یا برائی موجود ہوجایا کرتی ہے تو ایسے امر کو نیک فالی یا بدفالی کہتے ہین جسکی عربی میمون و مشوم ہے۔

اور جس ناگہانی امر کا منشا صرف طبیعت ہو اور کسی قسم کا اسمین ارادہ کو دخل نہو تو اسکو خود رو کہتے ہین جسکی عربی کائن من ملقار نفسہ ہے۔ مگر ان امور کے اسباب حقیقی وہی ہین

جکا پہلے ذکر آچکا ہے۔ ہم نے مسئلہ بخت واتفاق کو اسلیے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ ناظرین اور لوگون کیطرح بخت واتفاق کو حقیقی سبب نہ تصور کرین۔

طبیعت کا ثبوت

طبعیات کے ناظرین کو طبیعت کے متعلق ضرور یہ شبہہ دامن گیر ہوگا کہ طبیعت کیا شے ہے۔ اور اسکا ثبوت کیا ہے مگر طبعیات مین غائر نظر کرنے والون کو یہ شبہہ نہین رہ سکتا کیونکہ کائنات عالم مین غور کرنے سے خود طبیعت کی ماہیت معلوم ہوجاتی ہے اور نیز اسکے وجود کا یقین آجاتا ہے۔ اب تم کرۂ ذیل کائنات مین غور کرو۔ جواہر۔ اعراض۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ فضائی کائنات۔ کیفیات۔ کیات۔ اوضاع۔ افعال۔ حرکات۔ سکنات وغیرہ۔ تم انمین غور کرنیسے خود جان سکتے ہو کہ جسقدر جواہر ہین وہ سب جوہری حیثیت سے ایک ہین۔ اور تمام اعراض عرضی حیثیت سے ایک ہین اور تمام اجسام جسمی حیثیت سے اور تمام جمادات جمادی حیثیت سے اور تمام نباتات نباتی حیثیت سے۔ اور سب حیوانات حیوانی حیثیت سے ایک ہین۔ اور انہین کیطرح دوسرے طبعیات مین بھی غور کرو کہ تم انکو ہرگز جنسی حیثیت سے ممیز نہ پاؤگے بلکہ جب تم ممیز پاؤگے تو نوعی حیثیت سے ممیز دیکھوگے یا شخصی حیثیت سے۔ اب حیوانات ہی کو دیکھو کہ تم انسان کو فرس سے یا فرس کو غنم سے یا غنم کو بقر سے ممیز دیکھتے ہو۔ تو حیوانی حیثیت سے ممیز نہین دیکھتے بلکہ اس حیثیت سے کہ انسان حیوان کی الگ نوع ہے اور اور فرس وغنم یا بقر وغیرہ الگ نوع ہے اور اسیطرح نباتات مین تمیز کرتے وقت تم یون بیان کروگے کہ انار نبات کی الگ نوع ہے۔ اور انگور۔ نارنگی۔ کھجور۔ سیب۔ آم وغیرہ الگ الگ انواع ہین اور جمادات کی تمیز کرتے وقت تم یہ خیال کروگے کہ سونا جماد کی جدا نوع ہے اور پیتل۔ لوہا۔ مس۔ چاندی۔ رانگ۔ سیسہ وغیرہ جدا جدا انواع ہین۔ اور عناصر کی تمیز کرتے وقت یون خیال کروگے کہ پانی عنصر کی الگ نوع ہے اور ہوا۔ آگ۔ خاک الگ الگ انواع ہین۔ اور اعراض کی تمیز کرتے وقت یون بتاؤگے کہ سیاہی رنگت کی جدا قسم ہے اور سپیدی جدا قسم ہے اور زردی۔ سرخی۔ سبزی رنگت کی علحدہ قسمین ہین اور سطح مقدار

کی الگ نوع ہے اور خط الگ۔ انہین پر اعراض کے دوسرے انواع کو بھی خیال کرلو جس سے تمکو اس بات کا پورا یقین حاصل ہوجائیگا کہ طبعی امور جنسی حیثیت سے باہم متحد اور نوعی حیثیت سے ایک دوسرے سے متباین وممتاز ہین۔ اوران دونون حیثیتون سے اول کو مابہ الاشتراک ودوم کو مابہ الامتیاز کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ اور اسمین کسی کو بھی تردد نہین ہوسکتا ہے کہ متذکرہ انواع کی ذات مین موجب اتحاد واشتراک جنسی اور موجب امتیاز نوعی ضرور موجود ہے اور یہ ناممکن ہے کہ جو موجب اشتراک ہو۔ وہی بعینہ موجب امتیاز ہوگیا۔ امتیازی حیثیت اور اشتراکی ایک ہوسکتی ہے کوئی عقل سلیم اس تجویز کو صحیح نہین خیال کرسکتی۔ پس جملہ انواع موجودات اور کائنات مین نوعی امتیاز کے منشا کا نام صورت نوعیہ ہے۔ اور جنسی اتحاد کے منشا کا نام مادہ اور عناصر اربع کی صورت نوعیہ کا نام طبیعت ہے جسکا ثبوت باربرہان کا زیادہ متحمل نہین ہے اور موالید ثلاثہ اور دوسرے مرکبات کی تحلیل سے واضح ہے کہ عناصر بعینہا مرکبات مین موجود ہین اور انہین عناصر کے صور نوعیہ جو مرکبات مین بعینہا موجود ہے۔ مرکبات کے طبائع ہین جنکی مختلف کششون سے مرکبات مین ایک نہ ایک کی کشش غالب رہتی ہے جسکی وجہ سے مرکبات سے ہر نوع مرکب کا ایک خاص ٹھکانا ہے۔ دیکھو کہ جنمین ہوا کی کشش غالب ہے اُنکا ٹھکانا جسکو عربی مین جز کہتے ہین ہوا ہے اور جن مرکبات مین کشش مائی غالب ہے اُنکا جز پانی ہے۔ اور جنمین کشش زمین غالب ہے اُنکا جز زمین مین یا زمین کے اوپر ہے اور چونکہ فطرتاً ہر مرکب عنصری کا جز الگ الگ ہے۔ لہذا ہوائی اشیا ہوا مین اور خاکی اشیا خاک مین اور مائی اشیا پانی مین دوامًا رہ سکتے ہین۔ کیونکہ ہر مرکب غالب العنصر کا ایک خاص مقتضا ہے جسکو عربی مین طبعی میلان اور فارسی مین کشش برقی کہتے ہین اور طبعی حیثیت سے جیسا کہ ہر عنصر کے خواص وآثار اور کشش جدا جدا ہے ویسا ہی طبعی حیثیت سے مرکبات کے خواص وآثار اور کشش بھی الگ الگ ہے جسکا انکار کوئی فہمی بصیرت نہین کرسکتا۔ اب ہم اسکی تھوڑی سی اور توضیح کیے دیتے ہین کہ مرکبات کی چار قسمین ہین۔ موالید ثلاثہ وفضاے کائنات جنکو عربی مین کائنات الجو کہا جاتا ہے۔ موالید ثلاثہ کا تو یہ نقشہ ہے کہ عناصر اربع بحالت ترکیب گو انمین بعینہا موجود ہین جیسا کہ انکی تحلیل سے

واضح ہے لیکن اسمین بھی شبہہ نہین ہوسکتا کہ عناصر کی کیفیات مین کسر وانکسار ہوکر موالید مین ایک متوسط درجہ کی کیفیت جو انکی نوع کے لیے ضروری ہے حاصل ہوجاتی ہے جسکی وجہ سے ہم ان کو نہ صرف حار و نہ صرف بارد اور نہ صرف یابس و نہ صرف رطب پاتے ہین۔ بلکہ حار محض کے نسبت بارد محض کے نسبت حار۔ یابس محض کے نسبت رطب اور رطب محض کے نسبت یابس پاتے ہین اور نیز موالید کی ہر نوع مین اس نوع کے لحاظ سے ایک درجہ کی حرارت یا برودت یا یبوست یا رطوبت کو دوسری کیفیات کے نسبت ترقی کے ساتہ دیکہتے ہین اور نیز یہ بہی دیکہتے ہین کہ موالید ثلاثہ سے ہر نوع مرکب مین کوئی جز علاوہ عناصر کے اس غالب کیفیت کا محافظ بہی ضرور ہے ورنہ اس نوع کی طبعی عمر تک وہ غالب کیفیت نہین رہ سکتی جسکا اسوقت تک رہنا بقاے مرکب کے لیے لازمی ہے جس سے ہمکو یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ موالید ثلاثہ کی ترکیب مین علاوہ صور عناصر کے ایک دوسری صورت بہی ہے جو مرکب کی نوعی صورت کے نام سے موسوم ہے اور وہ عمر طبعی تک اس غالب کیفیت کی محافظ رہتی ہے اور یہ غالب کیفیت وہی ہے جسکو عربی مین مزاج مرکب کہتے ہین۔ الغرض موالید ثلاثہ سے ہر نوع کے لیے کیفیات اربع سے ایک درجہ کی کیفیت اور اسکی محافظ صورت کا ہونا ضروری ہے جسکا انکار محض مکابرہ ہے۔ مثلاً اپنے بدن مین غور کرو کہ جو ہڈی کی صورت اور کیفیت ہے وہ پٹھون اور رگون کی صورت و کیفیت نہین ہے اور جو بالون اور گوشت و پوست اور مغز و چربی وغیرہ کی صورت اور کیفیت ہے۔ وہ دوسرے اعضاے بدنی کی صورت اور کیفیت نہین ہے۔ القصہ ہر نوع موالید مین نوعیت کا اختلاف اسکی نوعی صورت اور کیفیت کے اختلاف کو لازم کرتا ہے اور اسی وجہ سے کہ فضاے مرکبات مین جنکو عربی مین کائنات الجو کہتے ہین کیفیات اربع کے کسر وانکسار سے کوئی خاص درجہ کی کیفیت مثل حرارت۔ برودت۔ یبوست یا رطوبت قائم نہین ہوتی اور نہ اسکی محافظ اور باقی رکہنے والی صورت حاصل ہو۔ تو انکو زیادہ پائداری بہی نہین ہے دیکہو ابر بنتا ہے اور جلد بکہر جاتا ہے۔ اولہ بنتا ہے پہر جلد تحلیل ہوجاتا ہے۔ اور باران برف وغیرہ کی بھی یہی کیفیت ہے اور بلحاظ اُن ضرورتون کے جو فضاے کائنات کے ایجاد سے مقصود ہین انکی ترکیب کا ویسا ہی ناپائدار ہونا ضروری ہے ورنہ انکا وجود سخت تباہی موالید کا باعث ہوتا۔ حالانکہ فضاے کائنات کا وجود بہی

موالید کی تولید اور بقا کا باعث ہے۔ مگر یہ کل امور طبعی کے نام سے موسوم کیے جاتے ہین تو طبائع عناصر ہی کے لحاظ سے موسوم کیے جاتے ہین۔ کیونکہ عناصر ہی کی نوعی حیثیت کا نام طبیعت ہے جو مرکبات مین الآن کما کان باقی ہے مگر ساتھ ہی اسکی طبعی حیثیت سے اُنکے خواص و آثار اور ہین اور نوعی حیثیت سے اور مثلاً دیکھو کہ جمادات کی نوعی حیثیت سے آثار و خواص اور ہین اور طبعی حیثیت کے اور جیسا کہ کتب طب مین تشریح کے ساتھ مرقوم ہین۔ اور اسیطرح تم نباتات و حیوانات کے خواص و آثار لاتعد و لاتحصے کتب طبیہ مین پاؤگے جو انمین بحیثیت مزاجی اور نوعی پائے جاتے ہین کیونکہ سب کا مادہ تو عناصر اربع ہی ہین جو سب مین کمی و بیشی مقدار یکسان موجود ہے جنکے خواص و آثار کے لحاظ سے مرکبات مین جزئی تفاوت ہے بلکہ زیادہ تر انمین تمیز صرف انکی نوعیت خواص و آثار نوعیت کی وجہ سے ہے۔ ہان یہ ضرور ہے کہ انکی نوعیت غالب عنصر کی متبع ہے جو شمس وغیرہ مین اسی کے پیرو رہتی ہے اور جو لوگ کہ طبیعت و مزاج سے انکار کرتے ہین خدا ان کی طبیعت و مزاج کو کبھی ناسازنکرے۔ ورنہ مجبوراً انکو اپنی طبیعت اور مزاج کا اعتراف کرنا ہوگا اور جب ناسازی کے بعد انکا مزاج درست ہوگا تو ضرور ہے وہ عالم اجسام مین غور کرکے نوعی حیثیت سے اجسام مین تمیز کرنے کیطرف متوجہ ہونگے اور پہچان لینگے کہ ہر نوع جسم کی نوعیت اور خاصکر عناصر کی جداگانہ ہے۔ گو طبعی حیثیت کل اجسام کی ایک ہے اور عناصر کی نوعیت ہی کے موجب کا نام طبیعت ہے جو ایک بے شعور قوت اور موجب آثار و خواص ہے بعض ایسے لوگ بھی ہین جو مابہ الاشتراک و مابہ الامتیاز ذاتی اور وصفی مین تفریق نہین کرسکتے اور یہ کہہ اُٹھتے ہین کہ اجسام عالم کا باہم اشتراک و امتیاز عام اوصاف اور خاص اوصاف کے اعتبار سے ہے اور انمین کوئی جز مشترک اور ممیز نہین ہے اور یہ نہین جانتے کہ اوصاف عموم و خصوص مین موصوف کے متبع ہین ورنہ بلحاظ موصوف کے وہ اوصاف ہی نہونگے کیونکہ وصف کے معنی یہی ہین کہ اسکی نوعیت و شخصیت موصوف کی نوعیت اور شخصیت سے حاصل ہو۔ پس اگر انواع اجساد و اجرام کی ذات مین عام و خاص اوصاف کا کوئی موصوف عام و خاص نہو تو غیر ممکن ہے کہ اجسام کے اوصاف عام و خاص اور مشترک و ممیز بن سکین اور انواع اجسام کا جز مشترک ہی تو انکا مادہ اور جز ممیز انکی نوعی صورت ہے جو انکو نوع نوع بنانے والی ہے اور عناصر کی نوعی صورت جو انکو الگ الگ عنصر بنانے والی ہے باسم طبیعت موسوم ہے۔

اس لحاظ سے کہ یہ ایک موثر قوت ہے جو دوسرے مین اپنا اثر مثل حرارت ۔ برودت ۔ یبوست و رطوبت وغیرہ پیدا کر دیتی ہے ۔

ہان کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہر جسم کی نوعی حیثیت کو یا اسکی ماہیت کو بھی طبیعت کہہ دیتے ہین لیکن یہ حکما کی دوسری اصطلاح ہے حقیقۃً عناصر ہی کی نوعی صورت طبیعت ہے جسکی وجہ سے سارے طبعی امور طبعی خیال کیے جاتے ہین ۔ **مادہ وصورت کی باہمی کیفیت** سابق الذکر بیان سے ناظرین یقیناً اس بات کو تو جان گئے ہونگے کہ ہر حادث وممکن شے مادہ وصورت سے مرکب ہے مگر ساتھ ہی انکو یہ خلجان ضرور پیدا ہوگا کہ مادہ وصورت کا باہم کس قسم کا تعلق ہے جسکا تدارک ہم یون کیے دیتے ہین ۔

تدارک ۔ پہلے ہم بیان کر چکے ہین کہ مادہ کا خواص محض قابلیت ہے جو بغیر پیوند ہوے کسی نہ کسی صورت کے بذات خود موجود نہین ہوسکتا اور کیونکر ہو کہ اسکی حقیقت تو صرف صورت کی قابلیت وصلاحیت ہے جسکا صورت بغیر موجود ہونا عقل سلیم کسی طرح تجویز نہین کرسکتی اور چونکہ صورت کی شخصی حیثیت بغیر مادہ کے قائم نہین ہوسکتی کیونکہ صورت کی شخصی حیثیت قائم ہونے مین خاص مادہ قابلہ کی ضرورت پڑتی ہے جسکو حکما نے اپنے مقام پر براہین ساطعہ بڑے شد و مد سے ثابت کیا ہے لیکن ہمارے نزدیک اسکا ثبوت کچھ زیادہ برہان کا محتاج نہین ہے لہذا مادہ وصورت کا پیوند منفک نہین ہوسکتا ۔ جسکو عربی مین مادہ وصورت کا تلازم کہتے ہین یعنی انکا کسی حالت مین بھی ایک دوسرے سے منفک نہ ہوسکنا ۔ ہان یہ ممکن ہے کہ فی الواقع دونون معًا حادث ہون جسکو حدوث دہری کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ جیسا کہ بعض محققین میر باقر داماد معلم اول حکمت یمامہ وغیرہ کا خیال ہے اور بعد حدوث کے تبوار دصور مادہ باقی ہین اور پھر فی الواقع دونون معًا لیست ونابود ہوجاتے ہین اس طرح سے کہ تواردصور کا سلسلہ دفعتہً منقطع ہوجاے جسکو عربی مین عدم دہری کہتے ہین ۔ اور ہمارا یہ کہنا کہ ایک دوسرے کی طرف مادہ وصورت کی احتیاج برہان کی محتاج نہین ۔ اسکا سبب یہ ہے کہ مادہ جب قابل محض ٹھہرا تو ظاہر ہے کہ وہ بذات خود ہرگز موجود نہین ہوسکتا ۔ اور چونکہ صورت وہ شے ہے جس سے کوئی شے بالفعل موجود ہو تو پھر کیونکر بغیر صورت مادہ کو بالفعل موجود تصور کیا جاسکتا ہے اور چونکہ صورت وصف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وصف کیسا بھی ہو بغیر موصوف کے

مشخص موجود نہین ہوسکتا تو ضرور ہے کہ صورت بھی بغیر مادّہ کے شخص اور موجود نہ ہوسکے۔ ہان یہ ضرور ہے کہ مادّہ کو عام صورت کی کوئی شے بھی ہوا حتیاج رہیگی اور صورت کو شخصی حیثیت سے خاص مادّہ کی ضرورت ہوگی اور انہین دونون کا یہ لازمی پیوند تکوین عالم کا موجب ہے اور یہی وہ رابطہ اتحادی ہے جس سے کل کائنات کا سلسلہ قائم ہے اور اسی کا توڑ فنائے عالم کا موجب ہے۔

جسمی حیثیت سے جسم کی حالت۔ جسمی حیثیت سے ہر جسم کو یہ لازم ہے کہ باشارہ حسی مشارالیہ ہو کیونکہ جسم ایک ذی ابعاد جوہر کا نام ہے جسکی عرضی جوہر۔ طویل۔ عریض۔ عمیق ہے یعنی عقل اسکے دل مین متقاطع تین خط اس اندازسے تجویز کرسکے کہ جب وہ خطوط ایک دوسرے کو قطع کرین۔ تو زاویہ قائمے پیدا ہون جنکا مجموعہ ۱۲ زاویہ ہونگے ورنہ وہ جسم نہوگا جب جسم ایک ذی ثخن اور ذی ابعاد جوہر ٹھہرا تو ضرور ہے کہ جسمی حیثیت سے اسکی طرف اشارہ کیا جاسکے اور یون بتلایا جاسکے کہ وہ اس طرف ہے یا اُس طرف نیچے ہے یا اوپر دہنی طرف ہے یا بائین طرف سامنے ہے یا پیچھے۔ اور یہ ضروری بات ہے کہ اس قسم کا اشارہ جسم کیطرف تم ہرگز نہین کرسکتے تاوقتیکہ اسکا کوئی ٹھکانا یا اسکی کوئی جہت نہ ہو جسکو عربی مین حیز کہتے ہین جس سے ناظرین کو اس بات کی تصدیق کرنے مین تامل نہین ہوسکتا کہ کوئی جسم حیز بغیر موجود نہین ہوسکتا۔

ہر جسم کی نوعیت ایک خاص حیز کی مقتضی ہے جو بلا کسی خارجی طاقت کے جسکو عربی مین قاسر کہتے ہین وجوداً اس سے منفک نہین ہوسکتا۔

ہم جب اجسام کی دنیا پر نظر ڈالتے ہین تو ہم ہر نوع جسم کی نوعیت کی ایک خاص قسم کے حیز کا مقتضی پاتے ہین۔ اب تم پتھر کو ہاتھ پر رکھکر دیکھو اور ویسا ہی زمین کی قسم کے دوسرے اشیا کو جنمین جز خاک غالب ہے تو وہ ضرور تمہارے ہاتہ کو تحت کیجانب دبائینگے اور تحت کیجانب تمہارے ہاتہ کو انکی کشش محسوس ہوگی اور اسی اندازسے پانی کو ہاتہ پر رکھکر دیکھو جس سے تمکو یقین آجائیگا کہ جسم کی ان دونون قسمون کا فطرتی میلان تحت کیجانب ہے مگر جب تم مساوی جسامت اور سمٹ کا پانی اور مٹی کا کوئی جز ہاتہ پر رکھکر دیکھو تو تمکو تحت کی جانب جز ارضی کا میلان اور کشش بہ نسبت جز مائی کے زیادہ محسوس ہوگی اور جز ارضی زیادہ بھاری معلوم ہوگا جس سے تمکو خود تصدیق ہو جائیگی کہ مخلی بالطبع ہونیکی صورت مین زمین کی

کشش تحت کیجانب پانی کے نسبت زیادہ اور اسکا فطرتی میز پانی سے نیچے اور پانی کا اُسکے اوپر ہے
اور اسیطرح مساوی جسامت اور سمت کے دو جزء ہوا اور نار کے ایک وزن کے دو ظرف مین
بندکرکے پانی کے اندر ہاتہ سے دباؤ۔ تو تمکو صاف محسوس ہوگا کہ فوق کی جانب آگ کی کشش
ہوا سے زیادہ ہے جس سے تم خود اس بات کی تصدیق کرسکتے ہو کہ آگ کا فطرتی ٹہکانا جس سے
وہ حسًا مشارالیہ ہوسکتی ہے۔ ہوا سے اوپر اور ہوا کا اس سے نیچے اور پانی سے اوپر ہے کیونکہ
پانی کا وزن ہوا سے بھاری ہے۔

اب تم خود ہی غور کرو کہ مذکورۂ اجسام مین وہ کون سی چیز ہے جو ہر ایک جسم مذکور کے
خیر کی مقتضی ہے یا اکثا مادہ ہوگا یا اسکی جسمیت یا نوعیت اور چونکہ مادہ کا خواص محض قابلیت
وصلاحیت ہے اور بغیر صورت کے خود بہی موجود نہین ہوسکتا۔ اور جسمیت تمام اجسام مین
مشترک ہے جس سے تخصیص جہت وحیز متصور نہین تو بغیر نوعیت اجسام کے کوئی دوسری
چیز تم ایسی نہین پا سکوگے جو انکے خاص خاص جز وجہت کی مقتضی ہو اور یہ کوئی مذکورہ
اجسام پر منحصر نہین بلکہ تمام اجسام کی نسبت یہی حکم ہے مین تم غور کروگے تو تم بلا ریب وارتیاب اس
بات کی تصدیق کروگے کہ ہر جسم کے لیے خواہ علوی ہو یا سفلی بحسب الطبع فطرتًا ایک خاص جہت
وجزء ہے جو اسکی نوعیت کا مقتضا ہے کیونکہ کوئی نوعی جسم بہی کیون نہو۔ جب وہ مخلے بالطبع اپنی
حالت پر ہوگا تو ضرور وہ کسی نہ کسی جہت وحیز مین موجود ہوگا اور تم بہی جب اسکو اشارہ سے
بتلاؤگے تو کسی خاص ہی جہت مین بتلا سکوگے جو اسکی نوعیت کا مقتضی ہے اور اور اسی قسم
کے ٹہکانے وجہت اور وضع کا نام خیر طبعی ہے جو فطرۃً ہر نوع جسم کو حاصل ہے اور جسکے بغیر
کوئی جسم موجود نہین ہوسکتا۔

بطلان خلا

ناظرین کو یاد رہے کہ جو امر عقلًا ناممکن ہو اور براہین عقلی ودلائل طبعی اسکو محال ثابت کردین
اگر اسکے متعلق کوئی یہ بیان کرے کہ وہ ممکن ہے یا ہمنے اسکو کسی کرتب سے موجود کردیا ہے
تو اُس شخص کی نسبت یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ اس امر کو سمجہا نہین جو محال ثابت ہوا ہے
یا جو اسکے کرتب سے برآمد ہوا ہے وہ ہے تو کچہ اور یہ اسکو کچہ اور سمجہا ہے۔ اور ایسا ہوگا

اکثر واقع ہو ہی جایا کرتا ہے۔ واضح ہو کہ لفظ خلا دو معنون مین مستعمل ہوا ہے۔ ایک فضا جسکی دو قسمین ہین۔ ایک محض وہمی فضا جو فی نفسہ تو موجود فی الخارج نہین۔ لیکن ہمارے خیال مین اسکا نقشہ آتا ہے۔ جیسے دو دیوارون کا درمیانی فاصلہ یا دو شہرون کا درمیانی بُعد۔ یا وہ فضا جسمین شہر کی سمائی ہے یا ہر نوع جسم کی سمائی ہے۔ مثلاً وہ فضا جسمین بحر یا ہوا یا کرۂ ارض وغیرہ سمائے ہوے ہین۔ یہ ایک وہمی فضا ہے جسکا طول عرض عمق صرف ہمارے وہم ہی وہم مین ہے خارج مین صرف وہ اجسام ہین جنکو دیکھکر ہمکو اس قسم کے فضا اور اسمین اجسام کی سمائی کا وہم پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ وہ وہمی فضا ہے جسکو متکلمین حکما حیز کے نام سے تعبیر کرتے ہین اور دوسرے لفظون مین اسکو مکان بہی کہتے ہین اور نیز بعض لوگ مکین سے اسکا خلو بہی جائز رکہتے ہین۔ دوسری فضا طویل عریض عمیق جسمین اجسام کی سمائی ہے اور بلا مادہ موجود فی الخارج ہے۔ اور اسمین یکے بعد دیگرے اجسام کی آمد و رفت رہتی ہے اور وہ اپنی حالت پر جیسی ہے ویسی ہی موجود تہی ہے اور اسکو انکی آمد و رفت و متغیر ہونے سے جنبش نہین ہوتی۔

یہ وہ فضا اور بُعد ہے جسکو اشراقین حکما بعد مجرد و مفطور کے نام سے موسوم کرتے ہین جسکا خیال سے کہ اسکا ثبوت فطرۃً بدیہی اور بار برہان کا متحمل نہین اور یہی ہر جسم نوعی کا مکان وغیرہ ہے جس سے اس جسم کی جہت اشارۃ بتلائی جاتی ہے۔ جیسا کہ وہمی فضا کی وجہ سے متکلمین کے پاس ہر جسم کی جہت اشارۃ بتلائی جاتی ہے مگر ہمارے نزدیک فضا کی یہ دونون قسمین بوجوہ ذیل ناممکن ہین۔ پہلی قسم تو اسلیے ناممکن ہے کہ ہر دو دیوارون یا شہرون کی درمیانی فضا۔ یا وہ فضا جسمین بڑے چہوٹے اجسام سمائے ہوے ہین۔ جب ناپی جائے تو ضرور ایک دوسرے سے مساوی یا کم و بیش ہونگی

اور یہ ظاہر ہے کہ کمی و بیشی اور مساوات خارجی اشیا کے اوصاف ہین۔ جنکا موصوف کوئی وہمی امر نہین ہو سکتا بلکہ موجود فی الخارج ہوگا۔ نیز وہمی شے کے خارج مین پیمایش کیونکر تجویز کیجا سکتی۔ اور اسمین کوئی بہی شبہہ نہین کر سکتا کہ فضاے مذکور کو ہر ایک شخص ناپ سکتا ہے اور جسکی بحسب خارج پیمایش کیجا سکے وہ معدوم فی الخارج کیونکر خیال کی

جاسکتی ہے۔ مثلاً وہ فضائے موجود فی الخارج ہوگی۔ اور فضا کی دوسری قسم جسکو بعد مجرد ملفوظ کیا جاتا ہے۔ اسلیے ناممکن ہے کہ پیشتر ہم اس بات کو ثابت کر چکے ہیں کہ کوئی ممکن شے بغیر مادّہ کے ممکن نہیں ہوسکتی اور بعد مجرد کے قائلین خود بھی اسکو ممکن تسلیم کرتے ہیں نیز حوادث کا اسمیں واقع ہونا اسکو حادث ثابت کرتا ہے اور ہر حادث مادّہ کا محتاج ہے اور نیز طول و عرض و عمق اسکا خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مقدار ہے یا ذی مقدار ہے اور مقدار چونکہ وصف جسم ہے اور جسم مادّہ و صورت سے مرکب۔ اور مادّہ کا محتاج ہے تو بعد ملفوظ بھی ضرور مادّہ کا محتاج ہوگا جو مجرد عن المادّہ کسی طرح نہیں ہوسکتا جس سے ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ فضائے وہمی ہو یا مجرد اسکا وجود عقلاً ناممکن ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعد مجرد نامتناہی موجود ہے اور مکین سے خالی بھی اسکو مانتے ہیں اور اپنا مشاہدہ اسکی دلیل پیش کرتے ہیں انکی نسبت ناظرین خود یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ انکے وہم کی غلطی ہے کیونکہ اولاً تو مجرد شے محسوس نہیں ہوسکتی اور قطع نظر اس سے اسکے عدم تناہی پر براہین قطعیہ و دلائل طبعیہ ناممکن ہے جنکو ہم عنقریب بیان کرینگے جو اسکے ناپ کو قطعاً متناہی ثابت کرتے ہیں۔ اور اسمیں شبہہ نہیں ہوسکتا کہ ہر متناہی مقدار و ذی مقدار کا متشکل ہونا ضرور ہے اور ہر شکل کے لیے قابلیت و مادّہ شرط ہے جس سے بعد مجرد کا مادّی ہونا لازم آتا ہے جو انکے زعم کے سراسر خلاف ہے۔

طولاً و عرضاً یا عمقاً عالم اجسام کا غیر متناہی ہونا عقلاً ناممکن ہے

تحریر برہان سے پہلے چند تمہیدی مقدمات کا بیان کر دینا ضروری ہے جنسے کوئی ذی بصیرت انکار نہیں کرسکتا۔

مقدمہ (۱) فن حکیہ سے کسی فن میں بھی شخصی حالات سے بحث نہیں کیجاتی اور نہ یہ کسی اہل فن کا وظیفہ ہے ورنہ وہ فن نہوگا بلکہ وہ ایک ایسا پیشہ ہوگا جسکو پیشہ ور لوگ صرف مشاہدہ سے یا نقل حسی سے حاصل کرسکتے ہیں جسمیں برہان و استدلال کی ضرورت نہیں پڑتی مثل بھاری و آہنگری۔ زرگری۔ بافندگی۔ فلاحت۔ تجارت۔ مصوری وغیرہ جو صرف اعضا

وحواج انسانی کے کرتب پر موقوف ہین۔ اور انمین عقلی کرتب کو اصلا دخل نہین اور محض حواس وجوارح کی دید و عملی کارروائی کفایت کرتی ہے۔

مقدمہ (۲) اسمین شبہہ نہین کہ فنون ریاضی تمامہا حکمت نظری سے ہین۔ جن مین ایک کلی شے کے اُن عام حالات سے بحث کیجاتی ہے جو اس کلی شے کے تمام افراد واشخاص کو یکسان شامل ہین۔ مثلاً جب تم یہ بیان کروگے کہ ہر عدد کی تضعیف ہوسکتی ہے ہر مثلث کے تینون زاویہ دو قائمون کے مساوی ہین۔ ہر شکل مربع کی بذریعہ قطر کے دو مثلث قائم الزاویہ کے طرف تقسیم ہوسکتی ہے۔ ہر کل۔ جز سے بڑا ہوتا ہے۔ ہر جسم کا ذی حیز ہونا ضروری ہے۔ تو اس سے کسی شخصی کیفیت یا بعض اشخاص عدد یا شکل یا مقدار کی کیفیت کا بیان کرنا تمہارا مقصد نہوگا۔ بلکہ عام عدد و مقدار اور شکل وجسم کی حالت کا ظاہر کرنا مقصود ہوگا خواہ وہ عدد۔ مقدار۔ جسم وغیرہ متناہی ہون یا غیر متناہی۔ ورنہ ریاضی کے قوانین کلیہ نہونگے۔ اور نہ ریاضی فن حکمت سے ہوگا۔ بلکہ وہ جزئی صنعت وحرفت مین شمار ہوگا۔ اسی وجہ سے فنون حکمیہ کو فنون حقیقیہ کہا جاتا ہے۔ اور فنون حقیقیہ وہ ہین جو بہ تبدیل ادیان وازمان وایام روزگار بدل نہین سکتے۔ مثلاً یہ قانون کہ ہر مثلث کے تینون زاویہ دو قائمون کے مساوی ہونگے۔ ہر زمانہ اور ہر ملت مین صادق ہی رہیگا۔ اسی طرح دوسرے قوانین جنکا اوپر ذکر آچکا ہے یا فنون حکمیہ کے اور قواعد جسکا سارا سبب یہ ہے کہ یہ قوانین اشیا کے عام حالات سے بحث کرتے ہین جنکو فرد بدون فرد سے کوئی تعلق نہین ہے تاکہ ایام کے یا دین وملت کے بدلنے سے وہ بدل جاے۔

مقدمہ (۳) متناہی یا غیر متناہی ہونا جزئی حالات ہین جنکے بدلنے سے کسی مقدار یا عدد کے عام حالات مین جو اسکو محض مقداری یا عددی حیثیت سے عارض ہون۔ فرق نہین آسکتا۔ مثلاً اگر مقدار یا عدد کی کوئی فرد یا شخص بہی موجود نہو یا غیر محدود موجود ہو تو بہی یہی کہنا صحیح ہوگا کہ ہر عدد دونا ہوسکتا ہے۔ اور ہر مستقیم خط یا سطح یا جسم ویسے دوسرے خط یا سطح اور جسم پر منطبق ہوسکتا ہے۔ خواہ وہ متناہی ہون۔ یا غیر متناہی اور موجود ہون یا معدوم۔ (باقی آئندہ)

سید نادر الدین

حصۂ نظم

بہ تہنیت وزارت سریمین السلطنت مہاراجہ کشن پرشاد بہادر دام اقبالہ

یہی کہتی ہوی کہسار سے اُٹھی گھٹا کالی
قرون العالم اسودت شبابا بعد حقبال

ہوا سنکے تو مستانہ گھٹا اُٹھی تو متوالی
چمن نے خود فروشی کی صبا نے کی ہیرا لالی

وہ چمکی برق تھم تھم کر۔ کان الصبح قد اسفر
اُٹھا گھر گھر کے ابر تر۔ کلیل لایل طال

زہے صبح طرب جو غرۂ سیمائے گردوں ہے
زہے شام مسرت زان وجہ الدہر کالخال

چمن میں پائے تختستان ہی جوش لالہ الغمان
وماء للعدی سالت الی اخفاف آبائی

جواہر خیز ہے بستان کہ گوہر ریز ہی باران
نہیں ہیں ہار مالے موتیوں کے پہنے میں مالی

مقابل لشکر بہمن کے ہر شاخ گل تر ہے
برمح سمہری خسانی لدن وعسال

قدر انداز لشکر ہے نگاہ ناز نرگس کی
کلحظ من جفون الحور فتاک وقتال

رواں ہیں آب جت کی زمین پر سطر نہریں
ترا اے الطرن فی البحر کالطواد والجبال

چمن نے شاد کے دست کرم کی وضع سیکھی ہے
یہ عالم ہے بڑا یا ہاتھ اور خود جھک پڑی ڈالی

زمانہ سرکشی کا چرخ نیلی کی ہوا آخر
برنگ سبزہ بیگانہ اب ہی صرف پامالی

ہوا ہے روح پرور وقت جان افزا عجب گیا ہے
کہ چہکے بلبل تصویر اور مہکے گل قالی

کہ گزرے قحط کے ایام شادابی کے دن آئے
جہاں میں خشک سالی کیجگہ پر اب ہی خوشحالی

ہوا جلوہ افزا آج کرسی وزارت پر
سہیم عرش ہے عالم میں جسکا رتبہ عالی

دلوں میں اسطرح از خود ہی جوش بادہ عشرت ہے
کہ شیشہ سنگ کے اندر بھی صہبا سی نہیں خالی

مقابل میں فلک کے اب زمین یوں ناز کرتی ہے
کہ تجکو خلعت پر زر ملا مجھکو قبا شالی

نضارت کا اثر استجار میں بھی ہو گیا ساری
ہوی سبزی زمرد میں سوا یاقوت میں لالی

گلے میں ہے جوانان چمن کے خنجر استبرق
تمیس النخل تہتا بین اکمام وازیال

اگر ہے طالب عشرت تو آ مقرب سے کر بیعت
مثل مشہور ہی اک ہاتھ سے بجتی نہیں تالی

در دولت پہ ہی مجرائیون کا ازدحام الہیٰ
کل مشرق سے مغرب سر ہی سر خورشید کی تھالی

لکھا ہے آب زر سے بیرق مہر درخشاں پر
مہاراجہ کشن پرشاد دام ظلہ العالی

خطاب سر سمین السلطنۃ اسکو ہوا حاصل
بھرا ہی اس صدا سے آسمان کا گنبد خالی

یہ وہ عالی نسب ہی ہندمین اسلاف نے جسکے
مظالم کی بنا ڈھائی مکارم کی بنا ڈالی

تہی بازو جنکے ارجن کی کمان کے کھینچنے والے
لہم سمر عوالی عند اقدامہم باہوال

کمانین دوش پر اُنکے پر شہباز کی صورت
باید بہم سیوف مثل اظفار لریبال

کئی پشتون سے اسکی تیغ ہی اسلام کی حامی
کموج فی بحار الحرب جیاش وسیال

حسام اسکی بسان برق آتش بار و آتش دم
بیداہ مثل غیث ساجم کالسیل ہطال

زبان تیغ اور تیغ زبان دونو پہ ہے قبضہ
کمی قدرائے ضرباً بسیف ضرب امثال

مکارم اُسکے پاس اُڑکے آتی ہین ہما بنکر
الیہ منتہیٰ امر الندی والامر ذو بال

وفی امن غیر تعلیل عفا من غیر اعذار
سعی من غیر تحریک حبا من غیر تسال

دعا گویون تو سب آصف کی تہی مشرق سے مغرب تک
مسلمان اور ہندو اور کشمیری و بنگالی

مگر یہ انتخاب ایسا زمانہ کو پسند آیا
کہ سب نے شاہ آصف کی غلامی کی قسم کہالی

بڑہا اقبال یارب اسکی دیوانی سے آصف کا
وہب منگا علی ملک و زر مالا علی مال

(سید علی حیدر نظم)

روح

جناب مولوی مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی کی تصنیف

روح کیا ہے ؟ امر رب ذوالجلال
دخل دے انسان کیا اُسکی مجال

روح کیا ہے ؟ آمر حصن بدن
خسرو کشور کشائے ملک تن

روح کیا ہے ؟ معنی لفظ حیات
روح کیا در اصل ہے اک اسم ذات

روح سے قایم سب ارکان حیات
روح سے وابستہ ساری کائنات

روح کیا ہے مثل خوشبوی گلاب
رنگ وصورت سے بری بے اریتاب

باعث ایجاد عالم روح ہے
مورت شادی و ماتم روح ہے

ہے اطبا کا یہ قول اے ہوشیار
دل مین پیدا ہو جو پاکیزہ بخار

روح کہتے ہین اُسیکو لاکلام
ہے اُسی سے زندگی کا انتظام

روح وہ جوہر ہے سُن لے اے حکیم
نفس کے اعراض ہین جسمیر مقیم

عین اشیا فی الحقیقت ہے یہی
آگ مین دیکھو حرارت ہے یہی

آب مین دیکھو برودت ہے یہی
پھول مین دیکھو تو نزہت ہے یہی

طبع مین دیکھو تو جودت ہے یہی
جسم مین دیکھو تو طاقت ہے یہی

بہترین جملہ صنعت ہے یہی
حاصل معنی فطرت ہے یہی

سب جگہ ہے یہ خلا ہو یا ملا
ذرہ ذرہ مین ثبوت اسکا ملا

اسکا نفس ناطقہ بھی نام ہے
جسم اسکا بندۂ بے دام ہے

یہ وہ ہے قابض رہی اے بیخبر
سب اثاث البیت تن پر عمر بھر

تھا اجازت سے اسیکی خورد و نوش
سارے اعضا اسکے تھے حلقہ بگوش

دم اسیکا بھرتی تھین سب قوتین
اسکی راحت سے تھین سب کی راحتین

تھا اسیکا دور دورہ ہر طرف
کالبد اپنا سمجھتا تھا شرف

چونکہ پاتا ہے کمال اکدن زوال
ہر خوشی کے ہی نتیجہ مین ملال

بادشاہ و ملک گیر و مہریار
بینوا ہو جائین گے انجام کار

ایک وقت ایسا مصیبت کا پڑا
موت نے اُسپر تسلط کر لیا

قابل عبرت تھی اُسکی بے کسی
اُف رے اسکا جبر اُسکی بے بسی

ہائے کیسی شرم سے مُنہ موڑ کے
ملک کو جاتی ہے اپنے چھوڑ کے

کوچہ ہر رگ بیابان ہو گیا
قلعۂ دل سارا ویران ہو گیا

ہے وہی اب طارم قصر دماغ
ہو گیا سنسان جو مانند راغ

ہو گئی بیکار سب فوجِ عدو — ملک بھر میں اک تلاطم ہو گیا
سچ ہے اُٹھ جائے جہاں کا بادشاہ — ہو گی اُس اقلیم کی حالت تباہ
ہے جو راغِ روح گل اور رات ہے — ملک جسم اک وادیِ ظلمات ہے
دورۂ روح کا جب تک رہا — راحتِ تن کی نہ تھی کچھ انتہا
اب رہی تو جسم ہے اے بے خبر — چشمِ عبرت سے حذر اکر نظر
سبز پھولوں کی جو بچھین تھا — آج دیکھو خاک میں سب مل گیا
بیٹھتی تھی جسکو حسینانہ میں آہ — حال پر اُسکے ذرا کر نا نگاہ
اب ہے اک سنسان جنگل ہولناک — جسطرف دیکھو اُدھر انبارِ خاک
کہہ رہا ہے موسمِ گرما سے آب — کب زمیں پر پاؤں دھرنے کی ہے تاب
آندھیوں کے زور بجلی کی کڑک — سُن کے جسکا ذکر دل جاے دھڑک
وہ گرجِ بادل کی وہ پانی کا زور — وہ ہواؤں کا ہر اک جانب کو شور
سنسناہٹ کا وہ عالم الامان — جنسے چکر میں زمین و آسمان
ہے یہ ہنگامہ قیامت کا بپا — خاک کے کچھ ڈھیر میں ہے وہ دبا
شام مرقد میں ہے اندھیاری وہ رات — اے معاذ اللہ ہے کہنے کی بات
ہر طرف کیڑوں مکوڑوں کا اک انبار ہے — سانپ جو ہے وہ گلے کا ہار ہے
لپٹا تھا ساتھ جو دو گز کفن — گل گیا سب وہ بھی ہمراہِ بدن
کہنگی سے تختہاے قبر سب — گر پڑے ہیں ٹوٹ کے سینہ پہ اب
ہے منوں مٹی کا ڈھیر اس جسم پر — ایک عالم کا بنا ہے رہگذر
یہ شد ائد اب وہ جسم نازنیں — سہ رہا ہے اُف بھی کر سکتا نہیں
کچھ تو کہہ اے سونیوالے اپنا حال — دیکھ کرتا ہوں میں تجھسے سوال
کل تو تھا تو بلبلِ نغمہ سرا — آج چپ ہے اسقدر یہ کیا ہوا
تیری مجبوری کے صدقے کچھ تو کہہ — دم گھٹا جاتا ہے اب تو چپ نہ رہ
بات کرنا بھی تجھے دشوار ہے — اللہ اللہ اسقدر انکار ہے

کیون لبِ شکر و شکایت بند ہے		آج کیون بابِ محبت بند ہے	
بس عزیز اکدن یہی درپیش ہے		فکر کر گر عاقبت اندیش ہے	
محو لعبت خانۂ دنیا ہنو		ہستیِ موہوم پر شیدا ہنو	

ریویو

اردوے معلے

یہ پرچہ علیگڈھ سے من ابتدائے جولائی ۱۹۰۳ء نہایت آب و تاب سے جاری ہے۔ اسکے لائق اڈیٹر اور مرتب مولوی سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی بی۔ اے ہین۔ ضخامت ۶۴ صفحہ اور قیمت للہ سالانہ علاوہ تین دواوین کے جو مفت نذر خریدار ہونگے۔

جناب حسرت جسطرح دلدادۂ علوم مغربی و مشرقی ہین اُسیطرح اردوے معلی مجموعہ ہے علوم جدید و قدیم و نظم و نثر و تنقیدات و تقریظات کا۔

عمدہ مضامین اور اصحاب مذاق کی دلچسپ تحریرین اڈیٹر اور منیجر کے حُسن ترتیب و تنظیم سے رسالہ کو حقیقۃً خطاب "معلے" اختیار کرنے کا استحقاق پیدا ہوگیا ہے۔

اصلاح زبان اُردو کے متعلق اردوے معلی کا احسان ماننا چاہیے کہ اُسنے اپنے چند صفحون کو درستی زبان کے لیے وقف کردیا ہے اور یہ اسکی چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ ہے کہ تحقیق زبان کی طرف اکثر لوگ متوجہ ہوگئے ہین۔ خصوصًا بعض رسائل و اخبار گرمجوشی کے ساتھ اسمین حصہ لے رہے ہین۔ مگر ہم اتنا ضرور کہین گے کہ اس عمدہ بحث کا خاتمہ بالخیر ہوتا نظر نہین آتا۔ کسی مین بیجا تعلی کسی مین غلط سخن پروازی۔ کہین جوابات مین درشتیان اور کہین تنقید مین نامناسب سختیان دیکھی جارہی ہین۔ جس سے ظاہر ہے کہ زبان سے زیادہ ابھی اخلاق کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

رسالہ اردوے معلی ترقی اور تعلیم یافتہ جماعت کی کوششون کا عمدہ نمونہ ہے اور اگر یہی لیل و نہار رہے تو ہمکو اپنے قومی لٹریچر کی ترقی سے کسیطرح مایوس نہونا چاہیے

دراسخالیکہ جدید تعلیم یافتہ جماعت اپنے ملک وقوم وزبان سے بے پروا بلکہ ایک حدتک متنفر دیکھی جاتی ہے۔ یہ شکر اور مسرت کی بات ہے کہ اُنہین تعلیم یافتہ ن مین سے مسٹر حسرت اور اُنکے رفقا مذاق سلیم کے ساتھ پُرانی تہذیب اور ملکی زبان کی اشاعت اور حمایت مین سرگرم وکوشان ہین۔

"خدا اُنکی مدد کرتا ہے جو اپنی آپ مدد کرتے ہین"

کرشن کنور

ہندوستان کے مشہور انشا پرداز حکیم برہم نے میواڑ خاندان کی ایک حسین شہزادی کرشن کنور کی دردناک سوانح عمری ناول کے پیرایہ مین لکھی اور شائع کی ہے۔ یہ کرشن کنور بلا کی حسین چہاردہ سالہ مہارانا اودے پور کی بیٹی تھی جسکے ساتھ مہاراجہ جودھپور اور مہاراجہ جے پور ایک دوسرے کے مقابلہ مین شادی کرنا چاہتے تھے۔ مہارانا اودے پور اپنی کمزوری پر نظر کرکے اُن دو رقیبون کی قوتون کا اندازہ کرتے اور جدھر پلہ بھاری دیکھتے اُسی طرف اپنا رجحان خاطر ظاہر کرتے۔ مہاراجہ جودھپور کیطرف مہاراجہ سندھیا ہوے تھے۔ جو نقد رقم لیکر رفاقت سے علحدہ ہوگئے۔ اور مہاراجہ جے پور کیطرف داری مین امیر خان ہوے جو بعد کو نواب فخر الملک امیر خانصاحب والی ٹونک قرار دیے گئے۔ مہاراجہ جودھپور کو شکست ہوی۔ رعبت قہقری اختیار کی اپنے محلہ مین واپس ہوکر ڈفنس کی تیاریان کین جسکو امیر خان اور جے پور کی فوجون نے محاصرہ کرلیا تھا۔ مگر خود مہاراجہ جے پور راج کنور (کرشن کنور) کی تلاش مین اودے پور کیطرف سرگرداں تھے۔ امیر خانصاحب نے موقع دیکھکر جے پور کو خوب لوٹا اور بعدہ جودھپور سے آکر ملگئے جو مہاراجہ کے لیے ایک عجیب کرشمہ قدرت اور غیر مترقبہ نعمت تھی۔ امیر خانصاحب نے مہاراجہ جودھپور کے بقیۃ السیف دشمنون کو ہلاک کرکے میواڑ کی بغاوتون کا خاتمہ کیا۔ اور مہاراجہ صاحب کی شادی کے لیے مہارانا اودے پور کے پاس تشریف لے گئے۔ مہارانا نے مہاراجہ جے پور کے غلبہ قوت سے

متاثر ہوکر عذر کیا۔ امیر خالصاحب نے کہا کہ اگر شہزادی کی مجوزہ شادی سے خونِ کشت وخون ہے تو بمقابلہ صدہا بندگان خدا کے اس ایک مایہ فساد شہزادی کرشن کنور کا خاتمہ کیا جانا قرین مصلحت ہے جسکو مہارانا نے طوعاً وکرہاً قبول کیا اور لڑکی کو تین مرتبہ متواتر زہر دیکر ختم کردیا۔

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جو گزشتہ صدی کی ابتدا مین واقع ہوا۔ پدمنی کا افسوسناک خاتمہ ہر پڑھنے والے دل پر گہرا اثر کرتا ہے۔ مصنف ناول نے خوب خوب سین دکھائے ہین اور داد قابلیت دی ہے۔ اور زخم خوردہ دل سے کرشن کنور کی مردانہ ہمت اور اُسکی جبریہ موت پر ہمدردی ظاہر کی ہے۔

نامور مصنف کا خیال ہے کہ کرشن کنور کی مافوق الفطرت موت کا الزام امیر خالصاحب پر عائد نہین ہوسکتا۔ اُنہون نے مہارانا کو تخفیف تصدیع کی صلاح دی تہی۔ مہارانا کو اُسپر عمل کرنے اور نہ کرنے کا اختیار تھا۔ مگر واقعات موجودہ وقت اس نتیجہ خیال پر بمشکل پہونچنے دیتے ہین۔ امیر خالصاحب کا غلبہ اظہر من الشمس تہا اور اسی واقعہ کے متعلق امیر موصوف کے ہاتھون جے پور اور جودہپور کی تباہی پیش نظر تہی۔ ایسی حالت مین خالصاحب کے احکام سے سرتابی درانحالیکہ خود رانا صاحب مین کچہ قوت نہ تہی اور جے پور کا غلبہ غالب دشوار خیال کیجاتی ہے۔

اب حُسنِ بیان اور لطف زبان پر نظر کیجاے تو اس ناول کو انشا پردازی کا اعلےٰ نمونہ ہم کہہ سکتے ہین۔ درحقیقت حکیم برہم سے نازکخیال انشا پرداز کی تصنیف ہی اسپر دلیل ہے اور حضرت امیر مرحوم کی نظر اصلاح مزید برآن۔

یہ نہایت دلچسپ ناول جو عمدہ سفید کاغذ پر طبع ہوا ہے مطبع ریاض الاخبار گورکھپور سے مل سکتا ہے۔

زمانہ

یہ ایک دلچسپ اور قابل مطالعہ رسالہ بریلی سے ماہوار شائع ہوتا ہے۔ جولائی و اگست کا

پرچہ جسمین شاہنشاہان روس و جاپان کی تصویرین سرورق دیگئی ہین۔ باعتبار مضامین نہایت بلند مرتبہ رکھتا ہے۔ زمانہ نے مضامین کو محدود نہین کیا بلکہ ہر ایک قسم کے مضامین شائع کرتا ہے۔ اس طرح سے اس رسالہ کی علمی جولانگاہ بہت وسیع ہے۔ علاوہ علمی۔ تاریخی مضامین کے ملکی حالت پر بھی بحث کیجاتی ہے اور تمام واقعات پر ایک مدلل اور مبسوط مضمون چھاپا جاتا ہے

زمانہ حال کی تعلیم یافتہ جماعت کا اگر کوئی کارنامہ پیش کیا جاسکتا ہے تو وہ رسائل اور اخبارات ہین جو انکے ہاتھون شائع ہو رہے ہین۔ منشی دیا نرائن صاحب نگم بی۔ اے بھی اسی جماعت کے سربرآوردہ ممبر ہین۔ زمانہ کی اشاعت سے پہلے انکے مضامین اور رسالون مین شائع ہوتے تھے جس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ ایک کہنہ مشق اڈیٹر ہین۔ اور انکی کوشش سے یہ رسالہ نہایت ہر دلعزیز ہوگا۔

اب تک زمانہ نے سرسید احمد خان مرحوم۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار۔ مسٹر ٹاٹا آنجہانی اور شاہنشاہان جاپان و روس کی تصویرین شائع کی ہین۔ یہ سلسلہ برابر قایم رہے گا اور ہر نمبر مین کسی نہ کسی ممتاز اور مشہور شخص کی تصویر دیجائیگی۔

زمانہ کی سالانہ قیمت علاوہ محصول ڈاک (۴) ہے۔ قیصری پریس بریلی سے شائقین طلب کرین۔



خدنگِ نظر

اردو علم ادب کا ایک ترقی یافتہ ماہوار رسالہ جو اعلیحضرت بندگان عالی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہٗ کی مبارک تقریب سالگرہ کی قدیم علمی یادگار ہے۔ اور ۱۳۲۷ھ سے نہایت آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ اس میں علمی۔ اخلاقی۔ ادبی۔ تاریخی مضامین۔ اعلیٰ درجے کی تظمین و غزلیات۔ اور دیگر اصنافِ سخن کے دلکش نمونے شائع ہوتے ہیں۔ یہ رسالہ ہندوستان میں مڈرن لٹریچر کا ایک عمدہ نمونہ اور معزز امرای دکن اور عام باذاق حضرات کی قدردانی کا مستحق ہے شمالی ہندوستان میں دربار دکن سے اس عقیدت مندی کی نظیر خدنگ نظر سے پہلے نہیں دیکھی گئی۔

نمونے کے لیے صرف ۳ر کے ٹکٹ کافی ہیں۔ قیمت سالانہ مع ناول بلا ناول صرف ۱۲ر مع محصول۔

المشتہر
منیجر خدنگ نظر لکھنؤ

اُردوی معلیٰ

یعنے

صحیح اور فصیح اُردو کا ایک قابلِ دید رسالہ جو ہر انگریزی مہینے میں علیگڈھ سے شایع ہوتا ہے کاغذ ولایتی۔ حجم ۵۲ صفحے بقطیع ۲۰×۳۶ لکھائی چھپائی نہایت پسندیدہ

جسکے رہتے

ہر سال اساتذہ قدیم کے غیر مطبوعہ دواوین میں سے تین دیوان مع دیباچہ و شرح مختصر بعنت ہدیۂ ناظرین ہوتے ہیں[1] قیمت رسالہ مع دو دواوین للعہ رسالہ مع محصول۔

(درخواست خریداری بنام سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے اڈیٹر اردوی معلی علیگڈھ)

[1] چنانچہ اس سال دیوان جعفر علی حسرت استاد جرات۔ و دیوان جرات۔ و دیوان تنہا شائع ہونگے۔

ضوابطِ دبدبۂ آصفی

دفعہ ۱ - یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اسکے تمام حقوق مالیجناب وزارت پناہ نے مہتمم رسالہ کو مرحمت فرمائے ہیں۔ اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے۔

تمام قیمت سالانہ پیشگی مع محصول (محہ)

عمائد و عہدہ دارانِ عالیمرتبہ سے دس روپیہ (عہ)

امرائے عظام و رؤسائے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو قدردانی فرمائیں

دفعہ ۲ - مضامین بشرط پسند کمیٹی طبع ہونگے۔ جو مضمون اعلے درجے کا ہوگا اُسکے شکریے مین ایک اشرفی دیجائیگی۔

دفعہ ۳ - اشتہارات کی چھپائی بذریعۂ تحریر طے ہوسکتی ہے۔

دفعہ ۴ - نمونے کا پرچہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے۔

دفعہ ۵ - خط و کتابت اس پتے سے ہونی چاہیے۔

(محبوب پریس علاقۂ پیشکاری بنام مہتمم محبوب الکلام و دبدبۂ آصفی)

۶ رشعبان سنہ ۱۳۲۲ھ

دبدبۂ آصفی

اخلاقی۔ علمی۔ تاریخی۔ ادبی مضامین کا ماہوار رسالہ

یادگار جشنِ سالگرہ مبارک اعلیحضرت حضور پرنور نواب میر محبوب علیخان

بہادر نظام الملک آصفجاہ فتح جنگ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

حسب الحکم

وزارت پناہ فتوت دستگاہ سر مہاراجہ بہادر

یمین السلطنۃ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی

محبوب پریس علاقہ پیشکاری حیدرآباد دکن سے شائع ہوا

فہرست مضامین

اردو کی افشا پردازی اور اڈیٹر تیرہویں صدی	اہتمم
سائنس کا ایک سبق	جناب مولوی عبداللہ صاحب غازی اڈیٹر البیان
حصۂ نظم	
مادۂ اجسام کی تحقیق نمبر (۶)	جناب مولوی سید نادر الدین صاحب
اپنی آپ مدد کرو	شیدا فتحپوری
اتحاد	جناب مولوی صدیق احمد صاحب
مریو یو۔ دیوانِ جاہ۔ دیوانِ سحر۔ کلامِ عارف	اہتمم
دیوان حفیظ۔ دلگذار۔ بہار	
آصفی جنتری۔	
اشتہارات	



تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

اُردو کی انشا پردازی

اور

اڈیٹر تیرہویں صدی

جس طرح ہر ایک ترقی پانے والی چیز رفتہ رفتہ اپنی ابتدائی حالت کو خیرباد کہتے ہوئے اعلیٰ حالت تک پہنچتی ہے یہی حال لٹریچر کا بھی ہے جو شخص کسی چیز کے لٹریچر کا انقلاب دیکھنا چاہے اُسکو اپنے شوق کی تکمیل کے لئے کسی لٹریچر کی طرف توجہ کرنا چاہیئے کیونکہ ہر ایک زبان کا حال قریب قریب تنزل اور ترقی اور نشو و نما کے لحاظ سے ایک ہی ہے۔ جو قوم تمدن اور معاشرت میں ترقی کرے گی اور زیادہ تعداد کے افراد اُس زبان کے بولنے والے ہو جائینگی اسیقدر اُسکی زبان بھی ترقی کرتی جائیگی۔ نئی نئی چیزوں کے لئے جدید الفاظ وضع کئے جائینگے۔ مختلف زبان کی بولنے والی قوموں کے میل جول سے زبان متاثر ہوگی۔ بہت سے الفاظ چھوٹ جائینگے اور بہت سے الفاظ داخل کئے جائینگے ساتھ ہی مذاق کا تغیر و تبدل تقریر و تحریر کے انقلاب کا باعث ہوگا۔ جو زبان دوسری ترقی یافتہ زبانوں کے ساتھ ارتباط کی کشمکش سے چھوٹ نہیں سکتی وہ رفتہ رفتہ متروک ہو جائیگی اور اسی کو زبان کی موت کہتے ہیں۔

اسی اصول پر اُردو زبان بھی کئی حالتیں بدل چکی سلطنت مغلیہ کے زمانہ میں جو اسکی حالت آخر وقت تک رہی ہے ہم انشا پردازی کے تمام شعبوں پر نظر کرتے ہوئے اسے بالکل

ابتدائی حالت مین دیکھتے ہین - اگر شعرا کا گروہ والیان ملک کی قدردانی کی بدولت نہ چمکتا تو ہم نہین کہہ سکتے کہ اُردو کی حالت اسوقت کیا ہوتی اور اسکی موجودہ دل آویز بیان کہانتک پائی جاتین - کیونکہ اُس زمانہ مین سوا بول چال کے نثر کو اُردو مین لکھنا لکھنے والی کی سوسائٹی کے نزدیک بے وقعتی تھی - اسکا نتیجہ معلوم تھا یعنے عرصہ تک اُردو کا شمار کسی زبان مین نہ ہوا ہان شعرا کی گرما گرمی اسکے ایک پہلو کو مضبوط کرتی جاتی تھی - اسوقت تک زبان کی خوبی محض اشعار تک محدود تھی مگر اصول مذکورہ کے موافق اردو کی ابتدائی حالت قائم نہ رہی - بولنے کے علاوہ لکھنے کی بھی نوبت آئی - چار درویش - فسانہ عجائب کے مصنفون نے ان تصانیف سے ترقی زبان مین ایک قدم آگے بڑہایا - مگر طرز تحریر کی چہان بین کیجئے اور اسوقت کے لکھنے کا مذاق دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ بہ نسبت نثر کے نظم کی زبان صاف تھی - کیونکہ اُفتاد ہی ایسی پڑی تھی کہ نثر کی حالت اسوقت تک مستقل نہو سکی اور عام مذاق کے اثر سے فارسی اور عربی کا زیادہ رنگ اُسپر چڑہا - اب یہ دور زبان کی ترقی کا اسی حد پر ختم ہو جاتا ہے اور ترقی کا نیا دور شروع ہوتا ہے - یعنے -

انگلستان کی قوت جو جو مستحکم ہوتی گئی عالمگیر انگلش لٹریچر کا اثر اُردو زبان پر پڑتا گیا - کبھی عربی زبان نے ایسا ہی اپنا رنگ جمایا تہا آج انگلش لٹریچر اسی قوت کے ساتھہ اپنا اثر ڈال رہا ہے -

مرزا غالب نے ایک خاص طرز مین رقعات لکھے سرسید نے پُرزور تحریرون اور تقریرون سے اُسے چمکایا -

آزاد و سرشار نے اپنی نادر تصانیف سے جدید رنگ کا سکہ بٹہایا - اخبارون اور رسالون نے اسکی عام اشاعت کو بڑہا دیا اور اب وہ ایک خاص اور مقبول عام صورت مین پہیل رہی ہے -

قومون کی ترقی کے ساتھہ لٹریچر کا خاص تعلق رہا ہے - جو لوگ اپنی مبتذل حالت کو چھوڑنا چاہتے ہین وہ اپنی زبان پر بھی خاص نظر رکھتے ہین - دیباچہ آصفی نمبر ۳ جلد ۷ مین ہم میر ناصر علیخان بہادر کی تحریر درج کر چکے ہین یہ منجملہ اُن خیر خواہان قوم کے ہین جو زبان کی اشاعت اور اسکی انشا پردازی پر خاص نظر رکھتے ہین - اُردو زبان کے محسنون مین صاحب موصوف کا اسم گرامی بھی ممتاز

ہے ۔ آپ اُسوقت اس میدان مین اُترے تھے جب جدید رنگ کی انشا پردازی ابتدائی حالت مین تھی اور وہ خاص رنگ نثر کا جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے بالکل تحریر مین پایا نہ جاتا تہا ۔

تیرہوین صدی کی خدمتون سے کون ناواقف ہے ۔ یہ نہایت صحیح ہے کہ اسکی وجہ سے بہت سے انشا پرداز اس طرز کو اختیار کئے ہوئے پبلک کے سامنے آئے اور خوب آئے کہ چارون طرف سے انکی طرف نظرین اُٹھین ۔

تیرہوین صدی اور اسکے فاضل اڈیٹر میر ناصر علی خان بہادر کی خدمتون کو کون فراموش کرسکتا ہے والفضل للمتقدم ۔

تیرہوین صدی کو بند ہوئے مدت گزری ۔ اسکا فاضل اڈیٹر بھی ساتھ ہی بالکل خاموش ہوگیا مگر شوق کی چنگاری کب تک دبی رہسکتی ہے جس چمن کی آبیاری انہون نے کی تہی اسے ہرا بھرا دیکھکر سیر کے لئے نہ نکلنا محال تہا ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اب وہ پھر اس عام اسٹیج پر جلوہ گر ہوئے ہین اور تذکرہ بدیعہ آصفی کی ایک قسم کی کشش تھی ۔

ہمارے فاضل دوست لکھتے ہین کہ انگریزی اور اٹالین تصانیف کے مطالعہ مین مصروف ہوگیا ہون ۔ مجھکو یقین ہے کہ آپ کی توجہ پھر وہی نقشہ دکھائے گی جسکو پبلک نے تیرہوین صدی مین دیکھا تہا ۔

ہز اکسیلنسی عالیجناب **شاد** بالقابہ کی طرز تحریر کو آپ نے ولا جواب لکھا ہے اور آپ چاہتے ہین کہ لکھنے والے اوسی رنگ اختیار کریں ۔ اس سے پتہ چل سکتا ہے کہ مبصرین کی نظرون مین ہز اکسیلنسی عالیجناب **شاد** بالقابہ کی تحریرین کیا مرتبہ رکہتی ہین مشہور انشا پرداز حضرت ریاض اور حکیم برہم لکھتے ہین کہ ۔ مہاراجہ بہادر جس طرح نظم مین مشاق ہین اوسی طرح نثر کے بھی ہین یہ عالیجناب شاد بالقابہ ہی کی توجہ کا اثر ہے جو میر ناصر علی خان بہادر کو ادہر کھینچ لائی اور تذکرہ بدیعہ آصفی مین لکھنے کے لئے آپ نے قلم اُٹہایا ۔

لٹریری دنیا مین ایسے ہی لوگون کی ضرورت ہے ۔ اُردو کی خوش قسمتی ہے کہ ایسے ایسے قابل انشا پردازون کو اپنی حمایت پر آمادہ پاتی ہے ۔ ہم اپنے فاضل دوست کو تنقید ۔ اور

تنقید و تنقید۔ نیز نقادون۔ ریویوگارون کی طرف خصوصیت کے ساتھ متوجہ کرتے ہین ہمنے اسکی طرف دلگدازکا ذکر کرتے ہوئے کچہ اشارہ کیا ہے۔ وہ اس ضرورت کو ہمسے زیادہ سمجہ سکتے ہین اور سمجہا سکتے ہین۔

اڈیٹر

سائنس کا ایک سبق

قدرت کا وہ نازپرورد کرشمہ جو اپنی تدریجی ترقی کی رفتار مین مختلف صورتین بدل کر باغ عدن[1] مین انسان کی شکل بنکر ظاہر ہوا اُسکو ہمارے خاکی نہاد ستیارہ (زمین) مین سب سے پہلے جن چیزون سے سابقہ پڑا ہوگا وہ وہی معمولی چیزین تھین جو مدت العمر اُس کے ساتھ رہین۔ فرش خاکی اُسکا فرش بچھونا رہا ہوگا اور ہوا کی گرمی اُسکے مزاج مین بالیدگی پیدا کرتی ہوگی چند روز کے بعد اُسکے دل مین رہتے سہتے ایک نئی قسم کا اہتزاز ہوا ہوگا اور پیش آنے والی ضرورتون نے اُسے کچہ اور سامان فراہم کرنے پر مجبور کیا ہوگا اب اُس نے پہلے پہل ہمت کرکے دریا کے پانی کا پتا لگایا ہوگا اور پتھرون سے آگ نکالی ہوگی یہ دریافت اپنی حیثیت کی پہلی دریافت ہوگی جسکی اہمیت اُسی وقت بیکار اُٹھی کہ آئندہ نسل کو ترقی کرنا ہو تو اُسکی صورت ہے کہ اپنی مدد کی قابلیت آپنے آپ مین خود پیدا کرین!

بہت دن گزر گئے ہونگے اور اُسنے دیکھا ہوگا کہ دنیا کی جتنی چیزین ہین (فی زعمہ) سب کی

---

[1] علم سے ثابت ہے کہ موالید ثلاثہ مین ہر ایک کی صورت مین انسان کچھ زور کر چکا ہے اور رفتہ رفتہ ترقی کرکے آدمی کی شکل اختیار کی ہے۔ باغ عدن کا واقعہ توراۃ کی پہلی کتاب "سفر تکوین" مین مذکور ہے اس باغ کا محل وقوع ارض عراق کا بسویٹیمیا یعنے دوآبۂ دجلہ و فرات کی زمین تھی جسکا عربی نام عہد بنی عباس مین جزیرہ ابن عمر تھا ۱۲

اسی مٹی ہوا پانی اور آگ کی محتاج ہیں اور ہر ایک میں کوئی نہ کوئی جزو ان کا ضرور پایا جاتا ہے
یہ وہ زمانہ نہ تھا کہ کیمیاوی تحلیل سے اجزا کی بساطت یا ترکیب دریافت کی جاتی، اس کے واسطے
اُس نے فقط اپنے وجدانی شعور اور دماغی احساس سے کام لے کر ایک کلیہ مرتب کر لیا کہ جب اس کی
محدود دنیا کی تمام چیزوں میں انہیں چار وں کی آمیزش ہے تو خود ان میں کسی کی آمیزش نہ ہونی چاہیے[۵]
تجربہ اور حکمت کا یہ پہلا سبق تھا جس پر سائنس کا ایک بڑا دفتر طیار ہوا، عناصر کی اصطلاح مقرر
ہوئی اور مان لیا گیا کہ مٹی ہوا۔ آگ۔ پانی۔ یہی چار عنصر ہیں۔ ابتدا میں یہ ایک سطحی تحقیقات تھی جو
ایک سرسری انکشاف سے پیدا ہوئی تھی، اسکو سات آٹھ ہزار برس ہونے کو آئے ہیں، آؤ
دیکھیں اس دیرینہ دریافت میں کچھ اضافہ بھی ہوا یا نہیں۔

اضافہ ہوا اور ہوتا جاتا ہے، ابھی کل کی بات ہے شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی امرت
میں علمائے ندوہ کو مخاطب کر کے فرماتے تھے ؎

از عناصر سہ و شصت آمدہ اینک بہ شمار
تو ہمان در گرد آتش و آبستی و باد

لیکن آج منکشف ہوا کہ وہی عناصر جو اُسوقت تک ہمارے شمس العلما کے خیال میں ۶۳
تھے اب اُنکی تعداد ۸۰ تک پہونچگئی ہے جن میں چھ روشنی دینے والے عنصر ہیں۔ جدید
تحقیقات سے ثابت ہے کہ عناصر اربعہ بھی مرکب ہیں اور ان میں بھی اجزا پائے جاتے ہیں،
لیکن اُن اجزا سے ترکیب ممکن بھی ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ بحث طلب ہے۔

اصل یہ ہے کہ اجزا دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک تقویمی دوسرے تحلیلی۔ اجزائے تقویمی وہ
ہیں جن سے ذات کا قوام ہو جیسے جسم کے لئے مادہ و صورت یا انسان کے لئے حیوان اور
ناطق ہونا۔ اجزائے تحلیلی وہ ہیں جو بسیاتِ کل کے معدوم ہونے پر حاصل ہوئے ہوں جیسے
ایک خط کے چار ٹکڑے کو ہر ٹکڑا اجزو تحلیلی ہے۔

مثلاً ہوا میں چار جز ہیں۔ آکسیجن Oxygen نیٹروجن Nitrogen
کاربونک ایسڈ گیس Carbonic acid gas واٹری ویپر Watery Vapour

[۵] دیکھو حکمۃ الافرنج صفحہ ۷ مطبوعہ مصر ۱۸۹۵ء ۱۲

لیکن کیا در اصل ان اجزا سے ہوا کا قوام بھی ہے؟ یقیناً اس کا جواب نفی میں ملے گا، کیونکہ یہ اجزا کل سے موخر ہیں اور کسی جز کو کل سے موخر ہونا چاہیئے بیشک یہ اجزا ے تحلیلی ہیں اور اول تو اجزاے تحلیلی پر جزئیت کا اطلاق خود بطور مسامحہ ہے، مع ہذا بے اجزاے تقویمی کے ترکیب بھی نہیں ہوسکتی لہذا ہوا کو مرکب کہنا صحیح نہیں مزید توضیح کے لئے ہم چند رؤس مرتب کرتے ہیں۔

(۱) جتنے مادیات ہیں وہ یا بسیط ہیں یا مرکب۔

(۲) ہر مرکب کی انتہا لامحالہ کسی بسیط پر ہوگی ورنہ تسلسل لازم آئیگا۔

(۳) جتنے مادیات ہیں اُن سب کا قوام عناصر سے ہے۔

(۴) عناصر حقائق میں ایک دوسرے سے متخالف ہیں۔

(۵) مجموعۂ اجزا کی حقیقت بعینہ کل کی حقیقت ہے جیسے مجموعۂ حیوان ناطق بعینہ انسان ہے

عناصر میں مثلاً ایک عنصر ہوا ہے۔ وہ بسیط ہے یا مرکب، اگر مرکب ہے تو اُس کے اجزا یا ہوائی ہی ہیں یا کسی اور عنصر کے اگر کسی اور عنصر کے ہیں تو اُسکے سب اجزا ہوائی ہونے چاہیئے (از روے مقدمہ پنجم) حال آنکہ دونوں کی حقیقتیں باہم متخالف ہیں (مقدمۂ چہارم) اور اگر وہ اجزا بھی ہوائی ہیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرکب ہیں یا بسیط، مرکب ہیں تو مثلاً عنصر مذکور سے مرکب ہونگے جسکو ہم ابھی باطل کر آئے ہیں اور اگر بسیط ہیں تو مدعا ثابت ہے الغرض قول فیصل یہ ہے کہ مثلاً ہوا اگر مرکب بھی ہے تو ترکیب تحلیلی نہ ترکیب تقویمی۔

عبداللہ عمادی

حصہ نظم

غزل - جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

ہے فنا آموز ہر اک خط تری تحریر کا
رنگ اڑنا کہہ رہا ہے پیکر تصویر کا

وصف ممکن ہی جو تیری شوخیٔ تحریر کا
اسطرح خاموش پھر کیوں ہو دہن تصویر کا

رہنمائے منزل مقصود کیفیات ہے
ہی اثر اک نام خضر وادیٔ تقریر کا

ہو دو دلدار پر نقش جبین با مال غیر
یہ بھی کیا اے رشک لکھا تہا مری تقدیر کا

جبکی شوخی دیکھکر گل اڑ گیا تہا رنگ رخ
سامنا پھر آج ہوتا ہے اسی تصویر کا

کیا خجالت زا ہی تیرا حسن روئے دلگداز
پانی پانی ہوگیا ہے آئینہ تصویر کا

نامہ کیا لکھیں کہ اک دریا ہی آنکھوں سے رواں
موج سیل اشک ہی کاغذ مری تحریر کا

قتل کا شوق آپکو یاں سخت جانی پر غرور
دیکھنا ہی آج جوہر آپکی شمشیر کا

ایک میں کیا جان بلب ہیں دست قاتل ہر سبھی
جوہر شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

شرح جانکاہی عشق اک غیر ممکن بات ہے
کانکر لانا بہت آسان تہا جوئے شیر کا

کاش جلکر خاک ہوجاے دل حسرت نصیب
فائدہ اتنا ہی ہو اس آہ بے تاثیر کا

کیا عجب ہیں ہو یہاں اس گھر کی بربادی عزیز
جسکا ہر ذرہ ہو خاکہ حسرت تعمیر کا

غزل - ابوالمعظم جناب مرزا سراج الدین احمد خان بہادر سائل دہلوی

طریقہ امتحان شوق کا یوں ہو تو بہتر ہو
ہتیلی پر مری سر ہو تری مٹھی میں خنجر ہو

تری محفل میں آخر کیوں نہ برپا شور محشر ہو
ادا جب جان لیوا ہو کرشمہ اس سے بڑھکر ہو

خلش معشوق خاطر ہے کوئی نازک ہو نشتر ہو
چبھو لیتا ہوں اپنے ہاتھ سے میں جو سر میں ہو

ذرا بہتات تو دیکھو ستمگر کی جفاؤں کی
جو ہو اک مرتبہ پیدا وہ کیا ممکن مکرر ہو

ترے سنگین دلی کا حال کہا جاے کوئی دم میں
اگر دل کی جگہ عاشق کے پہلو میں بھی پتھر ہو

میں اس رونے کو کیا مانوں کہ دو آنسو نکلتے ہیں
گریبان حبیب اس آستین سب خون میں تر ہو

یہ وعدہ ہے کوئی وعدہ اب کچھ ہو تو کل کچھ ہے
جو نیت ہو وہ پوری ہو جو ہونا ہو مقدر ہو

رقیب بدگہر مرتا ہے شادی مین بھی یہ غم ہے
وہ کہتے ہین بہلا وعدے کا ایفا آج کیونکر ہو

چرائے دل نگاہِ ناز اور مجرم ہین عاشق
گنہ کرتے ہین تو ڈر ہو نہین کرتے ہین تو ڈر ہو

نہ کہتے تھے نہ کہتے تھے نہ دیکھو آئینہ دیکھو
بتاؤ کیا بنی کیون اسقدر حیران و شدر ہو

نگاہِ ناز اور کبھی کہ مین اب آہ کرتا ہون
تمہارے دلمین ناوک ہو مرے سینہ مین خنجر ہو

رقیبون سے بہگت لیجے مجھے شوقِ شہادت ہے
نہین ضد سے کوئی مطلب مقدم ہو موخر ہو

بہانہ ڈہونڈہنا کیا جب وفا وعدہ نہین کرنا
لگی لپٹی تو جب رکہو کسیکا جب نہین ڈر ہو

نہین کچھ فصد سے تسکین ہمارے جوشِ سودا مین
رگِ جانمین کوئی ڈوبا ہوا خوشِ آبِ نشتر ہو

فقط واعظ کے دل رکہنے کی خاطر توبہ کرلی تھی
وگرنہ ترکِ مے سے بلا نوشو نسے کیونکر ہو

ذرا سے وہم آنے سے بگڑتے ہین دمِ تزئین
بلورین آئینہ مین بھی مبادا چشمِ جوہر ہو

خدارا اس دعا پر میری سب صاحب کہین آمین
جبین میری ہو اور سنگِ درِ سبطِ پیمبر ہو

مین اپنا نام سائل چھوڑ کر سلطان اب رکہلون
جو دونون وقت بے منت سبھے روٹی میسر ہو

رباعی از جناب شاکر کشمیری

مطلوب کسیکو ہے ہما کا سایا
ہے ڈہونڈہتا کوئی ادیا کا سایا

شاکر کیون ہون نہ خانہ زادانِ حضور
گھر بیٹھے ملا جنکو خدا کا سایا

ولہ

بے سعی عمل کسیکو کیا ملتا ہے
کوشش سے جو پوچھو تو خدا ملتا ہے

آصف سے ملے وہ جسکو حق کی ہو تلاش
سایہ سے وجود کا پتا ملتا ہے

ولہ

شاکر یہ کلام سنکے با خاطر شاد
بولے اہلِ نظر کہ جشن مرصاد

پروا نہین مدعی اگر داد نہ دین
ہر شعر پہ ہے دیدۂ انصاف کا صاد

مادہ اجسام کی تحقیق

نمبر (۶)

تحریر دلیل - بعد تمہید مذکور کے تم غور کرو کہ اگر کل اجسام کا طول و عرض و عمق نامتناہی ہو - تو ضرور ہے کہ ان تین خطوں سے ہر ایک کی ناپ نامحدود ہوگی مثلاً تم خط طولی کے شروع نقطہ کا نام (ا) رکھو اور اسکی غیر محدود جانب کا نام (ب) رکھو تاکہ تمکو اسکا مبدع یعنے آغاز اور غیر محدود جانب اسکی متعین ہو جائے اور تم یہ کہہ سکو کہ یہ اسکا آغاز ہے اور یہ اسکی غیر محدود جانب ہے اب تم فرض کرو کہ وہ خط یہ ہے (ا ـــــــ ج ـــــــ ب) اور ایک گز بہر آگے (ب) کی جانب بڑھکر اس خط پر دوسرا نقطہ لگا دو اور اس کا نام ج رکھو جسکی وجہ سے خط (ا ب) کے دو قطعہ ہو جائینگے ا ج و ا ب اور ا ب کا خط دونوں سے مرکب ہوگا اور چونکہ بقانون ریاضی ہر خط مستقیم دوسرے خط مستقیم پر منطبق ہو سکتا ہے اور ہر نقطہ دوسرے نقطہ پر تو تم خط ج ب اور نقطہ ج کو خط ا ب اور نقطہ ا پر منطبق کر سکتے ہو جس سے پورا خط ج ب خط ا ب پر منطبق ہو جاوے گا جو ا ب کا جز، اور اسکا ایک حصہ ہے - اب تطبیق کے بعد خط ج ب جز، اور خط ا ب کل کی ناپ یا تو مساوی رہیگی یا کم و بیش اور یہ ظاہر ہے کہ مساوی نہیں ہو سکتی کیونکہ بقانون ریاضی کل و جز، کی باہم مساوات ناممکن ہے تو ضروری خط ج ب جز، خط ا ب سی کم اور خط ا ب اس سے زائد ہوگا - اور تم پہلے معلوم کر چکے ہو کہ جانب ا مین مذکورہ دونوں خطوں کل و جز، کے درمیان صرف ایک گز بہر کا فرق تھا تو اب بعد تطبیق کی جانب ب مین بھی اتنا ہی فرق رہیگا یعنے گز بہر کا جس سے اب کل ج ب

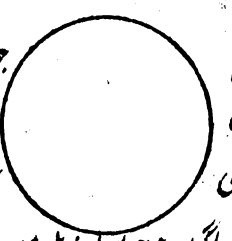
جز بہ بقدار محدود گز بہر ہی بڑھیگا اور مقدار محدود پر بقدر محدود بڑھنے والی مقدار چونکہ محدود ہوا کرتی ہے لہذا خط **اب** بھی محدود اور متناہی ہوگا جو ناتناہی مان لیا گیا تھا۔

پس اس سے ناظرین خود یقین کر سکتے ہین کہ طول کی طرح عرض و عمق بھی متناہی ہوگا کیونکہ یہی دلیل بطرز مذکور عرض و عمق کو بھی محدود اور متناہی ثابت کر سکتی ہے جسکو اصطلاحاً برہان تطبیق کہتے ہین۔ اس دلیل مین شک و شبہ پیدا کرنے والا ظاہر ہے کہ وہی شخص ہو سکتا ہے جو اصول ریاضی و ہندسہ اور قوانین حکمیہ سے بالکل ناواقف ہے جسکی کچھ تشریح ہم تمہید مقدمات مین کر چکے ہین۔ جب بہ اصول ہندسیہ و براہین قطعیہ کل عالم اجسام کے طول و عرض و عمق کا محدود و متناہی ہونا ثابت ہو گیا تو عقل سلیم کیونکر یہ تسلیم کر سکتی ہے کہ بُعد مفطور سابق الذکر کا طول۔ عرض و عمق نامتناہی گا اور یہ ظاہر ہے کہ محدود ہونے کی صورت مین ضرور متشکل ہوگا اور چونکہ بغیر قابلیت مادہ کے شکل حاصل نہین ہو سکتی تو ضرور وہ بُعد مادی ہوگا نہ مجرد جیسا کہ حکماے اشراقیین کا زعم ہے۔

عالم اجسام کا محدود ہونا کس سبب سے اور کیونکر ہے

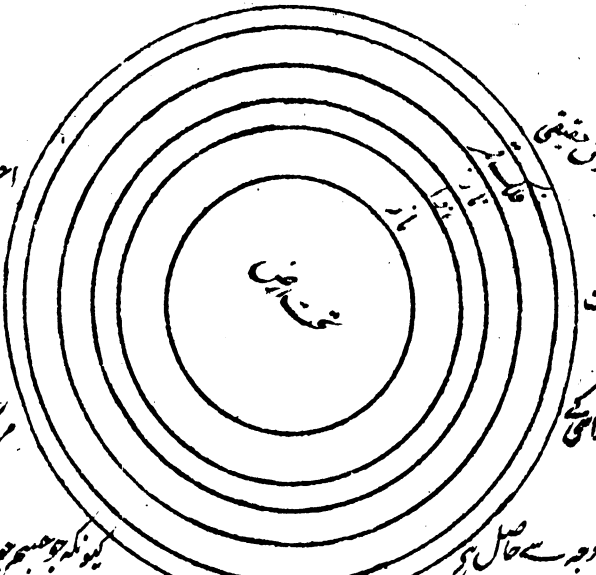
برہان تطبیق واجب التصدیق سابق الذکر سے ناظرین یقین کر چکے ہون گے کہ بیشک تمام عالم اجسام کا طول۔ عرض و عمق محدود ہے اور نامتناہی نہین ہے جیسا کہ بعض لوگون کا خیال ہے لیکن ناظرین کو اسمین ضرور تردد ہوگا کہ عالم اجسام کی تحدید کس سے ہے اور کس انداز کی ہے مگر جلد یہ تردد بھی رفع ہوا جاتا ہے۔ کیونکہ ناظرین کو پہلے یہ اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے کہ تمام اجسام مین جسمی حیثیت مشترک ہے اور اجسام کے طول و عرض و عمق کا نام جسمیت ہے۔

اور چونکہ طول و عرض و عمق کا (جنکو عربی مین اقطار جمع کہا جاتا ہے) اختتام سطح پر ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ تمام اجسام کی جسمیت کسی ایسے سطح پر منتہی ہو جو ہر طرف و ہر جانب سے جسمیت اجسام کی سرحد بن سکے اور ہر جانب سے تمام اجسام کی جسمیت کو احاطہ کرنیوالی سطح وہی ہو سکتی ہے جسکی شکل کروی ہو تاکہ ہر جانب سے وہ پوری پوری جسمیت اجسام کو محیط ہو کر محدود کر دے ورنہ تمام جوانب سے عالم اجسام کی جسمیت محدود نہ ہوگی جسکی تحدید پہلے ثابت ہو چکی ہے اور سطح کروی وہی ہے جس کے جوانب مرکز سے اس کی طرف سب خط سادی نکل سکین جیسے یہ



سطح کوئی نہوگی — جو تمام عالم اجسام کو ہر طرف سے محیط ہے اور اُس سے خارج جسم نہین ہوسکتا۔ ورنہ عالم اجسام کی جسمیت محدود جسکا ثبوت علاوہ برہان سابق الذکر کے دوسرے براہین سے بھی دیا گیا ہے جو باسماء ذیل موسوم ہین۔ برہان مسامت برہان سلمی اور برہان ترسی جنکا آئندہ اپنے مقام پر ذکر کیا جائیگا۔ چونکہ کوئی سطح بھی بغیر جسم کے موجود نہین ہوسکتی تو ضرور ہی کہ وہ سطح ایسے جسم سے قائم ہوگی جو تمام عالم اجسام کو محیط ہو تاکہ وہ سطح بھی تمام جسمیت کی سرحد بن سکے۔

اور وہی جسم کروی ہے جسکو حکما فلک الافلاک و محدد جہات کے نام سے موسوم کرتے ہین کیونکہ اسی جسم کروی کے مرکزی نقطہ کا نام **تحت حقیقی** اور اسکے محیط سطح کا نام **فوق حقیقی** ہے اور دوسرے تمام اجسام اسکے جوف مین ہین دیکھو دائرہ ذیل۔ فلک الافلاک کے اور سوا اس محیط و کروی جسم



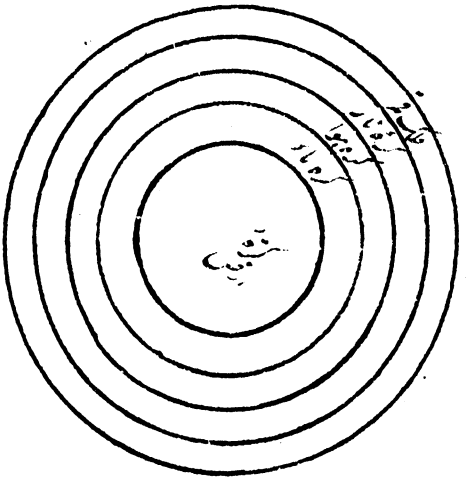
محیط سطح کی وجہ سے حاصل ہو کیونکہ جو جسم جوفی اسکے مرکز کی جانب واقع ہے وہ تحت کی جہت مین سمجھا جاتا ہے اور جو محیط کی جانب مین واقع ہے وہ فوق کی جہت مین خیال کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے جوفی اجسام کو ایک دوسرے کی نسبت فوق و تحت تصور کیا جاتا ہے اور حقیقۃً کوئی بھی فوق و تحت نہین ہوسکتا۔ کیونکہ حقیقۃً فوق وہی فلک الافلاک کی محیط سطح ہے اور تحت اسکا مرکز ہے یہی وجہ ہے کہ کسی انسان کو اگر ہالتا

کردیا جائے۔ تو یہ نہین کہا جاسکتا کہ فوق تحت وتحت فوق ہوگیا بلکہ یون کہا جائیگا کہ اسکا تحت کی جانب اور پانون فوق مکلف ہوگئے کیونکہ انسان کا سر فطرۃً فوق حقیقی کی جانب اور پانون فطرۃً تحت حقیقی کی جانب واقع ہوئے ہین اور حقیقی فوق وتحت بہم بدل نہین سکتے جیسا ناظرین پر واضح ہوچکا ہے برخلاف یمین۔ شمال قدام وخلف کے کہ پہلو بدلنے سے یہ سب جہتین بدل جاتی ہین کیونکہ درحقیقت یہ کوئی جہتین نہین ہین بلکہ انسان کے فطرتی پہلوؤن کی محاذات کا نام یمین۔ شمال قدام وخلف ہے جنکے معنی دائین جانب بائین جانب اور آگے پیچھے کے ہین یہی وجہ ہے کہ پہلو بدلنے سے یہ بدل جاتے ہین اور فوق وتحت نہین ہوسکتے۔

برمذہب مشائین تجزی اجسام کا بیان

اوپر والے بیان سے ناظرین پر بخوبی یہ منکشف ہوچکا ہے کہ فطرۃ عالم اجسام کی ترتیب محیط ومحاط اور حاوی اور محوی کے طور پر واقع ہوئی ہے اس انداز سے کہ جو سب پر حاوی ہے اسپر پھر کوئی دوسرا حاوی نہین۔ اور نہ اس سے خارج کوئی دوسرا جسم۔ مگر سب کی نسبت کرتے اسکو اوپر ہونے کی ایک وضع درتبہ حاصل ہے جسکی وجہ سے باشارہ حسی وہ بتلایا جاتا ہے اور یہی وضع اسکا فیز ہے۔ دوسرے جو فی اجسام تو ان سے ہر حاوی ومحیط کی وہ درونی سطح جو محاط اور محوی کی ظاہری سطح سے ملی ہوئی ہے۔ وہ محوی اور محاط کا حیز ہے۔ کیونکہ اسی سے وہ حتا مشارالیہ ہوسکتا ہے۔ اور جس سے جسم مشارالیہ ہو وہی اسکا حیز ہے اور نیز حکمائے مشائین۔ ہر حاوی کے درونی سطح کو جو محوی جسم کے بیرونی سطح سے متصل ومماس ہے اسکو مکان محوی کے نام سے موسوم کرتے ہین۔

اب تم کرۂ ارض وکرۂ ماء وہوا وناء کو دیکھو کہ فطرۃً کس انداز سے واقع ہوئے ہین۔ کہ ہر حصہ ارض کو کرۂ ماء محیط ہے اور ایک حصہ کو ہوا۔ اور کرۂ ہوا بحر کو اور ماء ایک حصہ ارض کو محیط ہے اور کرۂ ہوا کرۂ ناء کا کرۂ محیط ہے۔



کرۂ نار مین حکما کا اختلاف ہے کہ یہ پورا کرہ ہے یا ناقص بعض کا خیال ہے کہ پورا کرہ ہے اور بعض کا خیال ہے کہ نار کوئی مستقل عنصر نہین ہے۔ بلکہ فلک قمر کی گردش جو کرہ ہوا سے ملاصق ہین رگڑ سے پیدا ہوتی ہے اُس سے کچھ حصہ ہوا کا آگ ہو جاتا ہے بعض مواضع غلیظ اور بعض رقیق ہین۔ مگر عقلاً ایک ایسے عنصر کا وجود بھی ضروری ہے جو محض حار و یابس ہوا و چونکہ بوجہ حرارت و یبوست کے وہ محض خفیف ہوگا۔ تو اسکا حیز ہوا سے اوپر ہونا ضروری ہے۔ اور اسی قسم کے عنصر کو بلفظ کرۂ نار تعبیر کرتے ہین۔ رہے مرکبات عنصری مثل معادن۔ نباتات۔ حیوانات۔ اور کائنات الجو تو انکے لئے عناصر و جزء عناصر کے علاوہ کسی دوسرے جز کی ضرورت نہین کیونکہ ترکیب کیسی ہی ہو خواہ مزاجی یا امتزاجی بغیر غلبہ کسی عنصر کے متصور نہین ہو سکتی جسکی وجہ سے ہر مرکب عنصری اپنے حیز مین غالب و عنصر کی کشش و طبعی میلان کا تابع رہتا ہے جسکی توضیح کسیقدر پہلے ہو چکی ہے۔

مکان کا مکین سے بالکل خلو ناممکن ہے

اس سے پیشتر خلا کے دو معنون کا ذکر آچکا ہے۔ اور براہین قاطعہ و حجج عقلیہ و دلائل طبعیہ قاطعہ سے انکا ناممکن ہونا بھی ثابت ہو چکا ہے جس سے واقف اسرار عالم طبعی و عارف اصول ہندسہ و رموز ریاضیہ ہرگز انکار نہین کر سکتا۔ الا وہ شخص جو بجز تقلید بلا دلیل کا مقلدی ہو مگر خلا کے ایک تیسرے معنی بھی ہین جسکی عربی المکان الخالی عن الشاغل ہے یعنے مکان بلا مکین

خواہ وہ مکان وہمی امر ہو یا بعد مجرد موجود ہو یا ہر جسم حاوی کی درونی سطح جو بیرونی سطح محوی کے متصل ہے وہ ہو الغرض خلو مکان کو بھی خلا کہا جاتا ہے جسکا غیر ممکن ہونا برہان ذیل حکما کے رو سے ثابت ہے۔

برہان ناظرین کو معلوم ہو کہ مکان خواہ بُعد وہمی ہو یا مجرد موجود یا حاوی کی درونی سطح جو محوی کی بیرونی سطح سے مماس ہے یکین سے اسکا خلو ناممکن ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ مکان خالی کو عربی مین خلا اور غیر خالی کو ملا کہا جاتا ہے۔

اب تم فرض کرو کہ ایک میل بھر کی مسافت یکین سے خالی ہے جسمین چلنے والے کو کوئی مانع نہین ہوا اور نہ کوئی روک ٹوک اب ایسے راستہ پر تم سیکل پر سوار ہو کر ایک میل مسافت طے کرو پھر اُس رفتار سے ایک میل وہ مسافت طے کرو جسمین کوئی آثار و روک ہو پہلے تم خلا مین چلے تھے اب تم ملا مین چلے جس کا قوام زیادہ غلیظ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو خلا مین تمہاری رفتار واقع ہوئی ضرور اُس مسافت کے طے کرنے مین کچھ زمانہ صرف ہوا ہوگا۔ فرض کرو کہ خلا کی مسافت تم نے سیکل پر گھنٹہ بھر مین طے کی اور اُسکے مقابل ملا مین اتنی ہی مسافت بوجہ عایق وروک کے دو گھنٹہ مین طے کی پھر تم اسی سیکل پر ایک تیسرے ملا مین اتنی مسافت اسی رفتار سے طے کرو جو بہ نسبت دوسرے ملا کے بقدر نصف غلیظ ہو۔

جسکا مطلب یہ ہوا کہ جو رفتار خلا کے زمانہ کو رفتار ملا اول کے زمانہ سے نسبت ہے وہی تیسرے ملا کے قوام اور روک کو ملا اول کے قوام و روک سے نسبت ہے۔ تو اب بموجب اس نسبت کے تیسرے ملا کی مسافت بھی ایک ہی گھنٹہ مین طے ہوگی جس سے لازم آتا ہے کہ حرکت فی خلا و حرکت فی الملا کا زمانہ برابر ہوا اور حرکت مع روک رٹوک اور بلا روک وٹوک کے یکسان ہو جو بداہتہً ناممکن اور محال ہے پس معلوم ہوا کہ جو حرکت خلا مین تجویز کی گئی ہے درحقیقت وہ خلا نہین ہے۔ وہ بھی رقیق القوام ملا ہے جیسے کہ تیسرا ملا رقیق القوام ہے مگر اسکی روک وٹوک نہ محسوس ہونے کی وجہ سے تم اسکو خلا محض سمجھ گئے ہو ورنہ کیونکہ عقل سلیم یہ تجویز کر سکتی ہے کہ حرکت فی الخلا و حرکت فی الملا دونون مساوی ہون اور جو لوگ بتخلیہ ہوا خلا کا ثبوت دیتے ہین قطع نظر اس سے کہ وہ براہین قطعیہ و دلائل یقینیہ طبیعیہ سے بالکل ناواقف ہون۔ ملا رقیق القوام و خلا محض مین تمیز نہین کر سکتے بدہی تقلیدانہ کو رانہ بحث تو اسکا دائرہ

نا پیدا کنار ہے جسمین نا واقف اور واقف کی رفتار دونون مساوی ہین ۔

جبتک کسی جسم مین رفتار کی ذاتی قوت نہو کوئی خارجی طاقت بھی اسکی محرک نہین ہوسکتی

کسی جسم مین اگر رفتار کی ذاتی طاقت نہو تو اسکو کوئی خارجی قوت (جسکو عربی مین قسری قوت کہتے ہین اور اس طاقت ور کو قاسر) بھی حرکت نہین دے سکتی مثلاً فرض کرو کہ ایک ایسا جسم ہے جسمین کسی جانب بذات خود حرکت کرنے کی سکت نہین اور نہ اپنے خیز طبعی کو محفوظ رکھنے کی سکت ہے ۔ اور تمنے اپنی پوری طاقت سے گھنٹہ بھر مین ایک میل چلایا پھر تمنے ایک دوسرے جسم کو (جو اپنی ذاتی طاقت بھی کسی نہ کسی جانب چلنے کی رکھتا ہے اور اپنے خیز طبعی کو نہین چھوڑتا لیکن جس طرف تم چلانا چاہتے ہو اسکے برخلاف اسمین کشش ہے) اسی مسافت مین پوری طاقت سے اسکی کشش کے برخلاف حرکت دی تو ضرور ہے کہ وہ جسم دوسرا میل بھر مسافت کو اس سے زیادہ زمانہ مین طے کرے فرض کرو کہ دو گھنٹہ مین اس نے وہ مسافت طے کی ۔ اب تم غور کرو کہ پہلی تحریک مین تمہارے زور کے خلاف کوئی روک ٹوک اور طبعی عائق نہین ہے جسکی وجہ سے وہ مسافت جلد ایک گھنٹہ مین طے ہوگئی اور دوسری تحریک مین تمہاری زور کے خلاف اس جسم مین روک ٹوک اور طبعی عائق ہے جسکی وجہ سے وہی مسافت دو گھنٹہ مین طے ہوئی اب تم ایک تیسرے جسم کو اسی مسافت مین حرکت دو جسکی درونی قوت و کشش تمہارے زور کے خلاف دوسرے جسم کی نسبت نصف ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ تیسرے جسم متحرک کی طبعی مخالفت کو دوسرے جسم متحرک کی طبعی مخالفت اور روک سے وہی نسبت ہے جو تحریک اول کے زمانہ کو تحریک ثانی کے زمانہ سے نسبت تجویز کی گئی ہے جس سے لازم آتا ہے کہ جسم ثالث کی تحریک کا زمانہ جو طبعی روک ٹوک کے ساتھ ہے اور تحریک اول کا زمانہ جو بلا طبعی روک ٹوک کے ہے مساوی ہو جو عقلاً محال ہے ۔

پس معلوم ہوا کہ جو تحریک بلا عائق اور روک ٹوک طبعی کے تجویز کی گئی ہے درحقیقت وہ بھی مع العائق اور طبعی روک ٹوک کے ساتھ ہے ۔ اور کوئی تحریک قسری بلا عائق طبعی وقوع مین نہین آسکتی ۔ مثلاً تم ایسی سیکل فرض کرو کہ اسکی ذات مین کسی قسم کی کشش نہین جو تمہارے زور کی مخالفت کرے اور اسکو تم ایک گھنٹہ مین ایک میل چلاوہ پھر دوسری سیکل جسمین فطرۃً

تمہارے زور کے خلاف کشش ہے اور اسی راستہ مین اسی کو چلاؤ اور دو گھنٹہ مین فرض کرو کہ اس نے وہ راستہ طے کیا۔

پھر تیسری سیکل لو جسمین تمہارے زور کے برخلاف دوسری سیکل کی نسبت آدھا زور اور کشش ہے اور اپنی سابق طاقت کے ساتھ اسکو بھی اسی راستہ مین چلاؤ۔ تو یہ سیکل اس راستہ کو ایک گھنٹہ مین طے کریگی کیونکہ اس تیسری سیکل کی فطرتی مخالفت کو دوسری سیکل کی فطرتی مخالفت سے وہی نسبت ہے جو تحریک اول کے زمانیکو تحریک ثانی کے زمانہ سے نسبت تجویز کی گئی ہے یعنے نصف کی جسکی وجہ سے تحریک مع العائق و بلا عائق طبعی مساوی ہو جاتی ہے جو عقلاً ناممکن ہے جس سے ناظرین خود سمجھ سکتے ہین کہ کوئی قسری حرکت بلا عائق طبعی کے واقع نہین ہو سکتی اور اسکی تجویز خلاف عقل ہے اور جو لوگ تقلیدانہ طور پر اس خلاف عقل تجویز کے مجوز ہین وہ اسرار و براہین طبعیہ سے بالکل ناواقف ہین۔ اور وہ نہین جانتے کہ رفتار کو حرکت کہا جاتا ہے جسکو سریع یا بطی یعنے تیز اور سست ہونا فطرۃً لازم ہے لہذا حرکت کا وقوع اسوقت تک نہین ہو سکتا جبتک اسکی سرعت یا بطو کسی خاص حد پر محدود نہ ہو جسکی تحدید خارجی یا داخلی روک ٹوک کی تحدید پر موقوف ہے جسکو عربی مین عائق خارجی و ملاء مقام اور عائق داخلی و تعویق طبعی کہتے ہین۔ کیونکہ جبتک راستہ مین چلنے سے آڑے آنیوالی شئے کا (خواہ وہ متحرک کی درونی قوت کشش ہو جو تحریک قسری کی عائق ہے یا کوئی خارجی طاقت درونی تحریک کی آڑ ہو) آڑے آنا محدود نہو تو حرکت و رفتار کی سرعت و بطو محدود نہین ہو سکتی جسپر رفتار کا وجود موقوف ہے۔

اور چونکہ سرعت و بطو کے مراتب کی کوئی حد نہین ہے۔ لہذا وجود حرکت کے لئے انکی تحدید ضروری ہے اور حرکت قسری و طبعی مین ان دونون کی تحدید عائق خارجی اور طبعی کی تعین اور تحدید پر موقوف ہے۔

اور حرکت ارادی مین سرعت و بطو کی تحدید مقصد محرک پر موقوف ہے کہ وہ جو انداز تحریک اختیار کرے اسی انداز کی حرکت و رفتار موجود ہو سکتی ہے۔

ہر جسم کو بحسب الطبع ایک خاص شکل پر ہونا لازم ہے

متوجہ ہونے پر منحصر ہے اُسوقت تک ہم ذرا بھی ترقی نہین کرسکتے مستقل اور سچی عزت شخصی چال چلن
کے عمدہ ہونے پر منحصر ہے اور یہی شخصی عزت اور شخصی ترقی پر تو ہے قومی ترقی اور قومی عزت کا
جان اسٹورٹ کا جو ایک بہت بڑا دانا گذرا ہے قول ہے کہ اگر کسی گروہ مین شخصی اصلاح
اور شخصی ترقی کا مادہ موجود ہے تو اُسپر کسی بادمخالف کا اثر نہین پڑسکتا اور کوئی جابر سے جابر
طاقت بھی اُسکو نقصان نہین پہونچاسکتی اور اسیطرح اگر یہ مادہ موجود نہین ہے تو کوئی ہوا موافق
نہین آسکتی اور فیاض سے فیاض طاقت بھی اُسکو مرفہ الحال نہین بناسکتی آجکل لوگون کا اپنی
ترقی کی نسبت یہ خیال ہے کہ خدا کرے ہمین کوئی ایسا خضر اور رہنما ملجاے جو ہمکو کامیابی
کے دروازہ تک پہونچادے یا کوئی ایسا زبردست وسیلہ مل جاے جسکی مدد سے ہم اپنا
دامن گوہر مقصد سے بھرلین یا ایسا کوئی بلند مرتفع زینہ مل جاے جسکے سہارے چڑھکر ہم آسمان
کے تارے توڑ لائین لیکن یہ سب اُنکی خام خیالی ہے اور اُنکا یہ خیال خیالی پلاؤ سے زیادہ
وقعت نہین رکھتا جبتک اُنکے دماغون سے یہ کمزوری اور کم ہمتی کا خیال دور نہوگا کبھی اُن کو
ترقی کی صورت دیکھنا نصیب نہوگی اس بزدلانہ خیال کا یہ مطلب ہے کہ ہم بھوکے اور ننگے تو ہین
لیکن ہم سے ہاتھ پاؤن ہلائے نہین جاتے ہان کوئی دوسرا ہمپر ترس اور رحم کھاکر ہمارے لئے
سامان مہیا کردے تو ہم خوب مزے سے چکھوتیان کرین اور خوب گلچھرے اُڑائین اور وہی
وہ ناپاک خیال ہے جس نے ہمکو دولت پرست اور خوشامدی بنادیا ہے جسکی وجہ سے ہم
اپنے ابناے جنس مین روز بروز ذلیل اور حقیر ہوتے جاتے ہین۔ نہایت سچا اور کارآمد مسئلہ
اپنے آپ مدد کرنے کا ہے جس قوم اور جس شخص کا اسپر عملدرآمد ہے وہی آج دنیا مین معزز
اور دولتمند ہے جسوقت یہ آب زر سے لکھنے اور لوح دل پر نقش کرنیکے قابل مسئلہ لوگون کے
دلنشین ہوجائیگا اُسوقت وہ خضر کو ڈھونڈا پھوا جائینگے۔ اور ون پر بھروسے اور اپنی آپ مدد کرنا
یہ دونون بالکل ایک دوسرے کے مخالف ہین۔ پہلا اصول انسان کو سست و کاہل احدی
کام چور اور بے عزت اور دوسرا اصول محنتی جفاکش مستعد باوقار اور معزز بناتا ہے ہماری قوم
کے بھی خواہ دلسوز ترقی ترقی تو لاتی ہین اور اپنی سمجھ اور امکان بھر طرح طرح کی کوششین بھی کرتے
ہین اسکول اور کالج بناتے انجمنین اور کلب قائم کرتے اخبارون اور رسالون مین پُرزور

اپنی آپ مدد کرو

قوم کوئی آجتک سنبھلی نہین
خود نہ اپنی جب تلک امداد کی

یہ ایک ایسا مقولہ ہے جو باعتبار عمدگی اور خوبی کے اپنی آپ ہی نظیر ہے اور جسمین دنیا بھر کا تجربہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے کسی شخص مین اپنی آپ مدد کرنے کا جوش اور خیال اصلی سچی ترقی کی بنیاد ہے اور جب یہی جوش اور خیال بہت سے لوگون مین پیدا ہو جائے تو اُسکو قومی ترقی اور قومی کامیابی کا پیش خیمہ سمجھنا چاہئے برخلاف اسکے اگر قوم کی قوم یا قوم کا کوئی فرد بشر بجاے خود اپنی آپ مدد کرنیکے دوسرے پر بھروسہ کرنے لگتا ہے اور اپنا کام دوسرے پر چھوڑ دیتا ہے اپنی بھلائی کا دوسرے سے خواہان ہوتا ہے تو اُسکی اصلی عزت اور وقعت جاتی رہتی ہے اور وہ دوسری قوم اور لوگون مین ذلیل اور بے عزت ہو جاتا ہے تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ قوم کی قدر و منزلت اور خوبی اُسکے چال چلن اخلاق عادات تہذیب اور شائستگی پر منحصر ہے کیونکہ قوم مجموعہ ہے شخصی حالتون کا اور قوم کی تہذیب اور شائستگی درحقیقت اُن مردون عورتون اور بچون کی شخصی ترقی ہے جس سے وہ قوم بنی ہے اور قومی ترقی مجموعہ ہے شخصی محنت شخصی عزت شخصی ایمانداری اور شخصی ہمدردی کا اسیطرح قومی تنزل مجموعہ ہے شخصی سستی شخصی بے عزتی شخصی بے ایمانی اور شخصی خودغرضی کا لہذا جبتک ہماری شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کی اصلاح اور درستی نہ کی جائیگی کبھی ہماری قوم ترقی نہین کرسکتی اور شخصی اصلاح اُسیوقت ہوسکتی ہے جب ہر شخص اپنے آپ کو اپنی ہی مدد کا محتاج سمجھے اور کسی دوسرے کا بھروسہ نہ رکھے اور اپنے آپ کو کسیکا غلام کسیکا مطیع اور کسیکا پابند نہ سمجھے درحقیقت کوئی شخص کسیکا غلام اور مطیع نہین ہوتا مگر اپنی خودغرضی اپنی بہالت اپنے نفس اور اپنے خواہشات کا جبتک ہمارا یہ خیال ہے کہ ہماری اصلاح اور ترقی سازی قوم

وہ مختلف طبیعتون کے اجسام سے مرکب نہین ہین۔ جیسے معدنیات۔ نباتات وحیوانات جو مختلف طبیعت والے اجسام سے مرکب ہین جسکا ثبوت یہ ہے کہ مذکورہ اجسام کو جب ہم انکی اصلی حالت پر مخلی بالطبع پاتے ہین۔ تو وہ ضرور کردی تشکل پر ہوتے ہین مثلاً مذکورہ اجسام سے جس ایک کو جب تم بیرونی اشیا سے جو انکو شامل حال رہتی ہین مخلی ہوکر اپنی اصلی حالت پر پاؤگے۔ تو تم خود ہی اسکو بشکل کردی متشکل دیکھ لوگے اور تمہارے سب شکوک رفع ہوجائینگے اور تمہارے دیدہ شنید ہوجائینگے جس سے تم اس بات کی خود تصدیق کرسکتے ہو کہ مذکورہ اجسام اگر مختلف طبیعت کے اجسام سے مرکب ہوتے تو ہرگز مخلی بالطبع ہونیکی صورت پر بشکل کردی متشکل نہ ہوتے۔ کیونکہ ہر طبیعت کے مطابق ان کے اجزا کے مختلف اشکال ہوتے ہین۔ نیز ترکیب کی وجہ سے ان مین ضرور مزاجی یا امتزاجی کیفیت پیدا ہوتی جو مختلف مواد اسباب کے باعث ایسی شکل کی مقتضی ہوتی جسمین ان امواد وصور کے مختلف آثار متصور نہین وہ ایک ایسی گول شکل ہے جسمین ضلع زاویہ رقت وغلظت قوام وغیرہ تو کجا بالفعل کوئی نقطہ متصور نہین جس سے اس بات کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ ان اجسام کردی الاشکال مین ایک ہی طبیعت اور ایک ہی مادہ ہے اور متعدد صور ومواد سے مرکب نہین ہین جیسا کہ کوزہ تقلیدیون کا خیال ہے اور یہی دلیل اس بات کا بھی پورا ثبوت دیتی ہے کہ کل معدنیات مثل سونا۔ چاندی وغیرہ مختلف طبیعت کے اجسام (عناصر) سے مرکب ہین کیونکہ ان سے کوئی بھی مخلی بالطبع ہونیکی حالت مین بشکل کردی متشکل نہین ہوسکتا۔ اور جو لوگ بعض فلزات کی نسبت بساطت کا خیال کرتے ہین وہ براہین واسرار طبعی سے اپنی نادانستگی یا کورانہ تقلید کا اظہار کرتے ہین کیونکہ طبعی براہین کے خلاف کوئی امر وقوع مین آہی نہین سکتا۔ کیونکہ یہ براہین اصل فطرت کے مبین ہین جسپر عالم اجسام مفطور ہے۔

سیدنا در الدین

سابق الذکر بحث سے ناظرین پر یہ بات بخوبی واضح ہو چکی ہے کہ مقادیر اجسام محدود ہین اور کسی جسم کی مقدار غیر محدود نہین ہو سکتی جس سے لازم آتا ہے کہ ہر جسم کو کوئی نہ کوئی حد محیط ہو مثل سطح یا خط اور احاطہ بھی تام ہو۔

اور اسمین شبہہ نہین ہو سکتا کہ کسی حد کے احاطہ سے مقدار مین ضرور ایک ہیئت اور قطع پیدا ہو ہی جاتی ہے جو مقدار سطحی یا جسمی مین بشرط احاطہ تامہ شکل کے نام سے موسوم کیجاتی ہے۔ خواہ وہ مقدار محیط کرہ و دائرہ یا محاط ہو مثل مثلث مربع مسطح جسم۔ استوانہ بیضوی وغیرہ جیسے یہ اشکال



جب ہر جسم و مقدار سطحی کا متشکل ہونا ضرور ٹھہرا تو ظاہر ہے کہ وہ بغیر کسی شکل کے موجود ہو نہین سکتا رہی یہ بات کہ اسکی یہ نوعی شکل کون سی اسکی درونی طاقت کا اثر ہے کیا یہ اسکی جسمیت کا اثر ہے یا اسکی صورت کا یا اسکے مادہ کا تو ظاہر ہے کہ مادہ قابل محض ہے جو کسی اثر کا فاعل و مقتضی ہو نہین سکتا اور جسمیت چونکہ تمام اجسام مین مشترک ہے تو وہ کسی خاص نوعی اثر کی مقتضی نہین ہو سکتی الغرض بجز اسکے نوعی صورت کے کوئی دوسرا اسکی نوعی شکل کا مقتضی نہین ہو سکتا۔

رہی یہ بات کہ کوئی بیرونی طاقت اسکی نوعی شکل کی مقتضی ہو۔ تو ہم جب اس جسم کو اپنی حالت پر مخلی بالطبع تجویز کرتے ہین۔ اس انداز سے کہ کوئی بیرونی طاقت اس کے ساتھہ نہو۔ تو بھی ہم اسکو اس شکل کے ساتھہ متشکل پاتے ہین جس سے ہمکو اس بات کی پوری تصدیق ہو سکتی ہے کہ ہر نوع جسم کی شکل کسی بیرونی طاقت کا اثر نہین ہے بلکہ اسکی کسی درونی قوت کا اثر ہے کہ جبتک اسکی نوعیت قائم رہتی ہے۔ تو اسکی وہ شکل بھی قائم رہتی ہے بشرطیکہ کوئی بیرونی قوت زبردست اسکو نہ بگاڑ دے۔

کردی اجسام کی بساطت کا ثبوت

جو اجسام مخلی بالطبع ہونے کی حالت مین بشکل کروی متشکل ہین مثل نار۔ ہوا۔ ما۔ ارض و فلک جسکا ثبوت براہین قطعی پہلے آچکا ہے۔ وہ ضرور فی ذاتہ بسیط ہین۔ ان معنون سے کہ

مضامین لکھتے محفلون اور مجمعون مین دھواندھار تقریرین کرتے لکچر دیتے اور خدا جانے کیا کیا کچھ کرتے رہتے ہین۔ جنکا کچھ نہ کچھ ملک اور قوم پر اثر بھی ہوا اور روز بروز ہوتا جاتا ہے لیکن اس ترقی کی شکل آجتک دیکھنے مین نہ آئی۔ جسکے دیکھنے کے لیے ہماری آنکھین ترستی ہین۔ اور جسکی نسبت اکثر لوگ حسرت کے ساتھ کہہ اُٹھتے ہین کہ "خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا" جسکے سُنتے ہی ایک ٹیس سی دلمین اُٹھتی ہے اور آنکھین خون کے آنسوون سے روکر دل کے پُرانے زخمون کو پھر ہرا کر دیتی ہین۔ اور ہمارے دل مین قومی ترقی کا ایک بڑے زور کا ولولہ اور جوش ہوتا ہے۔ لیکن ہمارا وہ سارا جوش کڑہی کا سا اُبال ہوتا ہے کیونکہ ہم مین وہ استقلال نہین رہا ہے جو اس جوش کے قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے جسطرح آنچ سے کڑہی مین اُبال آتا ہے اور پھر آنچ دھیمی ہوتے ہی وہ فرو ہو جاتا ہے اُسیطرح قومی بھائیون کی تحریک سے ہمارے دلون مین جوش اُٹھتا ہے اور پھر دب جاتا ہے اور اُسکا اثر انجمنون اور کلبون ہی کے اندر رہتا ہے۔ باہر نکلتے ہی حرف غلط کی طرح دھواں ہوکر اُڑ جاتا ہے اگر ہم اپنے جوش اور ولولہ کو قائم رکھین اور برابر محنت کرتے رہین اور اپنی تمام قوتون سے مناسب طریقہ پر کام لیتے رہین تو یقیناً تھوڑے زمانہ مین ہم بہت کچھ ترقی کر جائین۔ کیونکہ استقلال اور محنت کامیابی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اگلی پشتون کے حالات دیکھنے اور اُنپر غور کرنے سے یہ گر سمجھ مین آتا ہے کہ قوم کو مرقہ الحال بنانے مین قوم کا ہر فرد بشر خواہ اعلے ہو یا ادنے شریک ہوتا ہے۔ زمین کے کھودنے والون۔ آلات حرثقیل کے کام لینے والون ہر قسم کے پیشہ ورون۔ ہنرمندون۔ شاعرون اور حکیمون وغیرہ سب نے قوم کو اعلے درجہ پر پہونچانے مین یکسان مدد دی ہے۔ گو قوم مین بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہین جو سب مین ممتاز اور نامور سمجھے جاتے اور اُنسے لوگ واقف ہوتے اور اُنکے نامون کو عزت سے لیتے ہین۔ تاہم اُسکے ساتھ ہی ہزارہا چھوٹے طبقے کے ایسے بھی لوگ ہوتے ہین جنکو اُنکی سی شہرت اور ناموری تو حاصل نہین ہوتی لیکن قوم کو ترقی دینے مین اُنکی شرکت ضرور ہوتی ہے۔ جب کہین جنگ چھڑتی ہے تو اخبارون مین اگرچہ بڑے بڑے جنرلون اور سپہ سالارون ہی کے نام دیکھے جاتے ہین یا تاریخون مین

دیکھیے تو جنرل اور کرنل ہی کے نام آپ کو ملین گے لیکن اس سے کوئی یہ نہین کہہ سکتا کہ فتح جنگ مین غریب سپاہیون کا کچھ حصہ نہین ہے۔ نہین جسقدر فتوح جنرلون نے حاصل کیے وہ سب غریب سپاہیون کے جوش بہادری کا نتیجہ ہین۔ عموماً ہر زمانہ مین عام ہی لوگ زیادہ کام کرنے والے ثابت ہوے ہین۔ بہت سے ایسے لوگ ہین جنکے حالات زندگی پر گمنامی کا پردہ پڑا رہگیا اور اُنکے حالات مورخ نے نہین لکھے لیکن قوم کی تہذیب شائستگی اور ترقی پر اُنکا ویسا ہی اثر ہوا جیسا کہ اُن خوش نصیب لوگون کا جنکے حالات مورخون نے لکھکر ہمیشہ کے لیے اُنہین شہرت عام اور بقاے دوام کا لباس پہنا دیا ہے۔ ہم مانتے ہین کہ عالی درجہ لوگون مین بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہین جنکے حالات سُنکر ہم کوئی اچھا سبق حاصل کر سکتے ہین یا اُنسے ملکر اور اُنکے قدم بقدم چلکر کارآمد باتین سیکھہ سکتے ہین۔ لیکن ہر شخص کی زندگی دربار شاہی یا لیجس لیٹو کونسل یا حکام ضلع کی مصاحبت مین نہین گزرتی۔ ہماری زندگی کا بہت بڑا حصہ اپنے گھر اپنے محلہ اپنے غریبون اور اپنے دوستون مین بسر ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہی معمولی درجہ کے لوگ جنسے ہمکو بہت کچھ تعلقات ہین اُنہین کے سے عالی حوصلہ بلند خیال اور روشن دماغ ہون اور ہون کیا ہوتے ہین اور اُنہین سے ہمکو فائدہ بھی پہونچا اور پہونچتا ہے۔ مگر افسوس کہ ہم غریب اور کم مایہ لوگون کی طرف بھولے سے بھی التفات نہین کرتے۔ حالانکہ ایسا نہونا چاہیے ہم بھی تو آخر اللہ ہی کے بندے ہین ؎

نہ کر پامال چیونٹی کیطرح ہم خاکساروں کو ادھر بھی دیکھہ اے مغرور ہم بھی جان رکھتے ہین

ایک غریب مسکین اور عاجز شخص بھی اپنے ساتھیون اور اپنے بھائیون کو اپنے عمل حسنہ سے محنت پرہیزگاری اور ایمانداری کا نمونہ دکھاتا ہے اور اُسکا بھی قوم کی تہذیب اور ترقی پر وہی اثر ہوتا ہے جو ایک بڑے عالی مرتبہ شخص کا ہونا چاہیے۔ تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ صرف شخصی ہی چال چلن مین یہ قوت اور طاقت ہے کہ دوسرون کے چال چلن عبادات اور اطوار پر اثر پیدا کردے۔ زندگی کے برتاؤ کے علم کا اثر جسکو انگریزی مین لائف آف ایجوکیشن کہتے ہین۔ انسان پر مدرسون اور کالجون کے علم سے کہین زیادہ ہوتا ہے۔

کیونکہ یہ علم ہر وقت سایہ کیطرح انسان کے ساتہ رہتا ہے۔ دوستون سے ملنے گھرون مین رہنے شہرون مین پہرنے۔ ہل جوتنے۔ کپڑا بننے۔ کارخانون کے دیکہنے غرضکہ ہر جگہ اور ہر مقام پر اسکا اثر موجود ہے اور بغیر پڑہے اور بلا سیکہے ہر شخص کو آجاتا ہے اور صرف اسی ایک علم سے انسان انسان بنتا ہے اور اس سے انسین اپنے فرائض کے ادا کرنے دوسرون کے حق کو حق سمجہنے۔ اپنی عاقبت سنوارنے اور زندگی کے کاربار کرنے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ لارڈ بیکن کا قول ہے کہ علم سے عمل نہین آتا۔ علم کو عمل مین لانا علم سے باہر اور برتر ہے۔ مشاہدہ انسان کی زندگی کو درست کرتا۔ اور اُسکو عمل کی ترغیب دلاتا ہے۔ جس سے انسان اپنا چال چلن درست کرسکتا اور دنیا مین نامور اور معزز ہوسکتا ہے۔ لوگون کا یہ خیال ہے کہ ہمارے یہان کے علما اور امرا اگر قوم کی اصلاح اور ترقی کیجانب متوجہ ہوجائین تو یقیناً ہماری قوم بہت جلد ترقی کر جاے اور یہ خیال ایک حد تک صحیح بہی ہے۔ لیکن ہمکو علما اور امرا کے بھروسہ پر نہ رہنا چاہیے بلکہ جو کچھ ہم اپنی استعداد اور اپنی قوت سے اپنے امکان بہر کرسکتے ہین اُسمین ہمکو دریغ نہ کرنا چاہیے۔ زبان اور زبان قلم دونون سے بہت کچھ کیا جاچکا اور جو کچھ اُسکا اثر ہوا وہ بہی ظاہر۔ اب وقت ہے عملی کامون کا۔ جو کچھ ہم مُنہ سے کہین یا قلم سے لکہین اُسے کر بہی دکہائین تب تو سب کچھ ہے ورنہ سب ہیچ اور سب لچر ہے۔ ہمارے ہی آپکے دیکہا دیکہی بہت سے ہمارے نیک بہائی اچہے کامون کے پابند اور بُرے کامون سے متنفر ہوتے جائینگے۔ ہمکو کبہی کسیکا بھروسہ نہ رکہنا چاہیے۔ بلکہ اپنی آپ مدد کرنے کے اصول کو اپنا دستور العمل بنانا چاہیے۔ کیونکہ خدا اُسکی مدد کرتا ہے جو آپ اپنی مدد کرتا ہے۔

(شیدا فتحپوری)

اتحاد

لفظ اتحاد کو دیکہتے ہی ہماری آنکہین ٹھنڈی ہوجاتی ہین۔ کسی کی زبان سے اتحاد۔ اور اتفاق کی صدا سُنتے ہین تو ہمارے کانون کو بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ کوئی

تعجب کی بات نہین ہے نہ کسیکو تعجب کرنے کا موقع ہے کیونکہ انسانی نوع کی قوت ارادی کی پیدا کرنے والی اور زندگی کی ہادی و رہنما یعنی عقل اس امر کی کھلے طور پر تعلیم دیتی ہے کہ دو دن کی زندگی اطمینان سے بسر ہونی چاہیے۔ پس قطع نظر کسی مذہبی اور سوشیل تعلیم کے ہم مخلے بالطبع ہو کر جب غور کرتے ہین تو اتحاد و اتفاق کی مقتضی اپنی طبیعت کو پاتے ہین۔ لہذا جو شخص اتحاد کی تعلیم دے اور سوسائٹی مین اسکی تحریک کرے اُسکا دلی جوش سے خیر مقدم کرنے اور کامیابی کے لیے دعاگو ہونے سے کوئی خیال مانع نہین ہوسکتا۔ باین وجہ ہم اپنے معزز ہمعصر اتحاد کے خیالات اور سعی پر اُسے مبارکباد دیتے ہین جو چاہتا ہے کہ ہندوستان کی دو بڑی قومون (ہندو اور مسلمان) مین اتفاق کی روح پھونکے اور اُنکو ایسی سطح پر لائے جہان دونون فریق کے خیالات یکجا ہوسکین۔

جو سوسائٹی باہم اپنے مقاصد اور معیشت مین متحد ہو اور اپنی زندگی ایسی جگہ گزارتی ہو جہان ہر جماعت ایک دوسرے سے معاملات کرتی ہے۔ اُسمین کاروبار کے تعلقات ہین اگر اُنمین نفاق پیدا ہو اور ایک دوسرے سے نفرت کرے تو اسمین کیا شک ہوسکتا ہے کہ یہ منافرت اسکی تباہی اور بربادی کا موجب ہے۔ مگر ساتھ ہی ہم یہ کہتے ہین کہ اتحاد اور اتفاق کی علی کوشش "میل جول" ہے۔ کیا ہندو مسلمان ایک ہی شہر ایک ہی قصبہ اور قریے مین نہین رہتے۔ اُسمین معاملات اور تبادلہ خیالات نہین کرتے۔ اسکا جواب اثبات کے ساتھ دیا جائیگا۔ پس کون شخص یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ یہ دو بڑی قومین اتفاق کے اعلے اصول کو چھوڑ کر اپنے آپ کو قعر ہلاکت مین جھونک دینگی۔

یہ دونون قومین اپنی زندگی کے اتنے دن پورے کر چکی ہین کہ فاتح و مفتوح کا اثر اُنکے خیالات کو برانگیختہ نہین کرسکتا۔ اور بیجا رعونت و تکبر دل و دماغ مین جاگزین نہین ہوسکتا۔ ایک شخص جو کسی اخبار یا رسالہ کو اُٹھا کر کوئی مضمون اتحاد کے متعلق پڑھتا ہے جسمین بہت ہی پُرزور عبارت مین دونون قومون کی وجہ منافرت پر بحث کی گئی ہو تو وہ حیران رہجاتا ہے کیونکہ وہ جدہر نظر اُٹھا کر دیکھتا ہے سوا ایک یا دو بدقسمت مقامون کے کہین نہین دیکھتا کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو کہا جانے کے لیے دوڑتا ہو۔

اسمین کوئی شبہہ نہین کہ کاغذون مین ایک وہمی شے کی تصویر اس خط وخال کے ساتہ دکہائی دیتی ہے جو نہایت ہولناک ہے۔ اگر کسی غیر ملک کا کوئی باشندہ صرف کاغذون کے دیکہنے پر ہندو اور مسلمانون کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لیے بیٹہے تو فورًا وہ تباہی اور بربادی کا فیصلہ سُنا دیگا مگر شکر ہے کہ باشندون مین کوئی بربادکن نفرت نہین ہے۔ جیسا کہ ہم لکہہ آئے ہین۔ جب تک باہمی میل جول باقی ہے اور دونون ایک ہی حیثیت سے ہندوستان مین موجود ہین کبہی منافرت نہین پیدا ہوسکتی۔

پس یہ امر متحقق ہے کہ اب جو باہمی اتفاق کے خلاف آوازین آرہی ہین۔ وہ اس جماعت کیطرف سے ہین۔ جو جدید تعلیم سے فیضیاب ہوکر یونیورسٹیون سے نکلتی ہے گو ایسی جماعت ہر زمانہ مین محدود کہی جاسکتی ہے۔ پہر بہی ایک تعلیم یافتہ گروہ کے خیالات کا اثر دوسرون پر بہی رفتہ رفتہ پڑ سکتا ہے۔ اسی کچہ لکہا جاتا ہے وہ انہین حضرات کے پڑہنے کے لیے۔ ہمعصر اتحاد کی کوشش ہے کہ اس قسم کی حد سے متجاوز جماعت اپنے ان خیالات سے باز آئے اور سلامت روی اختیار کرے۔

جدید خیالات کی اشاعت سے قطعی طور پر پہلے ایک تعلیم یافتہ شخص خودغرضی کا سبق سیکہتا ہے اسکے بعد وہ اپنے خویش واقارب کے ساتہ ہمدردی کرتا ہے۔ پہر اپنی اس قوم سے جو اسکی ہم مذہب ہو۔ پس اسی مقام پر آکر ہمدردی کا دائرہ ختم ہوجاتا ہے اگر یہ جدید تعلیم کا فیض ہے اور جسکے نہونے کی کوئی دلیل نہین۔ تو درحقیقت یہ نہایت شرمناک امر ہے کہ تعلیم ہی منافرت بڑہاتی ہے۔ کیا تعلیم کا یہ اثر آئندہ زائل ہوجائیگا اور تعلیم یافتہ جماعت اپنی ہمدردی کو محدود نکرے گی۔ اکثر اصحاب اسی امر کے قائل ہین اور مذکورۂ بالا خیال کو صحیح تصور کرتے ہین۔ یا یہ کہ کورس کا وہ حصہ خارج کرنا چاہیے جس سے اس قسم کا زہریلا اثر پیدا ہوتا ہے۔ جو لوگ اس آخری اصلاح کو مفید سمجہتے ہین ہم بہی انکی تائید کرتے ہین۔ ساتہ ہی ہم یہ بہی کہتے ہین کہ یورپ کے خیالات کا پرتو جب تک ہم پر پڑتا رہیگا خاطرخواہ کامیابی نہین ہوسکتی۔ حقیقت مین اس مذہبی تعصب مین یورپ ہی نے قدم بڑہایا ہے۔ ٹرکی گورنمنٹ کے متعلق جو خیالات ہین وہ ظاہر ہے

اور یہودیون کا جو حال ہے وہ معلوم ۔ وحکم الاکثر للکل ۔ ہمکو یورپ کے ان خیالات سے متاثر نہونا چاہیے نہ ہماری حالت انکی طرح ہے نہ ہمارے لیے مفید ۔ یورپ کی صنعت و حرفت ۔ علمی اختراعات کی تحصیل لازم ہے ۔ اگر دولت برطانیہ سی عالی دماغ اور مہذب گورنمنٹ کے ماتحت ہوکر ہمنے انہین نہ حاصل کیا تو ہماری بدبختی مین کسکو شبہہ ہوسکتا ہے۔

معزز ہمصر اتحاد نے نہایت قابلیت سے ثابت کردیا ہے کہ مذہب مانع اتحاد نہین ہے ۔ جنکو اصول مذاہب پر غور کرنیکا موقع ملا ہے وہ یقین کرسکتے ہین کہ تمام مذاہب کے نتائج ایک ہی قسم کے ہین ۔ اور اخلاقی تعلیم کا معتدبہ حصہ ہر ایک مین مشترک ہے جسمین ہر ذی روح سے ملاطفت کے ساتھ پیش آنا فرض اور لازم ہے ۔

اگر ان تمام باتون پر اطمینان اور سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جاے تو نہ مذہبی مناظرے اتفاق کے مخالف ہوسکتے ہین نہ تبدیل مذہب کی اشاعت ۔

اتفاق پھیلانے کی کوشش کے ساتھ ہی شرکت کانگرس کا مسئلہ بھی قابل توجہ ہے کیونکہ کم سے کم ان کامون مین دونون فریق کا شامل ہونا اور ساتھ کام کرنا ضروری ہے جسکا مشترک اثر جانبین پر پڑسکتا ہے اور اس قسم کی یکجائی کوشش کا نتیجہ اتفاق کے لیے نہایت مفید ہے ۔

ہم مولوی عبدالحلیم صاحب شرر اڈیٹر اتحاد سے امید رکھتے ہین کہ وہ اس مشن کا کام نہایت سرگرمی سے کرینگے اور ہمکو یقین ہے کہ مقاصد مین کامیابی ضرور ہوگی ۔ ہر تعلیم یافتہ کو چاہیے کہ وہ لکھنؤ ۔ کٹرہ بزن بیگ خان سے اتحاد کو منگوا کر پڑھے ۔

(صدیق احمد)

ریویو

دیوان جاہ

نواب سید بنیاد حسین خان بہادر جاہ رئیس کانپور کا یہ دوسرا دیوان چھپکر ہمارے

پاس ہدیۃً آیا ہے۔ نواب صاحب موصوف خاندان نواب معتمد الدولہ وزیر سلطنت اودھ کے چشم وچراغ ہین۔ زبان انکی اپنی ہے۔ اور اُستاد حضرت امیر مینائی سا فیضرسان پایا۔ پہلا دیوان اُستاد کی حیات ہی مین چھپا تہا۔ دوسرا دیوان جو اس وقت پیشِ نظر ہے مختصر ہے۔ تقریبًا دو ہزار شعر ہونگے۔ مطبع انتظامی کانپور مین نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر چھپا ہے۔

کلام بہت ہی متین ومہذب اور با وقعت ہے جسکے دیکھنے سے مصنف کی استعداد علمی اور اعلے قابلیت اور تصنیف کی قوت کا اندازہ ہوتا ہے۔ طبیعت مضمون آفرین اور جدت پسند ہے۔ تشبیہات واستعارات کا زیادہ تر اس کلام مین لطف ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس شاعری مین زور اور ایک قسم کا لنگر ہے۔ ہلکے رنگ کی گویائی اور چوچلے کے اشعار کا گرویدہ اسوقت ایک بڑا طبقہ ہو رہا ہے اُس سے جناب جاہ کا کلام الگ ہے۔ معاملہ کا شعر خال خال نظر آتا ہے نمونے کے طور پر ایک غزل درج کیجاتی ہے

غزل

اور تو کوئی نہین ہجر مین ہمدرد مرا
دم جو بہرتا ہے تو بس اک نفس سرد مرا

اُنکے کوٹھے پہ گئی اُڑکے مری قبر کی خاک
آسمان پر ہے دماغ اب صفتِ گرد مرا

دیکھکر شکل مری سعی رقیبون نے بہی کی
رنگ لایا تری فرقت مین رُخ زرد مرا

فیصلہ کیجیے ہر روز کا جھگڑا جائے
آپ کا ہوکے رہے یا دلِ پُر درد مرا

دل مین ممکن ہی نہین دخل خوشی کا شبِ ہجر
یان ہوا باندہے ہے اپنی نفس سرد مرا

خاطرِ یار مین مجہ خاک نشین کی ہے جگہ
گھر ہے آئینے کے دلمین صفتِ گرد مرا

دل کا ہے قول کہ دونون مین چمک قہر کی ہے
یار کی برقِ تبسم ہو کہ ہو درد مرا

مژدۂ وصل نے چہڑکا مرے چہرے پہ شہاب
اُڑ گیا شکل خبر رنگِ رُخِ زرد مرا

ضبطِ فریاد سے آتا ہی جو چہرے پہ عرق
پنکہے جہلتا ہے برابر نفسِ سرد مرا

میری غیرت اسے رکہی گی مری دلمین اسیر
پہلوِ غیر مین رہنے کا نہین درد مرا

آتشِ غم پہ نہ چھڑکیں اگر آنکھیں پانی	پھونک دے اور بھی سینہ نفسِ سرد مرا
عشق نے دی ہی اجازت اسے آزادی کی	گھٹ کے سینے میں رہی کیوں نفسِ سرد مرا
پھاڑ کر پھینک دیا یار نے محضر اے جاہ	نام لکھا ہوا دیکھا جو سرِ فرد ہوا

دیوانِ سحر

دواوین اُردو کی فہرست میں "کلیاتِ سحر" سے بھی دلچسپ اضافہ ہوا ہے۔ سحر تخلص ہے والاجناب انریبل سر راجہ امیر حسن خان بہادر ممتاز جنگ والی ریاست محمود آباد اودھ کا۔ جنکے نام نامی سے کون ہے جو واقف نہیں۔

عالیجناب راجہ صاحب مغفور و مرحوم تعلقداران اودھ میں باعتبار روشن خیالی و حسن تدابیر ممتاز تھے اور سانہ ہی اسکے شاعر اور مذاق شاعری کے دلدادہ تھے۔ شعرا میں اُنکی قدردانیوں کے چرچے ہیں۔ ہمکو نہایت خوشی ہے کہ موجودہ والی ریاست نے بھی اس خصوصیت کو نہیں چھوڑا۔

یہ دیوان اعلےٰ درجے کے کاغذ پر کمال حسن اہتمام سے تیار ہوا ہے۔ محاسن طبع کے اعتبار سے تصانیفِ شاہ اودھ و والی رام پور کے بعد یہی دیوان ہماری نظر سے گزرا۔ کلیات کی ضخامت ۸۰۰ صفحوں کی ہے منجملہ انکے ۵۸ صفحوں میں قصائد ہیں۔

کلام ثقہ اور وقیع ہے۔ حضرت مصنف کو خاندان آتش مرحوم سے تلمذ تھا۔ ہر چند اُس قسم کی گرما گرمی اور تازگی اس کلام میں کم پائی جاتی ہے۔ تاہم سادگی بھی فرق سے خالی نہیں ہے۔ طبیعت کی ایک اُفتاد ہوا کرتی ہے اور اُسمیں اُستاد کے رنگِ گویائی کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔

قصائد کا مجموعہ دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف کی شاعری غزل گوئی تک محدود نہ تھی۔

آخر میں طبع دیوان کی پُر لطف تاریخیں جو شعرائے موجودہ نے کہی ہیں اُنکا ذخیرہ پندرہ جزو میں ہے اور وہ بجائے خود ایک قابل دید چیز ہے۔

نمونے کے طور پر چند شعر اسجگہ لکھے جاتے ہین۔

غزل

آشفتگی سے درخور محفل نہین رہا
مین اب غزل سرائی کے قابل نہین رہا

دونون طرف سے چاہ برابر ہو تو بنھے
تم وہ نہین رہے وہ مرا دل نہین رہا

پیری مین بھی جوان ہین مرے حوصلے مگر
دنیا کے انقلاب سے وہ دل نہین رہا

ہر چند اپنے کام مین ہے وہ بھی ہوشیار
مین بھی تو اپنی فکر سے غافل نہین رہا

گل ہو کے شمع اٹھگئی بزم نشاط سے
پروانہ کوئی داخل محفل نہین رہا

کھینچ آئے کیا وہ منزل دور و دراز سے
یہ دل جب اپنے جذب مین کامل نہین رہا

مشہور شہر شہر یہ شہرت ہے سحر کی
کیونکر کہون کہ عشق مین حاصل نہین رہا

کلام عارف

اس دیوان کا تاریخی نام "مضامین عیش" ہے۔ اور یہ نواب خاقان حسین خان بہادر المتخلص بہ عارف رئیس کانپور کی پہلی تصنیف ہے۔ جناب جاہ و جناب عارف باہم برادر عمزاد ہین۔ انکی پاکیزہ زبان اور حسن بیان ظاہر ہے کہ تعریف کا محتاج نہین۔ اور زبان ہی کی جادوگری سے اس دیوان مین خاصہ کام لیا گیا ہے۔

عاشقانہ مذاق کے شیدائی بکثرت ایسی شاعری پر لوٹ ہین کہ تغزل مین معاملہ اور زبان کی شوخی۔ نوک جھونک اور مزے کی چھیڑ چھاڑ ہو۔ یہ سب باتین اس کلام مین موجود ہین۔ روزمرہ مین نازک کنایات اور اچھوتے خیالات ایک خاص لطف دیجاتے ہین۔ مثلاً۔

ستم کا مزہ دیکھہ جاتا رہا
تغافل شریک جفا ہو گیا

مرا دل ملاتے ہو کیون خاک مین
تمہین پھر کہو گے برا ہو گیا

کسیکا مصرع ہے کہ "سادی پوشاک مین تہے سو جوبن"۔ اس دیوان مین کثرت سے اشعار اسکے مصداق نظر آتے ہین۔ مثلاً۔

ترے ہجر مین دوسرا ہوگیا — مجھے چار دن مین یہ کیا ہوگیا
مرے نام سے پہلے نفرت نہ تھی — خدا جانے اب کیون بُرا ہوگیا

ایک پوری غزل ملاحظہ ہو۔

غزل

کسیکا وصل عرض مدعا سے ہو نہین سکتا — ہمارا کام پورا التجا سے ہو نہین سکتا
مجھے بڑھ پاکے یہ کہنا کسیکا یاد آتا ہے — کیا جو شوخیون نے وہ حیا سے ہو نہین سکتا
مرے دل سے نکالے کون حسرت میرے مرنیکی — تری بیداد سے میری دعا سے ہو نہین سکتا
ہمین بسمل کرین کیونکر ابھی وہ ناز کیا جانین — ادا سے کر نہین سکتے حیا سے ہو نہین سکتا
ترے لطف و کرم جو کچھ بناتے ہین مرے دل پر — وہ اس جور و ستم ظلم و جفا سے ہو نہین سکتا
وہ عذر ناز کی بھی وصل مین کچھ کر نہین سکتے — ادا کہتی ہی اب یہ بھی حیا سے ہو نہین سکتا
کچھ ایسی ہوگئی ہے دل کو عادت ظلم سہنے کی — کہ چین آئے مجھی ترک وفا سے۔ ہو نہین سکتا
نہ پوچھے زندگی مین خیر بعد مرگ ہی آئے — مگر یہ بھی کسی نا آشنا سے ہو نہین سکتا
تقاضا کُشتے جب کرتا ہون مین صورت نہ کہا کیجا — وہ فرماتے ہین میری حیا سے ہو نہین سکتا
خیال یار کہتا ہون دل بیتاب جانے دے — وہی سودا مجھے پھر ابتدا سے ہو نہین سکتا
گھلے جاتے ہو کیون اندوہ غم مین اسقدر عارف — تبو نکا وصل کیا فضل خدا سے ہو نہین سکتا

دیوان حفیظ

جناب حفیظ جونپوری کا کلام ہمنے پہلے ہی "فتنہ" اور "خدنگ نظر" وغیرہ مین دیکھا تھا۔ اب انکا دیوان چھپکر شائع ہوا ہے۔ اور ایک نسخہ ہمارے پاس بھی آیا ہے۔ آپ نے اول اول جناب وسیم سے اصلاح لی تہی۔ پھر وسیم کے اُستاد حضرت امیر مینائی کے شاگرد ہوے

اور دیوان کے شروع مین جو اپنا حال لکھا ہے اُس سے معلوم ہوا کہ لکھنؤ اور نواح لکھنؤ اور عظیم آباد وغیرہ مین اچھے اچھے شعرا سے آپ کو صحبت رہی ہے۔ یہ بھی وہ لکھتے ہین کہ میرا کلام اُستاد کی نظر سے نہین گزرا اسلیے مین اپنی غلطیون کا خود ذمہ دار ہون۔

دیوان حفیظ ہمنے اچھی طرح دیکھا اور لطف اُٹھایا۔ ہر شعر مین بیساختہ پن ہے۔ بندشین صاف اور سُلجھی ہوی۔ الفاظ فصیح۔ زبان و بیان دونون کا مزہ ہے۔ سامنے کی بات بھی اس ترکیب سے ادا کر جاتے ہین کہ خواہ مخواہ بھلی لگتی ہے۔

صبح کو آئے ہو نکلے شام کے — جاؤ بھی اب تم مرے کس کام کے
جنت کی آرزو ہے نہ حور و لکی چاہ ہے — محشر مین بھی تمہین یہ ہماری نگاہ ہے
حسینون سے فقط اے صاحبسلامت دُور کی اچھی — نہ انکی دشمنی اچھی نہ انکی دوستی اچھی
تمہین جب کہو دل لگا نیسے حاصل — ہمین پھر محبت جتانے سے حاصل
جان ہی جائے تو جائے درد دل — بس یہی ہے اک دوائے درد دل
شب وصال یہ کہتے ہین وہ سُنا کے مجھے — کسی نے لوٹ لیا اپنی گھر بُلا کے مجھے
مجھے ہے عشق اُنہین حیرت عجیب عالم ہے — مین کھو گیا ہون اُنہین دیکھکر وہ پا کے مجھے

شراب کے مضمون اور رندانہ شعر خوب خوب کہے ہین۔

وہ ہمکنار ہے جام شراب ہاتھ مین ہے — مغل مین چاند اور آفتاب ہاتھ مین ہے
تھوڑی پیکر نہ بھر گئی مری نیت ساقی — وہ بھی دیدے جو صراحی مین لگا رکھی ہے
ہجر ساقی مین یہ غم ہے کہ تمنائے شراب — کہین آنکھون سے ٹپک جائے نہ آنسو ہوکر
جس سے ٹوٹی تھی مری توبہ حفیظ — اب تبرک وہ شکستہ جام ہے
ہجر ساقی مین بچھونے پہ بچھائی کو حفیظ — ٹکڑے شیشے کے اُٹھا لائی ہین میخانی سے
پیین گے ساغر کوثر بھی رند ہی زاہد — پیے گا خاک وہ جسنے کبھی نہ پی ہوگی
یارب شراب کی نہ پڑی مفلسون کو چاٹ — سجے ہین مسجد و تمین نہ اب جانماز ہے
ابر بنجاتا ہے بھٹی کا دھوان — کوئی موسم ہو یہان برسات ہے
برسون لگی رہی ہے وہان میکشون کی بھیڑ — مے جیسے چار روز ہی لی جس دکان سے

مسجد سے جو میخانے کو جاتے ہین حفیظ آپ — یہ خاک تو سجدے کی چھڑا لیتے جبین سے
بعد توبہ بھی وہی یاد ہے میخانے کی — گردش آنکھون مین پھرا کرتی ہی پیمانے کی
زاہد کو بھی پلائی ہے پینے سے پیشتر — کفارہ دیچکا ہون مین پہلے گناہ کا

جناب حفیظ نے اپنے دیوان مین جو سب سے نرالی بات رکھی ہے وہ یہ ہے کہ تاریخ طبع کے لیے شعرا کو تکلیف نہین دی۔ یہ دیوان تاریخون سے پاک ہے۔ آصفی پریس لکھنؤ مین چھپا ہے اور وہین سے مل سکتا ہے۔

دلگداز

دلگداز اپنی بے انتہا دلچسپیون اور قابل قدر خدمتون کے سانہ پھر نمودار ہوا ہے۔ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر کے پُر زور قلم نے انشا پردازی کا جو اعلے نمونہ دلگداز کے ذریعہ سے پیش کیا ہے اور جسپر حامیان اُردو محو تہے اسی کا جلوہ پھر نظر آ رہا ہے۔ دلگداز کے صفحون پر جو دلچسپ اور رنگین مضامین شائع ہوتے ہین وہ کسی تعریف کے محتاج نہین ہین۔ کیونکہ وہ پہلے ہی اپنی تحریرون کو دلآویز ثابت کر چکا ہے۔ وہی قلم ہے وہی دلکش طرز ہے۔

دلگداز کئی مرتبہ شائع ہوا اور بند ہوا۔ ہر مرتبہ اُسنے اپنی طویل زندگی کا وعدہ کیا مگر وعدہ پورا نہوا۔ ناظرین کو شاید اسی وجہ سے کچھ بے اعتباری ہو۔ مگر ہم انکو یقین دلاتے ہین کہ جناب موصوف اب دلگداز کو مستقل طور پر نکال رہے ہین۔ حسب معمول ایک نہایت دلچسپ تاریخی ناول شروع کیا گیا ہے۔

دلگداز کو گو مثل سابق اس نئی زندگی مین ایک ایسا وسیع میدان طے کرنے کو ملا ہے جسمین وہ اپنی معمولی رفتار سے چلتا ہے اور جسے آج سے پہلے لوگون نے استحسان کی نظرون سے دیکھا تہا۔ لیکن اب وہ عقیدت نہین ہے۔ دلگداز نے اپنا طریقہ تو نہین چھوڑا مگر اسمین اب نقص نکالا جاتا ہے۔ اُس سے کہا جاتا ہے کہ یہ ٹھیک نہین ہے۔ اسے

یون ہونا چاہیے۔

یہ کوئی افسوس کی بات تو نہین ہے کہ دلگداز کی زبان پر نکتہ چینی کی نظر کیجاتی ہے لوگ اسے صحیح نہین بتاتے۔ بلکہ یہ ہر پہلو سے قابل مسرت امر ہے کہ لٹریچر کی اب ایسی دیکھ بھال کیجاتی ہے اور اسکی ترقی کے خواستگار قابل حضرات تنقید کی نظر ڈالتے ہین مگر اس سرگرمی کا ایک رُخ بالکل تاریک ہے اگر وہ نقص دور نہ کیا گیا تو یہ سرگرمی کسی کام کے لیے مفید نہین ہوسکتی۔ بہت سے نقاد ہین جو ایک دوسرے پر صرف جرح قدح کرتے رہتے ہین کوئی تصفیہ اس کا نہین کیا جاتا کہ فلان صاحب نے جو لکھا ہے وہ درست ہے اس بارے مین ہم ہمعصر دلگداز اور ریاض الاخبار۔ اردوے معلی۔ دکن ریویو۔ تالیف واشاعت کو خصوصیت کے ساتھ متوجہ کرتے ہین تاکہ ان تنقیدون کا کوئی مفید نتیجہ نکلے جس سے لٹریچر کی تہذیب ہو۔

سلسلہ جدید سے دلگداز کے تین حصہ کیے گئے ہین۔ پہلے حصہ مین خیالی اور تاریخی مضامین ہوتے ہین۔ دوسرے مین ناول۔ تیسرے حصہ مین کسی تاریخ کا ترجمہ۔ ہر ایک حصہ کی خریداری علحدہ علحدہ ہوسکتی ہے۔ مجموعی قیمت سالانہ (۷) ہے۔ لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان کے پتہ سے خط وکتابت کیجاتی ہے۔

بہار

اس نام کا ماہوار گلدستہ الینج پریس بانکی پور سے جاری ہوا ہے۔ جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضلع عظیم آباد مین شعر وسخن کا چرچا اور مذاق زیادہ ہے۔ کیونکہ اسمین ہم بکثرت مقامی شعرا کے نام پاتے ہین جنمین اکثر اعیان شہر اور تعلیم یافتہ اصحاب ہین۔ بہار نے بتا دیا ہے کہ حیدرآباد دکن کے مثل اس فن کے لحاظ سے عظیم آباد کا نام بھی لینا چاہیے۔

ہمارے سامنے اسکے متعدد نمبر موجود ہین۔ کلام کا ایک معتدبہ حصہ ضرور اس

قابل ہے جو شاعری کی وقعت بڑھا سکتا ہے۔ صاف بیانی حسن بندش کے لحاظ سے بہت سے اشعار قابل تحسین و آفرین ہیں۔ بعض اشعار اس جگہ ہم درج کرتے ہیں۔

کراہنے میں تامل نہیں مگر اے درد — دبا رہی ہے گلا خود رگِ گلو میرا

وہ ذبح کر کے مری لاش سے یہ کہتے ہیں — تڑپ رہا ہے کہ منہ دیکھتا ہے تو میرا

جناب حفیظ جونپوری کے یہ اشعار حسنِ بیان کے اعتبار سے اظہارِ حسرت میں خوب ہیں۔

بے دیکھ رہگیا ہے سامانِ عشق یہ باقی — پہلو میں دل جگر بس دو قطرے ہیں لہو کے

گھٹتا حفیظ اب تو بڑھتا ہی عمر کا ہے — جب جا چکی جوانی پہروں کہاں نمو کے

نمبر ۹ میں جناب آزاد کی نظم "جگنو" خوب ہے اور یہ رباعی بھی قابل تعریف ہے۔

نیرنگِ سخن بزمِ سخن میں دیکھیں — اک مشک کا بازارِ ختن میں دیکھیں

کیا اور مشاعرے سے مطلب آزاد — سو رنگ کے پھول اک چمن میں دیکھیں

(امداد) کیا پوچھنا ہے رفعتِ قصرِ خیال کا — یہ آسمان وہی ہے کہ جسکی زمیں نہیں

ہمکو امید ہے کہ یہ گلدستہ قابل قدر ثابت ہوگا اور جسقدر کلام زیادہ فراہم ہوگا اعلے درجہ کے اشعار پیش کرے گا۔ سب سے زیادہ اہتمام انتخاب میں ہمعصر فتنہ گور کہپور کرتا ہے بہار کی قیمت سالانہ (عا) ہے۔ الیچ پریس بانکی پور سے منیجر صاحب فرمائشوں کی تعمیل کرتے ہیں۔

صد سالہ آصفی جنتری ہجری وعیسوی

اس صد سالہ جنتری کو جو نصف تختہ پر تمام ہوگئی ہے قاضی محمد بشیر الدین صاحب میر بخشی ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول مظفر نگر نے نہایت جانفشانی سے مرتب کر کے فرمانروائے دکن کے نام نامی سے موسوم کر کے شائع کیا ہے یہ جنتری ۱۸۵۱ء سے ۱۹۵۰ء تک اور ۱۲۶۷ھ سے ۱۳۶۸ھ تک تاریخ۔ دن۔ سنہ۔ مہینہ کا پتا دیتی ہے۔ مولوی صاحب موصوف کی جانفشانی سے مرتب کردہ میں کوئی کلام نہیں ہے۔ یہ جنتری متعدد (مقامات کے تاجروں سے مل سکتی ہے تاجروں سے بھی ملتی ہے۔ قیمت صرف ۲ ر ہے۔ شائقین ضرور اس مفید جنتری کو منگا دیکھیں۔ مولف نے دیکھنے کا قاعدہ اچھا بتا دیا ہے۔ اسلئے یہ کوئی چیستان نہیں ہے۔

اشتہارات

جنگ روس و جاپان

تمام دنیا کو اس جنگ کے نتیجہ کا انتظار ہے۔ مقامات جنگ کی اجنبیت کی وجہ سے مخصوص اُردو دان و بعض انگریزی دان اصحاب بھی خبر و نکا پورا لطف نہیں اُٹھا سکتے۔ جنگ کے خفیہ اسرار بھی اسوقت تک ناظرین کو نہیں معلوم ہیں۔ ہمنے مفصل جنگ کی تاریخ تیار کی ہے جسکے حصہ اول کے مطالب ذیل کی تشریح سات ہاف ٹون عکسی تصویرون کے نقلون سے کیگئی ہے۔ قیمت ۸ر فرہنگ یا لغات جنگ۔ جنگی جہازون کے اقسام وہیئت جنگ وزار روس۔ جنگ اور ہندوستان۔ اسباب جنگ۔ بانی جنگ۔ جنگ کی مصیبتیں۔ میدان کارزار۔ پہلا گولا۔ حملہ پورٹ آرتھر۔ روسی بربادی خود اپنے ہاتھ سے۔ جاپانی کوریا میں۔ روسی بربادی۔ سب سے پہلا اویشن مفصل و مکمل تاریخ۔

عدد التاریخ۔ ۳ عدد سے ۲۰۰ تک ہر قسم کے موزون تاریخی مادے تیار۔ عہ

گنج شائیگان۔ تمام دنیا کے ہر قسم کے سکون کی تصویر۔ حال وزن وغیرہ۔ عہ

تاج و نشان۔ تمام سلطنتون اور ریاستون کے تاج و نشان و ہارکون کی تصویر۔ ۸ر

مصباح الادب۔ پند و حکمت کے گوہر معنی خیز حکایتیں۔ ارزتی کی تصنیف۔ ۸ر

احسن الاذکار۔ غوث الاعظم کے سوانح۔ حالات و کرامات۔ جامع کتاب اُردو۔ ۱۲ر

تذکرۃ السلوک۔ اُردو۔ فلسفہ اور حکمت کو لیے ہوے۔ تصوف میں بہترین تصنیف۔ عہ

مسیر طالبی۔ ترجمہ اُردو مع نقشہ۔ (۲ حصے) خیابان عجم شعراے عجم کی سوانح و کلام۔ ۸ر

المشتہر۔ منیجر و سپرنٹنڈنٹ نیر اعظم بک ایجنسی مراد آباد (ممالک متحدہ)

مسلمانون کو تازہ بشارت

اے خداے پاک کے سچے بندو! اور اُسکے کلام پاک یعنی قرآن شریف اور اُسکے حبیب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والو!! اگر تم قرآن شریف کی تلاوت کا پورا لطف اُٹھانا چاہتے ہو تو

HYDE

کلام ربانی کی اس عام فہم اردو زبان کی تفسیر اکسیر اعظم کو پڑھو۔ یہ تفسیر سولہ سال سے مطبع احتشامیہ مراد آباد سے شائع ہو رہی ہے اور اللہ کے فضل سے مقبول عام ہے ہمنے ماہ رمضان المبارک میں بغرض ثواب اور عام مسلمانوں کے فائدہ کیلیے یکم شعبان سے آخر ماہ رمضان المبارک کے روزہ تک اسکی نصف قیمت کردی ہے اس رعایتی قیمت کو بے انتہا غنیمت جانو اور اس مایۂ آخرت کو جلد خریدو۔ یہ ایسی اردو عام فہم تفسیر ہے کہ اسکو بوڑھے بچے عورتیں سب سمجھ سکتے ہیں اور اسکے پڑھنے سے بہت اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ اللہ تعالے اپنے بندوں کو کس کس طور پر سمجھاتا ہے اور کیا کیا ارشاد فرماتا ہے۔

تفسیر اکسیر اعظم۔ اس اردو تفسیر میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ کوئی غلط روایت اور بے اصل مضمون درج نہو۔ مشہور صحابہ اور تابعین اور علمائے متقدمین و متاخرین کا مختصر حال اور سوانح عمری بھی حاشیہ پر درج ہے۔ مخالفین کے شکوک کا بھی جواب دیا گیا ہے۔ مناسب مضمون تفسیر احادیث کا بھی ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ ۱۶ صفحہ ماہوار شائع ہوتے ہیں۔ ہر سال کی ایک جلد مرتب ہوتی ہے اسوقت تک ۱۶ جلدیں تیار ہیں۔ قیمت فیجلد عہ اور ۱۶ جلدوں کی قیمت لوعہ ہے۔ سترہویں جلد حسب قاعدہ ماہوار شائع ہو رہی ہے قیمت عہ سالکانہ اور عہ میں سترہ جلدیں مل سکتی ہیں۔

رعایتی قیمت آخر رمضان تک یہ سترہ جلدیں بجاے عہ کے لہ عہ میں مل سکتی ہیں۔

(المشتہر قاضی فہیم الدین مالک مطبع احتشامیہ مراد آباد محلہ قاضی ٹولہ)

تاج التواریخ بالتصاویر قریب الاختتام ہے

یہ دربار تاجپوشی اعلیحضرت ملک معظم اور ہندوستان کی مکمل تاریخ ہے۔ مضامین حسب تفصیل ذیل ہیں۔

(۱) دوسو زبانوں کے حروف۔ (۲) سکہ ہاے قدیم و جدید (۳) مذاہب (۴) اقوام (۵) پیشہ ور اور انکی صناعیں۔ (۶) فرمانروایان ریاست ہاے ہندوستان کے حالات (۷) معززین تعلقداران و معتبرین رؤسا خطاب یافتہ۔ (۸) غیر خطاب یافتہ کے ذاتی مدارج۔ (۹) اڈیٹران اخبارات (۱۰) علما (۱۱) شعراے ماضی و حال کے تذکرے وغیرہ غرض معززین حضرات کے خاندانی حالات کی یادگار کا ذریعہ اس تاریخ سے بڑھکر نہیں۔ ابھی چند صفحے سادہ باقی ہیں جنمیں اختتام اکتوبر تک حالات درج ہو سکتے ہیں۔ (سید نصرت علی مالک نصرت الاخبار دہلی)

خدنگِ نظر

اردو علم ادب کا ایک ترقی یافتہ ماہوار رسالہ جو اعلیحضرت بندگان عالی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہٗ کی مبارک تقریب سالگرہ کی قدیم علمی یادگار ہے۔ اور ۱۸۹۹ء سے نہایت آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ اس میں علمی۔ اخلاقی۔ ادبی۔ تاریخی مضامین۔ اعلیٰ درجے کی تظمین۔ غزلیات۔ اور دیگر اصنافِ سخن کے دلکش نمونے شایع ہوتے ہیں۔ یہ رسالہ ہندوستان میں مڈرن لٹریچر کا ایک عمدہ نمونہ اور معزز امرای دکن اور عام باذاق حضرات کی قدردانی کا مستحق ہے شمالی ہندوستان میں دربار دکن سے اس عقیدت مندی کی نظیر خدنگ نظر سے پہلے نہیں دیکھی گئی۔

نمونے کے لیئے صرف ۳ر کے ٹکٹ کافی ہیں۔ قیمت سالانہ مع ناول بلا ناول ۱۲ر مع محصول۔

المشتہر
منیجر خدنگ نظر لکھنؤ

اُردوئے معلیٰ

یعنے

صحیح اور فصیح اُردو کا ایک قابلِ دید رسالہ جو ہر انگریزی مہینے میں علیگڈھ سے شایع ہوتا ہے کاغذ ولایتی۔ حجم ۵۲ صفحے تقطیع ۲۶×۲۰ لکھائی چھپائی نہایت پسندیدہ

جلد سوم

ہر سال اساتذہ قدیم کے غیر مطبوعہ دواوین میں سے تین دیوان مع دیباچہ و شرح مختصر مفت ہدیۂ ناظرین ہوتے ہیں قیمت رسالہ مع دواوین للہ، سالانہ مع محصول۔

(درخواست خریداری بنام سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے اڈیٹر اردوئے معلیٰ علیگڈھ)

سہ دیباچہ اس سال دیوان جعفر علی حسرت استاد جرات۔ دیوان جرات۔ دیوان تسا شایع ہونگے۔

ضوابطِ دبدبۂ آصفی

دفعہ ۱ - یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اسکے تمام حقوق عالیجناب وزارت پناہ نے مہتمم رسالہ کو مرحمت فرمائے ہین۔ اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے۔

عام قیمت سالانہ پیشگی مع محصول (۴ھ)

عمائد و عہدہ دارانِ عالیمرتبہ سے دس روپیہ (۱۰)

امرائے عظام و رؤسائے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو قدردانی فرمائین

دفعہ ۲ - مضامین بشرط پسند کمیٹی طبع ہونگے۔ جو مضمون اعلے درجے کا ہوگا اُسکے شکریے مین ایک اشرفی دیجائیگی۔

دفعہ ۳ - اشتہارات کی چھپائی بذریعۂ تحریر طے ہوسکتی ہے۔

دفعہ ۴ - نمونے کا پرچہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے۔

دفعہ ۵ - خط و کتابت اس پتے سے ہونی چاہیئے۔

(محبوب پریس علاقۂ پیشکاری بنام مہتمم محبوب الکلام و دبدبۂ آصفی)

۶ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۲ھ

جلد (۸) نمبر (۶)

دبدبۂ آصفی

اخلاقی۔ علمی۔ تاریخی۔ ادبی مضامین کا ماہوار رسالہ

یادگار جشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت حضور پرنور آصف جاہ میر محبوب علیخان بہادر

نظام الملک آصفجاہ نسخ جنگ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ



وزارت پناہ فتوت دستگاہ سر مہاراجہ بہادر

یمین السلطنتہ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی

محبوب پریس علاقہ پیشکاری حیدرآباد دکن سے شایع ہوا

فہرست مضامین

فارسی زبان کی تاریخ پر ایک اجمالی نظر۔	مولوی مسعود علی صاحب ۔بی ۔اے ۔
ارم۔	مہتمم۔
زمین	مولوی صدیق احمد صاحب۔
حرص کے نقصانات ۔	مولوی سید محمد ہادی صاحب۔ مجملی شہری ۔
مخمس قومی۔	مولوی سید محمد کاظم حسین صاحب شفیقہ کنتوری مقیم

یہ بیش بہا مضمون جس سے رسالے کا آغاز ہے اسی حد پر ختم نہین ہوا بلکہ فاضل مولف نے ایک ضخیم کتاب فارسی زبان کی تحقیق مین لکھی ہے اُسکا مختصر حصہ ہمنے اُنسے لیکر شایع کیا ہے ہمکو امید ہے کہ یہ کتاب بہت جلد چھپکر مقبول عام ہوگی ۔

مہتمم



تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

فارسی زبان کی تاریخ پر ایک اجمالی نظر

فارس یا پارس ملک ایران کا ایک صوبہ ہے مگر شاہان ایران کے دو بڑے نامور اور مشہور خاندان کیانیون اور ساسانیون کے پایۂ تخت ہونے کے وجہ سے اسقدر ممتاز اور مشہور ہو گیا کہ پارس یا فارس کا اطلاق عام طور سے تمام سرزمین ایران پر ہونے لگا قدیم یونانیون یہودیون ارمنیون اور عربون نے اپنی تاریخون مین ایران کو زیادہ تر اسی نام سے یاد کیا ہے اور اسی صوبہ کے انتساب سے تمام ایران کی زبان فارسی کہلانے لگی

ان دونون خاندانون کے بادشاہون یعنے کیانیون اور ساسانیون نے ملک ایران مین عرصۂ دراز تک نہایت شان و شوکت سے حکومت کی ہے اُنکے بنائے ہوئے مضبوط قلعون - عالیشان محلون - بلند میناروں - حیرت انگیز عبادت خانون اور عبرت خیز دخمون کو زمانہ اپنی جہالت اور عادت کے موافق ڈہای ہزار برس سے برابر بگاڑ رہا ہے مگر ابتک انکو پورے طور سے نہین مٹا سکا - سچ ہے کہ وہ قلعے اور محل سرائین جن کی تعمیر مین ایران کے مفتوحہ ممالک کے ہزارہا قیدی اور غلام کام کرتے تھے اور جو آسیریا بابل مصر یونان اور ترکستان کے قدیم مہذب قومون کی نفیس صنعتون اور بیش بہا غنیمتون سے آراستہ تھے اسوقت دام و دد کے مسکن ہین - اور وہ عبادت خانے جنکو گرم رکھنے کے لئے ہندوستان سے چندن (صندل) اور عرب سے بخور کا خراج لیا جاتا تھا - سر پڑے ہین اور وہ بلند منارے اور سر بہ فلک کشیدہ پہاڑ جنکے سطحون کو صاف

کرکے ان اولعزم بادشاہون نے اپنے وسیع فتوحات عظیم انقلابات اور غیر معمولی تغیرات کے تفصیلی حالات کندہ کرائے تھے صدیون کے برف وباران اور گرد وغبار سے اٹ گئے ہین۔ مگر اس شکست اور بوسیدہ حالت مین بھی یہ عمارتین اپنے بانیون کی عظمت اور جرأت اور دنیا کی بے ثباتی اور انقلاب کا آواز بلند اعلان کر رہی ہین اسی منظر سے متاثر ہوکر ایک زمانۂ حال کا شاعر کہتا ہے۔

گاہے بسوے آسمخ نہ اے دل عبرت بر — دربارگہ جمشید رو آور دعبرت بر
ہر سو کہ بنا بینی ہا خاک شدہ یکسان — ہر جا کہ سرایائی ویرانہ شدہ یکسر
تختے کہ سر از رفعت بر تختۂ مینا سود — چون خردہ مینا بین بشکستہ زپاتا سر
زان بوم لعیب زاغ آید ہمہ بر گوشت — بر جاے سرود ورود آوازدف مزمر
در ساحت ایوانش چندست وزغن ساکن — این یک شدہ بربط زن وان آمدہ خنیاگر
یک جائے عنا کب را خدام نگر در بزم — یک جائے عنا کب را احجاب بہ بین بر در
در ماتم جمشید است گریان ہمہ آن فرگاہ — نک اشک روان اوست آن آب کہ در شہ غر
بر ملک فریدون لب بکشودہ ضحاکے — ہر جا کہ شغالی ہست بر کنگرہ آن منظر
در پشتۂ آن لالہ است خون جگر دارا — بر تودۂ آن سبزہ است خاک تن اسکندر
خود خون سیاوش است آن می کہ بود در خم — از کلۂ کاؤس است آن خاک کہ شد ساغر
شہد لب شیرین است نقلے کہ نہد ساقی — آہ دل پرویز است زود ے کہ دہد مجمر

اس ڈھائی ہزار برس کے عرصہ مین کرورون آدمی اور سیکڑون قومین زندگی کے میدان مین باری باری سے آئین اور ان عبرت خیز مناظر کو دیکھتی ہوئی گزر گئین۔ کسی نے انکا درد دل پوچھا اور نہ کسی کے کان مین ان کی خاموش فریاد کی آواز پڑی۔ یہانتک کہ زمانہ نے اپنی عادت کے موافق پلٹا کھایا اور علم وفن کی سرپرستی اور نگہبانی کی مبارک خدمت ایشیا سے لیکر روشن خیال یورپ کے سپرد کی گئی جس کے ذی کمال ان مردہ آثار کے ساتھ مسیحائی کرنے کے لئے فوراً مستعد ہوگئے اور

۱؎ یہ ایران کا قدیم دارالسلطنت تھا اور معرب ہوکر اصطخر بھی لکھا جاتا ہے۔

ان کی متواتر جانکاہیون اور متفقہ کوششون کی برکت اور اعجاز سے وہ شکستہ و رو دیوار اور وہ گرد آلودہ کتبے جو صدیون سے شکستہ اور خاموشی کی حالت مین پڑے تھے دفعتاً گویا ہو گئے اور اپنی داستانین صاف صاف الفاظ مین سنانے لگے۔ غرضکہ انیسوین صدی عیسوی کی ترقی اور اسکے علوم و فنون کے معجزون مین ایک بہت بڑا معجزہ ان کتبون کا حل ہو جانا ہے جسکی وجہ سے ایران کی قدیم تاریخ کے وہ مقامات جو صدیون کے گرد و غبار سے تاریک اور دھندلے نظر آتے تھے روشن ہو گئے یہ تاریخی یادگارین ایران کے مختلف حصون مین پائی جاتی ہین۔ اور عوام مین تخت جمشید مسجد سلیمان نقش دارا اب نقش رجب نقش رستم مجلس شاپور مجلس بیستون وغیرہ کے بے معنی اور غلط ناموں سے مشہور ہین۔ یورپ کے جن ذی کمالون نے ان کتبون کے حل کرنے مین مدد دی ہے اور جو جو محنتین اور مشقتین اُٹھائین اگر اسکے تفصیلی حالات لکھے جائین تو وہ بجاے خود ایک کتاب ہو جائے اسلئے اس سے قطع نظر کرکے صرف اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ ایران کی قدیم زبان اور تاریخ کی تحقیقات مین۔ ای۔ ڈی بیرون (فرنچ) کراڈلیفنڈ (جرمن) دی ساسی (فرنچ) برنوف (روسی) میجر رالنس انگریز اڈورپرٹ۔ ڈارمسٹیٹر (فرنچ) گلیڈیٹر۔ اور اسپنگل (روسی) کے نام سونے کے حرفون سے لکھے جانے کے قابل ہین۔ انہین کی کوششون کی بدولت اس وقت ہم یقین کے ساتھ یہ بتا سکتے ہین کہ کیانیون اور ساسانیون کے عہد مین ایران کی کیا زبان تھی اور خسرو اور دارا اپنے درباریون سے کس زبان مین بات چیت کرتے تھے۔ اگرچہ ہمکو یہ معلوم ہو گیا کہ اسوقت سے ۲۰۰۰ برس پہلے ایران کی کیا زبان تھی لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہم ان تغیرات کا بھی مسلسل پتا چلا سکتے ہین جو ابتدا سے اسوقت تک فارسی زبان مین ہوتے رہے ہین۔ کیونکہ اس تسلسل مین دو بڑے وقفے نظر آتے ہین۔ یا یون کہئے کہ اس زنجیری سلسلہ مین دو جگہہ سے کڑیان غایب ہین اور یہ دو وقفے زمانہ کے لحاظ سے ان دو بیرونی حملون سے مطابق ہین۔ جو سرزمین ایران پر مختلف اوقات مین ہوے اور جنہون نے اس عظیم الشان سلطنت کو درہم برہم کرکے ایرانیون کی زبردست اور فاتح قوم کو مفتوح اور غلام بنا دیا۔ اس مین سے پہلا وقفہ وہ ہے جو سکندر اعظم یونانی کے حملہ

اور دارا کی شکست سے شروع ہو کر ساسانیون کے اُن فتوحات پر ختم ہوتا ہے جو اُنہون نے اشکانیون (ملوک الطوایف) کے مقابلہ مین حاصل کر کے ایران کی قدیم عظمت اور شوکت کو دوبارہ قائم کیا۔ اور جس مین تقریباً ساڑھے پانچسو برس لگے۔ دوسرا وقفہ اہل عرب کی فتح سے شمار ہونا چاہئے جس نے ایران کے اخیر خاندان ساسانیون اور اس کے ساتھ مذہب زردشت کا خاتمہ کر دیا۔ اگرچہ عرب کے تسلط کی مدت یونانیون کے تسلط کی مدت سے بہت کم تھی مگر یہ تسلط یونانیون کے تسلط سے بہت زیادہ قوی اور با اثر تھا۔ یونانی فاتحین کا اثر ایرانیون پر بہت کم پڑا اور جو کچھ پڑا وہ صرف ظاہری اور سطحی تھا۔ لیکن عربون کا اثر ایران کے ہر طبقہ مین مقناطیسی قوت کی طرح سرایت کر گیا اور ان کے عادات۔ اطوار۔ تمدن زبان۔ خیال اور مذہب مین ایک عظیم اور غیر معمولی تغیر پیدا کر دیا۔ فتح عرب کی تاریخ قادسیہ کی لڑائی (۳۷-۶۳۵) سے شروع ہو کر یزدگرد سوم کی موت پر جو (۲-۶۵۱) مین واقع ہوئی مکمل ہو جاتی ہے۔ اس وقفہ کی انتہا کا تعین کرنا پہلے وقفہ کی طرح آسان نہین ہے مگر شمار کی غرض سے یہی سمجھنا چاہیئے کہ اسکا خاتمہ بھی دار السلام بغداد کی تباہی اور خلفاے بنی عباس کے خاندان کے ساتھ ہو گیا۔ اگرچہ اس سے بہت پہلے عربون کی قوت انکی ایرانی اور ترکی صوبہ دارون کی طرف منتقل ہو چکی تھی اور خلفاے بنی عباس کے ہاتھ مین برائے نام مذہبی پیشوائی اور بغداد کے گرد و نواح کی مختصر حکومت کے سوا اور کچھ باقی نہ تھا۔ انہین صوبہ دارون کے عہد حکومت مین جو برائے نام صوبہ دار مگر فی الحقیقت آزاد اور خود مختار حکمران تھے ایران کی مردہ زبان مین دوبارہ حس و حرکت پیدا ہوئی اور وہ مقامی حکمران خاندانون کے سایۂ عاطفت مین نشو و نما پانے لگی ان مین پہلے طاہریہ (۸۲۰ ع) کا شمار ہوتا ہے لیکن یہ صحیح نہین ہے حقیقی طور سے اس نشو و نما کا آغاز صفاریون (۸۶۷ ع) سامانیون (۸۷۴) اور آل بویہ (۹۳۲) سے ہوتا ہے اور اسکی تکمیل غزنویہ اور سلجوقیہ کے عہد مین ہو جاتی ہے اس سے ظاہر ہے کہ بجز اُن دو وقفون کے جنکا ذکر اوپر ہو چکا فارسی زبان کی تاریخ تین صاف اور صریح دورون مین منقسم ہو سکتی ہے۔

پہلا دورہ کیانی (۵۵۰-۳۳۰ قبل ولادت حضرت عیسیٰ) جسکا پتا صرف ان اعلانون

حکمون۔ اور کارنامون سے چلتا ہے۔ جو ایران کی قدیم عمارتون اور پہاڑون پر ایک مخصوص خط میں کندہ ہیں جو میخ سے مشابہ ہونے کی وجہ سے خط میخی کہلاتا ہے۔ ایسے متعدد کتبے ہیں مگر سبکا خط اور طرز تحریر یکسان ہے جس زبان نے اپنی یادگار دنیا میں ان کتبون کے سوا کچھ نہیں چھوڑی وہ فرس قدیم یا قدیم فارسی کے نام سے موسوم ہے۔

دوسرا دور ساسانی (۲۲۶-۶۵۲ عیسوی)

اس عہد کی یادگار چند کتابیں اور وہ عبارتیں ہیں جو اس زمانے کے کتبون، تمغون مہرون اور زیورون پر کندہ پائی جاتی ہیں اس زمانے کی کتابیں زیادہ تر مذہب زرتشت کے متعلق ہیں۔ یہ کتابیں اور عبارتیں ایک دوسری وضع و قطع کے خط میں لکھی ہوئی ہیں۔ جو "زوارش" کے نام سے موسوم ہے اگر یہ کتابیں اور عبارتیں اس زمانہ کے خط میں لکھی جائیں تو صرف یہ معلوم ہوگا کہ موجودہ زبان کی ابتدائی اور قدیم شکل ہے جو عربی کے الفاظ اور ترکیبون سے بالکل مبرا ہے۔ یہ زبان فارسی وسطے یا پہلوی کہلاتی ہے۔ اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے تو پہلوی کا لفظ زبان سے زیادہ خط کی نسبت صادق آتا ہے لیکن عام خیالات کے اتباع میں ساسانیون کے عہد کی دفتری اور سرکاری زبان کو پہلوی ہی کے نام سے موسوم کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے یہ خط فتح عرب کی ایک صدی بعد تک مستعمل ہوتا رہا حکمائے یورپ نے ابتدائے خلفائے اسلام اور اسپیدان طبرستان کے بعض ایسے سکے بہم پہونچائے ہیں جنکی کتبے اسی خط میں لکھے ہوئے ہیں علاوہ اسکے ایران کے زرتشتون نے عہد اسلام میں بھی اسی خط اور زبان میں عرصہ تک تالیف اور تصنیف کا سلسلہ جاری رکھا سب سے اخیر تصنیف نویں صدی عیسوی کی معلوم ہوتی ہے اگرچہ پہلوی زبان کے حقیقی استعمال کو موقوف ہوئے تقریباً ایک ہزار برس سے کم نہ ہوئے ہونگے

تیسرا دور اسلامی (من ابتدائے ۹۰۰ء تا زمانہ حال)

موجودہ زبان فارسی سے وہ زبان مراد ہے جو فتح اسلام اور ایران کے بڑے حصے کے مسلمان ہوجانے کے بعد رائج ہوئی۔ ساسانیون کے اخیر زمانہ کی پہلوی اور

زمانۂ حال کی ابتدائی فارسی مین جیساکہ پہلے بیان ہوا عربی الفاظ اور ترکیبون کے سوا صرف خط کا فرق ہے یہ امر بخوبی ذہن نشین رکھنا چاہیے کیونکہ اس سے بہت سی ایسی مشکلین جو فارسی زبان کی تاریخ پر غور کرنے والون کو پیش آتے ہین بآسانی حل ہو سکتے ہین مثلاً یہ کہ عربی کی ابتدائی اور قدیم تاریخون مثل طبری وغیرہ مین فتح ایران کے بیان مین بعض جگہہ ایرانیون کے مقولے بجنسہٖ نقل کئے گئے ہین یہ مقولے بالکل زبان حال کے معلوم ہوتے ہین اسلئے جو لوگ یہ سمجھے تھے کہ ساسانیون کے عہد مین ایران کی زبان پہلوی تھی اور وہ موجودہ فارسی سے بالکل جدا تھی اُن کو سخت مشکل پیش آتی تھی اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ ان مورخون نے قدیم الفاظ اور فقرات کا ترجمہ اپنے زمانہ کی فارسی مین کر دیا ہے یا آنکہ یہ واقعہ ہی غلط ہے۔

مسلمان ایرانیون نے اپنے ساتھ ایک ایسا خط لائے جو خط نزدارش یا خط پہلوی سے لکھنے اور پڑھنے مین زیادہ آسان اور با اصول تھا مگر قدامت پسندی نے جو ایشیائی اقوام کی ایک خصوصیت ہے اور زیادہ تر مذہبی خیال نے ایران کے زردشتیون کو زمانۂ دراز تک اسکو اختیار کرنے سے باز رکھا۔ زردشتیون ہی پر منحصر نہین ہے بلکہ ایشیا کے کثر اقوام مین اسکے متعلق عجیب تماشا نظر آتا ہے یورپ کے کتب خانون مین اسپین کے مسلمانون کی مصنفہ بعض کتابین موجود ہین جو زبان ہسپانیہ مین ہین مگر خط عربی لکھی ہوئی ہین۔ پروفیسر براؤن کا بیان ہے کہ اسپین کے پہاڑی کنعان مین ابتک ایک خاص قسم کا خط رائج ہے جو بظاہر عربی خط کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور یہ لوگ اپنے ملک کی زبان کو اسی خط مین لکھتے ہین۔ ایران کے فارسی بولنے والے یہودیون اور روم کے ترکی بولنے والے۔ ارمنیون اور یونانیون کا بھی یہی حال ہے یہ لوگ فارسی اور ترکی کو عربی۔ ارمنی اور یونانی خطوط مین لکھتے ہین۔ اگرچہ یہ لوگ اپنی قدیم زبانین بالکل بھول گئے ہین مگر اسکی ظاہری شکل یعنے خط کو نہایت استقلال سے پکڑے ہوئے ہین۔ دور کیون جائیے۔ ہمارے ہندوستان مین اُردو اور ہندی کے متعلق جو بحثین اور معرکے ہو رہے ہین وہ بھی ہمارے نزدیک اسی خیال کا ایک کرشمہ ہے۔

ایران کی زبان کے یہ تین دور جو قائم کیے گئے ہین وہ فرضی خیالی یا محض وجدانی

نہین ہین بلکہ حقیقی اور یقینی ہین اس مین سے ہر ایک دور کا کچھ کچھ لٹریچر اسوقت موجود ہے اور اس تقسیم کی تائید مین پیش کیا جاسکتا ہے لیکن قبل اسکے کہ ہم اس مشکل کام کو شروع کرین ان غلط خیالات کو رفع کر دینا نہایت ضرور ہے جو عام و خاص مین۔ اوستا۔ ژند اور پازند کی نسبت پھیلے ہوئے ہین عوام تو ژند و پاژند کو ایران کی قدیم زبانین سمجھتے ہین مگر جو لوگ زیادہ واقف ہین اور جنکا شمار خواص مین ہوتا ہے اگر ان سے پوچھا جاے تو وہ بھی یہی بتائینگے کہ اوستا ژند و پاژند زردشتیون کی آسمانی کتابون کے نام ہین فارسی زبان کے مروجہ لغات مین سے جو لغت اُٹھا کر دیکھیے اس مین اوستا اور ژند کی بحث مین تقریباً اس قسم کی شرح ملے گی۔

"نام کتابی است کہ ابراہیم زردشت دعوی کرد کہ از آسمان براے من نازل شدہ بعضے گویند"

صحف ابراہیم است بعضے گویند ژند و پاژند دو قسم از صحف ابراہیم است (برہان قاطع)

حالانکہ ژند و پاژند نہ ایران کی کسی زبان کا نام ہے اور نہ زردشتیون کو ان کے آسمانی ہونے کا دعوی ہے۔ حضرت ابراہیم کو زردشت قرار دینا ایک دوسری غلطی ہے جس سے آیندہ بحث کی جائیگی اس موقع پر صرف اسقدر بیان کر دینا کافی ہے کہ اُستا (اور زیادہ صحیح اوستا ہے) زردشتیون کی مذہبی اور آسمانی کتاب کا نام ہے۔ یہ ایک خاص زبان مین ہے چونکہ اس زبان کے لئے کوئی مخصوص نام نہ تھا اسلئے لوگ غلط فہمی سے اسکو ژند یا پازند کہنے لگے حقیقت مین زند۔ اوستا کی اُن تفسیرون کو کہتے ہین جو پہلوی مین لکھی گئی تھین۔ جیسے جیسے پہلوی زبان کا استعمال کم ہوتا گیا وہ تفسیرین بعید الفہم ہوتی گئین اور خود اُنکی شرحون کی ضرورت واقع ہونے لگی جو شرحین ان پہلوی تفسیرون کی اُس زمانہ کی مروجہ زبان مین کی گئین وہ پاژند کہلاتی ہین۔

اوستا کی زبان کے متعلق یورپ کے محققین اور ہندوستان کے تعلیم یافتہ پارسی بہت کچھ لکھ چکے ہین اور ان مباحث کا سلسلہ ابتک جاری ہے لیکن ابھی تک یقین کے ساتھ یہ نہین کہا جاسکتا کہ یہ کس ملک کی زبان ہے بعض اسکو میدیا کی زبان بتاتے ہین

جہان کے باشندے کیانیون سے پہلے ایران پر حکمران تھے اگرچہ خود ایران کے مورخ میدیا کے نام سے بھی واقف نہین ہین اور ایران کے فوجی اور تاریخی افسانہ یعنے شاہنامہ مین کیانیون سے پہلے صرف پیشدادی تسلیم کئے گئے ہین مگر ابوالمورخین ہیرودوتس یونانی کی شہادت جو جدید تحقیقات کی تیز روشنی مین بجاے ماند پڑنے کے اور زیادہ چمکتی جاتی ہے اور دارا ے اول کیانی کے وہ سنگین کتبے جن سے میدیا کی فتح خاص طور سے مایہ فخر ایران معلوم ہوتی ہے۔ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہین کہ میدی جنکا دارالسلطنت اکبٹانہ (حال ہمدان) تہا ایک زمانہ مین ایران کے بڑے حصے پر حکمران تھے اور اوستا انہین کی زبان مین لکہی گئی ہے برخلاف اسکے بعض لوگ اسکو بلخ (جو ترکستان مین واقع ہے) کی زبان بتاتے ہین جہان زردشت نے اپنے دین کی تبلیغ شروع کی اور جہان اسکو شاہ گستاسپ کے قبول مذہب سے پہلے کامیابی حاصل ہوئی اس صورت مین وہ ایران کی زبان تو کیا شاید آریا زبان کے شجرے مین بھی نہ داخل ہو سکے ان تمام دقتون پر طرہ یہ ہے کہ خود اوستا ایک زبان مین نہین ہے۔ اسکے پہلے یا قدیم حصے کی زبان جو گاتھا یا گیتہا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اوستا کے بقیہ حصے کی زبان سے مختلف ہے اسلئے یورپ کے بعض اہل الرا ے نے اس فخر اور عزت کو جسکے بلخ اور میدیا دونون دعویدار تھے مساوی تقسیم کرکے اس جھگڑے کا تصفیہ کر دینے کے لئے یہ قیاس قائم کیا ہے کہ اوستا کا پہلا حصہ بلخی زبان مین ہے اور بقیہ میدیہ کی زبان مین غرضکہ اوستا کی زبان مین خواہ وہ کسی ملک کی ہو بجز اوستا کے اور کوئی کتاب یا عبارت موجود نہین ہے اور اسلئے اسکا کوئی دور قائم نہین کیا جا سکتا مگر چونکہ اوستا آسمانی کتاب سمجہے جانے کی حیثیت سے صدیون ایران کی تالیف اور تصنیف کا مرکز رہی ہے اسلئے ایران کے لٹریچر سے بحث کرتے وقت وہ کسی طرح نظر انداز نہین کیجا سکتی۔

اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ہمکو موجودہ زبان فارسی کے ان مختلف شعبون کی نسبت چند الفاظ کہنے ضرور ہین جو ایران کے مختلف حصون مین تہوڑے بہت تغیر کے ساتھ بولی جاتی ہین۔ ان کی قدیم تقسیم تو دری۔ سکزی۔ سغدی وغیرہ وغیرہ مین ہے لیکن ہم

اِن مین سے اہم شعبون کو جغرافیہ کے لحاظ سے بیان کرنا زیادہ مفید سمجھتے ہین - اِس تقسیم کے لحاظ سے ایران کے شمالی حصے مین مازندرانی - گیلانی شمالی اور شرقی حصے مین سمنانی وسط مین کاشانی - قہردوی - اور گبری جنوبی حصے مین سوندی مغرب مین لری - بہبانی - کردی خاص طور سے قابل ذکر ہین کیونکہ فارسی کے بعض مستند شعرا نے ان زبانون مین شعر کہے ہین جیسا کہ آگے معلوم ہوگا - اگرچہ ابتک یہ سب موجودہ زبان فارسی کے شعبے سمجھے جاتے ہین لیکن اگر عالمانہ اور محققانہ طریقے سے ان کی نوعیت اور ترکیب پر غور کیا جاے تو کچھ تعجب نہین کہ یہ ایران کی قدیم زبانون کی زندہ یادگارین ثابت ہو کر ایران کے علم اللسان مین تغیر عظیم پیدا کردین اور تاریخ اور علم الانساب کے بہت سے ایسے مسائل جو ابتک مالاینحل سمجھے جاتے ہین آسانی کے ساتھ حل ہو جائین بہرحال جبتک ایسا نہو یہ سب شعبے زبان حال کے تحت مین شمار ہونے کے قابل ہین اور انکا بھی کوئی علحدہ دور قائم نہین کیا جاسکتا -

اِس سے ظاہر ہے کہ لٹریچر کے لحاظ سے بجاے تین دورون کے چار مستقل دور ہو گئے - یعنے کیانی - اوستائی - ساسانی - اسلامی - اب ہم ان مین سے ہر ایک کے لٹریچر کے متعلق مختصر بحث کرینگے اگرچہ ہمارا اصلی مقصد اسلامی دور سے ہے جس کا لٹریچر زندہ لٹریچر کہا جاسکتا ہے -

مسعود علی - بی - اے

ارم

دیار جذام مین ایلہ اور بنی اسرائیل کی گہاٹون کے درمیان ایک بہت بڑا پہاڑ ہے جسکا نام ارم ہے اہالیانِ بادیہ کا خیال ہے کہ اسپر بے انتہا صنوبر اور انگور کے درخت ہین - رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی جعال جذامی کو ایک رقعہ مین لکھا تھا کہ تمہارے لئے

ارم کا پہاڑ ایسا محافظ ہے کہ کوئی غالب نہیں آسکتا نہ کوئی گھیر سکتا ہے نہ لے سکتا ہے کیونکہ کسیکو کوئی حق نہیں ہے اور تم اسکے جائز مالک ہو۔

ارم کلبیہ بصرہ اور حجاز کے درمیان قریہ بناج کے نزدیک ایک موضع کا نام ارم کلبیہ ہے کلبیہ ایک عورت کا نام ہے جو وہیں مرنے کے بعد دفن کی گئی اور یہ مقام اسی کی جانب منسوب ہوگیا۔ ارم کلبیہ کا یوم جنگ مشہور ہے۔ بڑی خوفناک لڑائی ہوئی تھی اور بجیر بن عبداللہ بن سلمہ اسمیں قتل ہوا تھا

ارم ذات العماد یہ قوم عاد کا ارم ہے۔ اس میں بہت کچھ مختلف روایتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک قوم کی رائے ہے کہ وہ ایک عاد کے ایک قبیلہ کا نام تھا مشہور مورخ ابن خلدون لکھتا ہے۔ کوئی شہر ایسا نہیں ہے جسکا نام ارم ہو صرف ضعیف الرائے مفسرین اسے نقل در نقل کہتے چلے آتے ہیں خدا کے قول میں ارم ذات العماد سے مراد ایک قبیلہ ہے نہ کہ شہر ایک بڑے گروہ کا یہی خیال ہے کہ ارم ایک شہر کا نام ہے جسکی نسبت کہا گیا ہے کہ کہ وہ مٹگیا اور اب کچھ نام ونشان نہیں پایا جاتا بعض کا خیال ہے کہ ارم سے مراد اسکندریہ ہے اور بعضوں کے نزدیک دمشق شبیب بن لقمان بن بشر کے اس شعر میں۔

شعر	ترجمہ
لولا الیٰ علقتنی من علائقہا	اگر اس قسم کے تعلقات نہوتے جس سے تو نے مجھے
لم تمس بی ارم دارًا ولا وطنا	وابستہ کرلیا ہے تو ارم میں مکان اور وطن نہ بناتا

کہا گیا ہے کہ دمشق کی طرف اشارہ ہے اسی طرح بحتری کے اس شعر میں بھی ارم سے دمشق مراد ہے۔

الیٰ ارم ذات العماد وانہا	ارم ذات العماد تک (پہونچتا ہے) کیونکہ
لموضع قصدی موجفًا وتعمدی	وہی میرے قصد اور ارادہ کا مقام ہے

زمخشری نے بیان کیا ہے کہ ارم ایک شہر کا نام ہے اور اسکندریہ اسکے ایک حصہ کا نام ہے اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ مقام یمن میں حضرموت اور صنعا کے درمیان ہے جسے شداد بن عاد نے بنایا تھا۔

روایت کی گئی ہے کہ شداد بن عاد نہایت ظالم بادشاہ تھا جب اُس نے آسمانی جنت کا ذکر سُنا اور اسکے سازوسامان عیش کا حال معلوم ہوا تو اُس نے ازراہ کبر یہ عزم کرلیا کہ زمین پر مین ایک ایسی جگہہ بناؤن گا جو ارضی جنت کہلائے۔ اس کام کے لئے اس نے اپنے اعوان مین سے سو آدمیون کو منتخب کیا اور ہر ایک کے تحت مین ہزار ہزار آدمی دئے اور بہت سا زر و مال دیکر ہدایت کی کہ یمن مین کوئی ایسا مقام تلاش کرو جہان یہ جنت بنائی جائے اور زمین سرسبز و شاداب ہو۔ اور اس بے نظیر عمارت کا خاکہ کھینچکر دکھایا کہ اس طرح سے کام شروع کیا جائے۔ غانم بن علوان ضحاک بن علوان۔ ولید ابن آیان کو حکم دیا جو اس کے خاص درباری لوگ تھے کہ وہ اپنے تمام ماتحت حاکمون کو لکھین جو مختلف مقامات مین مقرر ہین کہ وہ اپنے یہان جو کچھ یاسکین۔ سونا۔ چاندی۔ موتی۔ یاقوت مشک۔ عنبر۔ زعفران وغیرہ فوراً روانہ کردین۔ پھر اس نے دریافت کی ہوئی کانون سے جو کچھ مل سکا نکالا۔ اسکے بعد غوطہ خورون کو حکم دیا کہ سمندر کے اندر سے جو کچھ از قسم جواہر دستیاب ہو سکے وہ نکالین کہا گیا ہے کہ سمندر سے اس قدر جواہر نکلے کہ اُن کے ڈھیر سے ایک خاصی پہاڑی بنگئی۔ کان کنون سے یاقوت۔ زبرجد وغیرہ کھدوا کر ہموار کیا اور سونے سے اینٹین تیار کی گئین جس سے شہر کی عمارتین بنائی گئین جواہر کی دیوار اُٹھائی گئی۔ زبرجد۔ یاقوت کے ستون بنائے گئے شہر کے شیب مین بہ فرسخ تک ایک وادی تیار کیا جس سے سڑکون اور گلیون مین صاف پانی کی نہرین جاری ہوئین۔ نہرون کے سواحل پر جواہر کے درخت لگائے گئے اور جواہر کے پھل اُگنے تھے۔ یہ شہر ۱۲ فرسخ کے طول و عرض مین آباد تھا جو نہایت مضبوط دیوار پناہ سے محدود تھا تیس ہزار عالیشان مرصع محلات تھے۔ شہر کے وسط مین ایک نہر کے کنارے خاص اپنے لئے شداد نے ایک نہایت بلند و عالیشان عمارت بنانے کا حکم دیا جو اور محلون سے اونچی تھی۔ تمام مکانات کی بلندی ۳۰۰ گز کی تھی اور اسیقدر بلند دیوار پناہ بھی تھی شہر کے باہر سونے اور چاندی کی اینٹون سے وسیع چبوترہ بنایا گیا جسپر فوج کا کیمپ تھا۔ کہا گیا ہے کہ ۵۰۰ برس مین یہ بے نظیر شہر (ارضی جنت) بنکر تیار ہوا۔

خداوند کریم نے اتمام حجت کے لئے ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا جو اسی قوم کے اشراف تھے

اُنہون نے شداد کو ہدایت کی اور خدائے عزوجل کی عبادت کی طرف مائل کرنا چاہا مگر وہ کفر و سرکشی مین روز بہ روز بڑہتا گیا۔ یہ اُسوقت کا ذکر ہے جبکہ شداد اپنی سلطنت کے .. برس پورے کر چکا تہا حضرت ہود علیہ السلام نے اسے عذاب سے ڈرایا مگر اُسپر کچہ بھی اثر نہوا۔ آخر کار جب ارضی جنت بنکر تیار ہوئی اور شداد کو تیاری کی خوشخبری دی گئی تو وہ اسکے معاینہ کے لئے تین لاکھ فوج کو ساتھ لیکر روانہ ہوا۔ اور اپنا خلیفہ حضرموت مین اپنے بیٹے مرثد کو بنایا جو حضرت ہود علیہ السلام کی ہدایت سے ایمان لایا تہا جب ایک منزل ارضی جنت رہگئی تو خدا کے حکم سے شداد مع اپنے لشکر کے تباہ کر دیا گیا۔ شہر کے تمام لوگ مع معمار۔ اور انجنیرون کے ہلاک کر دے گئے۔ اور یہ شہر زمین کے اندر دہنس گیا۔ اسکے بعد اس شہر کا کسی کو کچہ پتا نہ ملا نہ کوئی وہان گیا مگر امیر معاویہ کے دور حکومت مین عبداللہ بن قلابہ کا گزر وہان تک ہوا تہا جس نے بیان کیا ہے کہ مین ایک اونٹ کی تلاش مین جو گم ہوگیا تہا صنعا سے روانہ ہوا اور اتفاق سے ایک ایسے مقام تک پہونچا جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہے عبداللہ وہان کی کئی اینٹین سونے کی اور مشک و کافور کی بنی ہوئی بند وقتین امیر معاویہ کے پاس لایا جسکو استاد زمانہ نے بریدہ اور زرد کر دیا تہا۔ معاویہؓ نے انہین کعب الاحبار کے پاس بھیجا۔ اُنہون نے کہا بیشک یہ وہی مقام ہے جسکا خدا نے ذکر کیا ہے اور جسے شداد بن عاد نے بنوایا تہا بعض لوگون نے کہا ہے کہ شداد عاد کا بیٹا نہ تہا بلکہ اسکا نسب اس طرح ہے شداد بن عملیق بن عوج بن عام معاویہؓ نے یہ سنکر عبداللہ سے کہا کہ تو نے بہت اچہا کام کیا لیکن اس شہر کی طرف پہونچنے کا کوئی وسیلہ نہین ہے عبداللہ کو بہت کچہ انعام دینا چاہا مگر اُسنے نہ لیا۔

کہا گیا ہے کہ کچہ لوگ شداد کی قبر پر پہونچے جو حضرموت مین ہے۔ وہین کے پہاڑ مین ایک زمین دوز مکان کا پتا لگا جس کے وسط مین سونے کے دو تخت رکھے ہوئے تھے ایک تخت پر ایک عظیم الجثہ شخص تہا اسکے ہاتہہ مین ایک لوح تھی جسپر یہ اشعار لکہے ہوئے تھے

شعر	ترجمہ
اعتبر یا ایہا المغرور	اے عمر دیدہ پہوے ہوئے شخص
بالعمر المدید	عبرت حاصل کر

انا شداد بن عاد	مین شداد بن عاد ہون جسکے قبضہ مین
صاحب الحصن المشید	مضبوط قلعہ تھے ۔
واخو القوۃ والباس	اور بڑی قوت وسختی اور وسیع ملک
الملک الحشید	والا تھا ۔
وان اہل الارض طرا	تمام اہالیان ارض میرے وعید کے خوف سے
لی من خوف وعید	مطیع ہوگئے ۔
فاتی ہود وکنا	ہود علیہ السلام کا اسی اثنا مین آنا
فی ضلال قبل ہود	ہوا اور اس سے پہلے ہم ضلالت مین تھے
فدعانا لو اجتباہ	اُنہون نے ہدایت کی طرف ہمین بلایا
الی الامر الرشید	کاش ہم اس اچھی بات کو مان لیتے
فعصیناہ وناوینا	ہمنے اُنکی نافرمانی کی اور کسی سرکشی
الاھل من محید	کی جگہ کو تلاش کیا ۔
فاتتنا صیحۃ ہتوی	افق بعید سے دفعتہً ایک صیحہ
من الافق البعید	نکلی اور ہم تک پہونچی ۔

ارم بن سام عربی تواریخ مین ارم بن سام کا ذکر یون ہے کہ اُسکا بیٹا **جاثر** اور پوتے **ثمود** اور **جدیس** تھے ۔ ارم کا ایک اور بیٹا تھا **عوص** نام اور عوص کے بیٹے کا نام **عاد** تھا ۔ حضرموت کے ریگستانون مین مقیم ہوا اور بنی ثمود نے حجاز و شام کے مابین سکونت اختیار کی ۔

ارم بن عاد ابن خلدون نے اسکا ذکر کیا ہے کہ ارم بن عاد اپنے دونون بھائیون **شدید و شداد** کے بعد حکمران ہوا ۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے ارم ذات العماد کی بنیاد ڈالی تھی اور اسی کے نام سے یہ شہر منسوب ہوا ۔

مہتم

زمین

زمین کو فرانسیسی زبان مین **تر** Terre اور انگریزی مین **ارتھ** Earth کہتے ہین۔ اور عبرانی مین **ارتص** کلدانی زبان مین **ارعا** کہلاتی ہے جسمین۔ عین۔ صاد سے بدلا ہوا ہے، یہ فرق کلدانی اور عبرانی زبان مین بکثرت پایا جاتا ہے مثلاً مینڈھے کو کلدانی مین **عنا** اور عبرانی مین **صون** کہتے ہین۔

صوف کو **عفرا** کلدانی زبان مین لکھتے ہین اور **صافر** عبرانی مین۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ **سامی** زبانون مین زمین کے جسقدر نام ہین اُن سب کی اصل ایک ہی ہے۔ انگریزی مین بھی ارتھ، کا لفظ سامی زبانون سے ملتا جلتا ہے۔

حکما کی اصطلاح مین زمین ایک کرہ ہے جو جواہر مفردہ سے مرکب ہے اور آفتاب کے لحاظ سے تیسرا ستارہ ہے۔

ہر ایک زمانہ مین زمین جبکہ انسان کا مسکن اور اسکے افعال وحرکت کی جولانگاہ رہی ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی ہیئت اور حرکت، اجرام فلکی سے نسبت، اسکی طبیعت بلندی پستی۔ ثقل۔ مساحت وغیرہ پر بحث کی جائے۔

قدما کو زمین سے متعلق حالات بہت کم معلوم ہوئے تھے۔ اختلاف مکان وزمان وتمدن سے انکی رائین بھی مختلف تھین متوسط زمانہ کے طبقہ نے اسپر بہت کچھ اضافہ کیا اور متاخرین نے اُسکے اکثر حصے کو غلط ثابت کر دیا یونان کے قدیم باشندون کا جو بیان زمین سے متعلق تھا وہ اہل ہند کے بیان سے مختلف تھا۔ عبرانیون اور عربون کے خیالات مین بھی نمایان فرق ہے اور موجودہ زمانہ کی رائے اِن سب سے جدا ہے۔ علماے ہیئت نے نہایت تحقیق وتفتیش سے بذریعۂ آلات ہر ایک بیان کو صاف کر دیا ہے، جاہلانہ باتون کو دور کیا اور مذہبی بیانات کو واضح کیا ہے تاکہ موجودہ لوگ اُسے سمجھین۔ پھر بھی پچھلی رایون کی تاریخی حیثیت سے

ایک بڑی عظمت ہے جس سے واقف ہونے کی خواہش ہر ایک کو ہوتی ہے لہذا ہمنے بعض رایون کو قلمبند کر دیا ہے اور آخر مین جدید تحقیقات کی رو سے حالات لکھے ہین

قدما کی راے

بعضون کا یہ خیال تھا کہ زمین دایرہ کی شکل رکھتی ہے بعضون کی راے تھی کہ زمین مسطح ہے کسی کا بیان تہا کہ وہ دستون کی طرح ہے کوئی کہتا تہا کہ وہ طبل کی صورت ہے - ایک گروہ کی راے تھی کہ زمین ڈوگی سے مشابہ ہے - دوسرے کا خیال تہا کہ زمین ایک ایسے بلند پہاڑ کی طرح ہے جس کا قاعدہ نہایت وسیع ہے - یا جو کھونٹی ہے بعض حکماے یونان کی راے تھی کہ زمین ایک کرہ ہے -

زمین کی پیدایش

کلدانی قوم کا اعتقاد تہا کہ پہلے چارون طرف تاریکی ہی تاریکی اور پانی بھرا ہوا تہا جس مین عجیب عجیب شکل اور بہاری جسم کے حیوانات پیدا ہوئے جن مین انسان بھی تہا مگر اسوقت کا انسان کوئی دو بازو اور کوئی چار بازو رکہتا تہا - دو چہرے اور دو سر تھے - کئی جسمون کا ایک جسم تہا جس مین رجال و نساء کی علامتین تہین - آدمیون کے کہر تھے سر پر سینگ تھے - بہیڑ کی طرح سر تہا اوپر کا حصہ تو ہمارے جسم کی طرح تھا مگر نیچے کا حصہ گہوڑے کے جسم کی شکل تہا -

بیل بھی تھے جنکے سر آدمیون کی طرح تھے - کتون کے چار جسم تھے اور اُنکی دُمین مچھلی کی دمون کے مانند تہین - اکثر آدمیون کے سر بھی کتون کی طرح تھے مچھلیان بڑے ڈیل ڈول کی تھین - لمبے لمبے سانپ تھے غرض اسی طرح کی عجیب و غریب خلقت جمع تھی - یہ تمام خلقت ایک عورت کے زیر فرمان تھی جس کا نام **امور کا** تہا ایک زمانہ کے بعد **بلوس** دیوتا ظاہر ہوا اور امور کا کے دو حصے کر دیے ایک سے آسمان بنا اور دوسرے سے زمین پیدا ہوئی -

تمام حیوانات ہلاک کر دیے گئے - تاریکی دور کی گئی - زمین و آسمان پہلے ملصق بنا دیے گئے

تھے پہر الگ الگ کر دیے گئے اور آسمان کو زمین سے معبود (بلوس) نے اونچا کر دیا۔ لیکن جب معبود بلوس نے زمین کو ویران دیکھا اور مادۂ تولید اس مین زیادہ پایا تو کسی دوسرے معبود کو حکم دیا کہ انسان کو تن سے جدا کر دے اور جس قدر خون نکلے اسکو مٹی مین ملا دے۔ اور اس مرکب مٹی سے انسان اور دوسرے حیوانات بنا دے جو روشنی برداشت کر سکین اس طرح سے عالم اور زیرک انسان پیدا ہوا جبکہ اسمین معبود کی حکمت حلول کر گئی۔ اسی طرح سے آسمان پر آفتاب و ماہتاب و ستارے قائم کیے گئے۔

ہندوستان کے رہنے والے جو ویوتا برہم کے پجاری تھے اور دوسری مشرق اقصی کی قومین اعتقاد رکھتی ہین کہ برہم سب دیوتاؤن کا سردار ہے وہ مدت تک سوتا ہے چند لمحون کے لئے جاگتا ہے پھر سو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ جب وہ جاگا تو اسکے بدن سے ستر ہزار تین سو دیوتا پیدا ہو گئے اور زمین آفتاب۔ ماہتاب اور ستارون سے بھر گئی چھوٹے ذرے نکل آئے مگر یہ ذرے بے ترتیب اور پراگندہ تھے جسکے لئے دیوتا برہم نے ایک بہت بڑا انڈا بنایا جسمین انکو رکھدیا اور خود اسمین سما گیا۔

(۰۰۰ نم ۳۰۰ ہم برس) کے بعد وہ اس انڈے سے باہر نکلا اس ہیئت سے کہ اسکے سو تو سر تھے اور اتنے ہی ہاتھ اور آنکھین تھین۔ اس نے ان ذروں کو الگ الگ کر کے پہلا دیا جس سے ۱۴ عالم پیدا ہو گئے۔ ان سے عالم زمین کے نیچے آباد ہین اور بیچ اسکے اور پرانکے نزدیک زمین سطح ہے جہان جنوبی حصہ سے مرکب سات دیپی جزیرہ مین انسان کی آبادی ہے جسکے گرد سات سمندر ہین جو سات جزیرہ سے گھرے ہوئے ہین اور ہر جزیرہ کے گرد ہر سمندر کے گرد گانون کے درخت کا دریا ہے جو جزیرے کو اسی سمندر کا سمندر گھیرے ہوئے ہے جسکے جزیرہ کا مجموعہ کھنڈ کہلاتا ہے۔ پانچوین جزیرہ کو کہ دودھ کا سمندر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ جزیرہ جمبو درخت سے گھرا ہوا ہے اور سارا پانی صاف و شفاف پانی سے عالم سفلی مین مکروہ اور ناقابل تحمل ہے اور عالم علوی دیوتاؤن کا گھر ہے ان اعتقادات کی تفصیل بہت طول طویل ہے جو اپنے مواقع پر آئے گی۔

مسیح کی پیدائش سے آٹھ صدی پیشتر یونانیون کا خیال تھا کہ فضاے ازرق دراصل آسمان کی زمین ہے اور دیوتاؤن کا مسکن ہے۔ زمین جسپر ہم آباد ہین وہ مسطح ہے جو پانی سے گھری ہوئی ہے اور تارون کے گنبد کے نیچے ہے جو افق پر ٹھہرا ہوا ہے۔ ایک آسمانی قوت ہے جسکی وجہ سے آفتاب اور تارے مشرق سے سرعت اور آہستگی کے ساتھ حرکت کرتے ہوئے طلوع ہوتے ہین اور مغرب کی طرف اسی رفتار سے نیچے اُترتے ہین اور نیچے کی زمین کو طے کرتے ہین جسکا کچھ حال معلوم نہین یہ ہوا کی حقیقت سے آگاہ نہ تھے بلکہ اُسے اُس معبود کی سانس بتاتے تھے جو پوشیدہ تھا اور بجلی چمکاتا تھا سطح ارض کی نسبت اُنھون نے کچھ نہین غور کیا لیکن نیچے کی سطح کو قلب زمین کہتے تھے اور یہ کہ وہان رات کی زمین ہے جسکی حکومت **پلوٹون** کے ہاتھ مین ہے جو ہاتھی دانت کا تاج پہنے ہوئے کیف تاریکی کے تخت پر بیٹھا ہوا نیچے دیکھ رہا ہے جسکو ہماری آنکھین نہین دیکھ سکتین اور اسکے پہچاننے کا ذریعہ اسکے کھڑکھڑانے والے اسلحہ ہین اور وہ تاریک زمین مردون کی روحون کا مسکن ہے۔ جہان آفتاب غروب ہوتا ہے اُسکے نیچے اسکا دروازہ ہے۔

اس مین کئی روح کے قبیلے ہین جو آپس مین لڑتے ہین سوتے ہین۔ غم و رنج ظاہر کرتے ہین۔ بھوکے ہوتے ہین۔ مرتے ہین۔ لیکن یہ سرزمین نسیان کا منبع ہے یہان موت بھی حیران رہتی ہے۔ ایک سمندر بہڑکتی ہوئی آگ کا ہے اسکے شعلے اسکی موجین ہین۔ اور مختلف الوان و اشکال کے دوسرے جاندار ہین۔

سربروس نام دیوتا جسکا سر مثلث کی شکل کا ہے اور دیوتا **خارون** دونون اپنی کشتی کو مردون کی تصویرون سے بھرتے رہتے ہین۔ موت کا دیوتا کا الگ ہے ہر ایک ایشیا اور یورپ کے رہنے والے کے اعمال کا نگران موجود ہے **مینوس** مذہبی بادشاہ ہے اور بڑے بڑے مجرم وہان موجود ہین جن کے حالات عبرت خیز ہین۔ ظالمون کو انتقام کے دیوتا آگ کے خلیج مین پھینکدیتے ہین۔

فلیجیاس بیٹھا ہوا ہے اسکے سر پر ایک پتھر کا بڑا ٹکڑا لٹک رہا ہے جو اسکے سر سے

لگتا تو نہین۔ مگر فلبیاس کو اس طرح سے وہ ڈراتا ہے **اکسیون** مقید ہے **تنتالوس** پانی مین اپنی گردن تک ڈوبا ہوا غوطہ لگا رہا ہے کیونکہ اسکو پیاسے رہنے کی سزا دی گئی ہے اس عذاب اور ظلمت کی زمین کی ذہنی طرف سعادت اور خوشی کی زمین ہے اور اس سطح ارض پر جہان ہم رہتے ہین بحر متوسط کے گرد عجیب و غریب شہر واقع ہین۔

یہ توہمات اور مزخرفات ہین جو قدیم یونانیون کے اعتقادات تھے شاید یہ خرافات ایشیاے کوچک کی قومون سے ان تک پہونچے ہین جسپر انہون نے بہت کچھ اپنی طرف سے بڑہایا ہے۔

عبرانی قوم بھی بہت قدیم ہے۔ اسکا اعتقاد تہا کہ زمین تمام دنیا کا مرکز ہے اور شمس و قمر اور تارے زمین ہی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہین اور آسمان کرۂ ارض کا خیمہ ہے جیساکہ کتب عتیق مین نبوت شعیا علیہ السلام کے باب مین مذکور ہے "وہ کرۂ ارض پر بیٹھنے والا ہے جو آسمان کو پردون کی طرح پہیلاتا ہے اور خیمہ کی طرح وسیع کرتا ہے"۔

انکا اعتقاد تہا کہ زمین گروی ہے جسکے اوپر ایک دائرہ ہے۔ ایوب علیہ السلام کی کتاب مین مذکور ہے "ابر نے اُسے چہپالیا پس وہ نظر نہ آیا اور آسمان کے دائرون پر چلتا رہا"

اور یہ کہ آسمان زمین کے فائدے کے لئے بنایا گیا ہے جیساکہ پیدایش دنیا مین ذکر ہے۔ کہ آسمان زمین کے دوسرے دن بنایا گیا۔ اور وہ سطح ارض پر کپڑے کے ٹکڑے کی طرح بچھا دیا گیا۔ اسکی بنیادین ہین جو زمین کے گرد قائم ہین اور پہاڑ ستونون کی طرح اسے مضبوط کرتے ہین۔ کتاب ایوب علیہ السلام مین ہے "آسمان کے ستون اسکی زجر سے کانپنے لگتے ہین" اور آسمان کی مرئی سطح پانی کی حفاظت کے لئے ہے تاکہ وہ مثل ایک حوض کے رہے جس سے پانی برستے۔ اور اسکے دروازون اور طاقون کے کہولنے سے برف باری ہوتی ہے اور اجرام سماوی روشنی دینے کے لئے اور دن کو رات سے جدا کرنے کے لئے اور کسوف و خسوف و فصول کی علامت کے لئے پیدا کئے گئے ہین تاکہ زراعت و کاشتکاری مین آسانی ہو۔ موسمون کا حال ظاہر ہو۔ مذہبی تہوار مقرر ہون

دن اور برس کا پتا چلے۔ اور اجرام سماوی زمین پر متسلط ہین یہ اسلئے کہ انسان فائدہ اُٹھائے۔

اور آسمان نیز اسکے دوسرے اجرام زمین سے اس طرح تعلق رکھتے ہین کہ زمین کی بربادی سے اُنکی بھی بربادی ہے جسکی تائید مقدس **پطرس ثانی** کی کتاب سے ظاہر ہے خدا کا وہ دن رات مین چور کی طرح آئے گا جس مین آسمان پھٹ کر گر جائیگا۔ عناصر مشتعل ہوجائین گے زمین اور اسکی چیزین مٹجائین گی۔ ایسی ہی عبارت **متی** کی انجیل مین بھی درج ہے۔

اِن کے معتقدات مین یہ بھی ہے کہ زمین اللہ تعالیٰ کی بعض صفتون کے ظاہر کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اور اسلئے کہ انسان اسپر آباد ہو۔ اور تمام دنیا خالق سے بے تعلق نہین ہے بلکہ اسی کے ہاتھ مین ہے۔

جلد اول **سفر تکوین** مین درج ہے کہ خدا نے کہا ہوجا اور زمین پیدا ہوگئی اور خدا نے دیکھا کہ وہ خوب بنگئی۔

اور یہ کہ زمین کمالات خالق کی جلوہ گاہ ہے اور تمام شجر حجر چوپائے پہاڑ وغیرہ خدا کے نام کی بزرگی بیان کرتے ہین حتیٰ کہ انہون نے بادل کی گرج کو خدا کی آواز مانا ہے اور بجلی کو اسکا تیر آندہی اور بگولون کا اُڑانے والا وہی ہے۔ کسوف وخسوف وغیرہ تارے اسکے وجود پر دلالت کرتے ہین۔ جیسا کہ **لوقا** اور **متی** کی انجیل مین مذکور ہے۔

اور یہ کہ زمین انسان کے لئے ہے اسکی چیزین انسان کے قیام کی مددگار ہین روشنی دیکھنے کے لئے ہے۔ اور خشک زمین رہنے کے لئے نباتات چوپایون کے لئے۔ دن کام کے لئے رات آرام کے لئے ہے۔ مچھلیان اور پرند اسکی خوراک ہین بدو خلقت مین زمین ویران اور تاریک تھی۔ روشنی سے پہلے زمین پیدا کی گئی پہلے مچھلیان پھر چوپائے پھر انسان پیدا ہوئے۔

اور یہ کہ زمین کی سطح بہت وسیع ہے جو ستونون پر قائم ہے جنکی بنیاد نہایت مضبوط ہے۔ **زبور** مین بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس نے زمین کی بنیاد کو سمندر مین مضبوط کیا اور

دریاؤن مین ٹھہرایا" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بحر ناپیدا کنار پر زمین قائم ہے اس قسم کے اعتقادات عبرانی قوم کے تھے جو تشبیہات اور مجازات کو الگ کرنے کے بعد معلوم ہوتے ہین کیونکہ عبرانی زبان مین جسقدر تشبیہات کا استعمال ہے اسکی نظیر کہین نہین ملتی ۔

قرون متوسطہ کے لوگون کی راے

قدما کے جو خیالات زمین کے متعلق تھے اسکا کچھ حصہ اوپر لکھا جا چکا ہے ۔ قرون متوسطہ مین بھی انہین رواجون کی نقل ہوئی مگر اپنی راے بھی اُن پر بڑہائی گئی ۔ اس زمانے مین علوم و فنون کے اعتبار سے اہالیان عرب نہایت ممتاز تھے اور علوم و فنون مین انہین ید طولیٰ حاصل تہا جن کی راؤن کا ذکر نہایت ضروری ہے اسکے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ بعض عربون نے بیشتر قدما کے توہمات کا اقتباس کیا ہے اور انہین کی طرح خطا کی ہے ۔ مگر اسوقت اسپین اور دوسرے مقامات مین ایسے علما بھی موجود تھے جنہون نے ان اوہام باطلہ کی تردید کر دی اور غلط و صحیح باتین الگ الگ کر دکہائین اور اسکا فیصلہ کیا کہ زمین کروی شکل کی ہے پس اسکے لئے خطوط اور برج مقرر کئے اور اسکی حرکت کا شمار کیا ۔ کسوف و خسوف کے اوقات معلوم کئے اور ایسے قواعد وضع کئے جنہین یورپ پہلے توہمات اور جہالت اور مذہب مین خلل انداز سمجہتا تھا ۔ مگر بعد مین اپنے علوم و فنون کی بنیاد انہین پر ڈالی ۔

امام المورخین ابن خلدون نے اپنے دوسرے مقدمۂ تاریخ مین لکہا ہے کہ اس وقت اُن حکما کے نزدیک جو دنیا کے حالات پر غور و خوض کرتے ہین ثابت ہو چکا ہے کہ زمین کی شکل کروی ہے اور پانی کے عنصر سے لپٹی ہوئی ہے جب خدا نے اسپر حیوانات آباد کرنا چاہے اور انسان کو جو تمام حیوانات مین بطور سردار کے ہے پیدا کیا تو اس کرہ کے بعض جوانب سے پانی کا حصہ سمٹ گیا اور زمین کا حصہ کھل گیا ۔ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ پانی زمین کے نیچے ہے مگر یہ بالکل غلط ہے ۔ زمین گول ہے اسکے نیچے اسکا مرکز ہے ۔ اور تمام باقی حصہ اپنی ثقالت کی وجہ سے اسی مرکز کی طرف بالطبع مائل ہے ۔ پانی کا محیط حصہ زمین کے اوپر ہے ۔ اگر کسی حصہ کی نسبت یہ کہا جائے کہ وہ نیچے ہے تو وہ دوسرے حصہ کے لحاظ سے ہوگا

کرہ کا جس قدر حصہ پانی سے کھلا ہوا ہے وہ نصف کرہ (اسوقت امریکہ کا حال معلوم نہوا تہا)
بہ شکل دائرہ ہے جسکو سمندر اوقیانوس چارون طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

اس امام نے حقیقت ارض کا پتہ لگایا ہے جیسا کہ مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے جسپر
متاخرین نے بہت کچہ اضافہ کیا اور اسکے قول کی تائید مین دلائل بیان کئے۔ مگر اسوقت
کے بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جنہون نے قدما کے توہمات کا بہت لحاظ کیا تہا۔

قزوینی نے **فصل رابع** مین لکہا ہے کہ زمین کا نام ارض اسوجہ سے پڑا کہ وہ
قدمون کے نیچے پایمال ہوتی ہے" ثعالبی نے بیان کیا ہے "جب اللہ تعالیٰ نے زمین
پیدا کی اور اسے علیحدہ کیا تو آسمان سے ایک فرشتے کو بھیجا جو زمین پر اترا اور ساتوین
زمین کے نیچے جا پہنچا اور زمین کو اپنے دوش پر رکہ لیا۔ ایک ہاتہ اسکا مشرق مین ہوا اور ایک مغرب مین
جو ساتون زمینون کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے لیکن اس فرشتے کے لئے پاؤن رکہنے کی جگہ نہ تہی اس خدا نے
جنت سے ایک گائے بہیجی جسکی پشت کو پاؤن رکہنی کی جگہ بنایا پہر بہی فرشتے کا پاؤن نہ ٹہہرا تو خدا نے
ایک دانہ یاقوت کا جنت سے لیا جسکی غلظت اس قدر وسیع ہے کہ پانچ سو برس
تک آدمی اسپر چلتا رہے اور اس دانے کو گائے کی پشت پر رکہدیا تب فرشتے کا پاؤن ٹہہرا
نیز اس گائے کے سینگ چالیس ہزار اقطار ارض سے باہر نکلے ہوئے ہین اور اسکے
نتھنے ہوا مین ہین جس سے دن بھر مین ایک مرتبہ سانس لیتی ہے سانس چھوڑنے سے سمندر
مین مد پیدا ہوا اور کھینچنے سے جزر۔ مگر اس گائے کے پاؤن رکہنے کی بھی کوئی جگہ نہ تھی تو
خدا نے ایک پتھر سبز پیدا کیا جسکی غلظت زمین و آسمان سے مشابہ ہے۔ اور ساتہہ ہی ایک
مچھلی پیدا کی جسکے جثہ پر اس پتھر کو رکہا۔ اور یہ مچھلی پانی کی سطح پر ہے اور پانی ہوا پر اور
ہوا ید قدرت پر رکی ہوئی ہے۔

سدی نے اپنے شیوخ سے روایت کی ہے کہ زمین کے ہر ایک طبقے مین آبادی
ہے دوسرے طبقے مین ہوا ہے جسمین ہے جس نے قوم عاد کو ہلاک کیا تہا۔ تیسرے طبقہ
مین جہنم کے پتھر ہین جسکا ذکر خدا نے یون کیا ہے "وقودہا الناس والحجارۃ" اور چوتھے طبقہ
مین کبریت ہے پانچوین مین جہنم کے افعی ہین۔ چھٹے مین جہنم کے بچھو ہین۔ اور ساتوین مین ابلیس

مع اپنے حواریون کے آباد ہے۔

عجائب المخلوقات مین شیخ سراج الدین ابن انوری نے عطار بن یسار سے اس قول خدا کی تفسیر مین روایت کی ہے "اللہ الذی خلق سبع سموت ومن الارض مثلہن" کہ ہر ایک طبقہ زمین مین تمہارے آدمؑ ونوحؑ وابراہیمؑ کی طرح آدمؑ ونوحؑ وابراہیمؑ ہین۔

قزوینی نے عجائب المخلوقات مین اس سے متعلق جو لکھا ہے وہ حقیقت سے قریب ہے جسکو علماے ہیئت نے ثابت کیا ہی "زمین ایک جسم کرہ ہے" اسکی طبیعت بارد ویابس ہے اور وسط کی جانب اسکا طبعی میلان ہے۔ لوگون کا گمان ہے کہ زمین کی شکل کروی شکل سے قریب قریب ہے، پانی سے جس قدر حصہ زمین خارج ہے وہ محدب ہے کیونکہ مختلف مقامات مشرق ومغرب مین کسوف وخسوف مختلف اوقات مین دیکھے گئے ہین اگر طلوع قمر ایک ہی آن مین ہوتا تو یہ اختلاف مقامون مین نہ پیدا ہوتا۔ زمین ثقلت کی وجہ سے بارد ویابس ہے ورنہ اسکی سطح پر حیوانات نہ جی سکتے نہ اسکے اندر کانون کا وجود ہوتا۔

زمین ہی افلاک کا مرکز ہے جو اسکے وسط مین قائم ہے اس نقطہ کے سوا جسکو خدا نے آبادی کے لئے کھول دیا ہے باقی تمام حصہ کو ہوا وپانی گھیرے ہوے ہین زمین کا آسمان سے تمام اطراف سے مساوی ہے، اسکی ظاہری سطح مین کوئی اسفل نہین ہے جیسا کہ ان لوگون کا گمان ہے جو علم ہیئت وریاضی سے ناواقف ہین۔

قدما کی راایون مین جو اختلاف تھا قزوینی نے انہین اس طرح بیان کیا ہے بعضون کا خیال تھا کہ زمین چارون جہت مین ایک پھیلی ہوی سطح ہے بعض کا خیال تھا کہ زمین ڈھال کی شکل کھتی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہوتا تو اسپر عمارت نہ ٹھہر سکتی نہ آدمی چل سکتا۔ کسی کا خیال تھا کہ زمین کی شکل نصف کرہ کی ہے۔ قدما سے جمہور کا خیال یہ تھا کہ جس طرح انڈے مین زردی رہتی ہے اسی طرح مدور زمین جوف فلک مین قائم ہے۔ اور تمام جہات سے بعد واحد ہے۔ ابوالہذیل کا بیان ہے کہ خدا نے زمین کو بلا کسی ستون اور علاقہ کے ٹھہرایا حکیم فیثاغورس کے اصحاب مین سے بعض کا خیال یہ تھا کہ زمین ہمیشہ سے علی الاستدارہ متحرک ہے اور رہیگی۔ یہ جو آسمان پر چلتے ہوے ادھر اُدھر تارے

نظر آتے ہین اسکی وجہ زمین کی حرکت ہے نہ خود کو اکب کی۔ اور بعض کہتے تھے کہ زمین وسط
مین قائم ہے۔ ہر ایک جہت سے فلک اپنی طرف کھینچتا ہے اس باہمی تجاذب کی وجہ سے
زمین اِدہر اُدہر نہین ہٹ سکتی۔ اسکی مثال یون ہے کہ کسی لوہے کے ٹکڑے کو رکھکر اسکے
گرد مقناطیس کو رکھدو تو وہ درمیان ہی مین رہے گا۔ اسی طرح فلک زمین کو چارون طرف
سے جذب کرتا ہے اور وہ وسط مین قائم ہے۔ بعضون کا قول تہا کہ زمین کے وسط مین ہونیکی
وجہ یہ ہے کہ فلک مدور ہے اور نہایت سریع الحرکۃ ہے جس سے وہ زمین کو وسط ہی مین
دفع کرتا ہے۔ اسکی مثال یون ہے کہ کسی گول شیشے مین ایک کنکر ڈالدو اور ڈورے مین
باندھکر نہایت قوت کے ساتہہ اس شیشے کو گہماؤ تو کنکر گول شیشے کے وسط ہی مین رہے گا۔
قزوینی کا بیان ختم ہوگیا۔

قزوینی نے اور بھی زمین کے متعلق لکھا ہے۔ متاخرین کے بیانات دیکھنے اور قزوینی کے
کلام کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے بھی لوگ ہیئت مین ماہر تھے گو آجکل کی طرح
یہ علم ایسا مضبوط اور مدلل نہ ہوا تہا۔

تحفۃ العجائب مین ابن اثیر نے بھی قزوینی کے قول کے مثل بیان کیا ہے مگر اسپر اتنا
اضافہ کیا ہے "جس جگہہ کوئی آدمی کھڑا ہوجائے اسکا سر آسمان کی طرف رہے گا اور پاؤن
زمین کی طرف اور اسکے سامنے نصف کرہ آسمان رہے گا۔ اگر وہ اسجگہ سے دوسرے مقام
پر چلا جائے تو آسمان کا کچہ پوشیدہ حصہ سامنے ہوگا جو پہلے مقام پر نہ تہا"۔ ۱۹ فرسخ کے بعد
ایک درجہ کا فرق ہوجاتا ہے۔ ایک ہی خسوف مختلف بلاد مین مختلف اوقات مین
دیکہا گیا ہے۔ اگر طلوع و غروب قمر ایک ہی وقت مین ہوتا تو یہ اختلاف واقع نہین
ہوسکتا تہا۔ اگر فرضی طور پر سطح ارض کے کسی مقام پر کہودنا شروع کرین تو ضرور دوسری
طرف نکلے گا۔

مذکورہ بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کی پیدائش سے بیشتر کے علما زمین کے
کرہ ہونے کے قائل تھے۔ مگر زمین کے مسطح ہونے کا اعتقاد قرون متوسطہ مین بھی علی العالم
قائم رہا اور آجکل بھی خصوصاً عوام الناس جہلا مین یہی خیال پھیلا ہوا ہے جو لوگ زمین کو

گائے کے سینگ پر قائم بتاتے ہین شاید انہون نے اس امر کو واقعی سمجھ لیا ہے کہ طبقات ارض کے نام گائے اور مچھلی وغیرہ ہین - تاہم علماے عرب ارض کو کرہ دریافت کرنے مین علماے یورپ سے بازی لے گئے ہین - ابن اثیر نے حسب ذیل واقعہ تحفۃ العجائب و طرفۃ الغرائب مین لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کرہ ہونے کے لوگ زمانۂ متوسط مین قائل تھے -

خلیفہ مامون رشید کی تحقیقات

علماے ہیئت سین کی یہ راے مامون کو معلوم ہوئی تھی کہ زمین کی مساحت چوبیس ہزار میل ہے اور اگر رسی کا کوئی کنارہ ایک جگہ قائم کرکے کرۂ ارض پر گھمائین یہانتک کہ وہ اس سرے سے مل جائے تو اس محدود زمین کی مساحت اس مقام سے جہان رسی کا ایک کنارہ قائم کیا گیا ہے ہر سمت مین برابر ہوگی - مامون کو حکما کی اس راے کی تحقیق کرنے کا شوق پیدا ہوا اور موسیٰ ابن شاکر کے تینون ریاضی دان بیٹون (محمد احمد حسین) کو حکم دیا کہ وہ اسکی تحقیق کرین، انہون نے پہلے یہ زمین کو معلوم کرنا چاہا جو مستوی ہو - لوگون سے معلوم ہوا کہ صحراے سنجار اور کوفہ کی زمین نہایت مستوی ہے - یہ معلوم کرکے ایک قابل اعتماد گروہ کو لیکر سنجار کی طرف پہونچے وہان پہونچکر ایک جگہ قیام کیا اور قطب شمالی کی بلندی اس مقام سے معلوم کی پھر اسی جگہ ایک میخ گاڑدی اور ایک نہایت لمبی رسی اس مین باندھکر اسکے ایک سرے کو لیکر سیدھے شمال کی طرف روانہ ہوے اور ایک ایسے مقام پر پہونچکر ٹھہر گئے جہان قطب شمالی کی بلندی پہلے مقام سے ایک درجہ زیادہ ہوگئی تھی پس انہون نے اس زمین کی پیمایش کی جو مقام روانگی سے آخر جاے قیام تک تھی تو ۶۶ ½ میل کی مساحت معلوم ہوئی - اسے ۳۶۰ درجہ مین جو کرۂ فلک کے دائرہ مین مانے گئے ہین ضرب دیا - حاصل ضرب (۲۳۸۸۰) میل ہوا جو کل مساحت ارض ہے - پھر اپنے پہلے مقام روانگی سے جہان میخ گاڑی تھی رسی کو لیکر جانب جنوب روانہ ہوے اور ایسے مقام پر پہونچے جہان قطب شمالی پہلے مقام سے ایک درجہ نیچا ہوگیا تھا - اس زمین کی بھی مساحت کی تو ۶۶ ½ میل معلوم ہوئی -

جب یہ قیاس صحیح نکلا تو یہ لوگ مامون کے پاس واپس آئے اور اپنی تحقیقات کی اطلاع دی مامون نے حکم دیا کہ کوفہ میں بھی جاکر تحقیق کرو چنانچہ وہ گئے اور مثل سابق انہیں کامیابی ہوئی اور وہی مساحت دریافت ہوئی جو صحرائے سنجار میں معلوم ہوئی تھی تب مامون نے صحت کا یقین کیا"

اُس زمانہ کے یورپ والے عربوں کی اس تحقیقات کو بالکل غلط سمجھتے تھے اور انکی جد و جہد کو جہالت اور بدعت پر محمول کرتے تھے۔ یہانتک کہ عوام الناس کو جمع کرکے صاحب اثر اور والی ملک علانیہ ان باتوں کی تکذیب کرتے تھے اور جو لوگ صحیح تصور کرتے اور اسکی تعلیم پھیلاتے تھے اُنہیں خارج البلد کر دیتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ عربوں کی تحقیقات کی تعلیم پھیلتی گئی اور علم ہیئت یورپ میں مروج ہوا جو علمی تحقیقات کا پہلا دن تھا۔ اسوقت بھی یورپ میں اس تحقیقات کو بالکل نہیں مانا گیا اور اس زمانہ کی تاریخ نہایت دلچسپ ہوگئی ہے۔ یورپ میں علمائے ریاضی کے خلاف دو گروہوں کی راے الگ قائم تھی ایک کی راے یہ تھی کہ خدا نے جس قدر اجرام پیدا کئے ہیں زمین کا جرم سب سے مساحت اور مسافت میں بڑا ہے اور اسکی قدرت کا اعلیٰ نمونہ ہے اور تمام کائنات اسی کے لئے پیدا کی ہے جو انسان کے فائدہ حاصل کرنیکے لئے اور خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اسلئے گرد گھومتے ہیں غرض کہ زمین ساکن ہے اور مرکز عالم ہے اور دوسرے قلیل گروہ کی راے یہ تھی جو علوم ہیئت کو پڑھتے تھے اور قدما کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے کہ زمین بہ نسبت دوسرے اجسام کے نہایت صغیر جرم ہے جو آفتاب کے گرد گھومتی ہے اس زمانہ میں تین باتوں کی طرف نہایت دلچسپی اور تحقیق سے بحث ہوتی تھی۔

(۱) زمین کی تاریخ۔

(۲) زمین کا مرکز کہاں ہے۔

(۳) انسانی مستقر کونسا حصہ ارض ہے۔

ہجرت کے بعد علماے عرب نے بہت سی جدید تحقیقاتیں کی تھیں اور یورپین قوموں سے مجاورت بھی رہی پھر بھی یورپ والوں کی عقل پر جہالت کا پردہ پڑا رہا اور ۱۵۵۶ء تک ایک ہی حالت قائم رہی۔

اسی سنہ مین تارہ دمدار طلوع ہوا جن لوگون نے اسکی دُم کو دیکھا کہ تقریباً ثلث فلک تک پھیلی ہوئی ہے تو اسے بدفالی سمجھی اور یہ سمجھا کہ ملک مین وبائے امراض اور دنیا مین عظیم الشان جنگ پیدا ہوگی۔ جب سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ فتح کیا تو انہون نے اپنی پیشین گوئی کے ایک حصہ کو اسی پر محمول کیا۔ عام طور پر گھنٹون کی آواز مین چارون طرف سے سنائی دیتی تہین۔ قیام نماز پر زیادہ مستعد ہوگئے تھے۔ اس قسم کے خیالات اسوقت تک دور نہوے جبتک کہ بخوبی علوم عرب کی یورپ مین اشاعت نہوئی اور لوگ مطالعہ کتب مین مصروف نہ ہوے۔

چودھوین صدی مین کارڈانال ڈی کوسا نے فیثاغورس اور ارخمیدس کی رایون کو ثابت کیا کہ زمین ایک کرہ ہے جو اپنے محور پر گھوم رہا ہے ۱۴۶۰ء مین کارڈینال یاکوس اور ۱۴۵۲ء مین جان مولر پیدا ہوے جنہون نے کارڈانال ڈی کوسا سے اتفاق کیا۔ شمالی پیرس مین شہنشاہ فرانس ہنری ثانی کے ڈاکٹر فارٹل نے زمین کی مساحت کی تحقیقات کی جیسا کہ ۷۰۰ برس پہلے مامون کے زمانہ مین ہوچکی تھی برد شیا سے ۱۵۳۶ء مین کوپرنیکوس نے ایک کتاب اجرام فلکی کے حرکات کے متعلق شایع کی۔ اس کے مقدمہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنی جدید رایون کی اشاعت سے جو عوام الناس کے خلاف تہین خوف پیدا ہوگیا تہا وہ لکھتا ہے۔

زمین سے متعلق موجودہ خیالات ادہورے ہین۔ ان حقایق پر کتب قدما مین بحث کی گئی ہے جنہین مین نے نہایت غور سے مطالعہ کیا۔ اور یہ معلوم ہوا کہ قدمانے زمین کے حالات کی توضیح کے لئے خطوط مقرر کئے ہین۔ میرے دل مین یہ خیال گزرا کہ مین بھی انکی تقلید کرون شاید غور و خوض کرنے کے بعد زمین کی حرکت کو دیکھکر اجرام فلکی کے حرکات دریافت کرون۔ چنانچہ اسی خیال کے موافق بڑی جد وجہد کے بعد مین نے اجرام فلکی کے حرکات کو واضح طور پر ثابت پایا اور معلوم ہوا کہ ہر ایک جرم فلکی ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح تعلق رکہتے ہین کہ کسی کا مرکز اگر متغیر ہوجاے تو ان تمام اجرام مین خلل عظیم واقع ہوجاے جس سے دنیا تہ و بالا ہوجائے۔ تہوڑی دور چل کر لکھتا ہے یہ کتاب جسے اب مین

پیش کر رہا ہون ۳۶ برس ہوے کہ لکھ چکا ہون - اسکی اشاعت سے عمداً مین رُکا رہا جس پر
کارڈینال شومبرگ نے بہت اصرار کیا تہا - اگرچہ مین بخوبی جانتا تھا کہ کسی حکیم کی راے
کا صحیح ہونا عوام الناس کے ماننے پر منحصر نہین ہے کیونکہ اسکی غایت ایک ایسی حقیقت کا
پتا لگانا اور اس تک پہونچنا ہے جہانتک رسائی کی قوت اور ادراک عقل انسانی کو خدا نے
عنایت کیا ہے پھر بھی مدت تک اسکی اشاعت مین پس و پیش کرتا رہا اور یہ سوچتا رہا کہ شاید
اصحاب فیثاغورس کے بیانات کی تقلید ہی مناسب ہو - اسکے بعد لکھتا ہے "مین ان لوگونکی
پروا نہین کرتا جو علوم ریاضی سے واقف نہین ہین - اور اپنی راے کے اظہار سے اپنی
اولویت ظاہر کرتے ہین - اور انہین کتب مقدسہ کے معانی محرفہ سے مطابقت کرتے ہین جو
مجھے بُرا بہلا اور میری کتاب کو ناقص کہین یہ کتاب ۱۵۴۳ء مین شائع ہوئی - اشاعت کے
تہوڑے ہی دن گزرے ہونگے کہ مصنف مر گیا -

یہ رائین جلد تر نہین پھیل سکین کیونکہ انہین بہت سی مخالفت رایون سے مقابلہ کرنا پڑا تہا
کوپرنیکوس کو مرے ہوئے سات برس گزرے تھے کہ **برونو** پیدا ہوا جس نے
دوران ارض کی تعلیم دی مگر عام مخالفت اور ایذا رسانی سے وہ سوئیڈن فرار ہو گیا -
وہان سے انگلستان پہونچا اور آکسفورڈ مین پہر تعلیم شروع کی مگر بدقسمتی سے بہت جلد یہان سے
بھی بہاگنا پڑا - اسی طرح فرانس اور جرمنی ہوا اسوئٹزلی مین وارد ہوا اور چھ برس کے لئے
قید کیا گیا - اس مدت کے ختم کرنے کے بعد اسکے جلا دینے کا فیصلہ کیا گیا کیونکہ بعض مذہبی
احکام سے اُس نے انکار کیا تہا - اسکی یہ بہی راے تھی کہ فضا غیر محدود ہے جس مین بہت سے
اجرام پائے جاتے ہین - یہی راے اسکی پھانسی کا باعث ہوئی جب حکمانے دیکہا کہ حرکت
ارض کے ماننے والے بُری طرح سے قتل کئے جاتے ہین تو اپنی رایون کے ظاہر کرنے
سے رُک گئے -

۱۶۳۲ء مین **گالیلی** نے نظام عالم کی تحقیق اور حرکت ارض کے اثبات مین
ایک کتاب لکھکر شائع کی جس کی پاداش مین وہ قید کر دیا گیا ان واقعات کو دیکھکر
یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو رائین عربون مین بسہولت اور تہوڑی مدت مین پھیل گئی تہین

وہ یورپ مین زمانۂ دراز کے بعد رائج ہوئین - باقی آئندہ -

صدیق احمد

حرص کے نقصانات

بہت سے دماغی جذبات و رجحانات اس قسم کے ہوتے ہین جو ہمکو اُس شخص کی خوبیون کے مٹا دینے کی ترغیب دیتے ہین جو بنی نوع انسان کی نگاہون مین کسی قسم کا امتیاز حاصل کر رہا ہو -

جن لوگون نے دنیا مین انہین موافقتون کے ساتھ قدم رکھا ہے اور کسی زمانہ مین اُسکے ہمپایہ خیال کئے گئے ہین ضرور اُسکے کمالات کی شہرت کو اپنی کمی اور خفت کا سبب خیال کرینگے اور اسلئے یا تو اُسکے گزشتہ واقعات زندگی مین سے کوئی عیب نکالکر اُسکی تضحیک و تذلیل کرینگے یا اُسکے موجودہ کمالات مین سے ایسی ایسی بُرائیان اختراع کرینگے جنکی وجہ سے وہ ترقی کے میدان مین اُنکے برابر ہی رہجاے اور ایک قدم بھی آگے نہ نکل سکے -

اُسی قسم کے خیالات اُن لوگون کے تنفر کو اُبھارتے ہین جو کسی زمانہ مین اُس سے ممتاز تھے کیونکہ وہ اُسکے تفوق کو اپنے ذاتی کمالات کے انحطاط کا سبب خیال کرتے ہین اور اس خوف سے کہ مبادا اُنکے ذاتی امتیاز مین کسی قسم کا فرق آجائے اُسکی شہرت کے مٹانے اور برباد کرنے کے درپے ہوجاتے ہین -

وہ لوگ جو کسی زمانہ مین اُسکے ہمرتبہ تھے اُس سے اسلئے حسد کرتے ہین اور اُسکی تذلیل کے اسوجہ سے خواہشمند ہوتے ہین کہ اب وہ اُنسے معزز ہے اور وہ لوگ جو کسی زمانہ مین اُس سے برتر تھے اسوجہ سے اُسکا زوال چاہتے ہین کہ اب وہ اُنکا ہمپایہ ہے -

لیکن وہ شخص جسکی غیر معمولی شہرت نے اُسکو دوسرون کے خیال مین ممتاز بنا دیا ہو اپنی جانب صدہا ایسی نگاہین متوجہ کر لیتا ہے جو نہایت موشگافی اور ژرف بینی سے اسکے ہر انداز پر غور کرتی ہین مختلف طریقون سے اُسکے مبلغ کمالات کو جانچتی ہین اور رسوائی اور غیر اطمینانی کی حالت مین

اوسکو دیکھکر مطلق خوش نہین ہوتین ۔

بہت سے لوگ اِس قسم کے ہین جنکو کسی کی شہرت کی تردید یا کسی معزز اور باکمال شخص کی کمزوریونکی تشہیر مین بڑا لطف آتا ہے ۔ وہ اپنے اِس قسم کے معلومات کو جو صریحًا اُنکی بدطینتی اور کوتاہ اندیشی کا نتیجہ ہین ۔ پوشیدہ تفاخر کے ساتھ مشتہر کرتے پھرتے ہین اور اپنی عجیب اور حیرت انگیز معاملہ فہمی پر جس نے بمقابلہ دوسرون کے زیادہ باریک بینی سے کام لیا ہے ۔ اُن باتون کی تحقیق و تنقید مین کامیاب ہوئی ہے جن سے دوسرے قاصر تھے ۔ اور اُس پیرہن مین عیوب نکالکر دکھا دیتے ہین جنکے لوگ اس درجہ معترف اور ثنا خوان تھے ۔ ناز کرتے ہین ۔

اکثر ایسے لوگ یہی ہین جو اُن کمزوریون کو جو اُنمین پائی جاتی ہین جب کسی معزز اور سربرآوردہ شخص مین دیکھتے ہین تو باطنی مسرت کے ساتھ اُنکو دوسرون پر ظاہر کرتے ہین اور اکثر معاملات مین اپنے کو اُس سے بہتر پاکر اتراتے ہین اور خوش ہوتے ہین ۔

شاید وہ یہ سمجھتے ہین کہ چونکہ خود اُس قسم کی لغزشون سے پاک ہین لہذا جب دوسرون کے عیوب نکالکر دکھائین گے تو درپردہ اُنکی شہرت قائم ہوگی ۔

اکثر ایک معزز اور غیر معمولی شہرت والے شخص کی عیب جوئی مین اُن لوگون سے زیادہ کوئی سرگرم ثابت نہین ہوا ہے جو خود اسی قسم کے عیوب سے بھرے ہوے ہین جسکی وجہ یا تو یہ ہے کہ ایک معزز مثال کی بنا پر وہ اپنے لئے معافی کا پروانہ حاصل کرنا چاہتے ہین یا دل ہی دل مین یہ خیال کرکے کہ وہ ایک معزز شخص سے اس درجہ مشابہ ہین خواہ یہ مشابہت اُسکے بُرے اور قابل الزام افعال ہی مین کیون نہو خوش ہوتے ہین ۔ لیکن اگر تذلیل کے یہ نامعلوم ذرایع ناکامیاب رہجاتے ہین تو ایسا بہت کم دیکھا گیا ہے کہ ایک تجسس پسند شخص کی طبیعت پھر اُسے ترغیب دے کہ وہ ایک معزز آدمی کی شہرت پر حملے کرے اور اُسکے نام کو دوسرون کی شماتت کا نشانہ بنائے ۔

اگر ایک معمولی شخص کی عیب جوئی کرکے اُسکی کمزوریان دکھائی جائین تو لوگون کو اسقدر مسرت نہوگی جسقدر کہ اُس حالت مین ہوتی جبکہ اُس شخص کی غلطیان اُسکے روبرو پیش کیجاتین

جسکی خوبیون اور کمالات نے اُسے لوگون کی نگاہون مین ممتاز و مفخر بنا دیا ہے۔
یا تو اِسکا یہ باعث ہے کہ ہم خیال کرتے ہین کہ ایک سربرآوردہ شخص کی عیب جوئی جسکے
خصائل کے لیئے یہ باتین نہایت بیموقع اور نازیبا ہین۔ ہماری ہوشیاری اور طباعی کو
ظاہر کریگی۔ یا ہمارے دل مین بدلہ لینے کی ایک ایسی خواہش مضمر ہے جو ہمکو اس بات پر
آمادہ کرتی ہے کہ ہم اُسکی تذلیل کرین اور اُسکی شہرت کو نیست و نابود کرکے اُسکا بھی وہی
درجہ بنائین جو ہمارا ہے۔
اسی طرح دوسرون کی تذلیل و تحقیر کے صدہا باریک اور پیچیدہ ذرائع ہین۔ اور بہت سے
نکتہ چین اشخاص باکمال لوگون کی فکر مین جو ہر وقت اس قسم کی موشگافیون کے مقابلے کے لیئے
تیار نہین رہتا لگے رہتے ہین۔
یہ بات تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کی عزت جو ہماری نگاہون مین ہے۔ جب وہ ہمسے قریب
ہو جاتا ہے تو بہت کچھ کم ہو جاتی ہے اور جسوقت ہمارے سامنے کسی معزز شخص کی تعریف
کی جاتی ہے تو اُسی کے ساتھ اُسکی کمزوریون کی ایک فہرست بھی ضرور پیش کر دی جاتی ہے
یا تو اُسکا یہ باعث ہے کہ ایسے لوگون کے چال چلن مین ایک خفیف سا دھبہ بھی بمقابلہ دوسرو
کے زیادہ واضح اور روشن معلوم ہوتا ہے۔ اسلیئے کہ وہ اُنکے جملہ عادات و اطوار کا کوئی جز
نہین ہوتا۔ یا یہ کہ کسی شخص کے لیئے اُنکی زندگی کے سب سے اہم اور ضروری مسائل پر نگاہ
رکھنا اور اُنکے رتا و رگھتگو کی جزی باتون کو ایک ہی وقت مین بنظر تحقیق دیکھنا ممکن نہین جیسا
کہ مین نے اوپر بیان کیا ہے۔ ہماری طبیعت کا وہی رجحان جو ہمکو شہرت حاصل کرنیکی ترغیب
دیتا ہے قدرتاً ہمارے روبرو ایسی تصویر پیش کر دیا کرتا ہے جنکی جانب اُن لوگون کو جن کی
طبیعت کی اُفتاد ہمسے جداگانہ ہے کبھی توجہ تک نہین ہوتی۔
یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ممتاز اور سربرآوردہ اوصاف معمولی الزامات اور نکتہ چینیون
سے بہت کم اثر پذیر ہوتے ہین۔ لیکن اُسکے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ اگر اکتساب شہرت کی
دھن مین یا انسانی کمزوری کے تقاضے سے زندگی کے سب سے اہم اور ضروری معاملات مین
کسی قسم کی غلطی ہو جائے تو تفوق اور امتیاز کے سارے منصوبے خاک مین ملجاتے ہین۔

معمولی رہتے تو اُس روشنی کی برکت سے جو ہر جانب سے اُسے محیط ہے زائل ہو سکتے ہین لیکن اگر اتفاق سے وہی رہتے گہرے ہو گئے تو اُسکی تمام خوبیون کو مٹا کر اُسکے چال چلن کو تاریک بنا دیتے ہین ۔

پس اُس شخص کو جو اس قسم کی لغزشون سے جو باوجودیکہ نہایت ہی چھوٹی اور معمولی ہوتی ہین لیکن ظاہر ہونے کے بعد بہت ہی اہم اور قبیح نظر آنے لگتی ہین ۔ خاصکر جب وہ رنگ آمیزی کر کے ایسے لوگون کی زبانی بیان کیجاتی ہین جو کسی زمانہ مین اُس سے معزز یا اُسکے ہمرتبہ رہے ہون ۔ یا ایسے لوگون کے منہ سے سُنی جاتی ہین جو اپنی طباعی اور دقیقہ شناسی کا اظہار کرتے پھرتے ہون یا خود اسی قسم کی لغزشون مین مبتلا یا اُنسے مبرا ہون ۔ پاک نہو ۔ اپنے اُس نام کا قائم رکھنا جسکو کہ اُسنے حاصل کیا ہے سخت مشکل ہوگا ۔

لیکن اگر دوسرون کی طبیعتین اس قسم کی نہو تین اور نیز وہ بھی اس قسم کی کمزوریون سے پاک ہوتا تو اُسکو انتہائی عزت و مرتبت حاصل کرنے اور اپنی شہرت کے قائم رکھنے مین ذرہ برابر دقت نہ اُٹھانی پڑتی ۔

ایسے لوگون کے چال چلن مین ایک ایسے ممتاز اور مرتفع واقعات کے سلسلہ کا ہونا جو اُنکی شہرت کو تا زمان زندگی دنیاوی معاملات مین قائم رکھ سکے لازمی اور ضروری ہے کیونکہ اگر وہ سلسلہ دفعتہً ایک حالت پر آکر ٹھہر جائے تو قدرتاً اُنکی شہرت مین زوال شروع ہو جائیگا ۔

تعریف ایک ایسا قلیل جذبہ ہے جو تا وقتیکہ اُسکے لئے نئے نئے اسباب نہ ظاہر ہوتے رہین اور مسلسل دائمی اور حیرت انگیز معلومات کے ذریعہ سے قائم نہ رکھی جائے ۔ اُس چیز کی ماہیت دریافت کر لینے کے ساتھ ہی جسکا کہ وہ نتیجہ ہے فوراً زائل ہو جاتی ہے ۔

بسا اوقات بڑے بڑے اولوالعزم اور نام آور اشخاص کے پرامتیاز کارنامون کو بھی اسی قسم کی موافقت کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور خواہ وہ کتنے ہی عجیب و حیرت انگیز ہون لیکن خاصکر اُنکی ذات کے لئے ایک معمولی بات خیال کئے جاتے ہین اور اگر اُس رتبے کے نہین ہوتے جس رتبے کا کہ اُنکو ہونا چاہیئے تھا تو وہ دوسرون کے امتیاز کا ذریعہ ہون لیکن خاصکر اُنکے لئے جن سے کہ اس سے زیادہ کی امید کی جاتی تھی ذلت اور سُبکی کا باعث ہونگے ۔

کسی شخص کو خیال گزرتا ہوگا کہ شہرت کوئی نہایت ہی مسرت افزا اور فرحت بخش صفت ہے اور وہ یہ بات دیکھکر متعجب ہوتا ہوگا کہ باوجود ان سب تکلیف دہ باتون کے وہ انسان کو اپنے حاصل کرنے کی ترغیب دیتی رہتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اُسکے جب ہم اُس قلیل المقدار اور عارضی مسرت پر جو ایک سربرآوردہ شخص کو حاصل ہوتی ہے۔ غور کرتے ہین اور اُن بے اطمینانیون کو جو ایک حریص آدمی کو نصیب ہوتی ہین دیکھتے ہین تو ہمکو اسقدر غیر مطمئن امیدوارانِ رفعت کو دیکھکر اور بھی استعجاب ہوتا ہے۔

عروج کا شوق روح مین ایک انتشار سا پیدا کر دیتا ہے۔ اُسکی وجہ سے دماغ مین ایک قسم کی گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ مختلف اور مسلسل خیالات کا مخرج بنجاتا ہے۔

اُسی کی وجہ سے روح ہمیشہ ایک ایسی فضول اور موہوم خوبی کی تلاش مین رہتی ہے جسکی وجہ سے نہ تو اُسکو کچھ اطمینان حاصل ہوتا ہے اور نہ اُسکے انتشار مین کسی قسم کی کمی واقع ہوتی ہے۔ بہت سی دوسری چیزین جنکے ہم آرزومند ہوتے ہین۔ ہماری ضرورت کو پورا کر دیتی ہین۔ اور تھوڑی دیر کے لئے ہماری خواہشون کو اُنکی وجہ سے اطمینان ہو جاتا ہے۔ لیکن شہرت ایک ایسی شے ہے جو ہماری جبلت سے اسدرجہ متغائر ہے کہ ہماری روح مین کوئی ایسا جوہر نہین جو اُس سے مطابقت رکھہ سکے اور نہ ہمارے جسم ہی مین کوئی ایسا عضو ہے جسمین اُسکے پرلطف بنانیکی قابلیت موجود ہو۔

غرضکہ یہ ایسی خوشی ہے جس سے کسی قسم کا پھل متوقع نہین ہو سکتا۔

یہ ممکن ہے کہ اُسکی وجہ سے دماغ تھوڑی دیر کے لئے مختل مسرتون سے بہر جائے لیکن یہ مسرتین اس قسم کی ہوتی ہین کہ اپنے حاصل کرنیوالے کو طرح طرح کے انتشار اور پریشانیون کا شکار بنا دیتی ہین اور بجائے اسکے کہ اُنکی وجہ سے موجودہ خواہش مین کسی قسم کی کمی ہو جائے آئندہ باتون کی ترغیب ہوتی ہے اور روح کو نئے نئے مہمات کے لئے آمادہ ہونا پڑتا ہے۔

ایسے طالبان عروج بہت کم ہین جنہون نے خاطر خواہ شہرت حاصل کر لی ہو اور اُنکی خواہشین اُنکے انتہائی عروج کے زمانہ مین بھی ویسی ہی سرگرم و پرجوش نہ رہی ہون جسقدر کہ اُس زمانہ مین تھین جبکہ لوگون کی نگاہون مین اُنھون نے یہ وقار نہین پیدا کیا تھا۔

سیزر کے خصائل مین سے ایک اس مقولہ کے (مین اپنی شہرت اور دنیوی حصص سے بکلی آسودہ ہوگیا) جسکو کہ سسرو کے قول کے بموجب وہ ہمیشہ استعمال کیا کرتا تہا اور کوئی ایسی بات نہین جو بالتخصیص ہمکو اُسکی یاد دلاتی ہو۔

اکثر لوگ شہرت حاصل کرنیکی خواہش سے باز آگئے ہین جسکا سبب یا تو یہ ہوگا کہ اُنکو اپنے مقاصد مین قطعی ناکامیابی ہوئی ہوگی۔ یا اُنہون نے اُسکی عارضی اور قلیل المقدار مسرت کو ہیچ سمجہا ہوگا۔ یا کبرسنی کے باعث اُنکے سارے ولولے اور جذبات سرد پڑگئے ہونگے لیکن ایسا بہت کم دیکہا گیا ہے کہ کسی نے اُسکو اسوجہ سے ترک کردیا ہو کہ اُسکو اُسمین خاطر خواہ مسرت حاصل ہوچکی تھی اور وہ اُس سے زیادہ کی آرزو نہین رکھتا تہا۔

شہرت صرف بذات خود ایک غیر مطمئن صفت نہین بلکہ بسا اوقات اُسکی آرزومندی بھی ہمکو اُن اتفاقی تکالیف اور پریشانیون مین مبتلا کرتی ہے جن سے وہ لوگ جو اسقدر اُسکے خواہشمند نہین ہمیشہ محفوظ رہتے ہین۔

ایک حریص آدمی کس درجہ مایوس ہوجاتا ہے۔ جب اُسکی تعریف اُس موقع پر نہین کی جاتی جس موقع پر کہ اُسکا مترصد ہوتا ہے۔

اکثر اُسکو اُس قسم کی تعریفون سے بھی رنج پہونچتا ہی جو اُس درجہ کی نہین ہوتین جس درجہ کی کہ اُنکے ہونیکی امید کی گئی تھی۔ کیونکہ اِس قسم کی تعریفین سوا چند مخصوص حالتون کے جبکہ اُنمین خوشامد کا پہلو بھی شامل ہو بہت کم کی جاتی ہین جسکا سبب غالبًا یہ ہے کہ کوئی شخص ہمارا وہ درجہ نہین سمجہتا جو درجہ کہ ہم خود اپنا سمجہتے ہین پس جب وہ تعریف کی حالت مین بھی رنجیدہ اور دلگیر ہوجاتا ہے تو عیب جوئی اور نکتہ چینی کی مذالتون کو کیونکر گوارا کرسکے گا اسلئے کہ وہی طبیعت جو اُسکو شہرت پسندی کی ترغیب دیتی ہے عیب جوئی اور نکتہ چینی سے متنفر بناتی ہے۔ جب لوگونکی غیر معمولی تعریف کی وجہ سے وہ مارے خوشی کے جامے مین نہین سماتا۔ تو عیب نمائی کی حالت مین پریشان بھی انتہائی درجہ کو ہوگا۔

لہذا غور کرنیکی بات ہے کہ ایک حریص آدمی کی وہ مسرتین جن پر وہ شخص کو غلبہ دیتا ہے جنکو ہر کس و ناکس کی رائے زنی کا تابع بناتا ہے اور خود ملامت و رسوائی کا نشانہ بنکر اپنے

قدرتی دماغی اطمینان کو خاک مین ملا دیتا ہے۔ خاصکر جب وہ اس بات سے خوب واقف ہے کہ دنیا بہ نسبت تعریف کرنے کے عیب جوئی کی زیادہ عادی ہے اور خود اُسکی ذات مین بمقابلہ کمالات کے عیوب زیادہ پائے جاتے ہین کسقدر محدود ہے۔

ہم آئندہ یہ کہنا چاہتے ہین کہ ایسے لوگون کو شہرت حاصل کرنے مین اتنی خوشی نہین ہوتی جتنا کہ اُنکو اُسکے ضائع ہوجانے مین رنج ہوتا ہے۔

گو ایسی موہوم مسرت کی موجودگی ہمکو چندان خوشوقت نکرے لیکن اُسکا زوال ہمکو بے انتہا پریشان و تباہ حال کردیتا کرتا ہے۔ کیونکہ جب ہم کسی شے سے لطف اُٹھاتے ہین تو ہمکو صرف اُس خوشی کا اندازہ ہوتا ہے جو اُسی کی وجہ سے ہمکو حاصل ہوتی ہے۔ لیکن جب ہم اُسے ضائع کردیتے ہین تو اُسکا غم اُسکی اصلی قیمت کے اندازے کے مطابق نہین کرتے بلکہ اُس اندازے کے مطابق کرتے ہین جسکو کہ ہمارے تخیل نے اُسکے متعلق قائم کرلیا ہے۔

یہ ہین خوشیان جو شہرت ہمارے لئے اپنے ساتھ لاتی ہے۔ اور یہ ہین غیر اطمینانیان جنکا کہ وہ ہمکو معمول بناتی ہین۔

شہرت کی خواہش بہت سے پریشان کردینے والے جذبات ہمارے دماغ مین پیدا کردیتی ہے۔ اور تاوقتیکہ اپنے مطلوب کو حاصل نہین کرلیتی۔ بجاے کم ہونے کے بڑھتی جاتی ہے۔ اُسکی موجودگی سے ہمکو بہت کم خوشی حاصل ہوتی ہے۔ گو اُسکا زوال ہمارے لئے بہت ہی تکلیف دہ اور دلشکن ہوتا ہے۔ اور یہ عارضی مسرت بھی جسکا کہ اُوپر بیان ہوچکا ہے دوسرون کی خواہش پر اس درجہ منحصر ہوتی ہے کہ جسکی انتہا نہین۔

ہم صرف اُن نکتہ چینیون کی وجہ سے رنجیدہ نہین ہوتے جو ہمارے متعلق کی جاتی ہین۔ بلکہ لوگون کی بموقع خاموشی بھی اکثر ہمکو پریشان کردیا کرتی ہے۔ اور ہم بسا اوقات اُنکی تعریف و تحسین کو بھی اپنی ذلت اور اُسکی کا باعث خیال کرتے ہین۔

سید محمد ہادی۔ مچھلی شہری۔

مخمس قومی

از جناب مولوی سید محمد کاظم حسین صاحب کنتوری مقیم کن

کہین رقص اندر سبھا ہو رہا ہے — کہین پھر پہ نکی دوا ہو رہا ہے
کہین کچھ تماشا نیا ہو رہا ہے — تہین کھیل کا مشغلا ہو رہا ہے
زمانے مین دیکھو تو کیا ہو رہا ہے

زمانہ جو ہمسے خفا ہو رہا ہے — کوئی رنج مین مبتلا ہو رہا ہے
کسی پر نزول بلا ہو رہا ہے — رواج فریب و دغا ہو رہا ہے
فسادون سے دل آشنا ہو رہا ہے

ہماری وہ اگلی سی حالت نہین ہے — مگر چشم دلمین بصارت نہین ہے
فسانہ نہین ہے حکایت نہین ہے — مسلمانون کی یہ شکایت نہین ہے
مقدر کا اپنے گلا ہو رہا ہے

ان آنکھون نے وہ انقلابات دیکھے — کہ دل ہل رہا ہے تصور سے جنکے
غضب ہے کہ پھر بھی نہین ہم سنبھلتے — جو بھوے ہین تدبیر کے سب طریقے
نہان آنکھ سے مدعا ہو رہا ہے

طبیعت جو خود غرضیون مین پلی ہے — بری بات کو جانتے ہین بھلی ہے
مسلمانون کا حال سب پر جلی ہے — ہوائے تخالف کچھ ایسی چلی ہے
کہ بھائی سے بھائی جدا ہو رہا ہے

ہمارے خیالات ابتر ہوے ہین — رعونت پہ مائل یہ خود سر ہوے ہین
نزاع و حسد نقش دل پر ہوے ہین — سبھی خواہ قومی کبھی مضطر ہوے ہین
بہم یا خدا یا خدا ہو رہا ہے

کمالاتِ علمی سے خالی ہی سینہ — فسادات کا بنگیا ہے خزینہ
اُبھرنے کا بنتا نہین ہے قرینہ — بھنور مین ہے محصور قومی سفینہ
پریشان ہر ناخدا ہو رہا ہے

نہ کوشش سے مطلب نہ ہی کام کد سے — پڑے دور ہین منزلون جہد و جد سے
نہین ہمکو پرہیز افعال بد سے — اُبھرتی نہین قوم قعرِ حسد سے
مقدر بھی کیا نارسا ہو رہا ہے

ہمارے طبایع کا ہی رنگ بدلا — سمجھتے نہین ہین بُرا اور اچھا
بُرائی پہ آمادہ ہے ہر بیگانا — عدو سے عبث ہی گلا دشمنی کا
مخالف ہر اک آشنا ہو رہا ہے

خیالات ناقص دلون مین ٹھنے ہین — نہ وہ ولولے ہین نہ وہ طنطنے ہین
اودھر وہ تنے ہین ادھر یہ تنے ہین — مسلمان آپس مین دشمن بنے ہین
یہ حقِ اخوت ادا ہو رہا ہے

ہوئی علم و حکمت کی خاموش مشعل — جہالت کا ہر سمت روشن ہی مقعل
خصائل مین تلخی ہے مانند حنظل — روش اپنی ہی شوق اشتغالِ مہمل
مری قوم مین ہاے کیا ہو رہا ہے

کہین خود نمائی کی واہین وکا مین — کہین حسن کی ہوتی ہین داستا مین
کہین گانون پر تصدق ہین جانین — کہین اُڑ رہی ہین گوئیون کی تانین
کہین ناچ کا مشغلا ہو رہا ہے

کوئی مول لیتا ہے اسباب جرمن — زبانون پہ ہی وصف ارباب لندن
حکایات اسلاف ہین اولڈ فیشن — کہین انگبورا کہین ذکر اُلین
کہین قصہ درجنبا ہو رہا ہے

جگاتا ہی کوئی بٹیرون کو شب بھر — لڑاتا ہے گلدم کوئی دنکوا کشہ
کہین حد سے زائد پلے ہین کبوتر — کہین شرط کے ساتھہ اُڑتے ہین تیتر

کہین آشکارا جوا ہو رہا ہے

بڑھی ہے نہ مشرب ہوے کم نمازی ہوئی قصہ خانگی مین درازی
کہین ہے لڑائی کہین فتنہ سازی کہین لوگ کرتے ہین کنکوے بازی

کہین یہ کٹا وہ کٹا ہو رہا ہے

جگہہ دی ہی اپنے دلون مین کسل کو سمجھتے ہین شیرین خوشامد کے پھل کو
نہین ترک کرتے ہین ناقص عمل کو خوش آتا ہے اسراف اہلِ دول کو

یونہین خرچ سب روپیہ ہو رہا ہے

الٰہی رہے قوم کا بول بالا مٹے یہ خرابی مٹے یہ کسالا
وہی امر ہوگا جو ہے ہونیوالا کرو شیفتہ بند یہ راگ مالا

تمہین کیا برا یا بھلا ہو رہا ہے

خدنگِ نظر

اُردو علم ادب کا ایک ترقی یافتہ ماہوار رسالہ جو اعلیحضرت بندگان عالی حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ کی مبارک تقریب سالگرہ کی قدیم علمی یادگار ہے۔ اور ۱۸۹۷ء سے نہایت آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ اسمین علمی۔ اخلاقی۔ ادبی۔ تاریخی مضامین اعلیٰ درجے کی نظمین غزلیات اور دیگر اصناف سخن کے دلکش نمونے شایع ہوتے ہین۔ یہ رسالہ ہندوستان مین مڈن لٹریچر کا ایک عمدہ نمونہ اور معزز امرای دکن اور عام باذاق حضرات کی قدردانی کا مستحق ہے۔ شمالی ہندوستان مین دربار دکن سے اس عقیدتمندی کی نظیر خدنگِ نظر سے پہلے نہین دیکھی گئی۔ نمونے کے لئے صرف ۳ ر کے ٹکٹ کافی ہین قیمت سالانہ مع ناول عصا بلا ناول ۱۲ مع محصول۔

المشتہر

منیجر خدنگ نظر لکھنو

اردوی معلی

یعنے

صحیح اور فصیح اردو کا ایک قابل دید رسالہ جو ہر انگریزی مہینے مین علیگڈھ سے شایع ہوتا ہے

کاغذ ولایتی حجم ۵۲ صفحے تقطیع ۲۰ + ۲۶ لکھائی چھپائی بغایت پسندیدہ

جسکے ساتھ

ہر سال اساتذۂ قدیم کے غیر مطبوعہ دواوین مین سے تین دیوان معہ دیباچہ و شرح مختصر مفت ہدیۂ ناظرین ہوتے ہین[1] قیمت مع رسالہ دواوین للعہ رسالانہ مع محصول۔

(درخواست خریداری بنام سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے اڈیٹر اردوی معلی علیگڈھ)

[1] چنانچہ اس سال دیوان جعفر علی حسرت اُستاد جرأت و دیوان جرأت و دیوان تنہا شایع ہونگے۔

ضوابطِ دبدبۂ آصفی

دفعہ ۱ ۔ یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شایع ہوتا ہے ۔ اسکے تمام حقوق عالیجناب وزارت پناہ نے مہتمم رسالہ کو مرحمت فرمائے ہین اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے ۔

عام سالانہ پیشگی مع محصول (للعہ)

عمائد و عہدہ داران عالیمرتبہ سے دس روپیہ (عہ ۹)

امرائے عظام و رؤساے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو قدردانی فرمائین ۔

دفعہ ۲ ۔ مضامین بشرط پسند کمیٹی طبع ہون گے جو مضمون اعلیٰ درجے کا ہوگا اُسکے شکریے مین ایک اشرفی دیجائیگی ۔

دفعہ ۳ ۔ اشتہارات کی چھپائی بذریعۂ تحریر طے ہوسکتی ہے ۔

دفعہ ۴ ۔ نمونے کا پرچہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے ۔

دفعہ ۵ ۔ خط و کتابت اس پتے سے ہونی چاہیئے ۔

(محبوب پریس علاقۂ پیشکاری بنام مہتمم محبوب الکلام و دبدبۂ آصفی)

۶ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۲ھ

نمبر (۴) جلد (۸)

دبدبۂ آصفی

اخلاقی ۔ علمی ۔ تاریخی ۔ ادبی مضامین کا ماہوار رسالہ

یادگار جشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت حضور پرنور نواب میر محبوب علیخان بہادر

نظام الملک آصفجاہ فتح جنگ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

حسب الحکم

وزارت پناہ فرستوست دستگاہ سر مہاراجہ بہادر

یمین السلطنۃ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی

محبوب پریس علاقہ پیشکاری حیدرآباد دکن سے شائع ہوا

فہرست مضامین

یورپ میں علم تاریخ کے معانی کی بر قلمونی۔ — خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی۔

عربی مضامب تعلیم۔ — مولوی عبد القدیر صاحب (مولوی فاضل)

علم کی حقیقت۔ — ایضاً۔

زمین۔ — مولوی صدیق احمد صاحب۔

عید سعید۔ — منشی اساتذہ صاحب۔ استاد لکھنوی

اسلامی تطبیقے۔ — مولوی اکبر علی صاحب۔

نظم۔

ریویو۔ — مہتمم

سیتالیس وفا دار جاپانی۔ سبزی ترکاری۔

درخت۔ جنگ روس وجاپان حصہ اول۔

اشتہارات۔



تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں پچاس ہزار

یورپ مین علم تاریخ کے معانی کی بوقلمونی

یورپ کے ارباب کمال نے علم تاریخ کے معانی مختلف زمانون مین طرح طرح سے بیان کئے ہین سب سے اول قبل از مسیح ساتوین صدی مین ہیروڈوٹس ایک بڑا نامور مورخ گذرا ہے جسکا لقب قدیم مورخون کا باپ ہے ابوالمورخین ہے وہ علم تاریخ کی تعریف یہ کرتا ہے کہ جب انسانون کا بڑا اجتماع ہوتا ہے اور اس اجتماع کی معاشرت مین تعلقات تمدنی و مذہبی و اخلاقی و تجارتی سیاسی و علمی پیدا ہوتے ہین تو ان سب باتون کے بیان کرنے کو علم تاریخ کہتے ہین۔ انسان کے مدنی الطبع ہونے کے سبب سے ان مین برابر نہ رشتہ باہمی پیدا ہوتی ہے وہ جن انقلابون سے محکوم ہوتا ہے جو اسباب اسکے ارتکاب افعال کے ہوتے ہین اور ان سے جو نتائج پیدا ہوتے ہین ان سب باتون کی علم تاریخ تنقیح و تشریح کرتا ہے اور صفائی اور راستی کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

سولھوین صدی مین انگلینڈ مین لارڈ بیکن جو بڑا نامور دانشور مدبر و حکیم گذرا ہے وہ علم تاریخ کو شاعری و فلسفہ پر اس طرح فضیلت دیتا ہے کہ انسان کے قوائے عقلیہ تین ہین۔ حافظہ متخیلہ فہم۔ اگر حافظہ نہو تو متخیلہ و فہم دونون معطل ہین اسلئے یہ دونون حافظہ کے محکوم ہین۔ علم تاریخ حافظہ سے متعلق ہے اسلئے وہ شاعری سے جو قوت متخیلہ سے متعلق ہے اور فلسفہ سے جو قوت فہم سے متعلق ہے افضل ہے۔

اٹھارھوین صدی مین جرمن مین ہیگل بڑا نامور مورخ ہوا ہے وہ علم تاریخ کو ان تین قسمون مین

منقسم کرتا ہے۔

اول جن واقعات کو ہم دیکھین یا اورون سے سُنین اُنکو من عن لکھدین اپنی طرف سے اُنمین دخل در معقولات نہ دین نہ کچھ گھٹائین نہ بڑہائین۔ راویون کے روایات کو بے کم و کاست لکھدین اِسکا نام خالص علم تاریخ ہے۔

دوم اس خالص تاریخ کے مصالحہ اور مادون مین مورخ اِس تحقیق مین اپنی ساری ذہانت اور استعداد کو صرف کرے کہ کون سے واقعات صحیح اور کون سے واقعات غلط ہین اور اُنکے صحیح و غلط ہونے کے وجوہ و دلائل کیا ہین اور کیون غلط ہے سر و پا واقعات کو لوگون نے صحیح مان لیا ہے۔ یہ سب تحقیقاتین از روے تاریخ ہون۔

سوم تاریخی واقعات مین مقدمات کو مرتب کرین اور اِن سے نتایج استخراج کرین اور کل واقعات کی تنظیم کرکے ایک سلسلہ مین مسلسل کرکے سب کو واحد بنادین اور اسمین اسباب و نتایج سے بحث کرین اور علل و معلول کا سلسلہ قائم کرین۔

انگلستان مین اُنیسوین صدی مین **بکل صاحب** مشہور مورخ ہوے ہین وہ علم تاریخ کی تعریف یہ کرتے ہین کہ انسان کی حالتون مین جو نیچر تغیرات کرتا ہے اور نیچر مین انسان جو تصرفات کرتا ہے علم تاریخ ان تغیرات اور تصرفات کو بیان کرتا ہے اور مافوق الفطرت واقعات یعنے خرق عادات و کرامات و معجزات کو وہ خارج کرتا ہے جن سے قدیمی تاریخین بھری ہوئی ہین۔

اُنیسوین صدی کے کامل مورخ **کارلائل صاحب** بیان کرتے ہین کہ مورخ کا فرض یہ ہے اور اسکی خدمت یہ ہے کہ وہ اِس بات پر غور کرے کہ آج جو ہم ہری کوپلین نکلی ہوئی اور پھول کھلے ہوئے اور درخت پھلے ہوئے دیکھتے ہین اُنکے نیچے بن کے بن پہلے سالون اور دنون کے دبے پڑے ہین اُنمین جن درختونکی عمر ایک سال کے اندر تھی تو وہ بہت جلد جلکر گل سڑکر بے اعضا قالب مین جون بدلکر آگئے اور جن درختون کی عمرین دو تین ہزار سال کی تہین اُنکا حال بھی یہی ہوگیا۔ یہ سب انکی بقا و فنا کی منزلین انسان کی تاریخ کی ابتدا سے بہت زیادہ عمیق ہین تم خیال کرو کہ یہ ہماری الفاظ بولے گئے۔ یہہ ہماری زبان۔ ہماری طباعی جسکے سبب سے ہم جیتے ہین۔ ہماری معماری جسکی وجہ سے ہم اپنے مکانون اور مسکنون مین سکونت رکھتے ہین۔

کہان سے آئین ؟ انکی پہلی جڑ بڑے پرانے مقامات کی خاک مین اور حضرت آدم وحوا کی کوئلے کی آگ مین ملے گی ۔ انکی تہ کی کوئی کامل تاریخ موجود نہین ہے نہ انکی تاریخ خیال مین آنے کے قابل ہے ۔ کل گذشتہ صدیان فنا ہوگئین اور پریشانی کے ساتھ خاموش اور گونگی ہوگئین سترہوین صدی بھی دھمکا رہی ہے کہ مین بھی اپنا حال پہلی اپنی بہنون کا سا کرونگی ۔ تواریخ کی تکمیل مورخون کی تکمیل کے مناسب ہوتی ہے ۔ دانشمند مورخ کی آنکھ صحیح دیکھنے والی اور اسکی عقل صحیح پرکھنے والی ہوتی ہے کل زمانہ گذشتہ جو قابل یاد اور ناقابل یاد ہے اسی سے زمانہ حال کے شگوفے پریشانی کے ساتھ کہلتے ہین پس دانشمند مورخ انمین خوب تمیز کرلیتا ہے کہ پہلے زمانے کے کون سے گل آب سطح کے اوپر ظاہر زندہ سلامت نظر آرہے ہین اور اپنے برگ وبار کی بہار دکھا رہے ہین اور کونسی جڑین ایسی ہین کہ وہ سطح کے اوپر اپنے پھل پھول کو نکالین گی نہ اُنسے انسان کو متمتع کرینگی ۔ زمین کے اندر ہی دبی ہوئی اپنی صورتین بناتی ہین گی ۔ ہم پہلے پھولون کو دیکھکر مسرور رہوتے ہین دوسری جڑ و نکو سنکر ملول ۔ مگر یہان حمقا و خودنما و علم فروشون کا گروہ ایسا ہے کہ وہ ان جڑون کی تہ پر پہونچ جانیکا مدعی ہے عاقلانہ یاد اور دانشمندانہ فراموشی پر تاریخ کا مدار ہے بغیر فراموشی کے یاد ناممکن ہے جب یہ دونون یاد اور فراموشی فرزانگی کے ساتھ مربوط اس آدمی مین ہوتی ہین کہ پاک نفس و راست باز و موزون طبع ہوتا ہے تو زمانہ گذشتہ کی یاد دلانے والی نظم پر جستہ وہ تصنیف کرسکتا ہے اور اگر آدمی مین یہ دونون یاد اور فراموشی احمقانہ جمع ہوتی ہین اور اسکی عقل پر بیہوش اور دروغ بیانی کا پردہ پڑا ہوتا ہے تو پھر اسکی تصنیف پر تاریکی ہی چھائی ہوئی ہوتی ہے ۔

قدیم زمانہ مین ارسطو نے حیوانات کی تاریخ اور قدیمی مورخین نے نباتات کی تاریخین انسان کی تاریخ کی طرز پر تصنیف کی تھین اور ان تصنیفات کے نام تاریخ حیوانات اور نبات رکھے تھے اب اُنیسوین صدی مین علم تاریخ نے وہ ترقی پائی کہ مجسمات کی تاریخ سے گذر کر محض خیالی و روحانی چیزون کی تاریخین لکھنی شروع کین جو کبھی مجسمات کی صورت مین نہین آسکتین جیسے کہ تہذیب و شائستگی کی تاریخ ۔ علم ادب کی تاریخ ۔ شاعری کی تاریخ ۔ فلسفہ کی تاریخ یہانتک کہ تاریخ کی تاریخ زمانہ حال مین ۔ تاریخ کی چھان بین اور تحقیقین و تدقیق اس طرح کی جاتی ہے کہ جس زمانہ کی تاریخ مورخ لکھتا ہے تو اُس زمانہ مین جو تاریخین لکھی گئی ہین اُنکو وہ جمع کرتا ہے اور ان مین آپس مین مقابلہ

کرتا ہے اور مورخون کی لیاقتون کو خوب جانچتا اور پرکھتا ہے کہ وہ ان تاریخون کی تحریر کے لئے اہل و قابل بھی تھے یا نہ تھے اور ان کے پاس اسباب و مصالحہ بھی ایسا موجود تھا یا نہ تھا کہ وہ اُن سے تاریخی واقعات کو معلوم کر سکتے۔ انہون نے واقعات تاریخی کو مذہب و تعصب کے سبب سے یا کسی فریق کی طرفداری کی وجہ سے تو تاریخ مین نہین مندرج کیا۔ ان تحقیقاتون کے علاوہ اپنی ایک غالب رائے قائم کرتا ہے پھر ان تاریخون سوا اس زمانے کے قوانین و آئین۔ شاہی دفترون کے کاغذات شاہی دربارون کے اخلاق و اوضاع و اطوار اور عدالتون کے فیصلجات اور اس زمانہ کی ہر چیز کو جو خبر دینے والی ہو اور حکایات و روایات کو بڑے غور و خوض سے مطالعہ کرتا ہے۔ اس زمانہ کے مذہبی مناظرون و مباحثون کو پڑھکر نتایج اخذ کرتا ہے۔ مقامات جنگ کو خود دیکھنے جاتا ہے اور انکے نقشے بناتا ہے پھر ہر خاص زمانے کی تہذیب اخلاق و معاشرت و تمدن کا اپنے نزدیک صحیح صحیح اندازہ کرتا ہے اور اس زمانے کے قصص اور افسانون اور شاعرانہ تصانیف اور سیاحون کے سفرنامون کو مطالعہ کرکے واقعات کا استنباط کرتا ہے اور جن قومون کے حالات کا ان وسائل سے پتا نہین لگتا اور امتداد زمانہ کے سبب سے وہ بالکل تاریکی مین ڈوب گئے ہین تو ایسی قومون کی زبانون کا اور رنگ و خط و خال و عادات و اطوار کا مذہبی افسانون کا مقابلہ اور قومون سے کرکے کسی مشابہت کا سُراغ لگاتا ہے۔ انکی موجودہ عمارات کو دیکھ بھال کر انکے بنانے والون کی تہذیب و عظمت و بندوبست سلطنت پر قیاس دوڑاتا ہے۔

جب وہ زمانہ گذشتہ کی تاریخون کو عجائب و غرائب قالون اور شگونون سے بھرا ہوا دیکھتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس زمانہ کے آدمیون کی عقل و فہم و خیال ایسے ہی تھے جیسے بچون اور ناشائستہ غیر مہذب نا تعلیم یافتہ و سریع الاعتقاد آدمیون کے ہوتے ہین۔ اب اس زمانہ مین ان تاریخی عجائب پر یقین اس سبب سے نہین ہوتا کہ ان کی مثالین اس زمانہ مین وقوع مین نہین آتین۔ انسان ان باتون جو اسپر عمل کرتی ہین یقین نہین کرتا جنکی نقلین اسکے اپنے زمانہ مین وقوع مین نہین آئین۔

زمانہ حال کے مورخ یہ جانتے ہین کہ جبتک کہ فن تحریر ایجاد نہین ہوا صحیح علم کا حاصل ہونا ناممکن تھا۔ قدیمی مورخ اپنی رایون اور روایات و اعتقادات کے بیان کرنے مین حافظہ و قوت متخیلہ و سنی سنائی کو کام مین لاتے تھے۔ غرض ہر زمانے کی تاریخ اپنا رنگ جداگانہ رکھتی ہے۔ تاریخ کی رنگارنگ صورتون کی

نسبت **فراروڈ صاحب** جنکی ساری عمر تاریخ کی تحقیق و تدقیق مین - اُنیسوین صدی مین انگلستان مین گذری ہے اور وہ بڑے معتبر و مستند محقق مورخون کے نزدیک مسلم ہین وہ یہ تحریر فرماتے ہین کہ اور زمانون کے حالات و واقعات کا ٹھیک ٹھیک جانچنا اور پرکھنا اور تخمینہ کرنا مشکل ہی ہین بلکہ ناممکن ہے ہماری آنکھون کے سامنے جو حالات گذر رہے ہین وہ بھی ہمکو دھندلے شیشہ مین دکھائی دیتے ہین - صاف سی صاف بات جو ہمارے روبرو آتی ہے اسکی بھی تصویر ہمارے داغ مین جبتک منقش نہین ہوتی کہ ہماری آنکھین اور عقل اپنی طرف سے اس مین کچھ نہ کچھ اضافہ نہین کرتی - تاریخی تحقیقات مین ایک نہایت بڑے عالی فکر کو ایک بے علم جاہل پر محدود فوقیت حاصل ہوتی ہے کمال احتیاط سے جو تحقیقات کیجاتی ہین وہ مخالف راہون پر چلتی ہین اور اپنی راہون مین جتنی وہ دور ہوتی جاتی ہین اتنا ہی انمین فاصلہ بڑھتا جاتا ہے - ایک ہی زمانہ کے دو محققون کی تحقیقات مین دیکھلو کہ ان کی رایون مین زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے - یورپ مین **ریفورمیشن** (اصلاح مذہبی) کے سبب سے پرانے اعتقادات کا اور قدیمی قوانین سیاسیہ کا تنزل ہوگیا - وہ خیالی عناصر جنہون نے تاریخ کو اوف نہ بنا رکھا تھا بالکل اُن سخت تحریکون سے مٹ مٹا گئے جنہون نے انسانون کے دل و دماغ کے اندر ایک کھل بلی و اضطرار عقلی پیدا کر رکھا تھا مگر ہوا کیا ایک جھوٹ بنانے کے سبب نے دوسرے جھوٹ بنانے کے سبب کی جگہ لے لی جو پہلے سے زیادہ برا تھا - تاریخ کے بڑے حصے مین اختلافات مذہبی اپنے پانون پھیلاتے ہین -

صاحبان دین و مرشدان مذہب کے ہاتھ مین بڑا ہتیار لڑنے کے لئے تاریخ ہی ہوتی ہے ایک عیسائی گروہ کے نزدیک ریفورمیشن (اصلاح مذہبی) علم و پارسائی و عصمت مآبی سے وحشی پنے اور توہمات باطلہ کو لڑکر نکالنا تھا دوسرے عیسائی فریق کے نزدیک وہی ریفورمیشن (اصلاح مذہبی) مربیانہ و مجبانہ و فیاضانہ حکومت پر حملہ کرکے بدنظمی و ابتری و بے آئینی پیدا کرنی تھی ایک ہی واقعیت متضاد جانب سے دیکھی جاتی ہے - پراٹسٹنٹ اور کیتولیک مذہب کی کتابین دیکھلو کہ وہ کیسی اختلاف بیانی رکھتی ہین اس زمانہ مین اپنے ملک کے ہندو مسلمانون مین دیکھلو کہ ایک گروہ اصلاح تمدن و معاشرت و مذہب کا مدعی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سب پرانی برائیون کو اپنی قوم مین سے دور کرتے ہین اور تہذیب و شائستگی پھیلاتے ہین -

اب اُنکا مخالف دوسرا گروہ کہتا ہے کہ تم پُرانی بُرائیون کو دور نہین کرتے بلکہ پُرانی بھلائیون کو دور کرتے ہو اور نئی بُرائیون کو داخل کرتے ہو۔ تہذیب نہین پھیلاتے ہو بلکہ انسانیت کا ستیاناس ملاتے ہو غرض ہر مذہب وملت و قوم مین دیکھلو کہ کیسی اختلاف بیانی ہے۔

ایک خاص فریق علماے متبحرین ومحققین کا ہے جو تاریخ کو سائنس بنانا چاہتا ہے لیکن جو اہل سائنس حقیقت مین سائنس کے جاننے والے ہین اُنکے نزدیک جبتک تاریخی واقفیتون کی تکمیل نہو وہ سائنس نہین بن سکتی۔ تاریخی واقفیتون مین اختلاف بیانی ایسا ہے کہ وہ اسے سائنس کے پاس نہین آنے دیتا۔ پہلے زمانہ مین بھی اور اس زمانہ مین بھی ایسی رائین عنقا ہین جن مین تعصب وطرفداری نہو۔ واقفیتین جو لکھی جاتے ہین وہ واقفیتین نہین ہوتین غالبًا یہ ہوتا ہے کہ ہر مصنف واقفیتون کے جانچنے اور پرکھنے مین اول نتایج نکالتا ہے اور یہین سے اپنی راے قایم کرلیتا ہے اور انکو اپنے سچے دل سے یقین کرتا ہے اور ان ہی مین فکر کرتا ہے ان ہی کو دیکھتا ہے ان ہی کو لکھ دیتا ہے۔

شہادت انسانی اور تاریخی واقفیتون کے بگاڑنے والے محبان وطن ومدبران ملکی و حامیان مذہب ہی نہین ہوئے بلکہ ان سب سے زیادہ حکما وفلسفی ہوے ہین جن کے بہت سے فریق اس زمانہ مین ہوگئے ہین اور انکی تفصیل کا محل یہ نہین ہے۔ تاریخی واقفیتون کو حکما کا ہر فرقہ اپنی طرف کھینچتا ہے **مسٹر گلیڈسٹن** جو عالم متبحر اور مدبر کامل ہین انکا یہ یقین ہے کہ انسان کے سب سے اول مربیون (آدم وحوا) کو مسیحی اخلاق اور اسرار روحانی کا کامل علم بذریعہ الہام الٰہی حاصل ہوا ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جب انکو یہ علم کامل حاصل ہوا تھا تو اُنکی زبان بھی کامل ہونی چاہیے کیونکہ خیالات کو انسان کے دل مین الفاظ ہی لیجاتے ہین اب اسکے برخلاف قومون کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان کی ترقی وتکمیل وتدریج شمل اور علوم وفنون کے ہوئی ہے اسلیے گلیڈسٹن کا یقین غلط ثابت ہوتا ہے۔ اُسکا یہ جواب کہ خدا تعالیٰ نے آدم کو بے وساطت الفاظ مسیحی اخلاق کا القا کردیا صحیح نہین معلوم ہوتا ابتدا سے ابتک توہمات شجاع پرستی قوانین خیالات کی جہالت۔ مذہبی وسیاسی تعصبات ایسے چلے آتے ہین کہ واقعہ کی صورت بگاڑ کر ہمارے سامنے لاتے ہین اگر سطح آب بالکل ہموار ہو تو اسمین چیز دن کے عکس کو جو یہ ہو دیکھنے

ہین لیکن جس پانی مین نسیم خواہ کیسی ہی ضعیف موجین اُٹھا رہی ہو تو اس مین ستارون اور چاند کے عکسون ہی کو دیکھہ سکتے ہین کہ وہ کیسی تصویرین ہمارے ذہن مین بنائینگے۔

بعض محققین کہتے ہین کہ تاریخ کو سائنس سے کسی قسم کا تعلق نہین ہے نہ کسی سائنس کی ترقی کا اثر اسپر پڑسکتا ہے۔ واقعات عظیمہ کے بیانات سے انسان بالطبع محظوظ و مسرور ہوتا ہے اور تاریخ مین یہی مضمون ہوتا ہے پس مورخ کو ادیب کی طرح خوش بیان ہونا ضرور چاہیئے اور اس خوش بیانی سے زیادہ تر اسکو سچا اور راست باز ہونا چاہیئے۔ اگر مورخ مین صداقت نہین تو وہ محض افسانہ طراز شاعر ہے اور محض ادیب ہے جس کے سبب سے تاریخ اپنی بلند پایگی سے گر کر افسانہ و دیوان بن جاتی ہے اور اسمین کبھی اس سبب سے مورخ کا تائید رنگ ہوتا ہے کہ وہ قصہ طراز اور شاعر کی طرح مضامین بلیغ زاد کے ایجاد مین آزاد نہین ہوتا بلکہ واقعون کے بیان کی قید مین جکڑا ہوا ہے تاریخ مین جیتک سائنس کی چاشنی نہو سکے طالبین لطف نہین آتا اسلئے پہلی تاریخین سائنس کی چاشنی نہین ہے بے مزہ اور بے لطف معلوم ہوتی ہین اُنکے مطالعہ سے جی اکتا تا ہے۔

تاریخ خواہ علم ادب کی ایک شاخ ہو یا سائنس کی شاخ ہو بہر نہج اس سے یہ فائدے حاصل ہوتے ہین کہ وہ انسان کو دانائی کا سبق دیتی ہے وہ مدبران ملکی کی استادی نہایت متانت سے کرتی ہے وہ خیر و شر کے بارے مین تجربہ کراتی ہے اُنکے اوضاع و اطوار و اخلاق و چال چلن اور اُنکے کارہائے خطیر پر مطلع کرتی ہے اُنکی ان باتون سے ہمارے دل کو انبساط اور ہماری طبیعت کو انشراح ہوتا ہے وہ ہمکو دنیا کے پہلے حالات کی اطلاع کراتی ہے اور اس سے اور زبانون کے آدمیون کے حالات سے ہم ایسے ہی آگاہ ہوتے ہین جیسے کہ اپنے زمانہ کے آدمیون کے حالات کی تفتیش کرتے ہے۔

مورخ آدمیون کے جن کاموں کو چاہتا ہے الزام لگاتا ہے مگر اُنکو پوشیدہ نہین کرتا بے شمار کتابین پھیلی ہوئی ہین جنمین بڑے بڑے روشن دماغ بلند خیالون نے اپنے دل کے خیالات کو خون جگر کہا کے لکھا ہے اور اسرار کے عقدون کو اپنے ناخن فکر سے کھولا ہے ہمکو اُنکی پیروی کرنے مین کامل کوشش کرنی چاہیئے اور اپنی فرصت کے گھنٹون کو اُنکے مطالعہ مین صرف کرنا چاہیئے۔ اس مطالعہ سے ہم اپنے آپکو خوب سمجھ سکتے ہین اور اس سمجھنے سے بہت سے فائدے اُٹھا سکتے ہین۔ خاص کر ہمارے لئے

تاریخ کے اس حصہ کا مطالعہ بہت ہی مفید و سود مند ہے کہ جس مین انسان کی روحانی ترقی کا اور عقل کے بہ تدریج نشو و نما پانے کا اور ادب و سائنس کے متواتر آگے قدم بڑہانے کا اور علم و جہل کے ہیر پھیر کا جو اہل فکر کے لیے روشنی و تاریکی کا حکم رکھتے ہین اور آرلٹون (فنون) کے مرنے کا اور پھر دوبارہ زندہ ہونے کا اور عقلی دنیا کے انقلابات کا غرض ان سب باتون کا احوال تحریر ہو اور پادشاہون کی بزم و رزم کے ساتھہ یہ بھی بیان ہو کہ سلطنت کا یہ بھی ایک جزو ہے کہ علم و ہنر کو دہ نشو و نما دے۔

ذکاء اللہ

عربی نصاب تعلیم

ساری دنیا مین علم کی برقی روشنی ہو گئی ہے۔ اور ہمارے گھرون مین ارنڈ کا تیل جل رہا ہے تمام ممالک مین علوم جدیدہ کی ریل اور موٹر کار چلتی ہے اور ہمارے علما رتھون اور چھکڑون کو پسند کرتے ہین۔ گذشتہ زمانے مین علم کسب کمال اور ترقی جاہ و جلال کے لئے پڑہا جاتا تہا۔ اب علم کو اپنی زندگی اور بقا کے لئے حاصل کرنا ضروری ہے۔ ذرا چشم عبرت سے دیکھو کہ آمریکہ اور اسٹریلیا کے اصلی باشندے بالکل کم رہ گئے ہین۔ اور اب اُنکی بقائے نسل کی بھی بہت کم امید باقی رہی ہے۔ بات یہ ہے کہ تعلیم یافتہ قومون کے ہمسایہ مین غیر تعلیم یافتون کی زندگی معرض خطر مین ہے۔

افسوس کہ تعلیم کی ضرورت اور اسکے نصاب کی درستی کا بہت کم خیال کیا جاتا ہے جہل مرکب نے ہمکو کلورفارم سنگھا دیا ہے اور برابر ہمارے اعضائے رئیسہ کو کاٹتا جاتا ہے اور ہمکو اس کا احساس تک نہین۔ بعض اپنے علوم اور نصاب تعلیم سے بگڑے تو ایسے بگڑے کہ محقق و قطعی مسائل کے سرسبز و باثمر درختون کی بیخ کنی مین زور لگانے لگے بعض نے تائید کی تو ایسی کہ قابل تردید

امور کے خشک درختون کو قائم کرنے مین اپنا عزیز وقت ضایع کیا۔

نصاب قدیم مین جہانتک دیکہا جاتا ہے ریاضی بالکل کم بلکہ اسکا وجود اسکے عدم سے کچہ زیادہ مفید نہین۔ حساب کی تعلیم بالکل نہین ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ طلبہ کو علم فرایض مین سخت دقتون کا سامنا ہوتا ہے مناسخے کے حل کرنے مین سخت پریشان ہوتے ہین۔ اگر ان مین سے کسی نے خلاصۃ الحساب کو پڑہ لیا تو گویا اُس نے بڑا تیر مارا۔ حالانکہ اس وقت علم حساب مین بہت سے مفید قواعد زیادہ ہوگئے ہین اور نہایت دقیق عبارتی سوالات دئے ہین جنکا حل کرنا اس قدیم نصاب کے تعلیم یافتہ سے بالکل ناممکن ہے۔ حساب کی ضرورت ہر فن ہر علم ہر کام کے لئے ثابت ہے۔ مگر افسوس کہ اُس سے ہمارے یہان بڑی بے اعتنائی کی جاتی ہے۔

جبر و مقابلہ کے ایجاد کا فخر مسلمانون کو ہے۔ مگر ہم ناخلف مسلمانون نے اپنے سلف کے ایجاد کردہ علم کو ایسا چھوڑا کہ اگر کسی کو جبر و مقابلہ کے سیکھنے کی ضرورت ہو تو اسکو انگریزی یا اسکا اردو ترجمون کی طرف توجہ کرنی پڑیگی۔

یا تو وہ زمانہ تہا کہ محقق طوسی نے اقلیدس کی اصلاح کرکے تحریر اقلیدس لکھی تہی یا اب اقلیدس کے جاننے والے بہت کم رہ گئے ہین۔ کسی نے توجہ کی تو اقلیدس کا پہلا مقالہ پڑہ لیا جو ابھی ابھی مڈل کے امتحان مین شریک تہا جسکو اب بھی دار العلوم حیدرآباد دکن کی ہفتم جماعت کے بارہ بارہ تیرہ تیرہ برس کے لڑکے پڑہتے ہین۔

مساحت کی تعلیم سے قدیم تعلیم یافتہ فیصدی ایک طالب علم بھی حصہ نہین لیتا۔ اور جو کسی نے پڑہ بھی لیا تو وہی خلاصۃ الحساب کے چند قاعدے جو لا یسمن ولا یغنی من جوع۔

علم ہیئت اور ربع و مجسطی کی تعلیم تقریباً مفقود ہو چکی ہے۔ یا مفقود ہونیکو ہے۔ اگر کسی نے تصریح چغمینی پڑہ لی تو اُس نے گویا تمغۂ امتیاز حاصل کرلیا۔

گزشتہ زمانے مین پہلے علم اخلاق کی پھر ریاضی کی اس کے بعد منطق کی (نہ منطق جو آجکل پڑہائی جاتی ہے کیونکہ یہ تو معجون مرکب ہے بلکہ اصول علم منطق) پھر طبعیات اسکے بعد الہیات کی تعلیم ہوتی تہی۔ چنانچہ محقق دوانی لوامع الاشراق فی مکارم الاخلاق مین

فرماتے ہین۔

"بنا برین است کہ قدماے حکما کہ پرتو حکمت از مشکوۃ انوار نبوت اقتباس نمودہ بودند طالب فضیلت را اول بعلم تہذیب اخلاق ارشاد فرمودہ اند بعد ازان بعلم منطق یا ریاضی بعد ازان بطبیعی بعد ازان بالہی و حکیم ابو علی مسکویہ تقدیم ریاضی بر منطق کردہ و این طریق اقریست چہ بواسطہ ممارست ریاضی نفس متعود بہ یقین شود۔ و ملکۂ استقامت و متانت در و حاصل گردد و تفرقہ میان تکلف و تحقیق و تعسف و تدقیق مشعار او شود۔ و اکثر مشتغلان بمنطق بے التفات بطرفے از ریاضی بعکس این صفات موسوم اند بلکہ کمال در شغب و جدال دانند۔ و نہایت تحقیق ایرا د مغالطہ یا ابداے شکی شمرند۔ و از ینجاست کہ افلاطون بر در خانہ خود نوشتہ بود من لم یعرف خویطریا لا یدخل دارنا یعنے ہر کس کہ ہندسہ ندانند بخانہ ما نیاید۔

اب منطق کو لیجئے اس مین سیکڑون کتابین لکھی ہوئی ہین۔ واقعی اس مین ہند کے نازک خیالون نے بڑی بڑی موشگافیان اور تدقیقات کی ہین۔ جنکے سمجھنے کے لئے بھی خوب صاف ذہن کی ضرورت ہے مگر قابل افسوس تو یہ بات ہے کہ ابتدا سے رد و قدح شکوک اور اسکے حل سکھاے جاتے ہین۔ اور جب مقاصد پر پہونچتے ہین تو وہی ڈھاک کے تین پات منطق مین مفید اور کارآمد بحثین تو قیاس و استقرا تمثیل و مغالطہ اور اُسکے حل کی ہین۔ مگر کوئی سلم العلوم اور رحمۃ اللہ کو دیکھے کہ اِن مباحث کو کس قدر اختصار مخل سے بیان کیا ہے۔ جس کتاب کو دیکھو تو ان مباحث کو مطولات ہی پر حوالہ کرتا ہے۔

میری راے مین ابتدائی بلکہ متوسط جماعتون مین رد و قدح کی تعلیم ہرگز نہ کرنی چاہیے بلکہ اصول مسائل کو صاف سہل الفاظ مین بیان کرین تاکہ طلبہ کو فہم معانی مین دشواری نہو۔ جب طلبہ اصول فن سے واقف ہوجائین اس وقت رد و قدح وغیرہ کی تعلیم ہونی چاہیے۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ کوئی جامع کتاب مسائل و تحقیقات پر مشتمل موجود نہین۔ اگر درس کتابین دیکھہ جائین تو ماتن وھھنا شک قوی کہکر وحلہ کذا کہیگا مگر آخر مین فتأمل بھی کہیگا شاید وجہ التامل کہیگا اور آخر مین خود بھی وفیہ نظر کہیگا محشی وجہ النظر بیان کرکے توفیق بعضہا یا حاشیے کے حاشیے ہین ومنہا کذا و کذا ضرور ہوگا غرضکہ اِس بھول بھلیان مین حیرت

نہوئی اور شاک فی انہ شک کئے نہ بنا تو تو کہین کوئی مسئلہ سمجھ مین آیا مگر اُسی حالت مین
کہ صاحب رائے استاذ اور صاف ذہن شاگرد ہو۔

ذرا طبعیات کو بھی ملاحظہ فرمالیجئے کہ اسمین پوری کتاب صرف بیندی پڑہائی جاتی ہے جسکے
ہر تعقید بیان پریشان تقریر سے کوئی مطلب صاف نہین معلوم ہوتا۔ متن مین ابھی مسئلہ تمام
بھی نہین ہوا کہ اعتراضات کی دس بیس اسطر مستطیل احط کے تو وہ طومار لگا دئے پھر اس مین کسی
ایک یہی مسئلہ کی متن سے زیادتی نہین۔ ہان ہدایت الحکمۃ کے مسائل پر گو نہ یقین ہوسکتا تہا
تو اس شرح سے وہ بھی شک سے مبدل ہوجاتا ہے۔ اسکے بعد صدا اور شمس بازغہ پڑہا جاتا ہے
جسمین صرف ہیولی وصورت اور اُنکے تلازم وغیرہ سے بحث ہے۔ درسی کتابون مین نہ نباتات
کی بحث ہے نہ حیوانات کا بیان نہ انسان اور اسکے نفس وقوی پر مفید مضمون نہ علم طبقات الارض
کا کہین پتا ہے۔ نہ علم حرکت وسکون پر نفیس ابحاث ہین۔ نہ علم جر اثقال کی کوئی کتاب داخل درس
ہے غرض کہ جو باتین مفید ہین ان سے بالکل چشم پوشی اور اعراض کیا جاتا ہے۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ حضرت یہ کتابین تو نہ دنیا کے کاروبار مین مفید ہین نہ آخرت مین انکے
پڑہنے سے کوئی فائدہ متصور ہے۔

تو بعض تو یہ فرماتے ہین کہ یہ علم کلام کے مقدمات سے ہین کلام کا سمجھنا ان مباحث کے جاننے
پر موقوف ہے۔ کوئی غور کرے کہ یہ کتابین مذاہب باطلہ کے رد مین کیا مفید ہوسکتی ہین جبکہ نہ قدیم
فلسفہ رہا نہ اُسکے اصول کے موافق اعتراض کرنے والے رہے اب نیا فلسفہ ہے اور اُسی کے
مطابق جواب دینے اور اُسکی تردید کی ضرورت ہے۔ نہ یہ تقویم پارینہ کارآمد ہوسکتی ہے نہ اسکے
جوابات یاد رکھنے کی حاجت ہے۔ اب آسمان کے خرق والتیام پر بحث کرنیکی حاجت نہین اب
ضرورت ہے کہ آسمان کے وجود سے بحث کرین۔

بعض حضرات فرماتے ہین کہ ان کتابون سے صرف تشحیذ ذہن مقصود ہے ان سے قوت
فیصلہ کی ترقی ہوتی ہے مخالف کے کلام کے ہر پہلو کو سوچنے کی قوت پیدا ہوتی ہے یہ بات
درست سہی مگر مفید علوم مثلاً حساب والجبرا کے عبارتی سوالات کے حل کرنے مین بھی فہم اور ادراک
کو بڑا دخل ہے اور ان مین بھی بڑی باریک بینی اور دقیق نظری کی ضرورت ہوتی ہے اقلیدس

کے حل نتائج مین استخراج و استنباط کی قوت کی ترقی ہوتی ہے پھر ان مباحث سے جہل مرکب پیدا نہین ہوتا اور ہر ایک کو س انا لاغیری نہین بچا سکتا۔

حساب مین بنے کا ایک لڑکا بھی بڑے مولوی صاحب کو انکی غلطی پر تنبیہ کر سکتا ہے اور پھر مزہ یہ کہ حضرت کو اپنی غلطی کے اعتراف سے چارہ نہین۔

بعض حضرات فرماتے ہین کہ نصاب تعلیم تمام علوم کا متکفل نہین ہو سکتا ہے نہ کوئی اور نصاب ایسا دعوی کر سکتا ہے۔ نصاب تعلیم سے صرف یہ بات مقصود ہوتی ہے کہ طالب مین ہر کتاب کے مطالعہ کی قوت پیدا ہو جاے اس امر سے نصاب ہذا بھی قاصر نہین۔

یہ جواب بھی کس قدر ناقص ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہین ایسے بہت سے علوم ہین جو عمل سے تعلق رکھتے ہین اور بعض تجربہ اور مشاہدات پر موقوف ہین بھلا علم بغیر عمل کے کیونکر حاصل ہو سکتا ہے اگر کوئی بڑا فاضل ہو اور اسکو کبھی اتفاق نہوا ہو تو رول سے خطوط تک سیدھے اور درست نہین کھینچ سکتا۔ دوسرے عملیات تو کیا کر سکیگا۔ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ہر شخص کی راے اس کام مین جسکو اس مین مہارت ہے زیادہ دقیق اور نازک ہو جاتی ہے۔ سنار کی راے چاندی سونے کے زیور کے متعلق باریک اور تجربہ پر مبنی رہتی ہے۔ اسی طرح لوہار کو لوہے کے سامان کے متعلق۔ اگر کسی بڑے منطقی کو کسی مقدمے مین کسی وکیل سے کام پڑے یا کسی بازی مین کسی شاطر سے مقابلہ ہو تو معلوم ہو کہ کل فن رجال غرض کہ نصاب مین ایسی کتابین ہون جنکی عبارت صاف تعقید سے پاک مضامین محقق اور مذہب منصور پر مشتمل ہون نصاب مین ایسے علوم ہون جو دنیا اور دین کے لئے مفید ہون جنکی تحصیل کے بعد کاسۂ گدائی ہاتھ مین نہ آئے۔ اور مسجد کی روٹیون اور وقتی چندون پر انکی معیشت کا دارومدار نہ رہے بلکہ اپنی مدد آپ کرنا جانے اور دوسرون کی بھی مدد کر سکے جب دین و دنیا کی ضرورتون کے ادا کرنے کے لائق ہو جائے تو اب کسی فن کی تکمیل کر لینا خواہ وہ منطق ہو یا فلسفہ ہو اسکے لئے گنجایش نکل آئیگی ہے۔ ورنہ سارا زبانی کمال وبال ہے۔

عبد القدیر (مولوی فاضل)

علم کی حقیقت

یونانیون نے حقیقت علم کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جو صورت کسی شے کی آئینہ ذہن مین نقش ہو وہ اس شے کا علم ہے کیونکہ علم کے لغوی معنی شناخت اور انکشاف کے ہین اور اصطلاحاً اس شناخت و انکشاف کے موجب قریب کو علم کہتے ہین اب غور کرنا چاہیئے کہ اس شئے کی شناخت کا موجب قریب کون سی چیز ہے جسکو ہم پہچان رہے ہین یا تو وہ خود شے ہے جو پہلے ہمکو معلوم نہ تھی اور اب معلوم ہے یا اسکی ذات یا اسکے کسی وصف کا فوٹو ہے جو آئینہ ذہن مین مرتسم ہے یہ تو ظاہر ہے کہ ہماری شناخت سے پہلے بھی یہ شئے موجود تھی اگر وہ خود بذاتہٖ اس شناخت کی موجب و منشا ہوتی تو پہلے معلوم ہوتی اگر ہمارے حواس یا عقل اس کے انکشاف کی موجب ہوتی تو بھی وہ پہلے سے معلوم ہوتی کیونکہ یہ پہلے سے موجود ہین جس سے واضح ہے کہ نہ تو ہمارے حواس اور نہ عقل اور نہ خود وہ شے اپنے انکشاف کی منشا ہے بلکہ اسکی وہ صورت جو اسکے مشاہدہ سے ہمارے خیال مین بس گئی ہے انکشاف کی موجب قریب ہے اسی فوٹو کو جو موجب انکشاف ہے اس شے کا علم کہا جاتا جو علم حصولی کے نام سے معروف ہے۔ تو ان اشیا کا علم ہے جو عالم کی ذات و صفات کے سوا ہین جنکو اشیاے غایبہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے رہے جاننے والے کی ذات و صفات تو وہ چونکہ جاننے والے کے روبرو خود ہی حاضر ہین اسلیئے بذات خود اپنی شناخت کے موجب ہین اور انکا حاضر ہونا ہی ان کے انکشاف کا باعث ہے جسکی وجہ سے اس قسم کی شناخت کے منشا و موجب کو علم حضوری کے نام سے موسوم کرتے ہین پس اس سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ موجب شناخت دو ہی امر ہین یا تو خود معلوم شے کی ذات جو عالم کے سامنے بنفس نفیس حاضر ہے یا اسکی صورت جو مدرک کے روبرو حاضر ہوئی ہے خواہ اسکے حاضر ہونیکی سبیل حواس ظاہرہ ہون یا باطنہ یا بلا واسطہ حواس کے وہ صورت مدرک پاس حاضر ہو۔

اور مراد صورت شے سے وہ تصاویر نہین ہین جو دستکاری یا دوسرے جدید آلون سے نقش کی جاتی ہین۔ بلکہ یہان پر صورت سے معلوم شے کا کوئی وصف یا اسکی ماہیت یا اسکا کذائی حلیہ مراد ہے جو ہمارے خیال مین بس جاتی ہے۔

اگر وہ صورت جو ہمارے خیال مین بس گئی ہے خود اس شے یا اسکے وصف کی ماہیت ہے تو اسکو حصول اشیا بانفسہا کے نام سے موسوم کرتے ہین اگر وہ خود نہین ہین بلکہ انکا کوئی شبہ اور مثال ہے تو اسکو حصول اشیا باشباہا کے نام سے موسوم کرتے ہین اس بیان سے واضح ہے کہ یہ تفریق علم بمعنی صورت سے تعلق رکھتی ہے جسکی دو قسمین مشہور ہین۔ تصور سادہ جو عقیدت کا پہلو نہ لئے ہو دوسری قسم تصدیق یعنے وہ تصور جو عقیدت کے ساتھ ہو۔

نیز اس علم کی دو قسمین ہین احساس اور تعقل احساس وہ ہے جو بذریعہ حواس ظاہرہ یا باطنہ کے حاصل ہو جسکی حکمائے قدیم نے کتب طبیعیہ اور دوسری کتب حکمت مین تشریحین کی ہے کہ فطرت انسان کو مختلف قوی عطا ہوے ہین جو حواس خمسہ ظاہرہ اور باطنہ کے نام سے موسوم ہین۔ قوت سامعہ یہ صرف آواز کی شناخت کرتی ہے نہ رنگ۔ خوشبو وغیرہ کی شناخت جسکی صورت یہ ہے کہ ہوا متکیف بکیفیت صوتی کانون کے پردون پر پہونچکر ٹکراتی ہے جس سے اس قوت مین جو ان پردون مین فطرۃً رکھی گئی ہے۔ صوتی صورت مرتسم ہوجاتی ہے جسکا نام شنید آواز ہے قوت شامہ۔ یہ وہ قوت ہے جو مشمومات (سونگھنے کی چیزون) ہی کا احساس کرسکتی ہے نہ مرئیات ومسموعات کا جیسے خوشبودار یا بدبودار چیزونکی خوشبو اور بدبو جسکی سبیل یہ ہے کہ وہ ہوا جو خوشبو یا بدبو سے متکیف ہوتی ہے ناک کے درونی دو فرونون پر پہونچاتی ہے اور خوشبو وبدبو کی صورت اس قوت مین مرتسم ہوجاتی ہے جو ان فرونون مین رکھی گئی ہے اسکا نام شم مشمومات ہے (قوت لامسہ) یہ وہ قوت ہے جو تمام بدن مین موجود ہے اور جو ملموسات ہی کا ادراک واحساس کرتی ہے مثل ثقل خفت۔ حرارت۔ برودت۔ نرمی سختی۔ کرخت وغیرہ وغیرہ۔ قوت باصرہ یہ وہ قوت ہے جو مرئیات ہی کا احساس کرتی ہے یعنے دیدنی اشیا کی صورت آنکھون کی قوت احساس کنندہ مین بس جاتی ہے اسکا نام رویت ہے (ذائقہ) یہ قوت زبان مین رکھی گئی ہے جو ہر شے مزہ دار کا مزہ محسوس کرتی ہے مثل ترشی شیرینی نمکینی وغیرہ وغیرہ۔

علیٰ ہذا القیاس حواس باطنہ سے بھی ہر ایک کے ساتھہ ایک خاص قسم کا احساس مختص ہے جو دوسری قوت سے نہین ہوسکتا۔

بعد اس احساس کے ادراک تعقلی کا آغاز ہے کہ عقل ان محسوسات کی شخصی خصوصیات کو حذف کرکے مشترک صورتون کو اخذ کرتی ہے جنکو کلیات کہا جاتا ہے مثلاً عام آواز۔ عام خوشبو عام بدبو۔ عام ترشی۔ عام زردی۔ مطلق حرارت۔ مطلق برودت سختی و نرمی اور خشونت وغیرہ ان صورتون کا آئینہ مجردہ قوت ہے جسکو تمام بدن سے تدبیر و تصرف کا تعلق ہے۔

اس بیان سے واضح ہے کہ مادی اشیا کی صورتین مادی قوی مین مرتسم ہوتی ہین اور کلیات وغیرہ کے مواد سے مجرد صورتین مجردہ قوت مین مرتسم ہوتی ہین اور قواے باطنیہ سے بعض کا کام یہ ہے کہ حواس ظاہرہ کے محسوسات کو محفوظ رکھے اور بعض کا کام یہ ہے کہ حواس باطنہ کے محسوسات محفوظ رکھے اور بعض کا کام یہ ہے کہ دونون قسم کے محسوسات مین توڑ اور جوڑ لگائے اور تصرف کرے اور بعض کا کام یہ ہے کہ جو جزئیات بجز اس ظاہرہ محسوس نہون انکا احساس کرے مثلاً کوئی خاص عداوت و دوستی اور خاص ضرر و نفع وغیرہ وغیرہ۔

یہ اس تفصیل کے اجمال کا شمہ ہے جسکو حکمانے کتب حکمیہ مین حیوان و انسان کی بحث مین بیان کیا ہے زیادہ توضیح کے لئے ہم ذیل مین بطور سوال و جواب علم کی حقیقت بیان کرتے ہین۔

(س) حکما سے حال کی تحقیق سنا انہون نے جس طرح علم کی تشریح کی ہے وہ دیدار نہ شنیدہ ہے نیا ہی رنگ ہے اور نیا ہی ڈھنگ سنکر آپکی عقل دنگ ہو جائیگی وہ یہ کہ انسان کو خدا نے مختلف حواس دیئے ہین اور ہر حواس کے مدرکات جدا جدا ہین۔

(ب) یہ تو قدیم ہی طریقہ ہے کوئی نئی بات نہین ہے انسان کو حساس اسی لئے کہا گیا ہے کہ اسکو مختلف قسم کے ادراکات کے لئے مختلف حواس ظاہرہ و باطنہ دیئے گئے ہین اور ہر حواس کے نہین ہر حس کے مدرکات جدا جدا ہین۔

(س) آپ تو لفظون کے پیچھے پڑ جاتے ہین بات کو چلنے نہین دیتے۔ قوت سامعہ آواز ہی سن سکتی ہے اجسام یا رنگ و بو وغیرہ کا احساس نہین کرسکتی۔ شامہ بجز مشمومات کی آواز و صورت احساس نہین کرسکتی

(ب) حکماے قدیم نے بھی تو یہی بیان کیا ہے یہ کون سی نئی بات ہے بلکہ انکی کتابون مین

اس سے بڑھکر جمع ادلہ و براہین اسکی تفصیل ہے ۔

(۱) آپ تو درمیان سے بات کو کاٹ دیتے ہین پوری نہین ہونے دیتے ۔

(۲) اکثر چیزین مختلف چیزون کا مجموعہ ہوتی ہین جو مختلف حواسون سے محسوس ہوتی ہین مثلاً شہد مین تو حلاوت ہے جسکو لامسہ محسوس کرتا ہے رنگ ہے جو آنکھ سے محسوس ہوتا ہے خوشبو ہے جسکو شامہ سے تعلق ہے ۔ وزن ہے جسکا ادراک لامسہ کی استعانت سے ہوتا ہے ۔

(ب) آپ اہل زبان ہین جیسا چاہین تصرف زبان مین کرسکتے ہین مگر حواس کا لفظ خود جمع ہے اور اُردو زبان مین بھی جمع ہی کے معنی دیتا ہے پھر اسکی جمع الجمع (حواسون) بنانے کی شاید ضرورت نہو اور لامسہ مونث ہے جو محسوس کرتی ہے نہ کرتا ہے کیونکہ یہ قوت کے معنون مین مستعمل ہے نیز مخلوط شے کا مختلف حواس سے ادراک کوئی جدید تحقیق نہین ہے اطبا اور دوسرے حکمانے بھی فن تشریح وغیرہ مین بیان کیا ہے علاوہ برین جب حکمانے یہ ثابت کردیا کہ ہر حس کے مخصص مدرکات فلان فلان ہین جنکا دوسری حس سے احساس نہین ہوسکتا اور ہر شخص بلید سے بلید بھی اپنے مدرکات کی طرف ملتفت ہونے سے یہ جان جاتا ہے کہ مثلاً جو سامع کام دیتی ہے وہ دوسرے حواس نہین دے سکتے تو اس سے واضح ہے کہ مخلوط چیزون کے احساس مین مختلف حواس سے کام لیا جاسکتا ہے کوئی ایک حس کافی نہین ہوسکتی جسکو فن حیوان و انسان مین حکمانے مدلل بیان کیا ہے اور یہ بھی ثابت کردیا ہے کہ محسوسات حواس ظاہرہ کا خزانہ حس خیال ہے اور محسوسات حواس باطنہ کا خزانہ قوت حافظہ ہے اور ہر قوت کا محل بطون دماغ سے جدا جدا دلیل سے ثابت کیا ہر جسکو بزبان اُردو آپ یون بیان کررہے ہین کہ جب ہم کسی چیز کو مختلف حواس سے محسوس کرتے ہین تو جو کیفیتین محسوس ہوتی ہین وہ ہمارے حافظہ کے خزانہ مین جمع ہوتی ہین اب ان مین جب کسی چیز کی ایک کیفیت کا احساس ہوتا ہے تو اس چیز کی باقی کیفیتین یاد آجاتی ہین مثلاً ہمنے کسی وقت شہد کو دیکھا اور چکھا اور سونگھا تھا جسکی وجہ سے ہمارے حافظہ مین شہد کی تین کیفیتین مجتمع ہوئین رنگ مزہ اور خوشبو پھر ہمنے دور سے شہد کو دیکھا جسکی وجہ سے اسکی خوشبو و مزہ محسوس نہین ہوا تاہم اسکا مزہ و خوشبو خود بخود یاد آجائیگی اس بنا پر احساس و ادراک کے متعدد مدارج ہین ۔

(۱) احساس بالفعل ۔

(۲) احساس بالفعل و احساس سابق ۔

(۳) محض تصور مثلاً ہم کسی شے کو ابتداً دیکھ رہے ہوں تو یہ احساس بالفعل ہے اور اگر دیکھ چکے تھے اور اسکے بعض کیفیات بھی محسوس کر چکے تھے پھر دوبارہ دیکھنے اور بعض کیفیات محسوس کرنے سے محسوس شدہ کیفیات کی یاد آئیگی تو یہ احساس بالفعل مع احساس سابق ہے اگر ہمنے ایک شے کو محسوس کر لیا ہو لیکن فی الحال وہ ہمارے سامنے نہیں ہے مگر اسکی یاد آتے ہی ہمکو اس کی کیفیات محسوس شدہ کل یاد آگئیں تو یہ محض تصور ہے ۔

(ب) آپ کے مطول کلام کا حاصل صرف یہ ہے کہ محسوسات کی یاد اگر احساس سے ہو تو یہ احساس بالفعل مع احساس سابق ہے اگر بلا احساس ہو تو تصور ہے اگر ابتدا کسی شے کی احساس ہے تو بالفعل ہے اب اپنی اس تقریر سے آپ خود احساس کر سکتے ہیں کہ حقیقۃً ہر شے کا احساس تو ایک ہی دفعہ ہوتا ہے مگر محسوسات کی یاد اور انکی صورتوں کو خزانہ سے مدرکہ میں منتقل کرنے کی متعدد صورتیں ہیں یعنے محسوسہ اشیا کی طرف التفات کرنے کے مختلف طریقہ ہیں جسکا نام احظار ہے نہ احساس و نہ تصور اور ایسا ہوتا ہے بوجہ تمادی کے مخزونات خزانہ کو مدرکہ میں پہر لانے اور حاضر کرنے میں غلطی واقع ہو جاتی ہے جس کا نام سہو ہے اور کتب حکمیہ میں سہو کے اسباب بھی بیان کئے گئے ہیں اور علم کے معنی شناخت و انکشاف کے ہیں اور احظار مخزونات سے خواہ غلطی کے ساتھہ یا بغیر غلطی دوبارہ انکشاف نہیں حاصل ہوتا بلکہ وہ معلومات و مدرکات کی یاد ہے نہ موجب انکشاف و شناخت تا وہ علم و ادراک کے نام سے موسوم ہو اور اسکو تصور یا تصدیق (جو از قسم علم ہیں) کہا جائے جسکا نہ حکماے قدیم و نہ جدید سے کوئی قائل ہے کیونکہ دونوں فریق کے نزدیک تصور و تصدیق علم بمعنی موجب انکشاف کی قسمیں ہیں یا انکشاف کی نہ حفظ و تذکر کی جو فعل ہیں نہ علم اور کسی چیز کی یاد اور تذکر کو علم یا تصور یا احساس کہنا خاص آپ کا شخصی من گھڑت خیال ہے اور گذشتہ احساسات کی یاد کو تصور کہنا آپکی خاص اصطلاح ہے جسکے معنی علم و ادراک کے نہیں ہیں ولا مناقشۃ فی الاصطلاحات للناس فی مایعشقون مذاہب ۔

(ج) اجی بس کرو زیادہ چوں مت کرو یونانیوں نے بھی جو تصور کی تعریف کی ہے ۔ یعنے کسی شے کی صورت جو ذہن یا عقل میں حاصل ہو وہ کئی لحاظ سے غلط ہے ۔

(۱) ذہن وعقل کوئی مادی شے نہین ہے جس مین صورت کا انعکاس یا انطباع ہو۔

(۲) تصور کے وقت کوئی نئی صورت حاصل نہین ہوتی بلکہ وہ ایک حاصل شدہ صورت کا تذکرہ ہے کیونکہ جب ہم معلومات مخزونہ کی طرف ملتفت ہوتے ہین تو یہ کہتے ہین کہ ہم نے انکا تصور کیا

(ب) ذہن کا لفظ حکما کے پاس دو معنون مین مستعمل ہوا ہے ایک وہ جو حواس وعقل دونون کو شامل ہے جسکے معنی مدرک کے ہین۔

دوسرا نفس انسانی کی وہ قوت جو ادراک معقولات کرتی ہے اور تصور کی تعریف کرتے وقت لفظ ذہن سے انکی مراد علم معنی ہے جو حواس کو بھی شامل ہے نیز عقل کو بھی وہ کبھی تعقل کے معنون مین استعمال کرتے ہین جس کے معنی ادراک کرنے کے ہین اور کبھی قوت عاقلہ کے معنون مین اور کبھی مطلق مدرک کے معنون مین جس سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ ذہن وعقل مدرکہ قوائے مادی ومجردہ دونون کو شامل ہے اور تصور اس صورت کا نام ہے جو مدرک کے پاس حاضر ہونیوالی ہے خواہ ہوچکی ہو یا ہورہی ہو یا آئندہ ہو یا دوبارہ خزانہ سے مدرک کے روبرو لائی گئی ہو بہرحال صورت حاصلہ کا نام تصور ہے گو وہ عقیدت کا پہلو لئے ہوئے ہو یا نہو اور جو صور کلیات وجزئیات دونون کو شامل ہے اور آپ کا کہنا کہ تصور کے وقت کوئی نئی صورت حاصل نہین ہوتی یہ آپکی اس من گھڑت اصطلاح پر مبنی ہے کہ اپنے احضار معلومات کا نام تصور رکھا ہے جو معلومات کی سوچ بچار ہے نہ انکشاف اور علم وتصور اور ادراک تو حقیقۃً وہی امر ہوسکتا ہے جس سے انکشاف وشناخت حاصل ہو اور کسی شے کی صورت خیال مین آنے کے لئے یہ بھی ضرور نہین ہے کہ ذی الصورت سامنے ہو اور نہ کوئی حکیم ذی بصیرت اسکا قائل ہوسکتا ہے جبکہ بہت سے معانی اپنے بھی ذہن مین آجاتے ہین جن کا مصداق خارج مین ناممکن ہوتا ہے۔

اور کلیات کے ادراک کا جو طریق آپنے عنوان بدلکر بیان کیا ہے یہی کتب منطق مین مذکور ہے کوئی جدید طریق نہین ہے مگر یہ افترا کہ منطقین کے پاس ادراک کلیات ہی نام تصور ہے محض بہتان ہے کیونکہ ان کے نزدیک تصور احساس وتعقل دونون کو شامل ہے ہان تعقل ادراک کلیات کے ساتھ مختص ہے وہ بھی ایک معنی کے لحاظ سے جس کا اوپر ذکر آچکا ہے اور موارد

استعمال پر نظر ڈالنا کوئی کفر و شرک یا گناہ کبیرہ تو نہین ہے کہ آپکو اس قدر کد ہے۔

رہے وہ معانی کلیہ جنکو جزئیات کثیرہ کے ملاحظہ سے عقل اخذ کرتی ہے آیا وہ موجود فی الخارج ہین یا نہین محض اختراعی ہین تو بعد ملاحظہ مباحث کلی طبعی اور اولہ وجود و عدم کے آپ خود حق و باطل مین تفریق کر کے فیصلہ کر دینگے کہ بیشک کلی طبعی موجود فی الخارج ہے جسکا انکار محض سفسطہ و عناد ہے اگر اسپر شبہہ رہے تو نظام التحقیق کو ملاحظہ فرمالیجیے جس سے آپکو پوری تسکین ہو جائیگی اور محض تقلید کی رفتار اختیار کرنا شان علم سے بہت بعید ہے۔

عبد القدیر (مولوی فاضل)

زمین

نمبر (۲)

حکماے متاخرین کی راے

قدیم و متوسط زمانہ کی رائین اختصار کے ساتھ ہم اوپر درج کر چکے ہین۔ اب متاخرین کے خیالات و دلائل ذیل مین درج کئے جاتے ہین۔

زمین جسمین ہم آباد ہین ایک سیارہ ہے۔ دوسرے سیارے (نجوم) اس سے بہت فاصلہ رکھتے ہین۔ چونکہ ایک ہی نظام ہے جس پر تمام سیارے اپنے اپنے طبعی حرکات مین مصروف ہین اسلئے زمین کے عام احوال پر قیاس کر کے دوسرے سیارون کے حالات بھی ہم جانتے ہین۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین کا جرم وسط فلک مین قائم ہے لیکن درحقیقت وہ بغیر کسی ستون اور زنجیر کے فضا مین چکر لگا رہی ہے گویا کہ زمین ایک پرند ہے جو فضا مین اڑ رہا ہے۔

چونکہ ہم زمین ہی پر آباد ہین اسلئے ہمین معلوم ہوتا ہے کہ وہ نسبت دیگر سیارون کے

جسامت مین بہت بڑی ہے مگر تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ وہ دوسرے اجرام فلکی سے بہت چھوٹی ہے۔ نیز یہ بھی بادی النظر مین خیال ہوتا ہے کہ زمین ساکن اور ایک ہی جگہہ پر ثابت ہے حالانکہ وہ فضا مین ایک ہزار میل سے زائد ایک دقیقہ مین طے کر جاتی ہے۔

بعد تحقیق یہ معلوم ہوا ہے کہ زمین کی شکل مستدیر ہے مگر قطب جنوبی اور شمالی مین وہ مسطح ہوگئی ہے پس زمین کی شکل کروی شکل سے قریب قریب ہے۔

اسحق نیوٹن سے پہلے کے حکما بالعموم زمین کی شکل کروی سمجھتے تھے ان کا خیال تہا کہ زمین نشیب و فراز کے اعتبار سے کرہ سے کچھ اختلاف رکھتی ہے مگر قطبین کے پاس مسطح نہین ہے قطبین کے پاس چپٹی ہونے کے ثبوت کے لئے ایک مشاہدہ اور تجربہ گھڑی سے کیا گیا ہے۔ موسیو ریشار فرانسیسی ایک گھڑی لیکر سیر کرتا ہوا مقام "دکاین" تک پہونچا جو خط استوا کے قریب ہی واقع ہے۔ وہان اُس نے دیکہا کہ گھڑی کے پنڈلم کی حرکت بہ نسبت پیرس کے سُست ہوگئی ہے پس ضرور ہوا کہ پنڈلم کم کر دیا جاے تاکہ نجوم کے حرکات کے اوقات سے موافق ہوجاے۔

اسلئے کئی برس کے بعد شہنشاہ فرانس نے موسیو ڈیہایہ اور موسیو فورن کو خط استوا کے قریب مقامات مین اجرام فلکی کے متعلق تحقیقات کے لئے روانہ کیا۔ یہ لوگ "دکاین" مین پہونچے اور گھڑی کے پنڈلم کا تجربہ کیا تو اُسے بہ نسبت پیرس کے ۸۴ مرتبہ کم حرکت کرتے ہوئے پایا جس کی وجہ سے وہ دو دقیقہ ۲۸ ثانیہ کا فرق گھڑی مین ہوجاتا ہے اس حساب سے پنڈلم کو اتنا ہلکا کر دیا کہ وہ حرکات نجوم کے اوقات سے موافق ہوگیا اور ۲½ گھنٹہ کا فرق جاتا رہا۔ یہ اختلاف اور کئی مقامات مین جو خط استوا سے قریب ہین پایا اور جو جو خط استوا سے فاصلہ ہوتا گیا یہ سُستی پنڈلم کی کم ہوتی گئی۔

یون دیکہنے مین یہ اختلاف تو کوئی بڑی بات نہ تھی مگر حکما نے اسی اختلاف کے وجوہ مین طرح طرح کی موشگافیان کین اور اسپر نتائج مرتب کئے۔

جو لوگ اس اختلاف حرکت کو ایک اہم شئے سمجھتے تھے انمین سے سر اسحق نیوٹن اور موسیو ہوجنکو سب سے پہلے اسکی اہمیت کا ادراک ہوا تہا۔ نیوٹن نے غور و خوض کے بعد یہ حکم لگایا کہ زمین کی ہیئت ہر ایک جگہہ ایک ہی طرح کی نہین ہے جیسا کہ لوگ سمجھے ہوے ہین۔ یہ اختلاف حرکت

ثقل زمین کی کمی بیشی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، اور ثقل مین کمی محور کے گرد زمین کی گردش سے پیدا ہوئی ہے ان باتون پر غور کرنے کا نتیجہ یہ تھا کہ زمین کی اصلی شکل کا پتہ نیوٹن نے لگا لیا۔ فونٹنال کہتا ہے کہ کرسی سے اُٹھنے کے پہلے نیوٹن اس نتیجہ پر پہونچ گیا تھا۔

پنڈلم کی حرکت مین کمی وبیشی پر ایک ہی وقت مین نیوٹن اور ہوجن نے غور کیا جنکی تفتیش کا نتیجہ بہت ہی اچھا نکلا انہون نے ثقل کے اختلاف سے یہ نتیجہ نکالا کہ زمین وسط مین بہ نسبت قطبین کے ضخیم ہے اور دائرہ قطب کا قطر خط استوا کے قطر سے وہ نسبت رکھتا ہے جو ۲۳ کو ۲۲۹ سے ہے اس حساب سے قطبین کا قطر ۴۳ میل بہ نسبت خط استوا کے قطر کے کم ہے تحقیق سے یہ پایا گیا ۴۹۳۴ میل قطر استوائی کی ناپ ہے اور ۷۹۰۷ میل قطبین کے قطر کی۔ اس بنا پر ضرور ہوا کہ قطبین کے پاس زمین کے چپٹی ہونے سے درجات کی مساحت بہ نسبت خط استوا کے قریب کے بڑھ جاے (یہ درجات معدل النہار سے قطبین تک فرض کئے گئے ہین)۔

عملی تجربہ

اس جدید راے کی تحقیق کے لئے شہنشاہ فرانس نے موسیو موپرٹوی اور موسیو کلیرو شمالی یورپ مین روانہ کیا اور موسیو بوگی اور موسیو گوڈون اور موسیو کونڈامین کو پیرو (امریکا جنوبی) کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ ایک درجہ کی پیمایش کرین۔

اول الذکر اصحاب نے جولائی ۱۷۳۶ء مین تحقیقات شروع کی اور جون ۱۷۳۷ء مین ختم کردی موخر الذکر اصحاب کو منزل مقصود پر پہونچنے اور پیمایش کرنے مین طرح طرح کی دقتین پیش آئین جنکی تحقیق ۱۷۴۱ء مین جاکے ختم ہوئی۔

جس سے ثابت ہوا کہ موخر الذکر مقام مین ایک درجہ کی مساحت ۶۷۴۴۴۳ قدم فرانسیسی ہے اور خط استوا کے پاس ۶۰۶۴۳ قدم۔ اگر زمین کے سطح ہر جگہ مجتدب ہوتی تو یہ فرق نہین نکل سکتا تھا۔

قطبین کے پاس مسطح ہونا اور وسط مین ضخیم ہونا صرف زمین ہی پر منحصر نہین ہے بلکہ یہی فرق زحل مشتری۔ مریخ مین بھی ظاہر ہوتا ہے۔

زمین کے حالات بلحاظ دوسرے سیارون کے

بُدھ شمس کے اعتبار سے زمین تیسرا ستارہ ہے یعنے آفتاب مرکز ہے جسکے گرد بہت سے ستارے گردش کرتے ہین آفتاب سے متصل عطارد ہے اسکے بعد زہرہ پھر زمین پھر مریخ پھر باقی ستارے۔ کل ستارے ۱۲ ہین جنمین ایک زمین ہے مگر ستارون کا انحصار نہایت مشکل ہے اور بہت سے ابھی تک پوشیدہ ہین۔ انکی تفصیل و تشریح نہایت اہم امر ہے۔ اب شمس سے سیارون کے فاصلہ کو دیکھین اور عطارد کو آفتاب سے ۴ فرسخ دور قرار دین تو زہرہ کی دوری آفتاب سے ۷ فرسخ کی ہوگی اور زمین کی ۱۰۔ اسی طرح مریخ کی ۱۶۔ اور چھوٹے چھوٹے تارون کی ۲۸ مشتری کی ۵۲ زحل کی ۱۰۰۔ اور انوس کی ۱۹۶۔ ان سیارون کے بعد اضافی مین حسب ذیل نسبت ہے۔

۳ ۶ ۱۲ ۲۴ ۴۸ ۹۶ ۱۹۲

پس ان رقمون پر اگر چار بڑھا دین تو مجموعہ آفتاب سے جو فصل سیارون کا ہے وہ حاصل ہوگا

عطارد	زہرہ	زمین	مریخ	چھوٹے چھوٹے تارے	مشتری	زحل	ارانوس
۴	۷	۱۰	۱۶	۲۸	۵۲	۱۰۰	۱۹۶

مذکورہ بعد کا تحقیق کرنے والا موسیو کپلر ہے۔ چھوٹے چھوٹے تارون کی تحقیق سے پہلے اعداد نسبی اسطرح تھے۔

۴ ۸ ۱۶ ۵۲ ۱۰۰ ۱۹۶

کپلر نے جب دیکھا کہ مریخ اور مشتری کے بین بہت فاصلہ ہے جو اور سیارون کے بیچ سے دونا ہے تو اس نے یہ حکم لگایا کہ مریخ و مشتری کے درمیان بین تارون کا ہونا ضرور ہے جو اب تک دریافت نہین ہوئے۔ اس نے بہت سے چھوٹے تارون کو دریافت کیا جنمین بڑے بڑے سیرس۔ پلاس۔ یونون قسم ہین باقی انکے تابع ہین۔ ان کل چھوٹے تارون کی تعداد ۱۳۰ ہے جنمین سے بعض ایک دوسرے سے بہت قریب ہین۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ ایک بہت بڑا ستارہ مشتری و مریخ کے درمیان مین تھا جو ٹوٹ گیا ہے اور اس سے یہ چھوٹے چھوٹے تارے حاصل ہوگئے ہین۔ اب تک لوگ اور تارون کی تحقیق مین مصروف ہین۔

زمین کی حرکت متعدد قسمون کی ہے جنکا ذکر بعد مین آئیگا۔ اسمین سے ایک سالانہ گردش ہے جسکو وہ آفتاب کے گرد ۳۶۵ دن اور کچھ گھنٹون مین پورا کرتی ہے اس گردش مین زمین آفتاب سے ایک زمانہ مین بہت قریب ہوجاتی ہے اور ایک زمانہ مین بہت دور جا پڑتی ہے۔ جب قریب ہوتی ہے تو اسکا فاصلہ آفتاب سے نوکروڑ میل کا ہوتا ہے اور دوری کی حالت مین ۹۳ کروڑ میل۔

سالانہ گردش مین آفتاب کے گرد ایک دائرہ پیدا ہوجاتا ہے جسکو دائرۂ بروج کہتے ہین یہ دائرہ نہایت عظیم ہے اور یہ دائرہ خط استوا کے سطح سے ۲۳ درجہ ۲۷ ثانیہ اور کچھ دقیقہ ہٹا ہوا ہے۔ اس پورے دائرہ مین ۱۲ حصے کئے گئے ہین ہر ایک حصہ کا نام برج رکھا گیا ہے چھ برج خط استوا کے شمالی جانب واقع ہین جنکا نام حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ ہے۔ اور چھ جنوبی جانب یعنے میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔

موسم بہار مین آفتاب ۲۱ مارچ سے ۲۱ جون تک حمل۔ ثور۔ جوزا کے محاذی ہوتا ہوا گزرجاتا ہے اور موسم گرما مین ۲۱ جون سے ۲۱ ستمبر تک سرطان۔ اسد۔ سنبلہ کے سامنے رہتا ہے۔ میزان۔ عقرب۔ قوس کے سامنے سے ۲۱ ستمبر سے ۲۱ دسمبر تک گزرتا ہے موسم خزان مین اور جاڑے کے زمانہ مین ۲۱ دسمبر سے ۲۱ مارچ تک جدی۔ دلو۔ حوت کے سامنے سے گزرتا ہے۔

حرکت

زمین کے متعلق علماے ہیئت نہایت تحقیق اور توجہ سے بحث کرتے ہین کیونکہ اسکی حالت پر قیاس کرکے دیگر اجرام کی نسبت حکم لگایا جاتا ہے۔ جو لوگ کہ غوامض اسرار فطرت اور قواعد علم ہیئت سے واقف ہین وہ زمین کو اجرام فلکی مین داخل کرتے اور ایک ہی نظام پر حرکت کرتے ہوئے بتانے پر نہایت تعجب کرتے ہین۔ کیونکہ بظاہر تو یہ زمین ساکن نظر آتی ہے اور دوسرے سیارے چھوٹے چھوٹے بہت فاصلہ پر دکھائی دیتے ہین۔ ظاہری امور کی بنا پر سوا چند کے قدما نے اجرام فلکی سے زمین کو خارج قرار دیا ہے اور کوئی حالت مشترک دیگر سیارات و زمین مین نہین ظاہر کی مگر علوم و تحقیق کی زیادتی نے ناموس کائنات اور اصول حرکات سیارات پر گہری نظر ڈالی ہے

زمین کو ثابت کیا ہے کہ وہ حرکت کر رہی ہے اور متعدد اجرام فلکی سے ایک وہ بھی ہے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ جس طرح سے چھوٹے جسم کے روشن تارے نظر آرہے ہیں منجملہ اُنکے ایک زمین بھی ہے۔

کسی اور سیارے کے ہم قریب نہیں جا سکتے ہیں جس سے اسکی کیفیت مشاہدہ کریں۔ صرف رصد گاہ میں بیٹھکر اُنکی طرف دیکھنا ایک ذریعہ تحقیق ہے لیکن یہ بھی اسوقت تک قابل اطمینان تحقیق نہیں مانی جا سکتی جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ آیا ہم خود ایک جگہ ساکن ہیں یا متحرک۔ جب تک اسکا فیصلہ نہ ہو لے کچھ تصفیہ نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت تمام اجسام کے باہمی تعلقات اور ظاہری مرکز انکی طرف دیکھنے والے کے مرکز پر منحصر ہے۔ جب دیکھنے والے کا مرکز بدلتا رہتا ہے تو وہ معلوم کرتا ہے کہ دوسرے اجسام ہٹتے جاتے ہیں پس بظاہر اجرام فلکی کی حرکت حقیقی نہیں کہی جا سکتی پس ان دور دراز سیاروں کی حرکت کا اندازہ کرنا اسپر منحصر ہے کہ ہم اپنی حرکت کا اندازہ کر لیں۔ لہذا زمین کی حرکت کا مسئلہ یا اُسکے ساکن ہونے کا، جب تک قابل تسلیم نہو جائے دنیا کا نظم بالکل نامعلوم رہے گا۔

زمین متحرک ہے اور اسمیں جتنے مادی اشیا ہیں سب چکر لگا رہے ہیں جسکی وجہ سے اختلاف مرکز اور طبعی حالت کا تغیر نہیں معلوم ہو سکتا کچھ ہمارے خاص محسوسات ایسے نہیں ہیں جن سے ہم حرکت کو محسوس کریں ہم بطور مثال کے کچھ ذیل میں بیان کرتے ہیں جس سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ زمین کی حرکت کا ظاہر طور پر محسوس نہ کرنا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔

کسی گاڑی میں بیٹھکر ناہموار زمین پر چلو اور آنکھیں بند کر لو اور کسی چیز کو نہ دیکھو تو ہچکولوں سے محض زمین کے نشیب و فراز کا احساس ہوتا جائے گا۔ جہاں زمین مسطح اور ہموار ہوگی تو ضرور احساس کم ہو جائیگا اور پیادہ پا چلو تو کچھ بھی نہ ہوگا۔ جو لوگ بیلون پر اُڑے ہیں اُنکا بیان ہے کہ جس وقت لطیف ہوا چلنے لگی ہے ہمنے آنکھیں بند کر لیں تو یہ نہیں معلوم ہوا کہ ہم بیلون سمیت پرواز کر رہے ہیں بلکہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ کسی ایک جگہ ساکن بیٹھے ہوئے ہیں۔ حرکت کے عدم احساس کا اندازہ ان سیاحوں سے بڑھکر کوئی نہیں کر سکتا جنہوں نے بحری سفر جہازوں پر کیا ہے وہ دیکھتا ہے کہ چاروں طرف کی چیزیں اُسے گھیرے ہوئے ساتھ حرکت کر رہی ہیں۔ اگر جہاز

کسی کمرہ مین جاکر بیٹھے تو مطلقاً حرکت کا احساس نہ ہوگا۔ پڑھیے۔ لکھیے وہی حالت رہے گی جو خشکی پر تھی۔ ایک کنکر خط مستقیم سطح جہاز پر ہاتھ سے چھوڑئے تو خط مستقیم نیچے گرے گا مگر کمرہ سے باہر آکے دیکھیے تو دھوان اور کوئلون کے ذرے جہاز کے خلاف جانب اُڑتے ہوئے نظر آئین گے حالانکہ وہ اپنی ہی جگہہ پر ہوتے ہین اور جہاز انہین چھوڑکر آگے بڑہ جاتا ہے۔ ساحل کی طرف دیکھو تو وہ جس طرف جہاز جارہا ہے دوڑتا ہوا نظر آئیگا اور جہاز کی حرکت محسوس نہ ہوگی حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔

زمین کی حرکت معلوم کرنے کے لئے اسکی ہئیت اور حجم معلوم کرنے سے نہایت آسانی ہوگی یہ ثابت ہے کہ جبتک کسی شئے کی انتہا اور ابتدا ختم نہو اور حدود نہ مقرر ہون اسکی شکل ہی نہین ہوسکتی اِن حدود سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ زمین دوسرے اجسام سے علحدہ فضا مین ہے بچپن سے یہ اعتقاد پختہ ہوتا جاتا ہے کہ زمین غیر متناہی طور پر پھیلی ہوئی ہے اسکی کوئی حد نہین ہے یہی غلطی اکثر پہلے لوگون کو ہوئی جو زمین کو غیر متناہی مانتے تھے مگر اس اعتقاد کا اُٹھا دینا نہایت آسان ہے۔ آفتاب و ماہتاب روزانہ ہماری نظرون کے سامنے نکلتے اور چھپتے رہتے ہین اور اپنے نکلنے چھپنے کی جگہہ بدلتے رہتے ہین اور سیکڑون چھوٹے تارے اسی طرح مشاہدہ مین آتے ہین اگر زمین کی کوئی حد نہ ہوتی تو غروب آفتاب کی نوعیت معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہوگا کیا ہزارون بڑے اور چھوٹے سورج زمین مین ہین جس مین یہ سیارے سما جاتے ہین ورنہ طلوع و غروب کی کوئی صورت نہین ہوسکتی مگر یہ قابل مضحکہ خیال ہوگا۔ اب جب زمین کا محدود ہونا دوسرے اجسام سے الگ ہونا۔ فضا مین رہنا ثابت ہوچکا تو اگر وہ متحرک نہین ہے تو کونسی شے ہے جو اسے ایک جگہہ پر ٹھہرائے ہوئے ہے۔

جیسا کہ اوپر ہم لکھہ چکے ہین کہ چونکہ زمین تمام مادی اشیا کے ساتھہ جو انمین ہین حرکت کا رہی ہے پس نہ تو ہمارا افق بدلتا ہے نہ مکانات ہٹتے ہوئے نظر آتے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ حرکت کا احساس ہمین نہین ہوتا۔ اور سب چیزین اپنے اپنے مقام پر نظر آتی ہین لیکن جو اجسام زمین کے ساتھہ حرکت نہین کرتے وہ اپنی جگہہ چھوڑتے ہوئے نظر آتے ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ زمین ساکن ہے جیسے سمندر مین ساحل کی حرکت اور جہاز کا سکون معلوم ہوتا ہے پس اِن

ظاہری امور پر نظر کرکے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ زمین ساکن ہے اور دوسرے اجرام فلکی متحرک ہین ۔

آفتاب سے کرنین سیدہی ہی ہمیشہ اور تمام چیزون پر نہین پڑتین بلکہ سیدہی اور ترچھی پڑتی ہین اس اختلاف کی کیا وجہ ہے اگر زمین ساکن ہو تو اختلاف کی کوئی وجہ نہین ظاہر ہوتی سوا اس کے کہ آفتاب کے گرد زمین کی سالانہ گردش مانی جاے کیونکہ اس صورت مین کرن آفتاب سے نکلکر خط مستقیم جس مدت مین زمین تک پہونچے گی وہ اپنی اصلی جگہہ سے جہان کرن سیدہی پڑتی ہٹ جاتی ہے پس کرنین ترچھی پڑتی ہین ۔

اسکی مثال یون ہے کہ جب ہوا نہ چلے اور بارش کے قطرے سیدہے تم پر پڑتے ہون تم گاڑی پر سوار ہوکر تیز ہانکو تو قطرے کبھی سیدہے نہ پڑین گے بلکہ کچھ ترچھے پڑین گے ۔ اسی طرح زمین ساکن ہو تو کرنون کو خط مستقیم زمین تک پہونچنا چاہیے تہا مگر حرکت کی وجہ سے سیدہی نہین پڑتی جب زمین کی حرکت سالانہ آفتاب کے گرد ثابت ہوگئی تو محور پر زمین کا گھومنا ضروری امر ہے تاکہ رات اور دن پیدا ہون ۔

حرکت ارض پر صرف مذکورہ عقلی دلائل ہی نہین ہین بلکہ محققون نے اسکی عملی تحقیق بھی کی ہے ایک آلہ جیروسکوپ (Gyroscope) تیار کیا گیا ہے ۔ اس آلہ کو سطح زمین سے متوازی اور برقائم کردیجئے جسکا مقتضا یہ ہے کہ ایک ہی حالت پر باقی رہے مگر اسکے متوازی سطح زمین کا مرکز حرکت کی وجہ سے بدل جاتا ہے اسلئے وہ آلہ بھی ایک حالت پر باقی نہین رہتا بلکہ متوازی سطح زمین کے موافق کچھ جھک جاتا ہے جو صاف طور پر زمین کی حرکت پر دلیل ہے خرد بین کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آلہ بھی برابر کچھ کچھ حرکت کرتا رہتا ہے ۔ اس دلیل کو واضح طور پر اور آلہ کی ساخت معلوم کرنے کے لئے خود اس کا مشاہدہ کرنا مناسب ہے لفظون مین اسکی حقیقت نہین بیان کی جاسکتی ۔

نیز یہ بھی عملی تجربہ کیا گیا ہے کہ نہایت بلند مینارے کوئی پتھر یا اور کوئی جسم نیچے کی جانب پھینکیے تو وہ عین اس نقطہ پر نہین گرے گا جو اوپر کے نقطہ کا جہان سے پتھر پھینکا گیا ہے متوازی ہے بلکہ مشرق کی جانب ہٹ جائیگا ۔ نیوٹن نے اسکی وجہ یہ بتائی ہے کہ پھینکنے کے مقام سے

جو دائرہ مرکز زمین کو لیکر بنے گا وہ بڑا ہوگا اس دائرے سے جو نیچے کے نقطہ سے بنے گا پس بڑا دائرہ بہ نسبت چھوٹے کے سریع ہوگا۔ اور چونکہ زمین مغرب سے مشرق کی طرف گھومتی ہے اسلئے وہ پتھر مشرقی جانب نقطہ سے کچھ ہٹکر گرے گا۔

اسکا بارہا تجربہ کیا گیا ہے۔ بلند مکان کے اندرونی حصہ مین بھی یہ عمل کیا گیا ہے کیونکہ شاید کھلے میدان مین ہوا کی طاقت کا اثر ہو۔

ہر ایک ستارہ ایک دوسرے سے الگ اور بہت فاصلہ پر ہے۔ آفتاب کی نسبت ماہتاب زمین سے کم فاصلہ پر ہے اسی طرح دوسرے ستارے زمین سے اور آفتاب سے دور ہین مگر ہر ایک کے قطر مین تغیر پیدا ہونا انکی حرکت پر دلیل ہے۔

نیز مدار تارے بیضاوی شکل مین آفتاب کے گرد گھومتے ہین نہ انکا کوئی معارض ہوتا ہے نہ کسی جسم سے تصادم۔

جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے زمین کو ساکن فرض کرین یا متحرک ستارون کے حالات اور تاثیرات متحد بیان کئے جاسکتے ہین مگر قریب الفہم ہونے کی وجہ سے الذکر صورت ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ زمین بہ نسبت آفتاب کے بہت چھوٹا جسم ہے کیونکہ زمین کا نصف قطر ۴۰۰۰ میل ہے۔ حالانکہ آفتاب کا نصف قطر زمین کے نصف قطر سے ۱۰۰ گنا زیادہ ہے اور زمین سے ۹۱ ہزار ملین میل فاصلہ پر ہے لہذا یہ مناسب ہوگا کہ ہم صغیر جسم کبیر کے گرد متحرک تسلیم کرین بجائے اسکے کہ ایک بڑے جسم آفتاب کو ۲۴ ملین فرسخ ۲۴ گھنٹہ مین ایک صغیر جسم زمین کے گرد گھومتے ہوئے مانین اسکے علاوہ علماے ہیئت نے دیگر ستارون کو بھی اپنے محور پر حرکت کرتے ہوئے اور زمین کیطرح آفتاب کے گرد گھومتے ہوئے پایا ہے جنکے مدار اہلیلجی شکل کے ہین اور دائرۃ البروج پر مائل ہین پس مشتری اور زحل اور مدار انکی زمین و آفتاب کے گرد چکر لگاتے ہین۔

زمین کی مختلف حرکتین ہین۔ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے زمین اپنے محور پر گردش کرتی ہے۔ چونکہ خط استوا کے پاس دائرہ نہایت وسیع ہے اسلئے اس جگہ کی حرکت بھی بہ نسبت دوسرے مقامات کے زیادہ ہے یعنے ایک گھنٹہ مین ۱۰۴۲ فرسخ طے کرتی ہے۔ رات اور دن اسی محوری حرکت سے پیدا ہوتے ہین سطح دائرۃ البروج پر چونکہ محور مائل ہے اس لئے

دن اور رات کا طول برابر نہیں ہو سکتا۔ نیز زمین آفتاب کے گرد ۳۶۵ دن ۵ گھنٹہ ۴۸ منٹ ۵۱ سکنڈ مین دورہ پورا کرتی ہے۔ ایک منٹ مین ۱۲ ۱/۴ فرسخ رفتار ہے۔ مختلف فصلین اسی حرکت سے پیدا ہوتی ہین۔ محمد ابن جابر نے دسوین صدی عیسوی کے اوائل مین تحقیق سے دریافت کیا ہے کہ نقطہ راس و ذنب بھی متحرک ہین یعنے زمین سالانہ گردش مین جو حلقۂ آفتاب کے گرد بناتی ہے اور اسمین راس و ذنب دو نقطے فرض کئے گئے ہین زمین ہر سال ایک ہی وقت مین وہان نہین پہونچتی بلکہ ۲۰ منٹ ۱۱ سکنڈ ہر آئندہ سال مین بہ نسبت گزشتہ کے جلد پہونچ جاتی ہے اس لحاظ سے نقطہ راس و ذنب بھی ہٹتے جاتے ہین۔ اکیس ہزار برس مین ان نقطون کی گردش پورے دائرۃ البروج پر تمام ہوگی۔ نیز دائرۃ البروج کی قوسین جسپر نہین سالانہ گردش کرتی ہے (۶۷۰۰) برس مین ایک درجہ قریب ہو جاتی ہین اور پہلے مقام کو چھوڑ دیتی ہین۔ اسپر لحاظ کرکے یہ کہا گیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئیگا کہ تمام زمین کے اطراف خط استوا کے نیچے آجائینگے۔

ہمنے زمین کے بیان کو انسائیکلوپیڈیا سے نہایت اختصار کے ساتھ اقتباس کرکے ہدیۂ ناظرین کیا ہے بشرط موقع شکل و جسامت کا بیان بھی پیش کرینگے۔

صدیق احمد

عید سعید

عید است و نشاط طرب و زمزمہ عام است
مے نوش کنہ بر من اگر بادہ حرام است

عید۔ لفظاً دیکھیے تو کچھ ایسا لمبا چوڑا نہین۔ کلمہ تین حرفون سے مرکب ہے اور اصطلاحاً غور کیجئے تو معمولی سال کے ۳۶۰ دنون مین سے ایک دن ہے۔ معمولی اسلئے کہ نہ اس کا عرصہ ۱۲ گھنٹے سے زیادہ ہے اور نہ اسکا گھنٹہ ۶۰ منٹ سے متجاوز۔ اور یہ بھی نہین کہ نظام قدرت

کچھ آجکے دن پلٹا کہاتا ہو۔ یا آفتاب اور دنون سے زیادہ چمک دمک دکہاتا ہو۔ نہین کوئی غیر معمولی یا خلاف قاعدہ بات رتی بھر بھی نہین ہے۔ مگر خدا جانے اِن تین حرفون ع۔ ی۔ د۔ مین کہانکی تاثیر کوٹ کوٹ کر بھر دیگئی ہے کہ جب نام سُنا باچھین کہلکر بانگوش تک آگئین۔ عید کا ذکر آیا کہ دل دو ہاتھ کا ہو گیا ؎

زبانپہ بارخدایا یہ کس کا نام آیا ۔۔۔ کہ میری نطق نے بوسے مری زبان کے لئے

کیا واقعی حرفون مین کچھ تاثیر ہے۔ اگر ہے تو پھر ہمین جادو ٹونے والون کا قایل ہونا پڑیگا۔ نہین لفظ یا حروف مین تاثیر کہان سے آئی۔ اگر عید مین فی نفسہٖ کوئی جادو ہوتا تو دنیا بھر کے مختلف مذاہب واقوام اس سے ایک ہی طرح متاثر ہوتے مگر مسلمانون کے سوا اور لوگون کے کانون پر جون بھی نہین رینگتی نہ کوئی گرمجوشی ہی پیدا ہوتی ہے اور نہ از خود فراموشی۔ سب جیسے کے تیسے ہی رہتے ہین۔ البتہ مسلمان حضرات اور خاصکر روزہ دار اسکے نام پر جان قربان کرتے ہین۔ تو جہ کیا۔ روز عید کے چہچہے قہقہے مزے مزے کی باتین لطف اُڑانیکی گھاتین آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہین۔ مہینہ بھر تک منہیات معصیات تو درکنار ضروریات زندگی سے بھی ایک درجہ تک پرہیز رہتا ہے۔ بروز عید بندی خلاص ہوتی ہے۔

ہم دعوے سے کہہ سکتے ہین کہ اگر از روے مذہب یوم عید خوشی کے لئے مقرر نہ کیا جاتا۔ تو بھی متواتر ایک مہینے کے روزہ دار آج کے دن اپنے اپنے طور پر ضرور خوشی مناتے خیر یہ تو جملہ معترضہ تہا اب سنئے کہ ایک تو خواہ روزہ دار ہون خواہ روزہ خوار سب یکسان لطف اُٹہاتے ہین دوسرے جملہ مسلمان ایک نوع سے باہم اظہار مسرت مین شریک الحال ہو جاتے ہین مگر ہم تو ایمان لگتی کہین گے کہ اصل عید تو روزہ دارون ہی کی ہے۔ اور سچی خوشی بھی حاصل اُنہین کو ہوتی ہے۔ وہ وقت قابل دید ہوتا ہے جبکہ بہت سے لوگ بارخ زرد و لب خشک آسمان کی طرف تاک لگائے ہلال عید کے منتظر ہوتے ہین۔ اور حضرت ہلال بھی کچھ ایسے اغماض کی لیتے ہین کہ باید و شاید چہرہ دیکھئے تو سو کہا سہا مگر اسپر بھی وہ تمکنت مزاج مین ہے کہ اللہ اللہ۔ برآمد ہی نہین ہوتے۔ اور ہو بھی تو اس طرح جیسے کوئی حسین ہلکے ریشمی ڈوپٹہ کی آڑ کر لیتا ہے۔ ابھی ایک ہی جھلک دکہائی تھی کہ دوسرے کو مشتاق ہی

چھوڑا اور چپ گئے اور رونمائی سے منہ موڑا۔ لوگون نے بھی جان بوجھکر سر پر چڑھایا ہے یہ نہین کہ جہان ۲۹ روزہ رکھے ایک اور بھی۔ کا ہیکو اسقدر اضطراب کرتے ہین۔ مگر نہین چاند کا شوقِ نظارہ کسی مہوش کے اشتیاق دیدار سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

یہان سے پتہ چل سکتا ہے کہ انسان کو رکاوٹ سے کسقدر نفور ہے اور خوشی کے لئے کس درجہ ساعی ہر چند کہ سب جانتے ہین کہ عید اگر کل ہوگئی تو امید بھی جاتی رہیگی۔

اُما شنکر۔ اشٹھانہ لکھنوی

اسلامی لطیفے

مذکورہ بالا عنوان سے چند لطیفے۔ رسالۂ معارف کے کسی پرچہ مین ہماری نظر سے گزرے تھے۔ چونکہ اس قسم کے لطائف قطع نظر اس سے کہ اپنی سادگی، بے ساختگی، اور خوش مذاقی سے ناظرین کی گرفتگی اور دلی کلفت کو زائل کر دیتے ہین۔ اُن سے اس امر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ مسلمان کسدرجہ کے ذہین، طباع، اور بامذاق لوگ تھے۔ لہذا ہم اسی قسم کے چند لطیفے ایک عربی کتاب سے ترجمہ کر کے ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔

لطیفہ ۱۔ ایک آدمی حضرت معاویہؓ کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ اور حاجب سے کہا "جاؤ! اور امیر المومنین کو اطلاع کر دو کہ آپ کا ایک بھائی آیا ہے۔ جو خاص آپکے والد اور والدہ کا بیٹا ہے"۔ حاجب نے اطلاع کر دی۔

حضرت معاویہؓ "اُن! مین اپنا اِس قسم کا کوئی بھائی تو نہین جانتا۔ خیر اُسکو اندر بلاؤ!"۔

آدمی اندر بلایا گیا۔

حضرت معاویہؓ "کیون! تم میرے بھائی کیسے ہو؟"

آدمی "حضور! حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ کا بیٹا ہون۔

حضرت معاویہ "اچھا معلوم ہوا (غلام سے) اے غلام! انہین ایک درہم دے!"

وہی آدمی "حضور! آپ آپنے اُس بھائی کو جو آپ کی والد اور والدہ کا بیٹا ہے۔ کیا ایک درہم عنایت فرماتے ہین؟"

حضرت معاویہ "ہونہ! اگر مین اپنے ہر ایسے بھائی کو دیا کرون۔ تو تم کو اتنا بھی نہ ملے"

لطیفہ ۲۔ اصمعی بیان کرتے ہین کہ۔ خلیفہ عبدالملک کے پاس چند باغی حاضر کئے گئے جنمین سے ایک باغی کے متعلق۔

خلیفہ نے حکم دیا کہ اُسکی گردن ماری جائے۔

باغی "امیرالمومنین! میری سزا یہ نہونی چاہئے۔

خلیفہ "پھر کیا ہونی چاہئے؟"

باغی "سنئے! مین نے بغاوت نہین کی۔ مگر آپ ہی کے فائدہ کے لئے۔ کیونکہ مین ایک منحوس آدمی ہون۔ جن جن لوگون کا ساتھ دیا۔ وہ یا تو مغلوب ہوئے یا شکست اُٹھائی۔ جسکا ثبوت اب بھی موجود ہے۔ پس مین آپ کے حق مین اُن لاکھون آدمیون سے بہتر ہون۔ جو آپ کے ہمرکاب ہین"

عبدالملک ہنسا اور اُسکی رہائی کا حکم دیا۔

لطیفہ ۳۔ محمد بن عبدالرحمن کہتے ہین۔ "ایک قوال نے کسی آدمی کو مکان پر بلایا۔ اور عصر کے وقت تک بٹھا رکھا۔ مگر بیچارے کو ایک لقمہ نہ کھلایا۔ اُدھر بھوک اُسکی تیز ہوئی ادھر اسنے ستار اُٹھا کے پوچھا "حضرت! فرمایئے کونسی راگنی چھیڑون؟ آپ کو کونسی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے؟" جواب دیا "بھائی! مجھے تو اس وقت ہانڈی کی آواز بھلی لگتی ہے۔"

لطیفہ ۴۔ ایک آدمی نے کسی کو بلا کر کہا: "آئیے! آج آپ کے ہمراہ کچھ نان و نمک تناول کرین" وہ غریب یہ سمجھا۔ کہ نہین معلوم۔ آج کیا کیا نعمتین نصیب ہونگی۔ مگر دسترخوان پر سوا نان و نمک کے اور کچھ نہ دکھائی دیا۔ دونون کھانا کھا رہے تھے کہ ایک سائل بھی

آپہونچا۔ صاحب خانہ نے کئی بار جھڑک دیا۔ مگر اُسنے نہ مانا۔ صاحب خانہ نے آخری مرتبہ کہا۔ "جاتا ہے کہ اب آکر سر توڑ دوں" مہمان بول اُٹھا "ارے میاں فقیر! اگر تم کو ہمارے میزبان کی دھمکی سچی معلوم ہوتی۔ جیسا کہ مجکو انکا وعدہ سچا نظر آرہا ہے۔ تو تم ادھر کا رخ بھی نکرتے"

لطیفہ ۵۔ ایک دن خلیفہ مامون نے عبداللہ بن طاہر سے سوال کیا۔

"کہو! میری مجلس اطیب ہے؟ یا تمہارا مکان؟"

عبداللہ:۔ "امیر المومنین! مین نے تو کبھی آپکی مجلس سے اعراض نہین کیا"

مامون:۔ "یہ مراد نہین ہے۔ مین کہتا ہون۔ اسباب عیش و راحت کے اعتبار سے کون بڑھکر ہے؟"

عبداللہ:۔ "امیر المومنین! مجھے تو میرا ہی مکان بڑھکر معلوم ہوتا ہے۔!"

مامون:۔ "یہ کیونکر؟"

عبداللہ:۔ "اس لئے کہ مین وہان مالک ہون۔ اور یہان مملوک۔!"

لطیفہ ۶۔ ابن زیاد کا بیان ہے "کسی شاعر کا ایک کھیت تھا۔ اُسنے وہان کے حاکم کی ہجو کی۔ حاکم کو خبر ہوگئی۔ اُسوقت تو وہ چپ ہو رہا۔ مگر جب غلہ کی درو کا وقت آیا۔ تو حاکم سوار ہوکے برسر خرمن پہونچا۔ اور سارا غلہ اُٹھوا لایا۔ شاعر اُسکے پاس شکایت کرتا ہوا آیا۔ حاکم نے کہا "سنو صاحب! تمنے شعر سے ہماری ہجو کی۔ ہمنے شعر (گندم) سے تمہاری ہجو کی۔ پس عوض معاوضہ شکوہ ندارد"

لطیفہ ۷۔ ایک آدمی نے ہشام بن عمرو قرطی سے دریافت کیا۔

آدمی:۔ "آپ کتنے عدد شمار کرتے ہین؟"

ہشام:۔ "ایک سے لیکر ہزار تک اور اس سے زیادہ"

آدمی:۔ "میرا مطلب یہ نہین ہے"

ہشام:۔ "اور کیا ہے؟"

آدمی:۔ "آپ عمر کے کتنے عدد گنتے ہین؟"

ہشام: "تیئس۔ سولہ بچپن کے۔ اور سترہ جوانی کے۔"

آدمی: "میری مراد یہ نہیں ہے۔"

ہشام: "اور کیا ہے؟"

آدمی: "آپ کے کے سال ہیں؟"

ہشام: "میرے کچھ بھی سال نہیں۔ سب خدائے عزوجل کے سال ہیں۔"

آدمی: "آپ کتنے کے لڑکے ہیں؟"

ہشام: "دو کا۔ ایک ماں۔ دوسرا باپ۔"

آدمی: "آپ پر کتنے گزرے ہیں؟"

ہشام: "اگر مجھ پر ایک بھی گزرتا۔ تو مر چکا ہوتا۔!"

آدمی: "اچھا تو آپ ہی فرمائیے کہ میں کیونکر کہوں؟"

ہشام: "یہ کہو کہ تمہاری عمر سے کیا گزر چکا ہے۔"

لطیفہ ۸۔ قبیلہ بنی اسد میں ایک مجنون تھا۔ وہ ایک وقت قبیلہ بنی تیم اللہ میں آیا۔ لوگوں نے اُسکے ساتھ بیہودہ حرکتیں کیں۔ اور اُسے خوب ستایا۔ اُس نے کہا۔ "یا بنی تیم اللہ دنیا میں کوئی قوم تمسے بہتر مجھے نظر نہیں آتی۔" پوچھا: "کیونکر" بولا: "دیکھو اپنی اسد نے تو مجھے باہر بخیر کر کے قید میں ڈال رکھا تھا۔ لیکن تم سب کے سب میرے ہی جیسے ہو حالانکہ کوئی مقید اور باہر بخیر نہیں ہے۔"

لطیفہ ۹۔ یہ لطیفہ گو اس قابل نہیں کہ عنوان بالا کے تحت میں داخل ہو سکے لیکن چونکہ اس سے جودت طبع اور استدلالی قوت ٹپکتی ہے۔ لہذا ہم معزز ناظرین کو اسکے لطف سے محروم رکھنا نہیں چاہتے۔ حکیم ارسطاطالیس نے بعض مسائل میں اپنے اُستاد افلاطون کے خلاف کیا ہے۔ اُس سے پوچھا گیا کہ تمنے اپنے اُستاد کی مخالفت کیوں کی؟ جواب دیا۔ اُستاد مجھے عزیز تھا۔ اور راستی بھی عزیز تھی۔ مگر راستی بہ نسبت اُستاد کے زیادہ پیاری تھی۔

محمد اکبر علی

HYDERABAD

نظم

جناب شوکت بلگرامی نے محبوب الکلام نمبر (۲) سے دو قافیوں کے اشعار انتخاب کر کے لطف فرمائے ہیں جو منت پذیری کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔ اور بھی دو ایک قافیوں کا انتخاب ہوتا تو زیادہ تر دلچسپی متصور تھی

سحر

دلجلوں شب غم کیا میں کہوں کیا گزری — جل بجھے ختم ہوئے شمع سحر سے پہلے — اختر میانی

مہ جبینوں کی زبانی یہ سنا ہے اختر — آپ ملتے ہیں تو ملتے ہیں سحر سے پہلے

ہائے وہ صبح شب وصل کسی کا کہنا — کیوں جی تم جان ندیتے تھے سحر سے پہلے — آفاق

طور خورشید کے اس شک قمر میں دیکھے — شب وعدہ بھی نہ آیا وہ سحر سے پہلے — احمد

آہ و سوز بنے کون پس مرگ مرا — جل بجھی شمع لحد بھی تو سحر سے پہلے — اسلم

خوب ہو وصل کی شب میں جو وصال یار ہو — آپ خفت ہوں سحر کو میں سحر سے پہلے — جلیل

تیری منزل بھی ہے منزل کوئی اے شمع مزار — شام کے بعد چلی پہونچی سحر سے پہلے — ″

رخسے جب لف ہٹی دلکو شگفتہ پایا — کوئی غنچہ نہ ہوا پھول سحر سے پہلے — ″

بال و پر کہو کے ترستے ہیں چمن کو اب ہائے — ہم پھولے پھلتے تھے کبھی باد سحر سے پہلے — ″

وصل کی شب گئی دلوانہ بنا کر مجھکو — جی میں ہے دست و گریباں ہوں سحر سے پہلے — ″

وصل کا دن جو دکھاتی ہی ہے تقدیر کبھی — شام آتی ہی مرے گھر میں سحر سے پہلے — ″

شہرت نقص ہے آفاق میں جاہل کا فروغ — صبح کاذب ہی جو ہوتی ہی سحر سے پہلے — حبیب گنجوری

ای خوشا بخت رسا طالع بیدار کہ ہم — منہ ترا دیکھتے ہیں روے سحر سے پہلے — حزیں

کسقدر جلد گزرتی ہے الٰہی شب وصل — دن نکل آیگا کیا آج سحر سے پہلے — رسوا

جلوہ ہی مانگ کا بالائے جبین روشن — خط ابیض نظر آتا ہے سحر سے پہلے — سفیر

داغ ہیں مجکو خیالِ رخِ جانان دنیا — مانگ لون مرہم کافور سحر سے پہلے — سلام

کیا بلا ہے کہ شبِ وصل گزرتی ہی نہیں — کوئی چلتا ہوا یہ کہکے سحر سے پہلے — شریر بھاری

رات ہی بھر کا ہے مہمان مریضِ الفت — کاش آجائیں وہ بالین پہ سحر سے پہلے — شفق

زخم دلکی ہے بنا زخم جگر سے پہلے — خندۂ صبح بھی ہے چاک سحر سے پہلے — شید الکھنوی

چشمِ خورشید میں ہوں نورِ شعاعِ امید — آنکھیں ملتا ہوا اُٹھتا ہوں سحر سے پہلے — ″

دامنِ دل مرا سورج کی کرن ہوتی ہے — ملتا جلتا تھا گریبانِ سحر سے پہلے — ″

ہجر کا مجکو تو سودائی کا دھڑکا اُن کو — رنگ اُڑا جاتا ہے دونوں کا سحر سے پہلے — شید انجوری

وہ چلے ہاتھ سے دامن کو چھڑا کر شبِ وصل — دل مرا چاک ہوا چاک سحر سے پہلے — شفیقہ کنتوری

تم جو پہلو سے اُٹھے شب کو بجھی شمعِ حیات — ہو گیا کام مرا شمع سحر سے پہلے — ″

سرد دل ہو گیا آتے ہی خیالِ پیری — جلکے ٹھنڈی ہوئی یہ شمع سحر سے پہلے — ظہیر تلمیذ اسیر

ہو گئی آخر جو شبِ وصل قیامت ہو گی — کھولدو رازِ مہ مرجان سحر سے پہلے

اے فلک صبح شبِ وصل نہ اندھیر کرے — میرے ارمان نکلجائیں سحر سے پہلے — عارف

شبِ غم ہائے کسی نے نہ دیا ساتھ مرا — شمع کافور ہوئی نورِ سحر سے پہلے — عتیق

ہاں مچل اے دلِ بیتاب کہ آفت آئی — دیکھ جانیکو وہ اُٹھے ہیں سحر سے پہلے — عجز

سفر

تیرے صدقے کوئی ایسا بھی ہے رستم اے خضر — بھکو منزل پہ جو بہونچا دے سفر سے پہلے — اختر مینائی

مرکے آرام ذرا ملکِ عدم میں پایا + — ورنہ کلفت میں گزرتی تھی سفر سے پہلے — اطہر

بھکو پیغامِ سفر دیتی ہے بیدل پیری — کرلے کچھ فکرِ سفر وقتِ سفر سے پہلے — بیدل

آنکھ قاتل کی پڑی تیغ دوسر سے پہلے — ملگیا زادِ سفر مجکو سفر سے پہلے — جلیل

شمع کا حال نہ کچھ پوچھو سحر سے پہلے — روتے گزری ہے مسافر کو سفر سے پہلے — ″

موت کی یاد نے بیخود ہمیں کر رکھا ہے — گھر کو چھوڑے ہوئے بیٹھے ہیں سفر سے پہلے — ″

جیتے جی اپنے کہیں عمر رواں رکتی ہے — ہی تمنا کہ سفر میں ہوں سفر سے پہلے — ″

کیا رہے طالبِ عقبیٰ کو خیالِ دنیا — منزلین کرتی ہین گھر ملین سفر سے پہلے — حبیب کنتوری
راہ مین تجکو سبکبار جو رہنا ہو سفیر — زادِ رہ بھیجدے منزل پہ سفر سے پہلے — سفیر
چھوڑکر گھر صفتِ اشک نہوتا پامال — سوچ لیتا اگر انجام سفر سے پہلے — سلام
بیٹھا ہون پا برکاب اور حواسِ خمسہ — ہوگئے مجھ سے الگ میرے سفر سے پہلے — سیفی
قبل رحلت ہون تصور سے عدم مین وارد — طے کیے بیٹھا ہون منزل مین سفر سے پہلے — شید الکھنوی
اس جنون کا ہو بُرا جس نے نکالا گھر سے — پانون میرے تھے نہ آگاہ سفر سے پہلے — شفیقہ کنتوری
یہ نہ پوچھونگا مین واللہ کہان جاؤگے — شکل تو اپنی دکھا جاؤ سفر سے پہلے — ,,
غم کا سامان کرا ے دل رہِ الفت کیلئے — توشۂ راہ ہے درکار سفر سے پہلے — ظہیر دہلوی

ریویو

سینتالیس وفادار جاپانی

آجکل جس دلچسپی اور شوق سے جاپانی قوم اور ملک کے حالات پڑہے جاتے ہین وہ جاپانی قوم کی اس بہادری اور حب وطنی کی وجہ سے ہے جس کا اظہار آجکل وہ یورپ کی عظیم الشان اور پرہیبت سلطنت روس کے مقابلہ مین کر رہی ہے جس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کی طبیعت مین وہ خصوصیات موجود ہین جو ایک جنگجو بہادر جفاکش وفادار شخص کا خاصہ ہین پس ہمکو یقین ہے کہ ان سینتالیس وفادار جاپانیون کا حال ملک مین نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑہا جائیگا جو قصہ کے پیرایہ مین بصورت کتاب منشی شرف الدین احمد خان صاحب کی کوششون سے چھپ گیا ہے۔

اس دلچسپ کارنامہ کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوجائیگا کہ انتقام کا جوش جاپانیون کی رگ وپے مین کس قدر سرایت کرگیا ہے اس کتاب کے ہیرون نے بتایا ہے کہ وہ ان بہادر عربون کے قریب قریب ہین جو اپنی زندگی کو ذلت کے ساتھ گزارنے مین ہیچ سمجھتے ہین۔

اِس واقعہ سے جاپانی قوم کے اندرونی حالات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے یہ اِس کتاب کا ترجمہ ہے جسے ایک جاپانی نے استاد والی رامپور کو جب وہ سفر مین تھے یکوہامہ مین ہدیتاً دیا تھا اور اُنکے ایما سے منشی شرف الدین احمد خالص صاحب ہیڈ کلرک جیل ریاست رامپور نے ترجمہ کیا ہے مترجم موصوف کے پاس سے یہ کتاب ملتی ہے جسکی قیمت مع محصول ڈاک ۶ ر ہے ۔

سبزی ترکاری

لالہ دیوی دیال صاحب کی مشہور تالیف "پھول" کو دیکھتے ہی ہمنے فن نباتات کا انہین نہایت واقفکار سمجھا تھا جیسا کہ کسی پرچہ مین ہم ظاہر کر چکے ہین اب یہ کتاب سبزی ترکاری ہمین موصول ہوئی ہے جو نہایت خوشخط قریب ۳۰۰ صفحون پر ختم ہوئی ہے ۔ اسکے دیکھنے سے مولف کی واقفیت کا حال ظاہر ہوتا ہے ۔

لایق مولف نے مختلف قسم کی ترکاریون کے طریقہ کاشت اور حفاظت کا بیان مفصل لکھا ہے اگر ان طریقون پر عمل کیا جاے تو انواع و اقسام کی ترکاری بہم پہونچائی جا سکتی ۔ اب ضرورت ہے کہ لوگ اسی قسم کے کام کی طرف متوجہ ہون تا کہ وہ ملک کی ضرورتون کو بھی رفع کرین اور ذریعۂ معاش کی اچھی صورت نکال سکین ہمکو یقین ہے کہ اِس قسم کے اصحاب سبزی ترکاری کی بڑی قدر کرینگے ہر ایک مذہب و ملت کا شخص ترکاریان خریدتا ہے اور اُنکے کھانے مین صرف ہوتی ہین یہانتک کہ ہنود کے بعض فرقہ تو صرف ترکاریون ہی پر بسر کرتے ہین پس ظاہر ہے کہ کس قدر اِس صورت مین فائدہ متصور ہے ۔ اگر آج نہین تو کل ضرور مجبور ہو کر لوگ اِن کامون کی طرف متوجہ ہون گے اور مولف کی تالیفات سے بہت فائدہ اُٹھائین گے ۔

اِسمین موسم سرما و گرما کے ہر ے مصالحہ اور ترکاریون کا مفصل ذکر ہے اور حسب ذیل ہدایتین ہین

(۱) انتخاب زمین ۔

(۲) زمین کو درست کرنا ۔

(۳) کھاد دین ۔

(۴) آبپاشی۔

(۵) تخم ریزی۔

(۶) حفاظت تخم۔

(۷) موذی کیڑے مکوڑے اور جانورون کے دفعیہ کے طریق۔

باوجود اس ضخامت اور مفید ہونے کے اس کتاب کی قیمت ۸ر بلا محصول ڈاک رکھی گئی ہے جو کتاب کو دیکھتے ہوے کچھ بھی نہین ہے۔ منیجر امپیریل بک ڈپو چاندنی چوک دہلی سے ملتی ہے

درخت

یہ لاجواب کتاب بھی مولف موصوف کے تالیفات سے ہے جسکو شائع کرکے انہون نے ملک کی بڑی ضرورت پوری کی ہے کس کس قسم کے درخت ہین۔ کہان بوے جاتے ہین۔ انکی پرورش کسطرح کیجاے تاکہ وہ خوبصورت طریقہ سے نشو ونما پائین۔ اسی قسم کے درختون کی نسبت کہا گیا ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ۔

ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

یہ کتاب تین سو اٹھائیس صفحون پر ختم ہوئی ہے جسکی قیمت عصلہ ہے۔

ہمنے نہایت مسرت کے ساتھہ اس خبر کو پڑہا ہے کہ لایق مولف کے جانفشانیون کی گورنمنٹ پنجاب نے قدردانی کی اور انکو انعام عنایت فرمایا جو ہر طرحسے اس قدردانی کے مستحق تھے ساتھہ ہی امپیریل بک ڈپو کا ذکر نہایت ضروری ہے جسکے منیجر نے ایسی کتاب کارخانہ سے نکالی ہے اور اسی طرح کی دوسری کتابین بھی جیسا کہ فہرست کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے یقین ہے کہ بک ڈپو نہایت کامیابی کے ساتھہ قائم رہیگا "درخت" بھی منیجر امپیریل بک ڈپو چاندنی چوک دہلی سے ملتی ہے۔

جنگ روس وجاپان

حصۂ اول

ہمعصر نیر اعظم مرادآباد نے موجودہ جنگ روس جاپان کا پہلا حصہ سید محمد ابراہیم صاحب عجمی سے مرتب کراکے شائع کیا ہے جسمین ۱۱ فروری تک کے حالات جنگ ہین ہمعصر موصوف کا قصد ہے کہ کئی حصون مین جنگ کے حالات شائع کرے جس سے جنگ کے ختم ہوتے ہی مکمل تاریخ مرتب ہوجائیگی۔ موجودہ جنگ کئی حیثیتون سے دنیا کی توجہ اپنی طرف کھینچے ہوے ہے اور دوسری لڑائیون سے خوفناک صورت اختیار کئے ہوے ہے۔ اسمین کچھ شک نہین کہ ختم جنگ کے بعد متعدد تاریخین لکھی جائینگی مگر نیر اعظم نے پیشقدمی کی ہے۔

اس کتاب کی عبارت بھی نہایت دلچسپ ہے جس سے پڑھنے والون کو دلچسپی حاصل ہوگی بیانات واضح ہین خصوصاً فہرست جنگ بہت ہی مفید ہے۔ بحری جنگ مین پہلا حملہ پورٹ آرتھر کا ہے اسی سے باب جنگ کھولا گیا ہے۔ ہمکو امید ہے کہ پورٹ آرتھر کے سر ہوتے ہی دوسرا حصہ اس کتاب کا شائع ہوجائیگا۔ اس اثنا مین متعدد بحری و بری لڑائیان اور عظیم انقلاب میدان مین ہوچکا ہے لہذا دوسرا حصہ اس سے بھی زیادہ دلچسپ اور ضخیم ہوگا۔ لکھائی چھپائی کاغذ معمولی ہے۔ میدان جنگ کا نقشہ ساتھ ہی ہے۔ کوریا۔ پنجوریا۔ جاپان۔ روس کا مکمل نقشہ فرداً فرداً دینا ضروری ہے۔ دوسرے حصہ مین امید ہے کہ تمام باتون کی تکمیل کردی جائے گی۔

ابتدائی واقعات۔ روس وجاپان کی خط و کتابت قطع تعلقات کی کیفیت دریافت کرنیکے لئے بجاے اسکے کہ دس مہینے اُدھر کے اخبارات تلاش کئے جائین اس حصہ کا دیکھ لینا کافی ہے قیمت بھی معمولی ہے صرف ۸ر۔ نیر اعظم پریس مرادآباد سے شائقین طلب کرین۔

زمانہ

ایک اعلیٰ درجہ کا ماہوار رسالہ

جس مین

ہر ماہ مشاہیر ملک مین سے کسی کی کسی عکسی تصویر ناظرین کی جاتی ہے اور جسکو پایونیر انگلش مین - ڈیلی ٹیلیگراف - انڈین اسپکٹیٹر - علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ - پیسہ اخبار - اودھ اخبار - ریاض الاخبار وغیرہ وغیرہ نے باعتبار حجم - مضامین - ترتیب وغیرہ وغیرہ اردو کے تمام موجودہ رسالون مین قابل قدر بتلایا ہے قیمت سالانہ سے ۱ علاوہ محصول - فی پرچہ ۴ ر

درخواست خریداری بنام منیجر زمانہ - قیصری پریس - بریلی - ہونا چاہئے اور ہر درخواست کے ساتھ قیمت نقد یا اجازت ویلو پی ایبل آنا چاہئے - حجم ۸۰ صفحہ - فہرست مضامین زمانہ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۸ء جلد (۳) نمبر (۴) قیمت ۴ ر

(۱) کلام اکبر - نظم از خان بہادر سید اکبر حسین صاحب جج عشیر (۷) درد دل - نظم منشی احمد حسین خانصاحب

(۲) برطانیہ اعظم کی نمائش عظیم اور پرنس البرٹ کی تقریر از خان بہادر شمس العلما مولانا ذکا اللہ صاحب دہلوی

(۸) پال - نظم - منشی کندن لال صاحب شور -

(۹) ریویو کتب - (۱) دھرم وچار از مدوفتر منوہر لال صاحب رنگ براے (۲) تاج و نشان - از نقاد سخن -

(۳) اردو اخبارات - از منشی بالمکند صاحب گپتا اڈیٹر اخبار بہارت متر -

(۱۰) پچھلا مہینہ اڈیٹر -

(۴) تنبیہ مدہوشان - نظم - منشی سورج نرائن صاحب مہر دہلوی

(۱۱) علمی جرنل نوٹس اور تذکرے . . .

(۵) پاکیزہ شاعری - ابوالنصر غلام یسین صاحب آہ دہلوی

(۱۲) نئی جلد کا خیر مقدم -

(۶) ازدواج بیوگان - از بیگت رام -

قیمت حجم رسالہ زمانہ بابت اکتوبر سنہ ۱۹۰۸ء ۴ (۸۰) صفحات علاوہ سرورق قیمت ۴ ر

تصاویر عکسی ! تصاویر عکسی ! تصاویر عکسی -

تصویر سرسید احمد خان تصویر پنڈت رتن ناتھ سرشار تصویر مسٹر جمشید جی تاتا

تصویر شاہنشاہان روس و جاپان ۳ تصویر پنڈت اشور چندر ودیا ساگر - ۳

(المشتہر منیجر زمانہ قیصری پریس بریلی)

پنچ بانکی پور

کیا آپ نے ابتک مولنا پنچ کو نہین دیکھا؟ دیکھیے اور ضرور دیکھیے! اخبار نہین چلتا ہوا جادو ظرافت کا پوٹمنٹو اسپر لطف یہ کہ صرف ہا ہا ہی ہی اور بیہودہ مذاق نہین بلکہ بالکل سوشیل مارل آرگل سے مالا مال ملکی ترقی اور تمدنی مضامین پر زبردست ڈیکیان لیتے ہین گرد و گھٹال، زبان کی صفائی محاورات کی بندش کا کیا کہنا پڑھیے اور لوٹ پوٹ ہو جائیے۔ ہر ہفتہ دلفریب اور قابلمانہ نظم و نثر کی بہار اور تازہ خبرون کے لطف اٹھائیے۔ ان سب خوبیون پر قیمت پوچھو تو کچھ بھی نہین۔ شہر اور مفصل والون کے لیے چار (۴) چہرہ شاہی اور طلبہ کے تین۔ گر سب کم نقد۔ ایک ہاتھ سے روپیہ بھیجیے اور دوسرے ہاتھ سے اخبار لیجیے۔ پھر مزدوری چوکہا کام خالی خولی درخواست پر دوشن محال ہے تاجرو ذرا اس اخبار سے بڑھکر کوئی دوسرا اخبار کثیر الاشاعت نہ ملے گا اسوقت اس صوبہ بنگال مین اردو کا ایک ہی اکیلا اخبار ہے اسکے سوا اردو مین کوئی دوسرا اخبار ہی نہین۔ پھر اسپر بااثر با وقعت اور کثیر الاشاعت تاجرانہ رخ نہایت ارزان۔

بہار

یہ ایک علمی رسالہ ہے جو اسی دفتر سے ماہوار شائع ہوتا ہے اور اس اہتمام اور انتظام سے اسونت کوئی رسالہ ہندوستان مین نہین نکلتا۔ طلا و مذہب مینا کاری نگین ایک جزو مین اعلیٰ درجے کی نظم و نثر اور دوسرے حصہ مین طرح کی غزلین۔ وکیل لیا شرط ہے پسند نہ آئے تو زر واپس قیمت سالانہ عمارفی پرچہ ۴

المشتہر منیجر اخبار پنچ چوبٹہ ڈاکخانہ مراد پور۔ پٹنہ

فتنہ عطر فتنہ

عاشقانہ نظم و نثر کے ہفتہ وار پرچے فتنے مین دلچسپ مضامین درج ہوتے ہین اور عطر فتنے مین قدیم رنگ کی غزلین جسکا ہر شعر منتخب ہوتا ہے عمدہ اسلوب و اہتمام سے درج کیے جاتے ہین۔ غرض دونون پرچے اپنی وضع اپنے رنگ مین بالکل نرالے ہین ہر ہفتہ کو چھوٹی تقطیع پر گورکھپور سے شائع ہوتے ہین قیمت مع محصول ڈاک عمان ۔

المشتہر حکیم برہم پروپرائٹر فتنہ و عطر فتنہ گورکھپور

ضوابطِ دبدبۂ آصفی

دفعہ ۱ ۔ یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شایع ہوتا ہے ۔ اسکے تمام حقوق عالیجناب وزارت پناہ نے مہتمم رسالہ کو مرحمت فرمائے ہیں اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے ۔

عام سالانہ پیشگی مع محصول (للعہ)

عمائد و عہدہ داران عالیمرتبہ سے دس روپیہ (عہ)

امرائے عظام و رؤسائے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو قدردانی فرمائیں ۔

دفعہ ۲ ۔ مضامین بشرط اپسند کمیٹی طبع ہوں گے جو مضمون اعلیٰ درجہ کا ہوگا اُسکے شکریہ میں ایک اشرفی دیجائیگی ۔

دفعہ ۳ ۔ اشتہارات کی چھپائی بذریعہ تحریر طے ہوسکتی ہے ۔

دفعہ ۴ ۔ نمونے کا پرچہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے ۔

دفعہ ۵ ۔ خط و کتابت اس پتے سے ہونی چاہیئے ۔

(مجدد سب پریس علاقۂ پنیکاری بنام مہتمم محبوب الکلام دبدبۂ آصفی)

۶ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ

دبدبۂ آصفی

اخلاقی۔ علمی۔ تاریخی۔ ادبی مضامین کا ماہوار رسالہ۔

یادگار جشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت ضوفر پرتو نواب میر محبوب علیخان بہادر

نظام الملک آصفجاہ فتح جنگ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

حسب الحکم

وزارت پناہ فرتوت دستگاہ سرمہاراجہ بہادر

یمین السلطنت پیشکار و مدار المہام سرکار عالی

محبوب پریس علاقہ پیشکاری حیدرآباد دکن سے شایع ہوا

فہرست مضامین

حضور نظام کے ایک مطلع کی شرح	سید احمد صاحب دہلوی (مولف فرہنگ آصفیہ)
مرزا غالب کا خط قدر بلگرامی کے نام	سید کاظم علی صاحب شوکت۔
نواب سراج الدولہ محمد انور الدین خان بہادر	حافظ محمد ابراہیم صاحب۔
ایک وزن عروضی کی تحقیق	سید فضل حسن صاحب بلگرامی۔
امید سے خطاب	سید محمد ہادی صاحب مچھلی شہری
اشتہارات۔	



تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

حضور نظام کے ایک مطلع کی شرح

اب اُردو کا جوبن بڑھا چاہتا ہے دکن اُسکا مسکن ہوا چاہتا ہے

ہوا چالاک تجھسے بھی سودل

چھلاوا شوخ چنچل چلبلا دل

(یعنی اے معشوق تو چالاک تہا ہی کر ہمارا دل چالاکی مین تجھسے بھی آگے نکل گیا یہانتک کہ شوخ۔ چھلاوا۔ چنچل۔ اور زہ چلبلا ہوگیا)

اس شعر مین ہمین یہ دیکھنا ہے کہ اسمین ہمارے اعلیحضرت۔ دارا شوکت آصف جاہ والا پاگاہ نے جو دل کی صفت مین الفاظ ذیل۔ چھلاوا۔ شوخ۔ چنچل۔ چلبلا۔ اور چالاک موزون فرمائے ہین انمین کون کون سی خوبی کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور یہ الفاظ دل کی صفت مین کہان تک پایۂ ثبوت کو پہونچتے ہین۔

بادی النظر مین اس شعر پر نظر ڈالنے والا یہی کہے گا کہ بھلا دل جو خود اُسکی اونوٹن۔ اُسکی اداؤن۔ اُسکی گھاتون۔ اُسکی طراریون۔ اُسکی شوخیون۔ اُسکی طنازیون پر مٹا ہوا ہے معشوق سے اور اُڑہجائے یہ تو ہوا ہے اور نہ ہو۔ عشق مین بیقرار رہنا اور ہے شوخی و طراری اور۔ جب ہم پوچھین گے کہ چالاک کسے کہتے ہین تو یہی جواب ملیگا کہ چست و چابک یا تیز رفتار اور جلد باز کو چالاک کہین گے چونکہ چستی اور پھرتی ہی معشوقیت کا ایک جزو ہے اور بظاہر دل مین یہ بات نہین پائی جاتی لہذا دل معشوق سے چالاکی اور پھرتی مین نہین بڑھ سکتا۔ اب ہے شیخی چالاکی سے غرض تحرک ہے اور تحرک سے مراد اضطراب۔ معشوق کا اضطراب خواہ از روے رفتار خواہ از روے مزاج ایک حالت پر نہین رہتا ہے اور یہ دونون باتین دل مین پائی جاتی ہین۔ حالت مفارقت، یا خواہش مواصلت مین یہ حرکت باعث انقباض خاطر حرارت پیدا ہوکر بڑہجاتی ہے اور معشوق کی حرکت چونکہ خود اختیاری ہوتی ہے اُسکا بڑہانا اور گھٹانا اُسکے بس مین ہے لیکن عاشق کا اپنے دل پر یہ اختیار نہین ہے کہ وہ دل کی رفتار کو کم و بیش کرسکے۔ لہذا دل چالاکی مین اُس سے بڑہگیا یعنی معشوق کی چالاکی دست و پا بزنو ہے جو اپنے قابو کی ہوتی ہے اور عاشق کے دل کی حرکت اُسکے تصور و خیالات پر منحصر۔

اسکے علاوہ معشوقانہ حرکت حالت خواب مین نیند مین نشہ مین خمار مین رُک جاتی ہے مگر عاشق کے دل بیقرار کی حرکت کسی حالت مین بھی ازروے حکمت و ازروے حالت نہین رُکتی۔ پس عاشق کا دل بمقتضاے تحرک معشوق سے بڑھگیا اور یہ اُسنے بہت بڑی چالاکی دکھائی کہ بےخبری کے عالم مین بھی اُسی چُستی۔ پھُرتی اور ہوشیاری سے دھڑکتا رہا۔ پس اِس سے بڑھکر کون سُرتا ہوسکتا ہے۔

دوسرے اصطلاحی معنی ہین عیاری اور چترائی۔ اگرچہ حضور والا نے مصرعۂ ثانی مین چھلاوا۔ شوخ۔ چنچل۔ چُلبلا لکھکر اس بات کو صاف کردیا ہے کہ ہماری غرض چالاک سے وہی ہے جو دوسرے مصرعہ مین بالتشریح بیان ہوی ہے مگر ذرا غور سے دیکھا جاے تو اِس سے زیادہ کیا عیاری اور چترائی ہوسکتی ہے کہ معشوق ایک غیر شخص ہے جسپر عاشق کا شرعًا و عرفًا کچھ دعوے نہین چل سکتا لیکن اسپر بھی عاشق ہٹیلے بچون کیطرح مچل رہا ہے کہ وہ تو ہمارا محبوب ہے۔ مرغوب ہے مطلوب ہے ہم تو اُسی کے پاس اور اُسی کے سائہ رہین گے پر رہین گے معشوق ایک حصّے نازک مزاج ہے تو وہ ہزار حصّے بدمزاج۔

اب ہم لفظ چالاک سے درگزر کرتے اور دوسرے مصرعہ کے باقی الفاظ پر نظر ڈالتے ہین:۔

چھلاوا اگرچہ اُس نہایت لطیف ہلکے پھلکے روشن ابخرہ سے مراد ہے جس سے آدمی اکثر بھوت کا دھوکا کھا جاتا ہے چنانچہ اسی وجہ سے اسکا نام چھلاوا یعنی چھل دینے والا رکھا گیا۔ درحقیقت یہ ایک قسم کی گاس یعنی روشن دُخانی ہوا ہے جو اکثر گورستانون یا مرگھٹون مین مُردون کی ہڈیون سے نکل نکل کر ہوا مین گھڑی اِدھر گھڑی اُدھر شب کے وقت لہراتی اور چمکتی پھرا کرتی ہے جسے اگیا بیتال یا غول بیابانی بھی کہتے ہین۔ چونکہ چھلاوے کو اپنی لطافت کے باعث ایک جگہ قیام نہین ہوتا اور وہ ہوا کے باعث سیماب سے بھی زیادہ لوٹنیان لیتا رہتا ہے۔ لہذا نہایت طرار۔ چُلبلے اور چنچل رہنے والے پر اِس لفظ کا اطلاق ہونے لگا۔ اُس چھلاوے کو ہوا اُڑاے اُڑاے پھرتی ہے۔ عاشق کے دل کو اُسکے قلب کا لطیف دُھوان جو سورش عشق کے سبب تڑپاتا ہے بیقرار اور بےچین رکھتا ہے۔ پس دو دِل اور ہوا مین بہت بڑا فرق ہے یعنی دو دِل ہوا سے بدرجہا بڑھا ہوا اور افضل ہے۔ پس عاشق کہتا ہے کہ میرا دل تیرے چالاک ہونے کی حالت مین بھی تجھسے بڑھا ہوا ہے تو ہی بتا کہ مین سب سے زیادہ چالاک ہون یا تو۔

شوخ کہتے ہین دلیر و بیباک کو۔ عاشق کے دل سے زیادہ کون شوخ و بیباک ہوسکتا ہے مرنے سے یہ نہین ڈرتا۔ مال کی اسکو پروا نہین۔ ایمان قربان کرنے کو یہ موجود۔ دین نثار کردینے پر یہ حاضر۔ پہاڑ سے پھینکدو۔ پانی مین ڈبو دو۔ آگ مین جلادو۔ زمین مین دفنا دو۔ سُولی پر چڑھا دو۔ بھوکا مارو پیاسا تڑپاؤ۔ وطن سے بے وطن پھرا ؤ

جنگل جھکاؤ خواہ بگیستان کی خاک چھکاؤ یہی زبان سے نکلے گا ؎

اب ہم ہین اور شامِ غریبی کی سیر ہے　　مدت ہوئی نظارۂ صبح وطن گیا

مگر اس اللہ کے شیر کو جہان آزماؤگے وہین پُورا پاؤگے بشرطیکہ عاشقِ صادق ہو ؎

مجھے دونون جہان سے کھُو دیا یارب بُرا ہو تیرا　　محبت کا۔ مروت کا۔ وفا کا۔ مہربانی کا

اللہ اللہ یہ عشق ہی تھا جسنے فرہنگِ آصفیہ کو ہزارون مصائب اُٹھانے پر بھی انجام پر پہنچایا اور حضور نظام کی دستگیری سے اشاعت کا دن دکھایا۔ بلکہ مصنف کے بیڑے پار کردیے جنم جنم کا دُکھ دُھو دیا۔ خدا اس سلطنت اور اسکے والی کو تا قیامت سلامت رکھے۔ آمین۔

اگر شوخ کے اصطلاحی معنی شریر۔ ذنگی۔ نٹ کھٹ لو تو اسمین بھی حضرتِ دل کسی طرح معشوق سے کم نہین معشوق کے خوش کرنے کے واسطے مسخرے یہ بنتے ہین۔ اُسکے ہنسانے کو طرح طرح کی شرارتین یہ کرتے ہین۔ رقیبون سے دنگا کرنے مین یہ نہین ہٹتے اُنکے سانہ نٹ کھٹی اور پاکھنڈ سے یہ باز نہین آتے۔ بھلا معشوق کی نزاکت اور اُس ستم ظریف کی درپردہ شرارت اسے کب پہنچتی ہے۔ بہرحال آزادانہ شوخی مین بھی عاشق کا دل معشوق سے زیادہ چالاک ثابت ہوا۔

چنچل وہی چُلبلا اور نچلا نہ رہنے والا۔ عاشق اگر دیوانہ ہوجاے گا تو تنکے چُنے گا۔ کنکرون۔ روڑون سے کھیلیگا کبھی اس چیز کو کبھی اُس چیز کو چھیڑیگا نچلا بیٹھا ہے نہ بیٹھے گا ؎

ناصح بھلے شعور سے میرے ہے کیا غرض　　مین صاحبِ شعور ہون یا بے شعور ہون

معشوق کا چنچل پن اُسی عرصہ تک رہیگا جب تک کہ اُسکی طبیعت گدگدائی اور دل بھربھرایا ہوا پایا جاے گا۔ کیونکہ اُسکا چنچل پن عارضی ہے اور عاشق کا چنچل پن استقلالی۔ اس صورت مین بھی عاشق ہی کا دل بڑھارہا۔

حضرتِ عشق کے مکتب مین ہے تعلیم کچھ اور　　یان لکھایا درہے اور نہ پڑھایا درہے

چُلبلا یہ بھی چنچل کا مترادف ہے یعنی بے چین۔ بے آرام۔ بیکل۔ مجازاً شوخ۔

معشوق کی بے چینی اور بے آرامی اور ہے یعنی وہ تلون مزاج اور حرکات معشوقانہ سے تعلق رکھتی ہے جسمین تکلیف اور کرب سے کچھ علاقہ نہین بلکہ تفریحِ قلب سے واسطہ ہے۔ عاشق کا چُلبلا پن اُس بے ساختہ حرکت سے متعلق ہے جو اُسے کسی ڈھب چین نہین لینے دیتی۔ معشوق حرکتِ طبعی سے یا دل لُبھانے کے واسطے چُلبلا پن دکھاتا ہے۔ عاشق ارادتاً چُلبلا پن نہین دکھاتا بلکہ بے ساختہ اِن حرکات کا مورد ہوتا ہے۔ پس ساختہ اور بیساختہ

مین ترجیح اُسی کو دیجائیگی جو بیساختہ پن سے متعلق ہوگا۔ یہان بھی حضرتِ دل ہی بڑہے اور چڑہے رہے۔
افسوس کہ مین شاعر نہین جو اِس شاعری کی پُوری پُوری داد دون ؎

یہی جانا کہ کچھہ نہ جانا ہاے　　سو بھی اک عمر مین ہوا معلوم

ہان یہ ضرور کہتا ہون کہ کیا بلحاظِ ترتیب و روزمرہ۔ کیا بخیالِ فصاحت و بلاغت۔ کیا باعتبارِ سلاست و بے ساختہ پن اس شعر پر اچھے اچھے اہل زبان اور زبان دان صاد کرتے اور بلا تصنع کہتے ہین کہ یہ حضور ہی کا حصّہ ہے۔ اس شعر مین اگر صرف ترتیبِ الفاظ پر نظر ڈالیے تو اور ہی خوبی اپنا جلوہ دکھاتی ہے مثلاً مصرعۂ ثانی مین جو چھلا وا۔ شوخ۔ چنچل۔ چُلبلا صفاتی الفاظ آئے ہین یہ صرف ایک دوسرے کے مترادف ہی نہین ہین بلکہ علیٰ قدر مراتب صعود و نزول کا درجہ وار مرتبہ دکھا رہے ہین دیکھو لفظ چھلا وا۔ سب سے پہلے کیون آیا اس وجہ سے کہ وہ بلحاظ لطافت سریع الحرکت ہے پس اس لفظ کو سب سے اول ہی لانا مناسب تہا۔ اس اعتبار سے کہ شوخی طبعی حرکات سے تعلق رکہتی ہے اور چھلا وے کی نسبت کہ وہ ایک لطیف گاس ہے کم متحرک ہے۔
اسکے بعد لفظ چنچل کو کیون جگہ دیگئی اس خیال سے کہ چنچل پن مین دست دیا دونون شریک ہین اور چُلبلا پن ہاتھون سے زیادہ تعلق رکہتا ہے پس اُسے سب سے اخیر لاکر ڈالا اور دل کو چالاکی کے تمام درجون پر ترجیح دیکر معشوق کی بالارادہ و لربایانہ حرکتون سے بڑہا دیا چنانچہ اس قسم کے تصنع پر بندۂ راقم کا ایک شعر ہے ؎

جان جاتی ہے اور بھی اُن پر　　جون جون بن بن کے وہ بگڑتے ہین

یہی وجہ ہے کہ دکن زبانِ اُردو کا مسکن ہوگیا اور اب اُسی کے دم قدم سے اس زبان کی سلامتی ہے ورنہ دہلی کے ساتہ اُسکی زبان بھی اُجڑ گئی اور اہل زبان بھی مرکھپ گئے ؎

تہا ملک جنکے زیرِ نگین صاف مٹ گئے　　ہم اس خیال مین ہین کہ نام و نشان رہے

حضور کے شعر کا سمان

عاشق نامراد انہ اوبا یوسانہ بیٹہا ہوا ہے۔ دل پر طرح طرح کے خیالات وارد ہو رہے ہین کبھی اُسکی چھلاوا پن کی داد دیتا ہے کبھی شوخی طبع پر مٹتا ہے کبھی خیال مین بسے ہوے چنچل پن سے دل پر ٹھیس لگتی ہے کبھی چُلبلاہٹ کے تصوّر سے آپ ہی آپ باوس ہو جاتا اور کہتا ہے کہ چرکہ کیون نہ تو ہمین اُسکے سکون بغیر نگاہ بھر کر دیکہنے دیگی اور نہ ایسا موقع ہی آئیگا کہ ہم اُسپر قابو پاکر ذرا لگنے نہ دین پھر اپنے دلکو تسلی دیتا ہے کہ اگر وہ چالاک شوخ چنچل چُلبلا چھلاوا ہے تو ہمارا دل بھی ان حرکات مین کسیطرح کم نہین جب ہم غور کرتے ہین جب ہی اپنے دلکو معشوق کی اِن ساختہ اور پرتصنع حرکات سے بڑہا ہوا پاتے ہین مساوات کا درجہ ہمین بھی پسند نہین۔ یار تو ایک قدم آگے ہی رکہنے والے ہین۔ (سید احمد دہلوی۔ مؤلف فرہنگ آصفیہ)

مرزا غالب کا خط قدر بلگرامی کے نام

مرزا غالب مرحوم کے مکتوبات کا تلاش کرنا نہ صرف اس نادرِ روزگار شخص کی تحریرون کا دیکھنا اور بطور یادگار کے پاس رکھنا ہے بلکہ لٹریچر مین اعلے نمونہ کی افزائش متصور ہے۔ تیس برس اُدھر کی اُردو کو ہم سامنے رکھتے ہین تو ان رقعون کی قدر و منزلت اور زیادہ ہوتی ہے۔ درحقیقت یہ اسی قابل ہین کہ آنکھوں سے لگائے جائین۔

عقیدتمندان غالب کی کوششون سے "اُردوی معلے" مین تمام خطوط جو اُنھون نے اپنے اعزا و احباب کو لکھے تھے جمع کیے گئے ہین۔ لیکن جو رقعہ اسوقت ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے یہ اسوقت دستیاب نہوا۔ اس امر کو باور کرنا چاہیے کہ ایسے ہی بہت سے خطوط ہونگے جنکا حال کسیکو معلوم نہین اور وہ "اُردوے معلے" مین چھاپنے کے لیے نہ مل سکے۔

یہ خط مجھے میرے برادر عزیز سید علی اکبر سلمہ نے دیا ہے اور بہت سے خطوط اُنکے پاس ہین جنکے چھپوانیکا وہ انتظام کر رہے ہین۔ قدر بلگرامی سے ہر شخص واقف ہے انکے بیش بہا تصانیف سے ہر ایک شخص فائدہ اُٹھا رہا ہے وہ رشتہ مین میرے نانا ہوتے ہین۔ اس جگہ ایک دو لفظ مکتوب الیہ کے متعلق لکھدینا نامناسب نہین ہے۔

سید غلام حسین نام۔ قدر تخلص تھا۔ بلگرام مین پیدا ہوے۔ لکھنؤ مین عمر بسر کی۔ نام کیلیے حیدرآباد بھی ہو گئے۔ جب مرحوم نے کلکتہ مین اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی شان مین قصیدہ پڑھا تو صلہ مین اعلیحضرت سے ملبوس خاص عطا ہوا اور دکن آکر خدمتِ اُستادی پر بمشاہرۂ چار سو روپیہ ماہوار سرفراز ہوے۔ کاش تقدیر کے ساتھ دکن کی آب و ہوا بھی موافق ہوتی لیکن نہوی۔ بیمار ہو کر لکھنؤ واپس گئے اور ہمیشہ کے لیے وہین رہے۔

اعلیحضرت کی قدردانی کا یہ حال تھا کہ جب مرحوم نے بیمار ہو کر رخصت چاہی تو بارگاہِ سلطانی سے علاوہ رخصت کے یہ حکم نافذ ہوا کہ یہ جہان رہین دو سو روپے خزانہ سے ملا کرین۔ لیکن لکھنؤ پہونچتے ہی دار فانی سے رحلت کی۔ مرحوم نے پہلے تحریر پھر تحریر سے اصلاح لی اور لکھنؤ کے تباہ ہونیکے بعد مرزا عباس بیگ کی تحریک سے غالب سے مشورہ کیا۔ انکی شاعری کی طفلی و جوانی اور وسط زندگانی لکھنؤ کی خاک تھی اور عصاے پیری دلی۔

غالب سے اصلاح لینے کے وقت مرحوم کی شاعری جس رتبہ کی تھی اسکا پتا مثنوی "قضا و قدر" کے دیکھنیسے ملتا ہے جہان وہ لکھتے ہین

غالبِ دہلی کا بھی ہو کیا بیان — نام جنابِ اسد اللہ خان
زورِ کمالات خدا داد ہین — قدر سے شاعر کے یہ اُستاد ہین

ذیل کی رباعی مین اُنہون نے اپنے چارون اساتذہ کا ذکر کیا ہے ؎

سیکھے ستم و برق سے بندش کے بند — اور غالب و بحر نے بتائے پیوند
مجھسا بھی زمانے مین نہوگا اے قدر — بدنام کنندۂ نکو نامے چند

مرزا غالب کا خط حسب ذیل ہے :۔ (سید کاظم علی عفی عنہ)

بندہ پرور ۔

آپکے عنایت نامہ کے آنے سے تین طرح کی خوشی مجھے حاصل ہوی۔ ایک تو یہ کہ آپنے مجھے یاد کیا۔ دوسرے آپکی طرز عبارت مجھے پسند آئی۔ تیسرے یہ کہ آپ حضرت آزاد مغفور کی یادگار ہین اور مین اُنکے حُسنِ کلام کا معتقد ہون۔

خواہش آپکی کیا ممکن ہے کہ مقبول نہو۔ جب مزاج مین آئے آپ نظم و نثر بھیجدیا کرین۔ مین دیکھکر بھیجدیا کرونگا اور آرایشِ گفتار یعنی حک و اصلاح مین کوشش دریغ نہوگی۔

بارہ برس کی عمر سے نظم و نثر مین کاغذ مانند اپنے نامۂ اعمال کے سیاہ کر رہا ہون۔ باسٹھ برس کی عمر ہوی۔ پچاس برس اس شیوہ کی وزش مین گزری۔ اب جسم و جان مین تاب و توان نہین۔ نثر فارسی لکھنی یکقلم موقوف۔ اُردو شعر۔ اسمین عبارت آرائی متروک جو زبان پر آوے وہ قلم سے نکلے۔ پاؤن رکاب مین ہے اور ہاتہ باگ پر۔ کیا لکھون اور کیا کہون۔ یہ شعر اپنا پڑہا کرتا ہون ؎

عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ
مرگئے پر دیکھیے دکھلائین کیا۔

آپ ملاحظہ فرمائین۔ ہم اور آپ کس زمانہ مین پیدا ہوے ہین۔ اور کی فیضرسانی و قدردانی کو کیا روئین اپنی تکمیل ہی کی فرصت نہین۔ تباہی اودھ نے باآنکہ بیگانہ محض ہون مجھکو اور بھی افسردہ دل کردیا بلکہ یون کہتا ہون سخت ناانصاف ہونگے وہ اہلِ ہند جو افسردہ دل نہوے ہونگے۔

اللہ ہی اللہ ہے۔ کل آپ کا خط آیا۔ آج مین نے جواب لکھا تاکہ انتظارِ جواب مین آپکو ملال نہو۔

والسلام مع الاکرام۔ (از اسد اللہ نگاشتہ)

بست و سوم فروری ۱۸۵۷ء

نواب سراج الدولہ محمد خان جہان نورالدین خان بہادر

شہامت جنگ

ہمارے ایک دوست حافظ محمد ابراہیم صاحب حیدرآبادی نے ایک کتاب لکھی ہے جسمین دکن کے نامور امرا۔ شعرا و دیگر اہلِ کمال کے دلچسپ حالات مستند اور معتبر تذکروں اور تاریخوں سے اُردو زبان مین جمع کیے ہین۔ سب سے پہلے خاندان مغلیہ کے ہیرو یعنی حضرت آصف جاہ بہادر اول کے تفصیلی حالات (اخلاق و عادات اور کارنامے وغیرہ) لکھے ہین۔ اسکے بعد انکے دربار کے امرا شعرا۔ علما اور دیگر اہل کمال کا حال ہے جو اُنکی رفاقت مین دہلی سے آے یا دکن کی طوائف الملوکی ریاستوں سے سربرآوردہ لوگون نے اُنکے خیرمقدم کا شرف حاصل کیا اور دم واپسین تک دادِ جان نثاری دی اور بڑی بڑی مہمون مین رفیق رہے۔ مؤلف نے کتاب کو جدا جدا طبقون پر تقسیم کیا ہے اور ہر طبقہ مین اُس زمانہ کی شان اور نامور بزرگون کی زندہ تصویر دکھلانے کی کوشش کی ہے۔ کتاب جو زیر تصنیف ہے اسکا ایک بہت بڑا حصہ مکمل ہوچکا ہے اگر کتاب پوری ہوجاے تو نہایت کارآمد ہوگی۔ ہم منتظر ہین کہ یہ کتاب جلد چھپکر شائع ہوتا کہ ہم اُسپر پورے طور سے نظر ڈالکر ریویو لکھین۔

نواب سراج الدولہ شہامت جنگ کے حالات مؤلف نے ہمین چھاپنے کیلیے دیے ہین جسکے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تاریخ دلچسپ عبارت مین لکھی گئی ہے۔

(مہتمم)

اے عزیزانِ وطن! سچ ہے کہ زمانہ کی رفتار کبھی ایک حالت پر نہین رہتی جسطرح صبح سے شام شام سے صبح ہوتی ہے اسی طرح کل ممکناتِ عالم کایا پلٹ ہوا کرتے ہین۔ تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین ہزارہا گھرانے ایسے امیرون کے تھے جنکی دولت و ثروت کی دُھوم مچی ہوی تھی یا یون کہو کہ جنکی شہرت اور اولوالعزمی کا ڈنکا بجتا تھا اور آج وہ خاک کے تودے بنے ہوے پڑے ہین! انقلابِ زمانہ اسی کو کہتے ہین۔ یہ امیر جسکی کہانی ہم تمکو سُنانا چاہتے ہین وہ اقبال مند امیر ہے جسکا نام آجتک دکن مین اوسکی اولاد

سے (جو پرنس آف ارکاٹ کے گرامی لقب سے مشہور ہے) روشن ہے۔

نواب انورالدین خان بہادر نے حضرت آصف جاہ بہادر اول کے سانہ دکن مین جو جو جانبازیان کی ہین انکو ہمنے حضرت موصوف کے حال مین کچھ کچھ بیان کیا ہے۔ سچ پوچھو تو بڑا بہادر شخص تھا۔ اہل تاریخ اسمین متفق ہین کہ اسنے آصف جاہ بہادر کے سانہ دکن مین رہکر بڑا نام پیدا کیا۔

نواب انورالدین خان حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد مین تھے۔ بزرگ انکے قنوج سے گوپامو (مضاف دارالحکومت لکھنؤ) مین آکر آباد ہوگئے تھے اسلیے گوپاموی مشہور ہوگئے۔

نواب انورالدین خان کے باپ حاجی انور عہد شاہجہانی مین مہتمم تسبیح خانہ مقرر کیے گئے۔ عہد عالمگیری مین خطاب خانی سے سرفرازی ہوی اور پیشکاری کی خدمت عطا ہوی۔ خافی خان لکھتے ہین کہ حاجی انور نے نہایت نیکنامی و دیانت و راستی اور ہوشیاری سے اس خدمت کو انجام دیا۔ چند دن کے بعد حاجی انور کو زیارت حرمین شریفین کا شوق ہوا رخصت حاصل کرکے بیت اللہ کیطرف کوچ کیا۔ عالمگیر نے چند لاکھ روپیہ خدام مکہ معظمہ کو پہونچانیکیلیے عطا فرمایا زیارت سے مشرف ہونے کے بعد ہندوستان کا رخ کیا۔ عالمگیر بادشاہ سے ملاقات نہونے پائی تھی کہ اورنگ آباد مین پانچوین رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ کو انتقال ہوگیا۔ تابوت اورنگ آباد سے گوپامو مین لایا گیا اور اس بزرگ کو اسکے جدامجد کے پہلو مین لٹا دیا۔

عالمگیر بادشاہ کو جب خبر معلوم ہوی تو بہت افسوس ظاہر کیا۔

حاجی انور کے اوصاف بے شمار ہین بقول خافی خان (صاحب تاریخ منتخب اللباب) کے اگر ہم انکو بیان کرین تو اور ایک جلد لکھنے کی ضرورت ہوگی۔ چونکہ ہمارا مقصود یہ نہین ہے۔ لہذا ہم قلم انداز کرتے ہین۔

نواب انورالدین خان بہادر باپ کے انتقال کے وقت بہت ہی کمسن تھے۔ باپ کے مرنے کا سخت رنج ہوا۔ آخر باپ نے خواب مین بشارت دی کہ

"توکل بخدا بلا دسواس لشکر ظل سبحانی کا رخ کرو"

انورالدین خان بہادر نے دربار مین جانے کی تیاری شروع کی اسی اثنا مین عالمگیر بادشاہ کا طلبی کا فرمان بھی پہونچا۔ جسکا مضمون یہ تھا۔

"شرافت و نجابت مرتبت اعتماد و رفعت منزلت زبدۂ خانہ زادان یکرنگ فدوی خاص الخاص بافرہنگ لائق العنایت والاحسان محمد جان جہان کو معلوم ہو کہ فدوی خاص با اختصاص شیخ اقدس

حاجی انور کے مرنے کا سخت قلق ہوا۔

دیندار اور خداترس شخص تھا۔ اس نے بادشاہی خدمات دیانت و امانت سے انجام دیے تھے میں اُس سے بہت خوش تھا خدا مغفرت کرے۔ اس زمانہ میں ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ بیت۔

آنچہ بر جستیم و کم دیدیم و بسیارست نیست　　نیست در معنی بجز انسان کہ بسیارست نیست

تمکو چاہیے کہ رضائے الٰہی پر راضی رہو اور ما بدولت و اقبال کے توجہات اپنے حال پر زیادہ جانو اور حضور اشرف و اعلے میں چلے آؤ"۔

غرض نواب نورالدین خان نے کوچ کیا دربار میں پہونچے۔ عالمگیر نے بہت سے تسلی کے کلمات کہے اور فرمایا" حاجی انور پر بہت سی عنایات مبذول کرنے کا ارادہ تھا مگر افسوس کہ اُسکی حیات نے وفا نہ کی۔ اب تم پر وہی عنایات ہونگے"۔ اور باپ کی خدمت عطا کی۔

لطیفہ۔ بخشی ملک نے انورالدین خان کے نام کی فرد دستخط کیلئے حضور میں گزرانی بادشاہ نے اپنے دست خاص سے جان جہان سے جان کے نقطہ جیم کو چھیل کر خان بنایا۔ اُسی روز سے خان موصوف خان جہان خان کے لقب سے مشہور ہوے۔

ایک دن حمیدالدین خان دیوانخانۂ بادشاہی کے داروغہ نے عرضی گزرانی کہ" بندہ دیوانخانۂ والا کو بمنزلہ مکہ معظمہ سمجھتا ہے اور پیشکار میرا ہندو ہے میں نہیں چاہتا کہ ہندو پلید دیوانخانۂ مبارک میں داخل ہو"۔ بادشاہ نے عرضی ملاحظہ فرمانے کے بعد اسی عرضی کی پیشانی پر تحریر فرمایا کہ" محمد خان جہان خان اگرچہ نوعمر اور تازہ وارد ہے اور لشکریوں کے عادات سے واقف نہیں ہے لیکن اسکو اس خدمت پر مامور کیا جاے اور کل اختیارات دیدیے جائیں"۔

خافی خان لکھتے ہیں کہ دیوان خاص کی پیشکاری کے علاوہ شاہزادہ محمد کام بخش کی فوج کی وقائع نگاری اور ہفت چوکی کی امینی بھی سپرد ہوی۔

۱۱۱۱ھ میں شاہزادہ محمد کام بخش نے قلعہ پرنالہ کا محاصرہ کیا۔ کئی دن تک بادشاہ کو خبر نہ معلوم ہوی ایک دن انورالدین خان کو بلا کر حکم دیا کہ فوراً بہادران رزم جو کی خبر لاؤ"۔ حسب الحکم خان موصوف میدان کارزار میں پہونچے۔ دیکھا کہ قلعہ سے پتھر برس رہے ہیں لیکن بہادران جان نثار رستمانہ حملے کر کے شہادت کے درجہ پا رہے ہیں انکو بھی جوش آیا یہ بھی شریک ہو گئے۔ اور ایسی تدبیر کی کہ سیکڑوں دشمنوں کو تہ تیغ کیا اور فتح کی خوشخبری

لیکر حاضر حضور ہوے۔ بادشاہ نہایت خوش ہوا۔ دو ہزاری منصب سے دو ہزار سوار اور خطاب بہادری سے سرفراز فرمایا۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ انوارالدین خان بہادر پر ہمیشہ عالمگیر بادشاہ کی نظرِ عنایت رہی۔ اور اسکے زمانہ مین مختلف خدمتون پر سرفراز رہے اور اُنکو اچھی طرح انجام دیا۔

جزیہ سرکار گلبرگہ کی امینی اور امانت جزیہ سرکار سنگمیر وغیرہ کی خدمتون کو نیک نامی کے ساتہ انجام دیا۔ صاحب مآثرالامرا لکھتے ہین کہ جسوقت انوارالدین خان بہادر امانت جزیہ سرکار سنگمیر کی خدمت پر مامور ہوے اس زمانہ مین خواجہ مبارز خان عمادالملک (دیکھو مبارز خان کا حال ضمنہ) وہان کے فوجدار تہے۔ نواب کی خواجہ کے ساتہ دوستی ہوگئی اور اس درجہ دوستی مین ترقی ہوی کہ جب مبارز خان بندر سورت کے متصدی ہوگئے تو نواب نے بھی اپنی بدلی وہین کرلی۔ امانت جزیہ بندر سورت اور دارالضرب کی داروغگی کی خدمت عطا ہوی نواب نے ان خدمتون کو انجام دیکر خوب نام پیدا کیا اور اسی وجہ سے خلد منزل کے زمانۂ حکومت مین منصب وغیرہ مین اور اضافہ ہوگیا۔

۱۱۲۳ھ مین جہاندارشاہ اور فرخ سیر کی باہمی لڑائیون کی خبرین مشہور ہو رہی تھین اور انتظام سلطنت خراب ہوتا جاتا تھا۔ اسی دارو گیر مین جہاندارشاہ نے خواجہ مبارز خان کو مالوہ کا صوبہ دار مقرر کردیا۔ انوارالدین خان بہادر بھی خواجہ موصوف کے ساتہ مالوہ مین آئے۔

انقلابِ سلطنت کیوجہ سے راجہ اسلام خان عرف رتن سنگہ نے صوبہ مالوہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ جب یہ لوگ پہونچے تو اُسنے حکومت سپرد کرنے سے انکار کیا (بعض مورخ لکھتے ہین کہ ذوالفقار خان نے راجہ کو لکھا تہا کہ مبارز خان کو جائزہ ندینا) اور چند روز تک خواجہ موصوف کو پیغام وسلام ہی مین رکہا آخر جنگ کی نوبت پہونچی۔ مبارز خان عمادالملک کے حال مین آپ اس جنگ کا مفصل حال پڑہین گے یہان مختصر طور پر اتنا سن لیجیے کہ راجہ نے چار پانچ ہزار سوار لیکر سارنگ پور (اوجین سے پانچ منزل) کے تھانہ پر دہاوا کیا۔ مبارز خان کے بہت سے آدمیون کو مارا اور کچھ کو قید کیا۔ مبارز خان کو خبر ہوی باوجودیکہ اسکے پاس کل تین ہزار فوج تھی جسمین سے چار پانچ سو اس تھانہ مین مر بھی چکے تہے۔ لیکن اسی حالت مین انہونے کوچ کیا سارنگ پور کے نالہ پر دونون فوجون نے پڑاؤ ڈالا۔

راجہ اسلام خان نے بارہ ہزار سوارون کو تین سردارون کی ماتحتی مین مبارز خان کے چارون طرف

پھیلا دیا اور حکم دیا کہ کیطرح مبارز خان کو زندہ گرفتار کرلو۔

دلیر خان راجہ اسلام خان کی فوج کے افسر نے چھ ہزار سوارون کے ساتھ مبارز خان کے دست چپ پر حملہ شروع کیا اور بگیر و بزن کی آوازین فلک ہشتم پر پہونچنی شروع ہوئین۔ کسی متنفس کو جان سلامت لیجانے کی امید نہ تھی لیکن مبارز خان بے خوف وخطر غالب حقیقی کی غیبی مدد پر تکیہ کیے ہوے رستمانہ حملے کر رہا تھا۔ آخر چارون طرف سے فوج نے ہجوم کرکے مبارز خان کو گھیر لیا۔

انوار الدین خان دست چپ کے سردار تھے اور بڑے زور وشور سے لڑ رہے تھے۔ دلیر خان نے دیکھا کہ مبارز خان کے بعد سوا انوار الدین خان کے اور کوئی سردار ایسا نہین ہے جو مقابلہ مین آئے فوراً چھ ہزار افغانی جرار سوار توپخانہ کے ساتھ لیکر انوار الدین خان کے دستۂ فوج پر حملہ کر دیا پھر کیا دیر تھی لڑائی دست بدست ہونے لگی۔

خافی خان لکھتے ہین کہ انوار الدین خان کے رفیق بہت کم تھے لیکن اس بہادر نے تیر اندازی اور برق اندازی سے دشمن کی فوج کو پھیلنی کر دیا اور تین گھڑی تک نہایت دلاوری سے مقابلہ کرتا رہا بیچارہ مبارز خان اُدھر اُلجھا ہوا تھا اُسکو اتنی فرصت کہان تھی جو انوار الدین خان کی مدد کرتا۔ انوار الدین خان زخمون مین چُور تھے لیکن دشمن کیطرف برابر تیر پھینک رہے تھے اتنے مین

ناظرین! انوار الدین خان بہادر کے اقبال کا طلسم ملاحظہ فرمایئے

دلیر خان نے نہایت غرور سے اپنے ہاتھی کو انوار الدین خان کے مقابلہ مین بڑھایا۔ انوار الدین خان نے نہایت استقلال سے اپنے دشمن کا انتظار کیا۔ دیر تک لڑائی ہوتی رہی آخر انوار الدین خان نے بندوق داغ دی۔ دلیر خان کا جام حیات لبریز ہوچکا تھا گولی کارگر ہوی۔ دلیر خان کی دلیری تمام ہوتے ہی لشکر مین ہلچل مچگئی۔ پھر ایک زور کا حملہ ہوا۔ اسی معرکہ مین انوار الدین خان کا بھائی جو نہایت بہادر شخص تھا کام آیا۔ آخر اسی حملہ مین ہزارہا آدمیون کا کشت وخون ہونے کے بعد راجہ اسلام خان کا کام بھی تمام ہوگیا مبارز خان نے فتح کا شادیانہ بجانے کا حکم دیا۔

جہاندار شاہ کو جب خبر ہوی تو تعریف کا فرمان دو خلعتون کے ساتھ (ایک انوار الدین خان بہادر کیلیے) روانہ فرمایا۔ چند دن کے بعد خواجہ مبارز خان صوبہ حیدرآباد کے انتظام پر مامور کیے گئے۔ اور انوار الدین خان بہادر کو صوبۂ مذکور کی خدمت دیوانی عطا ہوی۔

۱۱۳۰ھ مین نواب انوار الدین خان بہادر حضرت آصف جاہ بہادر کے رفیق بنے (اُسوقت آصفجاہ بہادر وزیر تھے) اور اُنکی سفارش سے کورہ (صوبۂ الہ آباد) کے فوجدار مقرر کر دیے گئے۔

۱۱۳۹ھ مین انوار الدین خان بہادر رنگیلے محمد شاہ بادشاہ کے دربار سے تنگ آکر حضرت آصف جاہ کے پاس دکن مین چلے آئے۔

خافی خان لکھتے ہین کہ نظام الملک آصف جاہ نے ایسے بہادر کارطلب کے آنیکو غنیمت جانا۔ بہت خاطر تواضع کی۔ حیدرآباد کی نیابت نظامت پر مامور کیا۔ تھوڑے دن کے بعد سیکاکول کے مفسدون کے قلع وقمع کے لیے سیکاکول۔ مچھلی پٹن۔ راج بندری وغیرہ کی نظامت پر مقرر کر دیا۔

سیکاکول وغیرہ مین رام راج اور سوبنا دو زمیندار بڑے قوت دار تھے اور ہمیشہ فساد مچایا کرتے تھے۔ جب انوار الدین خان پہونچے تو انسے بھی اُن لوگون نے مقابلہ کیا خان موصوف نے بھی نہایت استقلال سے اُنکا جواب دیا اور چند دن مین برزورِ شمشیر انکی گردنین ایسی جھکا دین کہ پھر انہین سر اُٹھانے کی ہمت نہوی۔

راج بندر مین نورالدین نامے ایک زمیندار نے اپنے باپ حاجی حسین کو مار کر کل ملک پر قبضہ کر لیا تھا اور اور تھوڑی سی فوج بھی جمع کر لی تھی تحصیل وغیرہ کچھ وصول نہوتی تھی۔ سیکاکول کے انتظام سے فارغ ہونے کے بعد انوار الدین خان نے اُدھر رُخ کیا۔ نورالدین نے بھی مقابلہ کی تیاری کی۔ دونون طرف کی فوجین میدان مین آئین۔ نواب انوار الدین خان بہادر نے خوب بڑھ بڑھ کر تلوارین ماریں اور ایسا جوش دکھایا کہ نورالدین نے بھاگنا شروع کیا مگر آپ جانتے ہین کہین شیر بھی اپنے شکار کو چھوڑتا ہے؟ خان موصوف نے بھاگتے کے پیچھے گھوڑا اُٹھایا اور تھوڑی دیر مین باغی کا سر جدا کر دیا۔ نواب انوار الدین خان بہادر فتح کا دامہ بجاتے ہوے راج بندر مین داخل ہوے۔ تحصیل جو کئی سال سے وصول نہوی تھی وصول کر کے فتح نامہ کے ساتھ حضرت آصف جاہ بہادر کے پاس روانہ کی۔ آصف جاہ بہادر بہت خوش ہوے۔ محمد شاہ بادشاہ کو بھی اس فتح کی خبر پہونچی (اُس زمانہ مین آصف جاہ بہادر بگڑ کر دربار سے چلے آئے تھے اور محمد شاہ انکو راضی رکھنا چاہتا تھا۔) خوشی کا فرمان بھیجا۔

"امارت و ایالت مرتبت رفعت و اہبت منزلت شیر بیشۂ روز جنگ مہدم سازِ باغیان شقاوت آہنگ دُر دریاے شجاعت و مردانگی گوہر معدلت و فرزانگی فدوی خاص بے ریو و زنگ سراج الدولہ محمد خان جہان بہادر شہامت جنگ کو بعد عنایاتِ شاہانہ اور نوازشاتِ خسروانہ کے معلوم ہو

کہ تمہاری عرضداشت نظرِ اشرف سے گزری جس سے تمہاری یورش بہادرانہ کی کیفیت معلوم ہوی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تحصیل زر بادشاہی جودت سے وصول نہوی تھی وصول ہوی۔ یہ کام تمنے بہت قابلِ تحسین و آفرین کیا ؎

این کار از تو آید و مردان چنین کنند　　بر دست و بازوے تو ہزار آفرین کنند

اب تمکو فرخندہ بنیاد حیدرآباد کی صوبہ داری سے سرفراز کیا جاتا ہے تمکو چاہیے کہ اسکا شکر ادا کرو۔ اور صوبہ داری کی تنسیق و تنظیم مین سرگرم رہو۔"

نواب آصف جاہ بہادر نے انوار الدین خان کو سیکاکول سے بلا کر تعمیل فرمان شاہی ناظم حیدرآباد مقرر کیا۔ خان موصوف نے اپنے زمانۂ نظامت مین ایسا عمدہ انتظام کیا جس سے زراعت و محاصل مین بہت ترقی ہوگئی۔ اور ملک مفسدون کے فساد سے بالکل پاک صاف ہوگیا۔

۱۱۵۷ھ مین بابو نایک نامے ایک مرہٹے سردار نے پنڈت پردہان پیشوا کے اشارہ سے چوتھ وصول کرنے کیلیے ممالک دکن پر ایک لاکھ سوار کے ساتھ دھاوا کیا اور نہایت ظالمانہ طریقہ سے چوتھ وصول کرنی شروع کی۔ آصف جاہ بہادر قلعۂ ترچناپلی کا محاصرہ کیے ہوے تھے اور اونکے اہل وعیال حیدرآباد مین تھے۔ فوج بھی کم تھی۔ جب خبر ہوی تو نہایت پریشان ہوے۔ انوار الدین خان بہادر کو لکھا کہ "غنیم کی فوج بہت ہے ناموس خاص اور امرا وغیرہ کے لواحق خاص کے بچاؤ کے لحاظ سے زر معمول دیکر مصالحت کرلو۔"

جب انوار الدین خان نے نواب آصف جاہ بہادر کا یہ فرمان پڑھا تو شجاعت ذاتی حرکت مین آئی۔ اور جواب لکھا کہ "اگرچہ موجودہ حالت کے لحاظ سے صلح کرنا لڑنے سے بہتر ہے لیکن کفار کو جزیہ دینا کسرِ شان مسلمانی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ غنیم کو سوا ہزیمت کے اور کچھ حاصل نہوگا۔"

جواب روانہ کرنے کے بعد خان موصوف نے فوج جمع کی اور بہادرانِ رستم خو مثل ابو الخیر خان بہادر امام جنگ (ملاحظہ ہو صفحہ ۔ ۔) وغیرہ کے ساتھ قصبۂ میدک کیطرف کوچ کیا۔ میدک سے تھوڑے فاصلہ پر قریہ اندول کے میدانون مین غنیم نے فوجین جمائین۔ گو انوار الدین خان کے پاس فوج کم تھی۔ لیکن اس شیر دل نے غنیم کے مقابل مین فوج کھڑی کردی اور توکل بخدا حملہ شروع کیا۔ دو دن تک تلوارین میان سے نکلی رہین اور خوب ریل پیل ہوتی رہی۔ کبھی یہ چڑھ جاتے تھے کبھی مرہٹے بڑھ آتے تھے۔ تیسرے دن خان موصوف نے آصف جاہی بہادرون کو لیکر بڑے زور سے حملہ کیا مرہٹون نے بھی خوب جواب دیا مگر دل

پیچھے ہٹ چکے تھے تھوڑی دیر مین قدم بھی اُکھڑ گئے۔

شیر دلون نے بھاگتون کے پیچھے گھوڑے اُٹھائے اور دُور تک مارتے ہوے چلے گئے۔ مرہٹون کو پُونا پہونچنے تک کہین پناہ نہ ملی۔

نواب انوارالدین خان مظفر ومنصور فتح کا شادیانہ بجاتے ہوے مالِ غنیمت کے ساتھ حیدرآباد مین داخل ہوے اس فتح سے ایک یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ چند دن تک مرہٹون کو پھر سر اُٹھانے کی ہمت نہوئی اور خان موصوف کے نام سے کانپنے لگے۔

بابو نایک کی کیفیت سُنیے کہ جب وہ شکستِ فاش کھاکر ممالک دکن سے پنڈت پردہان پیشوا حاکم پونا کے دربار مین پہونچا (پنڈت کو یہ معلوم ہوگیا کہ انوارالدین خان نے معدودے چند بہادرون کے ساتھ تعاقب کیا تھا) تو پنڈت مذکور کو سخت رنج ہوا۔ غصہ سے کانپنے لگا۔ فوراً فوج کی تیاری کا حکم دیا اور تین لاکھ کی جمعیت فراہم کرکے ملک دکن کو تاراج کرنے کی غرض سے کوچ کیا۔

ناظرین کو یہ معلوم ہے کہ نواب آصف جاہ بہادر اس زمانہ مین قلعۂ ترچناپلی کا محاصرہ کیے ہوے تھے جب انکو یہ خبر معلوم ہوی تو فوراً مرارراؤ سے چند شرطون پر صلح کرلی۔ لشکر کو ترچناپلی سے کوچ کرنیکا حکم دیا اور رود کرشنا عبور کرکے نواح دکن مین داخل ہوے۔

جب پنڈت پردہان کو آصف جاہ بہادر کی آمد کی خبر معلوم ہوی تو اُسنے فوج کو جو چار طرف ملک کو تاراج کرنے کی غرض سے پھیلی ہوی تھی جمع کیا اور آگے بڑھا۔

پنڈت کو فنون جنگ مین قدرتی ملکہ اور استعداد حاصل تھی۔ اُسنے اپنی فوج کے چند حصے کیے اور انکو اسطرح پھیلا دیا کہ نواب آصف جاہ بہادر مع لشکر کے محصور ہوگئے۔ (تفصیلی حالات نواب آصفجاہ بہادر کے حال مین صفحہ.... مین ملاحظہ فرمایئے) غرض مرہٹون نے ایسا گھیرا کہ نواب آصف جاہ بہادر بہت تنگ ہوگئے رسد اور پانی کی قلت کیوجہ سے لشکر کی حالت بھی ابتر ہونے لگی یہان تک نوبت پہونچی کہ ایک روپیہ مین ایک پیالہ پانی کا ملنا بھی مشکل ہوگیا۔

انوارالدین خان نے یہ پُرملال کیفیت سُنتے ہی حیدرآباد سے رسد وغیرہ لیکر دوسرے سردارون کے ساتھ کوچ کیا۔ (ہر ایک سردار کے ساتھ فوج تھی) راستہ مین مرہٹون سے مقابلے ہوے۔ بڈھے بڈھے بہادر تھے انکی تلوارون نے قیامت برپا کردی۔ آخر مرہٹے نہ تھم سکے اور انوارالدین خان قلب لشکر مین (جہان

آصف جاہ بہادر رسد کی تلاش مین پریشان کھڑے تھے) نہایت دلیری کے ساتھ جا گھسے۔ آصف جاہ بہادر نے انورالدین خان کو دیکھتے ہی بے اختیار یہ مصرع پڑھا "اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی"
انورالدین خان کے پہونچتے ہی انجمن مشاورت منعقد ہوی اور یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ کسطرح اس فساد کو دفع کرنا چاہیے اور کسکو اس مہم پر مامور کرنا چاہیے۔

سید لشکر خان۔ سید شریف خان۔ خدا بندہ خان وغیرہ سب حاضر تھے (ان سب صاحبون کا حال جدا جدا لکھا گیا ہے) سب کی راے اس بات پر قائم ہوی کہ صلح کرنا چاہیے اسوجہ سے کہ مدت تک فوج محاربات کرناٹک مین مصروف رہنے سے خستہ ہوگئی ہے دوسرے یہ کہ غنیم کی کثرت فوج کا ڈر دلون مین بیٹھ گیا ہے۔ تیسرے یہ کہ رسد کی کمی کیوجہ سے لشکر کی حالت خراب ہوگئی ہے۔ نواب انورالدین خان خاموش تھے جب انہون نے یہ تجویز سُنی فوراً نواب آصف جاہ بہادر سے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ "میرے ہاتھ مین تیغ آبدار ہے ناصر برحق اور معین مطلق پر بھروسہ کرکے جاتا ہون انشا اللہ تعالے حملۂ اول مین ہی دشمن کو دست بستہ حضور مین پہونچا دونگا اور نہین تو غیرت اسلام سے حضور کے نام پر جو میرے رب مجازی ہین جان فدا کردونگا" یہ کہکر اپنے لشکر کیطرف رخصت ہوے اور کوچ کا ڈنکا بجایا۔

تھوڑی دور جاکر پنڈت پردھان کو لڑائی کا پیغام بھیجا اور صفون کو درست کرکے مستعد کارزار ہوگئے۔ پنڈت کو جب خبر ہوی تو بہت پریشان ہوا۔ اسکو یہ امید نہ تھی کہ انورالدین خان بہادر اسقدر دور دراز سفر کرنے کے بعد اسقدر جلد مستعد کارزار ہوجائین گے۔ پنڈت نے دیر تک اپنے سردارون سے مشورہ کیا آخر آصف جاہی بہادرون کے ساتھ لڑنے کی ہمت نہوی اور صلح کا پیغام بھیجا۔ انورالدین خان بہادر کو جب صلح کرنے پر پورا یقین ہوگیا تو نواب آصف جاہ بہادر کو خبر بھیجی اور دوسرے دن پنڈت کو ساتھ لیکر حاضر حضور ہوے۔ حضرت آصف جاہ نے لب فرش تک پنڈت کا استقبال کیا۔ دیر تک اِدہر اُدہر کی باتین رہین۔ تھوڑی دیر کے بعد پنڈت رخصت ہوا اور لشکر کو پونا کیطرف کوچ کا حکم دیا۔

نواب آصف جاہ بہادر نے خواجہ عبداللہ خان (انکا حال ہماری کتاب مین علحدہ لکھا گیا ہے) کو ناظم ارکاٹ مقرر کرکے اورنگ آباد کیطرف کوچ کیا۔

دوسرے دن خبر پہونچی کہ خواجہ عبداللہ خان شادی مرگ ہوگیا (ملاحظہ ہو صفحہ ...) آصف جاہ بہادر نے اُسی منزل پر مقام کیا پھر مجلس شورے قائم ہوی اور یہ سوال پیش کیا گیا کہ نظامت ارکاٹ کے قابل

کون شخص ہے ؟۔

لطیفہ ہرایک شخص نے ایک ایک کا نام ظاہر کیا۔ نواب آصف جاہ بہادر نے انورالدین خان سے پوچھا کہ "تمہاری راے مین کون شخص بہتر ہے"؟۔ خان موصوف نے عرض کیا "فدوی ایندگاہ انورالدین خان دولت خواہ"۔ نواب آصف جاہ بہادر نے ہنسکر منظور فرمایا دوسرے دن انورالدین خان مجرا وآداب کیلیے تشریف لیگئے نواب آصف جاہ بہادر نے فرمایا "نظامت ارکاٹ سے مین نے تمکو سرفراز کیا لیکن آج صفر کی (۱۱۵۷ھ) تیرہوین تاریخ ہے اور چہارشنبہ کا دن ہے خلعت وغیرہ لینے کا تمہین اختیار ہے دل چاہے تو آج لو یا کل"۔

خان موصوف نے عرض کیا "بندہ دن اور تاریخ کے تعینات سے بری ہے حضور کا جب دل چاہے عنایت کیا جاے"۔ آصف جاہ بہادر نے فوراً خلعت منگوا کر عطا کیا اور صوبۂ ارکاٹ کے کل اختیارات دیکر رخصت کیا۔

انورالدین خان جب رخصت ہونے لگے تو اُن اہل نوایت[1] کو جنکو خواجہ عبداللہ خان (سابق ناظم ارکاٹ) نے مقید کرکے آصف جاہ بہادر کے سانہ کردیا تہا۔ آصف جاہ بہادر سے مانگا۔ نواب آصف جاہ بہادر نے اُس مفسد گروہ کی بہت کچھ بُرائی کی اور کہا۔

فتنہ وفساد اس قوم کے خمیر مین ہے تم اس قوم کی طینت سے واقف نہین ہو خواجہ عبداللہ خان ایک تجربہ کار شخص تہا اسنے اس قوم کا ارکاٹ مین رکہنا پسند نہ کیا مجھے یہ ڈر ہے کہ ایسا نہو پھر یہ فتنہ وفساد مچائین ۔" (تزک والاجاہی)

انورالدین خان نے عرض کیا "انشا اللہ تعالے ایمن سے کسی کو ایسی قدرت نہوگی جو میری نظامت

---

[1] قوم نوایتہ کی تحقیق پر ہمنے جو نوٹ تحریر کیا ہے انشا اللہ تعالے اصل کتاب کے سانہ شایع ہوگا۔ سردست ناظرین کو انور الدین خان کی عنایت دمروت جو اس قوم کے سانہ نازک حالت مین انہون نے کی تھی ظاہر ہوجاے گی۔ جاگیرات اور جلیل القدر عہدون سے سرفراز وفخر کرنا علاوہ اسکے ہے۔ اور نتیجہ کار مین اس قوم کا سلوک انورالدین خان کے سانہ اور اُنکو آخری وقت مین دغا دیکر ہلاک کرادینا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ آصف جاہ بہادر کیسے جوہرشناس تہے۔ اور جن الفاظ سے اس قوم کو یاد کیا تھا کسدرجہ صحیح تہے ۔ ۱۲

مین خلل اندازی کرسکے"۔

غرض بہت ہی سعی وسفارش کے بعد نواب آصف جاہ نے انکو راضی کرکے انورالدین خان کے حوالہ کیا۔ رخصت ہونے کے وقت آصف جاہ بہادر نے پان عنایت کرنے کیلیے پاندان اپنے ہاتہ مین اُٹھاکر دینا چاہا۔ انورالدینخان کھڑے ہوگئے اور عرض کیا" اگر اجازت ہو تو نواب نظام الدولہ ناصرجنگ بہادر سے بہی رخصت حاصل کرآؤن"

ناظرین! یہ وہ زمانہ تہا کہ نواب آصف جاہ بہادر ناصرجنگ بہادر سے ناراض تہے (ملاحظہ ہو صفحہ ...) اور گو ناصرجنگ بہادر ان معرکون مین شریک تہے مگر آصف جاہ بہادر کی ناراضگی رفع نہوی تہی جب انورالدین خان نے ناصرجنگ کا نام لیا تو نواب آصف جاہ نے چین برابرو ہوکر پوچہا۔

"کیا تمکو میرا حکم نہین پہونچا کہ کوئی شخص اسکو خطاب سے نہ یاد کرے اور اُسکے اصلی نام میراحمد سے پکارے"۔

انورالدین خان نے عرض کیا" حکم خداوندی پہونچ چکا ہے لیکن صاحبزادگی کا ادب ضرور ہے"۔

غرض بغیر پان کے انورالدین خان آداب بجا لاکر رخصت ہوگئے جب پالکی مین سوار ہوکر روانہ ہوے تو نواب آصف جاہ نے پاندان اور نواب ناصرجنگ سے ملنے کی اجازت دی۔ انورالدینخان ناصرجنگ بہادر کے پاس پہونچے ملاقات ہوی۔ رخصت ہوتے وقت ناصرجنگ بہادر نے ہاتہ پکڑ لیا اور کہا کہ" مین آپسے ایک اقرار لینا چاہتا ہون"۔

انورالدین خان نے کہا کہ بندہ اطاعت کیلیے حاضر ہے۔

ناصرجنگ بہادر نے کہا کہ" مین آپسے رفاقت کا عہد لینا چاہتا ہون"۔

انورالدین خان نے ہاتہ چہڑا کر عرض کیا کہ جب تک نواب آصف جاہ زندہ ہین مین انکا رفیق ہون انکی زندگی مین مین اس قسم کا عہد نہین کرسکتا"۔

ناصرجنگ بہادر نے کہا کہ" یہ بھی ارادہ ہے کہ والد کے بعد غازی الدین خان فیروزجنگ کے ساتہ آپ نہ ملین اور میرے رفیق رہین"۔

انورالدین خان نے عرض کیا کہ یہ آسان ہے"۔

غرض سب سے رخصت ہوکر ارکاٹ کیطرف کوچ کیا

انورالدین خان ارکاٹ مین پہونچکر رعایا کے انتظام و پرداخت مین مصروف ہوے۔

ہمت بلند تہی اہل نوایت کو جاگیر وغیرہ سے سرفراز کیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹرون کی ترقی کا

رتبہ اور بڑھا دیا۔

تھوڑے دن میں پا یا نگھاٹ کے بڑے بڑے فرعون بے سامان جو اس ملک کے مالک بنے ہوئے تھے عاجز ہوگئے اور نواب کی اطاعت قبول کر لی۔

ارکاٹ میں داؤد خان ناظم ارکاٹ کے زمانہ سے افغان بھی رہا کرتے تھے اور رعایا سے داد وستد کیا کرتے تھے۔ ساہوکار اور دوکاندار انکی بدمعاملگی سے نہایت پریشان تھے اور ان لوگوں کا ظلم اس درجہ بڑھگیا تھا کہ راستہ میں اگر کسی دلہن کی سواری دیکھتے تھے تو پکڑ کر لیجاتے تھے عصمت بچانے کیلیے بہت سی عورتیں زہر کھا کر مرجاتی تھیں اور انکے شوہر غیرت سے جان دیدیتے تھے۔

نواب انورالدین خان کے زمانہ میں بھی ان لوگوں نے ایسے حرکات شروع کیے اور نواب صفدر علیخان شہید کے ایک دس سالہ لڑکے کو مار ڈالا۔ اور وجہ یہ ظاہر کی کہ اسکے باپ کیطرف کچھ رقم باقی تھی۔ نواب آصف جاہ کو بھی اس دردناک واقعہ کی خبر معلوم ہوئی فوراً انورالدین خان اور اطراف وجوانب کے رفقا کو انتظام کے لیے فرمان لکھے۔

فرمان پہونچتے ہی نواب انورالدین خان نے (باوجودیکہ اسوقت عمر ستر سال سے متجاوز ہوچکی تھی) بارہ ہزار سوار کے ساتھ شہر ارکاٹ سے بسواپٹن (مفسدوں کے گروہ اسی شہر میں زیادہ تھے) کی طرف کوچ کیا۔ راستہ میں محمد علی انورالدین خان (انورالدین خان کے فرزند) بیس ہزار سوار کے ساتھ۔ فوجدار کڑپہ تین ہزار سوار کے ساتھ۔ طرفدار کرنول دو ہزار سوار کے ساتھ۔ حاکم سادنور ڈیڑھ ہزار سوار کے ساتھ۔ سپہ دار سرابہ ڈیڑھ ہزار سوار کے ساتھ۔ سردار بدنور چھ ہزار سوار کے ساتھ۔ سرکردہ میسور نو ہزار سوار کے ساتھ اور جاگیردار دوہونی یعنے نواب ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ (ملاحظہ ہو صفحہ ۔۔۔) بائیس ہزار سوار کے ساتھ ہمراہ ہوگئے غرض انتھر ہزار کا لشکر جمع ہوا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ بابو نایک بھی موقع دیکھکر افغانوں کا ساتھی بن گیا۔ ایک ہفتہ تک خونریزی ہوتی رہی آخر نواب انورالدین خان کی فتح ہوئی۔ دشمن کا لشکر بدحال ہوکر قلعۂ ترچناپلی کیطرف بھاگا۔ آصف جاہی بہادروں نے پیچھا کیا مفروروں نے پھر پلٹ کر بسواپٹن میں مقابلہ کیا دوبارہ انورالدین خان کو فتح ہوئی اور دشمن بھاگے پھر انورالدین خان نے پیچھا کیا۔ پھر تیسری مرتبہ دشمن نے بسواپٹن میں آکر مقابلہ کیا۔ اس ایراپھیری سے خان موصوف کو سخت غصہ آیا بڑے زور سے حملہ کیا آخر دشمن کو ترناکیطرف بھاگنے کے سوا چارہ نہوا۔

انورالدین خان فتح کا شادیانہ بجاتے ہوے شہر ارکاٹ مین آئے سب سرداروں کی (جو مدد کیلیے آئے تھے) دھوم سے دعوت کی اور حسب مراتب خلعت وجواہر دیکر مرخص کیا۔ حضرت آصف جاہ بہادر کو فتح کا تہنیت نامہ تحفہ تحائف کے ساتھ روانہ کیا۔

۱۱۵۵ھ مین انگریزون اور فرانسیسیون کے درمیان باہمی نزاع بڑھگئی۔ اور فرنچ لوگون نے انگریزون کے بنادر وغیرہ پر قبضہ کرنے کیلیے قلعہ چینا پٹن پر توپین چڑھاکر مقابلہ کیا۔ انورالدین خان کو خبر ہوی فرمایا کہ دونون قومین ہماری حمایت مین ہین اگر انمین کوئی خلاف ہے تو انکے ملک مین ہونا چاہیے ہمارے دارالامن مین ایک کو دوسرے پر کوئی اختیار حاصل نہین ہے"۔

فوراً اپنے صاحبزادہ محمد محفوظ خان بہادر کو (ملاحظہ ہو صفحہ ....) جمعیت شایستہ کے ساتھ روانہ کیا اور حکم دیا کہ "بندر چینا پٹن سے فرانسیسیون کو نکالکر انگریزون کو قبضہ دلا دو"۔

محمد محفوظ خان بہادر اور فرانسیسیون کے معرکون کی تفصیل کرنے کا یہان موقع نہین ہے (محمد محفوظ خان کے حال مین ملاحظہ فرمایئے) مختصر یہ ہے کہ محمد محفوظ خان کو فرانسیسیون کے مقابلہ مین شکست ہوی۔

انورالدین خان بہادر کو خبر پہونچی اپنے دوسرے فرزند محمد علی انورالدین خان کو مدد کے لیے بھیجا۔

محمد علی انورالدین خان اور فرانسیسیون مین بڑے بڑے معرکے ہوے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ....) انگریزون نے بھی مدد کی آخر محمد علی خان کو فتح نصیب ہوی۔ دیونا پٹن وچینا پٹن انگریزون کے سپرد کردیے گئے۔

جب ۱۱۶۱ھ مین حضرت آصف جاہ بہادر نے منزل خاموشان مین آرام کیا تو انورالدین خان کو سخت رنج پہونچا۔ نواب ناصر جنگ تخت نشین ہوے۔ اور خان موصوف کو "شہامت جنگ" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ لیکن خان موصوف نے برائے نام نواب کی اطاعت قبول کی اور اپنا ملک بقبضہ اپنی اولاد مین تقسیم کردیا۔

ناظرین! آپ ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ کے حال مین مفصل طور پر پڑھینگے (ملاحظہ ہو صفحہ ....) کہ حضرت آصف جاہ بہادر کے بعد انکے اور نواب ناصر جنگ کے درمیان جھگڑا ہوا۔ ۱۱۶۳ھ مین مظفر جنگ حسین دوست خان عرف چندا صاحب کی ترغیب سے کرناٹک مین پہونچے۔ نواب جاگیر اردن سے اور فرانسیسیون سے مدد مانگی۔

انورالدین خان نہر نگر مین تھے یہ خبر سنتے ہی انہون نے اپنے صاحبزادے محمد علی انورالدین خان کو

بُلاکر یہ نصیحت کی:-

"حضرت آصف جاہ مرحوم کی رفاقت کے لحاظ سے انکے نواسہ پر تلوار اُٹھانا نہایت نازیبا ہے۔ اور نواب ناصر جنگ کی اطاعت کے خیال سے انکے دشمنون کو ملک سپرد کر دینا خلاف آئین وفا ہے اب مین دو تقیض مین پھنس گیا ہون اسوجہ سے مین نے اپنی حیات مستعار سے ہاتھ دھو لیا ہے اور سرخروئی کے ساتھ اس جہان فانی سے چل نکلنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ تم حتی الوسع قلعۂ نتر نگر اور ملک کی حفاظت کرنا اور بغیر ناصر جنگ بہادر کی رضامندی کے دشمنون کو ملک نہ سپرد کرنا اگر اس ملک مین تمہارا قیام ہو جاے تو قوم انگریز کو اپنا دوست بنانا اور اگر قیام کی کوئی صورت نہو تو دکن مین کہین نہ ٹھہرنا اور کسی امیر کی رفاقت نہ قبول کرنا سیدھے نواب ناصر جنگ کے پاس چلے جانا اُنسے بہتر کوئی امیر نہین ہے ..... الخ"

نصیحت وغیرہ کرنے کے بعد اپنے رفقا کے ساتھ ارکاٹ کا رُخ کیا۔

راستہ مین انور الدین خان بہادر نے انگریزون کو مدد کیلیے طلب کیا لیکن انکی طرف سے کسی قسم کی مدد نہ دیگئی۔ ناچار نواب موصوف منزل بمنزل روانہ ہوے اسی اثنا مین خبر پہونچی کہ غنیم کی فوج کٹل چنگم تک پہونچگئی۔ انور الدین خان نے اپنے امراسے پوچھا کہ جنگ کے لیے کونسا میدان اچھا ہے؟ محمد حسین خان طاہر (نوایۂ۔ ملاحظہ ہو صفحہ ....) جاگیردار انبور گڈھ حاضر تھا اُسنے عرض کیا۔ "قلعۂ انبور گڈھ کے سامنے جو میدان ہے وہ بہت وسیع اور جنگ کے قابل ہے"

نواب موصوف اس شخص کے مکر و فریب سے اور عموماً نوایتون کے اخلاق سے واقف نہ تھے قلعہ کے روبرو خیمے گاڑنے کا حکم دیدیا۔

اتمام حجت کیلیے مظفر جنگ کو ایک طولانی خط لکھا جسکا مختصر مطلب یہ تھا کہ

"آپ سے مجھے مدت کی روشناسی ہے علاوہ اسکے آپ آصف جاہ بہادر کے نواسے اور مسلمان ہین انہین وجوہ سے مین آپ پر تلوار اُٹھانی نہین چاہتا۔ آپ کو بھی پُرانے روابط مین گندت نہ ڈالنی چاہیے اور مروت و احسان کو کام مین لانا چاہیے۔ اسمین شک نہین کہ آپنے ملک کرناٹک کو تسخیر کرنیکا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور مجھ سے آپ لینا چاہتے ہین لیکن مین نے نواب ناصر جنگ کی اطاعت قبول کر لی ہے اور یہ ہرگز نہین ہوسکتا کہ بغیر انکی

رضامندی کے مین ملک سپرد کردون - مجھے آپ کا صرف اتنا لحاظ ہے کہ آپ حضرت آصف جاہ بہادر کے نواسے ہین اور اسی وجہ سے مین آپ پر تلوار اُٹھانی نہین چاہتا - مین نے ان قیضیین سے چھٹکارا پانے کیلیے اپنی جان دینے کا ارادہ کرلیا ہے لیکن اسکا وبال آپ کی جان پر ہوگا اور ناصر جنگ بہادر اس خون کا بدلا لیے بغیر آپ کو نہ چھوڑینگے -

اگر آپ اپنی خیر چاہتے ہین تو میری نصیحت کو مان کر اپنے مامون سے ملجائیے مین خود اس معاملہ مین آپکی مدد کرونگا اور آپکی قدیم جاگیر (تعلقہ رودہونی) جو حضرت آصف جاہ کی عطا کی ہوی ہے اور جدید جاگیر آپ کی عزت و شان کے مطابق دلا دونگا - زیادہ کیا لکھون الخ"

مظفر جنگ کو بابونایک کے معرکہ مین انوارالدین خان کی شجاعت کا حال بخوبی معلوم ہوچکا تہا اسی وجہ سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہوتی تہی جب یہ عریضہ پہونچا تو رہے سہے ہوش اور بگڑ گئے اپنے کیے سے پشیمان ہوے اور خان موصوف کی وساطت سے نواب ناصر جنگ سے جرم بخشی کرانے کی اور تعلقہ رودہونی کے علاوہ اور جاگیر مقرر کرانے کی سند حاصل کی اور یہ پیام کہلا بہیجا کہ دوسرے دن دونون سردار ایک دوسرے سے ملکر رخصت ہو جائین گے -

مظفر جنگ کے لشکر مین ایک بزرگ حاجی بڑے ہی فتنہ انگیز تہے جب انکو یہ خبر ملی تو بہت گھبرائے اپنے مریدون کو بُلا کر مشورت کا جلسہ کیا اور آگ سُلگانی شروع کی - غرض سید عبدالکریم و سید میران رسالہ دار اور دوسرے مفسد سردارون کی صلاح یہی ٹھہری کہ ہمت مردانہ کرکے ایک معرکہ کرنا چاہیے -

اسی اثنا مین رضا علیخان (ملاحظہ ہو صفحہ ....) بہی فرانسیسی فوج کے ساتہ آ ملا - دوسرے دن (۱۶ شعبان ۱۱۶۲ھ) صبح کا وقت تہا کہ حسین دوست خان عرف چندا صاحب فرانسیسیون کی مدد پر (مظفر جنگ کی بغیر اطلاع و اجازت) میدانِ کارزار مین آ دہمکا اور انوارالدین خان پر حملہ شروع کردیا -

محمد محفوظ خان بہادر مقدمۃ الجیش تہے فوراً انہون نے آگے بڑہکر غنیم کو روکا -

انوارالدین خان بہادر کا حال سُنیے کہ یہ بے خوف و خطر مظفر جنگ کی ملاقات کے انتظار مین تہے کہ دفعتاً فوج نمودار ہوگئی اور تلوارین میان سے نکل گئین - بہت پریشان ہوے رکاب مین جان نثار بھی کم تہے (مگر جانباز اور وفادار تہے) ناچار انکو لیکر آگے بڑہے -

اب میدانِ جنگ کی کیفیت سُنیے کہ ایک طرف سے تو چندا صاحب نے حملہ شروع کیا اور دوسری طرف سے

منظر جنگ بھی فوج لیکر نکلے لڑائی کا میدان گرم ہوا۔ فریقین نے خوب جان توڑ توڑ کر دھاوے کیے۔ فرانسیسیون نے توپون کو مہتابی دکھانی شروع کی۔ گھڑی بھر مین ہزارون آدمیون کا کشت وخون ہوگیا۔ اور تھوڑی دیر مین انورالدین خان کا لشکر حواس باختہ ہوگیا۔

انورالدین خان بہادر اپنی ذاتی شجاعت کے بھروسہ پر جمے ہوئے تھے اور فوج کو ادہر اُدہر لڑاتے تھے آخر تنگ ہوگئے۔ اپنے نواسے رفیع محمد حسین خان طاہر سے مدد مانگی (اُسکی رائے اور مدد کے بھروسہ پر قلعہ انبور گڈھ کے سامنے چھاؤنی ڈالی گئی تھی) محمد حسین خان نے لیت ولعل مین ٹالا جب انورالدین خان نے فوج کا بہت ہی تنگ حال دیکھکر زیادہ اصرار کیا تو اُسنے اپنی توپون کے دہانون کو نواب کے لشکر کی طرف پھیر کر مہتابی دکھادی پھر کیا پوچھنا تھا انورالدین خان کے لشکر مین قیامت برپا ہوگئی۔

یہ عجیب وغریب لڑائی تھی دشمنون نے چارون طرف سے گھیر لیا تھا اور رفیق بھی دشمن بنگئے تھے۔ کوئی متنفس بھاگ نہ سکتا تھا۔

انورالدین خان کے ساتھیون کا یہ حال تھا کہ کھولتے ہوے پانی کیطرح جوش سے کودتے تھے۔ اور جان دیتے تھے۔ غرض پل کے پل مین لشکر کا ستھراؤ ہوگیا۔

محمد محفوظ خان نجیب اللہ خان (نواب کے بیٹے) ابوالمعالیخان افضل الدین خان وغیرہ نے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ....) خوب جوہر شجاعت دکھاے آخر زخمی ہوکر قید ہوگئے۔ صرف انورالدین خان بہادر معدودے چند رفیقون کے ساتھ رہگئے۔

انورالدین خان ہاتھی پر سوار تھے۔ محمد نجیب خان خواصی مین بیٹھے تھے اور چند خاندان کے لوگ گرد وپیش جمے ہوے تھے۔ جب میدان کا رنگ بدل گیا تو نواب نے اپنے بہادرون کو للکارا اور مرنا دل مین ٹھان کر ایک جگہ قائم ہوگئے۔ نواسہ محمد حسین خان طاہر کا ہاتھی مست تھا پہلے وہی مقابلہ مین آیا اور بندوق کا نشانہ ہوگیا۔

انورالدین خان کے فیلبان نے عرض کیا "ہاتھی توپون کی آواز سے ڈرتا ہے اور اب بندہ اُسکو روک نہین سکتا"

خان موصوف نے جواب دیا کہ پاؤن مین زنجیر باندھو اور ثابت قدمی کو ہاتھ سے نجانے دو"

محمد نجیب خان جو خواصی مین بیٹھا ہوا تھا اُسنے دعاے سیفی یاد دلائی۔ فرمایا کہ مجھے یاد ہے لیکن

اس بات کو کسپر چلاؤن ہے مظفر جنگ آصف جاہ بہادر کا نواسہ ہے لیکن افسوس ہے کہ باغی ہوگیا ہے۔"

اسی اثنا مین دشمنون نے محاصرہ کرلیا اور تین سردار فیل سوار مقابلہ کے لیے آگے بڑھے۔

محمد نجیب خان خواصی نشین نے سینہ سپر ہوکر روکا اور تھوڑی دیر مین اپنے آقا کا حق نمک ادا کرکے گر گیا۔

اُن تین سرداروں مین سے پہلے سردار محمد یوسف خان نامی نے محمد نجیب خان کے گرتے ہی نہایت پھرتی سے آگے بڑھکر انوار الدین خان کے سر پر تلوار لگائی۔ تین انگل زخم پڑ گیا۔ اتنے مین عبدالقادر نامی دوسرے سردار نے ابرو پر تلوار لگائی اور منو خان (سہ ہزاری) تیسرے سردار نے ناک پر تلوار ماری اور اُس آصف جاہی بہادر کا کام تمام کردیا۔ مگر افسوس اُس شیر دل کی دلاوری کا حوصلہ نہ نکلے پایا۔ ناظرین اذرا اس سین کا تصور فرمائین۔

یہ کون شخص تھا؟ یہ وہ آصف جاہی بہادر تھا جسکی فتح کا گھوڑا اور بہادرون سے دوچار قدم آگے ہی رہا کرتا تھا۔ افسوس صد افسوس! میدان کارزار مین خاک پر لوٹ رہا تھا۔ کوئی لاش اُٹھانے والا بھی نہ تھا۔

مظفر جنگ فتح کا دمامہ بجاتے ہوے ارکاٹ کیطرف روانہ ہوے۔

انوار الدین خان کی لاش ارکاٹ کی جامع مسجد مین چند دن سونپ دیگئی اسکے بعد حیدرآباد مین اُنکے مرشد شاہ ولی اللہ رح کے پہلو مین بمقام آصف نگر دفن کیگئی۔

(انوار الدین خان کی شہادت کے بعد کے واقعات نواب مظفر جنگ شہید اور مظفر جنگ کے حال مین ملاحظہ فرمایئے۔ صفحہ...)

(اخلاق و عادات)

تمام مورخ اس شخص کے مداح ہین۔ خافی خان نے اپنی تاریخ منتخب اللباب مین انکی شجاعت و مردانگی کی بہت تعریف لکھی ہے۔ نواب صمصام الدولہ شاہ نواز خان صاحب مآثر الامرا (ملاحظہ ہو صفحہ....) کے سارہ ہمیشہ انکی چشمک رہا کرتی تھی۔ مگر انہون نے اپنی کتاب مین سوا تعریف کے اور کچھ نہین لکھا۔ لکھتے ہین کہ بہت شجاع اور نیک شخص تھے۔ علم تصوف سے پوری واقفیت تھی۔ فقرا کے بہت معتقد تھے۔

اسمین شک نہین کہ انکے حالات پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت خوش خلق اور خوش مزاج آدمی تھے یگانہ و بیگانہ کو اپنا کر لیتے تھے اور باتون باتون مین اپنا کام نکال لیتے تھے - دینداری کا بہت خیال رہا کرتا تھا۔

مشہور نقل ہے کہ جب انوار الدین خان بہادر حیدرآباد کی نظامت پر مقرر ہوے تو امور شرعی کو رواج دیا۔ بیگم پورہ مین بھی (جو نواب ناصر جنگ بہادر کی والدہ کا آباد کیا ہوا تھا) وہی احکام جاری کیے۔ کارپردازون نے بیگم صاحبہ کے پاس شکایت پیش کی۔ بیگم صاحبہ نے انوار الدین خان بہادر سے کہلا بھیجا کہ آبادی مذکور آپکے احاطۂ حکومت سے خارج ہے آپ اس سے کچھ سروکار نرکھین"

خان موصوف نے یہ سُنتے ہی بیگم پورہ کو لوٹنے کا حکم دیا اور بالکل ویران کر دیا۔ نواب ناصر جنگ نے بہت شکایت کی انوار الدین خان نے جواب دیا کہ دینی امور مین کسیکی رعایت نکرنی چاہیے۔

بیگم صاحبہ کو سخت رنج ہوا اور نواب آصف جاہ بہادر کے پاس (اسوقت نواب موصوف قلعۂ ترچناپلی کا محاصرہ کیے ہوے تھے) شکایت کا ایک لمبا چوڑا خط روانہ کیا حضرت نے جواب لکھا" نواب سراج الدولہ انوار الدین خان کی دینداری صلاحیت شعاری اور قدردانی اس امر کی مقتضی نہین ہے کہ انکے معاملات مین کوئی شخص تعرض کرے اگر تمہاری انکے ساتھ موافقت نہین ہوتی ہے تو حیدرآباد کی سکونت ترک کردو اور اورنگ آباد مین رہو"

اسی قسم کے اور بہت سی حکایات جنسے نواب موصوف کی صلہ رحمی، قربا پروری طہارت مزاج تصفیہ قلب کی کیفیت معلوم ہوتی ہے مشہور ہین لیکن ہم انکو یہان قلم انداز کرتے ہین۔

(اولاد)

مرحوم کی اولاد مین پانچ بیٹے اور سات بیٹیان تھین اگر ہم ان باقیات کا مختصر حال بھی لکھین تو ایک مستقل کتاب ہو جائیگی۔ اسوجہ سے یہان ہم صرف ان بیٹون کے نام لکھے دیتے ہین۔

۱ بدرالاسلام خان المخاطب بہ صدرالاسلام خان بہادر افراسیاب جنگ۔ سب مین بڑے تھے یہ اپنے وطن ہی مین رہے دکن مین نہین آے۔

۲ محمد مخفو خان بہادر شہامت جنگ (انکا حال طبقۂ سخنورا مین ملاحظہ فرمائیے صفحہ....)

۳ نواب والاجاہ امیرالہند عمدۃ الملک آصف الدولہ محمد علی انوارالدین خان بہادر ظفر جنگ (انکا مختصر حال مین نے نواب ناصر جنگ بہادر کے ضمن مین لکھدیا ہے ملاحظہ ہو صفحہ....) انکے کارنامے بہت ہین۔ اگر

حیات مستعار باقی رہی تو انشاء اللہ تعالےٰ نواب نظام علیخان بہادر کے دربار میں انکا تفصیلی حال لکھونگا۔
۴ عبدالوہاب خان شکوہ الملک نصیر الدولہ نصرت جنگ بہادر۔
۵ محمد نجیب اللہ خان بہادر۔

خادم قوم
(حافظ محمد ابراہیم حیدرآبادی)

غزل جناب ترک علی شاہ صاحب ترکی

مردم بہ تیغ ناز و بجانان خبر نشد — از حالتِ فقیر بہ سلطان خبر نشد
عشقش بدل درآمد و با جان خبر نشد — در دے زد و رسید و بہ درمان خبر نشد
کردم نظارۂ رخ جانان بزیر زلف — چیدم گلے و مالک بستان خبر نشد
پنہان ز غیر بوسۂ لعلش گرفتہ ام — یک قہقہے زدم بگوش نگہبان خبر نشد
شب محتسب چو دزد در آمد بمیکدہ — دادش اجل امان کہ بدستان خبر نشد
مجنونِ تو ز شہر سلامت بصوے دشت — باز آمدست تا کہ بطفلان خبر نشد
دامانِ عمرِ من چو گلستان گرچہ چاک شد — ترکی مگر بآن مہِ تابان خبر نشد

رباعی

آنرا کہ غمِ یار بود چون خورشید — آنکس کہ طلبگار بود چون خورشید
اے دیدہ گنہ میکنی و می ترسی — چشمے کہ در و خار بود چون خورشید

(حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہ)

رباعی

دارد ز خدا خواہشِ جنّاتِ نعیم — زاہد بہ ثواب و من بامیدِ عظیم
من دست تہی میروم او تحفہ بدست — تا زین دو کدام خوش کند طبعِ کریم

(ملا محتشم کاشی)

ایک وزنِ عروضی کی تحقیق

جناب مولوی سید علی حیدر صاحب لکھنوی نے رسالۂ دبدبۂ آصفی مطبوعۂ جمادی الاخری مین علم عروض کے متعلق ایک مضمون طبع کرایا تھا جسکا ماحصل یہ ہے کہ "اس شعر ع۔

اگر بدانی کہ سبے تو چونم ٭ مرا درین غم روا نہ داری

کی صحیح تقطیع کبھی کسی نے قرار نہین دی قریب سات سو برس سے سب عروضیون نے غلطی کی مگر مین نے (مولوی علی حیدر صاحب) شعر مذکور کی تقطیع صحیح دریافت کی ہے۔ دوسرے عروضیون کی غلط تقطیع کا ثبوت یہ ہے کہ محقق نے مفا علاتن مفا علاتن دو بار ایک مصرع مین تجویز فرمایا ہے۔ اور متاخرین عروضیون نے اسکو غلط قرار دیکر کہ ترفیل صرف آخر مصرع مین ہوتی ہے نہ دوسری جگہ فعولُ فعلن فعولُ فعلن کو چار بار ایک مصرع مین تجویز کیا ہے۔ اور بعض دوسرے متاخرین نے اسکو بھی غلط قرار دیا کیونکہ فعولن کو مقبوض کرکے فعولُ بضم لام قرار دینا فارسی شعر کے صدر یا حشو یا ابتدا مین جائز نہین۔ الحاصل محقق کی تجویز ترفیل کو یعنے مفا علاتن کو صدر یا حشو یا ابتدا مین بعض متاخرین نے ناجائز قرار دیا ہے بسبب اسکے کہ اسکو محقق نے اوائل مصاریع مین جائز نہین جانا۔ اور بعض متاخرین نے بعض متاخرین کی تجویز قبض کو بھی یعنی فعولُ کو بھی ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ محقق نے منع فرمایا ہے کہ فارسی شعر مین قبض سوا آخر مصرع کے نہ چاہیے۔ اور جب محقق کی تجویز کو بعض متاخرین اور بعض متاخرین کی تجویز کو بعض دوسرے متاخرین نہین مانتے ہین تو مین نے (مولوی علی حیدر صاحب) شعر مذکور کی تقطیع صحیح یون کی ہے کہ "مفاعلن فاعلات فعلن" ایک مصرع ہے بحر منسرح کا۔ نہ رجز یا کامل محقق کا اور نہ بحر تقارب متاخرین کا انتہی ماحصل کلامہ۔

اقول مولوی صاحب ممدوح کی اس تقریر سے ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محقق پر رد و اعتراض ہین حالانکہ ایک اعتراض ہے۔ اور یہ بھی بادی الرائے مین ظاہر ہوتا ہے کہ خود مولوی صاحب محقق اور دوسرے عروضیون پر معترض ہین حالانکہ ایسا نہین ہے۔ بلکہ دوسرے کے دوسرون پر اعتراض ہین۔

جب کہ اُن لوگون کے تجاویز پر خود مولوی صاحب موصوف کا کوئی اعتراض نہین بلکہ بعض عروضیون نے محقق پر بقول محقق اعتراض کیا اور بعض دوسرے عروضیون نے دوسرون پر بقول محقق اعتراض کیا بلکہ خود مولوی صاحب موصوف نے بمقابلہ دوسرے عروضیون کے محقق کی تائید کی ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ "پھر محقق نے

کیا تصور کیا تہا کہ اُنکی ترفیل کو اس وزنِ جدید مین ناجائز ٹھہرایا۔" تو پھر اپنی ہی تجویز (تقطیع مولویصاحب موصوف) کو منحصر کرکے مان لینا اور اُسی کو صحیح ٹھہرانا اور محقق اور دوسرے عروضیون کی تجویز کو غلط ٹھہرانا بلا دلیل پسندیدہ امر نہین۔

اب مجھے اس مقام پر دو امر بیان کرنا ہین ایک یہ کہ محقق کی تقریر صحیح ہے اور نیز اُسکا صحیح مطلب کیا ہے دوسرے یہ کہ محقق رح کے اس شعر مذکور کو خاص کرکے بحرِ منسرح ہی سے صحیح سمجھنا صحیح نہین۔ بلکہ بحرِ منسرح سے اس شعر کا ہونا بھی صحیح نہین ہے۔

پس جاننا چاہیے کہ محقق نے معیار الاشعار مین یون فرمایا ہے "کہ ہمنے اس کتاب مین اُنہین بحرون اور اُنہین قواعد اور اُنہین اصول کو لکہا ہے جو عربی و فارسی مین مروج ہین اور ممکن ہے کہ بعد مرورِ زمانہ و تغیرِ عالم کے آئندہ کسی زمانے مین کوئی اور بحر بہی ایجاد ہو اور کوئی نئی اصل اور نئے ارکان اور نئے زحافات اور نئے قواعد کسی اور زبان مین کسی اور ملک مین شاید تجویز کیے جاسکین۔ مثلاً مفاعلاتن ایک نئی اصل نکالی جاے۔ اور مثلاً کوئی یون شعر کہے جیسا کہ مین کہتا ہون۔ اگر بدانی کہ بے تو چونم۔ مفاعلاتن مفاعلاتن تو ہوسکتا ہے البتہ جو اصول دہ گانہ مین نے لکہدیے ہین اُنمین سے مفاعلاتن کوئی اصل نہین ہے۔ ہان اگر افاعیل تفاعیل مذکورہ مروجہ سے محسوب ہوگا تو مزاحف ہوگا بقاعدۂ ترفیل مستفعلن سے یا متفاعلن سے۔ نہ یہ کہ کوئی اصل ہو اصول مروجہ سے کیونکہ اصول موضوعہ مروجہ وہی ہین جو ہم لکہہ چکے ہین بس ایسے شعر کو اگر بحورِ مقررہ اور قواعدِ معینہ اور قواعدِ زحافات وغیرہ سے علٰحدہ فرض کرین تو ہوسکتا ہے۔ مثلاً مفاعلاتن کو یا مستفعلن سے مستخرج کرین یا متفاعلن سے مستخرج کرین تو مُتَفْعِلَنْتُن یا مَفَاعِلَنْتُن ہوکر منقول طرف مفاعلاتن کے ہوگا اور یہ کوئی نئی اصل اور نئی بحر غیر مروج قرار پاے۔ انتہی حاصل کلام المحقق رحمۃ اللہ علیہ"۔

اس سے یہ ثابت نہوا کہ محقق نے ایک شعر اس مقام پر کہکے بتا دیا ہے اور اس شعر کو رجز مذکور مروج یا کامل مروج مذکور سے سمجھا ہے تاکہ ترفیل عموماً صدر و حشو و عروض و ابتدا و ضرب مین ہونا جائز ہوجاے اور بحرِ رجز مروج یا بحر کامل مروج کے پورے قواعد بھی جاری ہون تاتناقض لازم آئے کہ محقق کہین تو ترفیل کو ناجائز کہہ رہے ہین اور کہین اُسی ناجائز کو جائز کہہ رہے ہین۔

اِس تقریرِ محقق سے بعض متاخرین عروضیون کا یون سمجھنا کہ بحر رجز مروج یا بحر کامل مروج ہے تعجب کی جگہ ہے ترفیل کا قاعدہ محقق نے جو لکہا ہے کہ آخر مصرع مین ہوا کرتی ہے وہ بحورِ مروجہ اور زحافاتِ مدونۂ مشہورہ اور

قواعد معہودہ کے رو سے ہے اور اس جگہ امکان ترفیل غیر بحورِ مروجہ و زحافاتِ مدونہ کی رو سے ہے تو تناقض کلام محقق مین نہوا۔

حکم امکانِ ترفیلِ آئندہ سے یہ لازم نہین آتا کہ ترفیل صدر و ابتدا وحشو مین بالفعل مان لیگئی ہے بلکہ ایک صورت امکان کی بتائی ہے کہ مستفعلن کو اگر مخبون مرفل یا متفاعلن کو موقوص مرفل کروگے تو مفاعلاتن کا وجود ہوسکتا ہے تفرعًا نہ اصلًا یعنی مستفعلن مرفل مخبون کے مطابق ہوگا نہ یہ کہ بحر کامل یا رجز اُسکو کہو اور صدر و ابتدا وحشو مین بھی ترفیل بحورِ معینہ معہودہ مین جاری کردو۔

اور یہ ظاہر ہے کہ مفاعلاتن نہ اصول معہودہ سے ہے نہ فروع معینہ مروجہ سے پھر ترفیلًا رکنِ اجنبی کو کیون لائین گے اور وہ رجز یا کامل کیون کہا جائیگا مُتَفَعِّلَنْتُن یا مَفَاعِلَنْتُن بحر رجز یا کامل کیونکر ہوگا۔

حق یہ ہے کہ محقق کی ایک چھوٹی سی کتاب معیار الاشعار کو بھی اگر ہملوگ کچھ سمجھ لین تو ہمارے لیے موجب فخر ہے نہ یہ کہ بے سمجھے اتنے بڑے محقق علام امامِ فن پر اعتراض کرین پس اگر بعض عروضیانِ متاخرین فارسی دان یا اُردو دان نے اعتراض اسطرح کا کیا ہو تو سخت عبرت انگیز امر ہے۔

اب باقی رہا دوسرا بیان کہ محقق کے اس شعر فارسی کو بحر منسرح سے سمجھنا صحیح نہین ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ بحرِ منسرح کا وزن جیسا کہ مولوی علی حیدر صاحب نے اپنے اس مضمون مین قرار دیا ہے مفاعلن فاعلات فعلن نہین ہے کیونکہ مستفعلن کی فرع فعلن اَحَذ جائز نہین نہ عربی مین نہ فارسی مین کسی عروضی کے نزدیک اور نہ محقق کے نزدیک۔ ہان اس فرع کو ابن قیس نے صرف فارسی مین جائز جانا ہے مگر اسکا منسرح مین مستعمل ہونا ثابت نہین۔ اور بربناے قولِ ابن قیس یہ جواز شاذ ہوگا فارسی مین حالانکہ مولوی صاحب موصوف نے اس وزن کو عربی و فارسی مین مطرد سمجھا ہے۔

ابن قیس نے مفاعلاتن مخبون مرفل فرع مستفعلن کو بھی جائز جانا ہے فارسی مین۔ اور شاید اسی قولِ ابن قیس کی بناپر امکانِ جواز کیطرف محقق نے اشارہ کیا ہو کہ اگر یہ شعر مذکور منسرح سے بلکہ رجز سے بھی ہو تو مفاعلاتن مفاعلاتن ہوگا اور منسرح و رجز کا مرجع بھی فارسی مین وزن ہے۔

علاوہ اسکے حق یہ ہے کہ فارسی کی بحر منسرح مین جملہ ارکان کا مطوی ہونا ضروری ہے اور مفاعلن اور فعلن مطوی نہین۔ اگرچہ منسرح مین مستفعلن سالم و مخبون بھی بہ ندرت مستعمل ہے پس مفاعلن فاعلات فعلن بحر منسرح کا وزن نہین نہ عربی مین نہ فارسی مین۔ محض بہ سبب وجود فعلن اَحَذ کے۔

پس علاوہ اس غلطی کے جو ہوئی ہے دوسری غلطی یہ ہے کہ فارسی شعر کی تقطیع کے لیے عربی اشعار کی تقطیع کو سند لانا عموماً درست نہیں۔

واضح ہو کہ عربی اشعار جو مضمونِ مذکور میں درج ہیں اسکی سند کے لیے کہ یہ اشعار عربیہ بحر منسرح سے ہیں اور بوزنِ مفاعلن فاعلات فعلن کے ہیں فاش غلطی ہے۔ اسلیے کہ فعلن احذ منسرح عربی میں نہیں آتا اور اسلیے کہ عروض منسرح دائی عربی کا یا سالم ہوتا ہے یعنی مستفعلن یا مخبون یعنی مفاعلن یا مطوی یعنی مفتعلن۔ پس ان تین صورتوں کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے۔ اور ضرب اسکی یا مطوی ہوتی ہے یعنی مفتعلن یا موقوف یعنی مفعولان یا مکشوف یعنی مفعولن۔ پس۔ فعلن احذ کی کوئی صورت نہیں۔

علاوہ اسکے بحر منسرح کیلیے دو وزن قرار دینا صحیح نہیں اسلیے کہ اس بحر کے تین وزن بناء ہیں ایک دائی کا وزن یعنی مستفعلن مفعولات مستفعلن۔ مستفعلن مفعولاتُ مفتعلن۔ اور دو وزن منہوک کے یعنی مستفعلن مفعولان۔ اور مستفعلن مفعولن۔ پس۔ اور اس بیانِ وزن میں چند غلطیاں اور بھی ہیں جنکا بیان موجبِ تطویل بیکار ہے

اب یہ امر بیان کرنا ہے کہ اشعار عربیہ منقولہ جب بحرِ منسرح سے نہیں ہیں تو پھر کس بحر سے ہیں پس جاننا چاہیے کہ اس قصیدہ عربیہ منقولہ کا بالفرض بحر منسرح سے ہونا اسکا مانع نہیں ہے کہ مفاعلاتن بقول محض کوئی نئی اصل آئندہ قرار پاے حالانکہ یہ قصیدہ عربیہ منقولہ بحر منسرح سے نہیں بلکہ بحر بسیط سے ہے یعنی بسیط مجرد عروض وضرب ہر دو مقطوع المخبون کہ مستفعلن فاعلن فعولن ہے۔ اور بہ زحافِ طے صدر و ابتدا مفتعلن فاعلن فعولن ہوگا۔ اور بہ زحافِ خبن صدر و ابتدا مفاعلن فاعلن فعولن ہوگا۔ اشعار منقولہ عربیہ کی تقطیع اس وزن سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ مولویصاحب موصوف نے منسرح ہونیکے ثبوت میں تیرہ شعر عربی کے سنداً یہاں نقل کیے ہیں حالانکہ یہ سب اشعار بحر بسیط سے ہیں چنانچہ انمیں سے ہر شعر کی تقطیع بحر بسیط سے یوں کرنا چاہیے۔

مانا الالمن یعانی ✤ اہوی خلیلی کایرانی	مفتعلن فاعلن فعولن ✤ مفاعلن فاعلن فعولن
لست اہوی ماملکت طرفی ✤ مکان من لایری مکانی	مفتعلن مفاعلن فعولن ✤ مفاعلن مفاعلن فعولن
ونہوی ربی لہ وجوہ ✤ ھن من اللہ فی ضمانی	مفاعلن مفاعلن فعولن ✤ مفتعلن مفاعلن فعولن
سبحان من لویزل علیا ✤ لیس لہ فی العلو ثانی	مستفعلن مفاعلن فعولن ✤ مفتعلن مفاعلن فعولن

قضی علی خلقه المنایا ❊ فکلّ حیّ سواه فانی	مفاعلن فعولن ❊ مفاعلن فعولن
اصبحت واللہ فی مضیق ❊ فهل سبیل الی طریق	مستفعلن فاعلن فعولن ❊ مفاعلن فاعلن فعولن
انّی لدنیا تلاعبت بی ❊ تلاعب الموج بالغریق	مستفعلن فاعلن فعولن ❊ مفاعلن فاعلن فعولن
وانما العلم من قیاس ❊ ومن عیارٍ ومن سماع	مفاعلن فاعلن فعولن ❊ مفاعلن فاعلن فعولن
والکاتم الامر لیس یخفی ❊ کالموقد النار من یضاع	مستفعلن فاعلن فعولن ❊ مستفعلن فاعلن فعولن
الطیب ما عنیت عنه ❊ کفی بقربا لامیر طیبا	مستفعلن فاعلن فعولن ❊ مفاعلن فاعلن فعولن
یبنی بمدحنا المعالی ❊ کما بکم یغفر الذنوبا	مستفعلن فاعلن فعولن ❊ مفاعلن فاعلن فعولن
مال علی الشرب جدًّا ❊ وانت بالمکرمات اهدی	مفتعلن فاعلن فعولن ❊ مفاعلن فاعلن فعولن
فان تفضّلت بانصرافی ❊ عددتُ من لدنک ذنبا	مفاعلن فاعلن فعولن ❊ مفاعلن فاعلن فعولن

اور جاننا چاہیے کہ ہر کامل اہل زبان کا ہر شعر مجون و ہزل و مسمطات و دوازدہ خانہ و بست خانہ و ترانہ و ادرام و اورامن و ایجاد نو تفنّناً و تمسخراً سند کے قابل ہون ہرگز نہین۔ پس ناقص لوگون کا کلام بدرجۂ اولا مستند نہوگا۔ ابو العتاہیہ کوئی بڑا شاعر ماہر نہین پس وہ اگرچہ محقق سے پہلے گزرا ہے مگر اُسکا کلام محقق کے نزدیک مستند کیون ہوتا یہ اُس تقدیر پر ہے کہ بالفرض اُسکے کلام کو بحر بسیط سے قرار ندین۔ پس اس تقدیر پر کہا جاسکتا ہے کہ اس شاعر نے کچھ مصرع مفاعلاتن مفاعلاتن کے وزن پر کہے ہون اور کچھ دوسری بحر سے اور اس ناجائز خلط کا مرتکب ہوا ہو مجوناً و ہزلاً و تمسخراً اسیوجہ سے محقق نے اُسکے کلام کو خارج از سند سمجھکر مفاعلاتن مفاعلاتن کے وزن پر قرار ندیا۔ کیونکہ بعض ان شعرا مین ایسے تھے کہ صحبت شراب و بیباکی و آزادی و بدخواہی کی وجہ سے سب کچھ سخراپن کیا کرتے تھے۔ تو ایسی حالت کا کلام مستند نہین ہوتا۔ چنانچہ ابو العتاہیہ یعنی وہ شخص جسکا لقب ابو العتاہیہ ہے اور اُسکی کنیت ابو اسحاق ہے اور اُسکا نام اسمعیل بن ابو القاسم بن سوید ہے یہ لقب اُسکو اسوجہ سے ملا کہ مجنون ناقص العقل اور ایذا دادہ شدہ تھا اور تجاہل و تغافل و تجنن و رعونت مین بدنام تھا گویا کہ دربار ہارون الرشید کے مسخرون مین تھا صرف ہارون الرشید کیوجہ سے مشہور ہوا نہ شاعری کیوجہ سے تو ایسے شخص کے اشعار منقولہ جو بحر بسیط سے ہو سکین سند نہین۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اختلاف زحافات گوناگون ایک قصیدے کی مختلف جگہون مین استحسان سے خارج ہے۔

جاننا چاہیے کہ جس قصیدے مین ایک مصرع یا ایک شعر یا کئی شعر کی تقطیع کسی خاص بحر مین ہو جاوے تو یہ سمجھنا چاہیے

کہ اُسی بحر سے ہے تا وقتیکہ پورا قصیدہ اُس بحر میں تقطیع نہو لے اسی سے دُھوکا لوگوں کو ہو جاتا ہے کہ ایک مصرع ایک قصیدے کا اگر کسی بحر سے تقطیع ہو گیا تو اُس قصیدے کو اُسی بحر سے سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ اختلاف زحافات کی وجہ سے کوئی دو سرا شعر دوسری بحر سے تقطیع ہوتا ہے۔ مثلاً ایک قصیدہ یا ایک مثنوی میں صرف ایک مصرع یا ایک بیت کی تقطیع کے لحاظ سے حکم لگا دیں کہ یہ مثنوی فلان بحر سے ہے تو سخت غلطی ہوتی ہے۔ پس اس بنا پر اگر بدائی کہے تو چونہم کو بحر بسیط سے بھی کہہ سکتے ہیں اور بحر وافر و ہزج سے بھی۔ باختلاف آرا فہم اسلیے امکان تقطیع بحور مروجہ سے امکان استخراج اصل تجدید بروزن مفاعلاتن کا تابع نہیں۔

اشعار فارسیہ منقولہ مولوی صاحب موصوف بھی بحر بسیط سے ہیں اگر مسمطات چہار خانہ سے نہ قرار دیں والا شعر غلط ہے۔ کیونکہ فعلن یا فعولن حشو میں پڑیگا اور یہ غلط ہے اور اگر مربع ہونا مان لیا جاے تو شعر غلط ہے۔ اور یہ شعر محقق کے بہت بعد کے شاعر کا ہے تو بنا بر پیشین گوئی محقق اس شعر کو کسی نئی بحر سے مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مربع یعنی مقابل مثمن و مسدس و منہوک و موحد کیوں نہ کہیں تاکہ سند ہو جاے اُنکی پیشین گوئی کیلیے نہ غلط فہمی محقق کیلیے۔ وہ شعر یہ ہے۔

زہے دو چشمت بخون مردم کشادہ تیر و کشیدہ خنجر رُخے چو ماہت صباح دولت خطِ سیاہت شب معنبر

مفاعلن فعلن فعولن مفاعلن فعلن فعولن مفاعلن فعلن فعولن مفاعلن فعلن فعولن

اور عقلا سمجھ سکتے ہیں کہ محقق کی غلطی پر سند ناسخ سے لانا کیسا ہے۔ وہ شعر ناسخ کا یہ ہے۔

یہ اُسکے ہے ساعدون کا عالم کہ جسنے دیکھا ہوا وہ بیدم نیام تیغ قضاے ہر دم لقب ہے قاتل کی آستین کا

اور یہ بھی درصورت مربع چہار خانہ ہونیکے غلط ہے اسلیے کہ فعلن (منسرح کا) یا فعولن (بسیط کا) حشو میں آگیا۔ اگر یہ کہا جاے کہ مفاعلاتن مفاعلاتن حسب پیشین گوئی محقق ناسخ نے بھی مثمن کہا ہے۔

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ فعول فعلن فعول فعلن پر جواب فارسی اور علی الخصوص اُردو میں اشعار کہے جاتے ہیں وہ بنا بر پیشین گوئی محقق کے ہے کہ اب اس زمانے میں خلاف زمانۂ محقق کے فعول یہی وسط مصرع اور صدر و ابتدا میں لانے لگے۔ اور فعول صدر و ابتدا و حشو کو جو محقق نے منع کیا ہے وہ فقط سابق فارسی میں۔ نہ اُردو و عربی میں اور نہ اس زمانے کی فارسی میں۔ اسی طور پر ؎ بروز ہجرت چہ چارہ سازم چو شمع دور از تو میگدازم۔ ؎ نسبہ بہ جمال تو قبلۂ جان حریم کوے تو کعبۂ دل۔ اور اُردو میں ؎

محرم آیا ہے اے محبو رسول روتے ہیں کربلا میں ہزاروں زوّار اس مہینے میں جمع ہوتے ہیں کربلا میں

یہ ایک مطلع ہے سلام کا۔ یا جیسے ناسخ کی غزل ہے جسکا مقطع یہ ہے ؎

طرح ہے انصاف دوستان سے کہ اتنا فرمائیں وہ زبان سے　　کیا ہے ناسخ نے آسمان سے بلند تر رتبہ اس زمین کا

ناسخ کے اس اخیر مصرع سے یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ اس وزن میں پہلے ناسخ ہی نے غزل کہی۔ اور فعولن بسیط کا اور فاعلن منسرح کا وسط مصرع میں لانا جائز نہیں تو غزل مسمط چہار خانہ سے نہیں ہے پس ضرور حسب ہدایت محقق اور مطابق اُنکی پیشین گوئی کے مفاعلاتن مفاعلاتن کے وزن پر ناسخ نے غزل کہی۔

علاوہ برین مقصود محقق اپنے اس شعر (اگر بدانی کہ بتو چونم ؛ مرا درین غم روانہ داری) سے یہ نہیں ہے کہ تقطیع اس شعر کی رجز سے یا کامل سے کر کے اسکو بحر رجز یا کامل سے سمجھو باوجود وقوع ترفیل صدر و ابتدا میں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ کسی اور ملک میں کسی اور زبان میں کسی زمانۂ آئندہ میں اسطرح کے وزن کا شعر شاید ہو جائے یعنی محض اختراع وزن آئندہ کی صورت دکھلائی۔ نہ یہ کہ ایک شعر قصد کر کے بحور مروجہ مستعملہ سے کہدیا ہے۔ اور خود محقق کی آئندہ تقریر بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ شعر قصداً جزیا کامل سے نہیں کہا گیا۔ اور آئندہ کی تقریر محقق کی یون ہے۔

"شبیہ است بہزج سالم رکن اول ہم ثمانی است مؤلف از چہار سبب خفیف برین کہ مفعولاتن وگاہ سالم بکار دارند وگاہ مخبون بر وزن مفاعیلن وگاہ بے مسطوی بر وزن مفاعلاتن و ہر سہ بایکدیگر خلط می کنند و دو رکن باقی مفاعلن فعولن یا مفاعلن فعولن است

ثالث

فردا اگہ عرض پے لشکر وزن بی　　میان دو سر امل انجمن بی

ہمہ گرد آورد پیر وجوان ساہ　　انچہ من کردہ بی زبحر بمن بی

مفعولاتن مفاعیلن فعولن　　مفاعیلن مفاعیلن فعولن

مفاعیلن مفاعیلن فعولن.　　فاعلاتن مفاعیلن فعولن

اگر مقصود محقق کا یہ ہوتا کہ یہ دونون شعر بحر ہزج سے حقیقتاً ہین تو یہان بھی محقق پر اعتراض وارد ہوتا کہ مفعولاتن اور فاعلاتن کو بحر ہزج سے کیا سروکار لہذا تقطیع مجوزۂ محقق غلط ہے حالانکہ محقق پر اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ خود ہی ان اشعار کو بحور مروجہ سے باہر سمجھتے ہین اسی لیے شبیہ بحر ہزج فرمایا اور محقق نے آخر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ان اشعار کو یہان اِس غرض سے ذکر نہیں کیا کہ بحور مروجہ مسلمہ سے محسوب ہون بلکہ اس

غرض سے کہ اس قسم کے اشعار کا باعتبار وجود ہے گوشاذ و نادر ہے اور ممکن ہے کہ آئندہ یہ یا اس قسم کے اشعار جو اسوقت غیر مسلم اور خلافِ ذوق ہیں کسی بحر مستخرج جدید سے محسوب ہوں نہ یہ کہ یہی بحور اور یہی زحافات ہر زمانے میں بلکہ ہر زبان میں بطور انحصار مروج رہیں گے۔

اور یہ امر کہ محقق علیہ الرحمہ کے شعر مثالیہ مذکور کی تقطیع جبکہ بحور عربی کی کسی بحر سے ہو سکتی ہے تو ایجاد بحر جدید کا کیا سبب۔ اس فن کے خوشہ چینوں کے لیے سبب کا بیان اسقدر کافی و وافی ہے کہ فارسی شعر کیلیے فارسی ہی بحر مخصوص و مقبول ہے اگرچہ عروض عربی سے ماخوذ و منقول ہو حالانکہ شعر مذکور کی کمیابی کی وجہ سے فارسی میں کوئی وزن زمانہ تحقق تک محقق و مروج نہ ہوا تھا لہذا محقق علیہ الرحمہ کا یہ بیان کہ اگر آئندہ فارسی میں شعر مثالیہ کے ہموزن اشعار کہے جائیں اور یہ اشعار کہ رکن جدید یعنی مفاعلاتن سے تقطیع ممکن ہے۔ بہمہ وجوہ مستحسن بلکہ ادب سے لکھنے کے قابل ہے اور برخلاف اسکے بحور مروجہ سابقہ سے کوئی بحر ہموزن شعر مذکور تجویز کر کے اپنی ایجاد کا قائل ہونا ہر شخص کیلیے تحصیل حاصل ہے۔

(سید فضل حسن بلگرامی)

غزل جناب بخشی مولوی عبدالوارث خانصاحب متخلص بہ وارث

عارضِ لاجواب کے صدقے — مہ کے ماہتاب کے صدقے
کوئی دنیا میں چین سے نہ رہا — تیرے عہدِ شباب کے صدقے
ایک بوسے پہ سیکڑوں دشنام — اس حسابِ کتاب کے صدقے
سانہ اپنے کیا مجھے بھی تباہ — دلِ خانہ خراب کے صدقے
غم کو نہیں سمجھا ساقی — تیرے جام و شراب کے صدقے
اُسنے شب بھر رہی ہم آغوشی — ہائے اس اپنے خواب کے صدقے
ہو رہی ہے ہماری حسرتِ دید — تیری گلگوں نقاب کے صدقے
بُول اُٹھے خود جو آئینہ دیکھا — صورتِ لاجواب کے صدقے
ہائے کیا نیند ہے جوانی کی — نرگسِ نیمخواب کے صدقے
ایک وارث ہزار میں ہیں جلیل — نظرِ انتخاب کے صدقے

امید سے خطاب

پیاری امید! تو باغِ آرزو مین ایک عجیب خوشنما پھول ہے۔ ناامیدی کے برباد کردینے والے جھونکے خواہ کتنے ہی سخت ہون لیکن تو اُنکی دست درازیون سے مطلق اثر پذیر نہین ہوتی اور تیری تازگی آخر وقت تک بھی ویسی ہی قائم رہتی ہے گو تو ابھی کلی توڑکر باہر نکلی ہے۔ حرمان نصیبی کے جھونکون کے ساتھ ہی باغِ مراد کے سارے پھول مُرجھاکر گر جاتے ہین لیکن صرف تو ہی اُس ویران باغ کی رونق قائم رکھنے کیلیے تنہا رہجاتی ہے ہاے۔ تیرا رنگ کیسا خوشنما اور تیری بُو کیسی خوشگوار ہوتی ہے۔ تیری تازگی دماغ کو جب وہ کثرتِ غم سے خشک ہوجاتا ہے کیسا تر و تازہ کردیتی ہے۔ جب باغِ آرزو برباد ہوجاتا ہے اور اُسکی تازگی اور سرسبزی کو ناامیدی کی بادِ سموم مٹا دیتی ہے تو اپنے زائرین کو کیسی میٹھی میٹھی باتین کرکے اپنی جانب کھینچتی ہے۔ اور اُنکے سامنے گزری ہوی دلچسپیون کا ایسا ہو بہو نقشہ کھینچ دیتی ہے کہ اُنکو صرف بجھی ہین وہ سارے لطف آجاتے ہین جو اب خواب و خیال ہوگئے تھے اور جنکے ایک نظارے کیلیے اُنکی آنکھین تڑپتی تھین اور نہ پاتی تھین۔

دنیا مین کون ایسا دماغ ہے جو تیری خوشگوار خوشبو سے معطر نہوا ہو۔ کون ایسا دل ہے جسمین تیری الفت نے جوش نہ مارا ہو۔ تیرا نشو و نما انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی شروع ہوتا ہے اور جب وہ سنِ بلوغ کو پہونچتا ہے اور دنیا کے گرم و سرد کا احساس کرنے لگتا ہے تو تو بھی کلی کے قیود سے آزاد ہوکر پھول کی صورت اختیار کرتی ہے۔ اُسکا دماغ تیری خوشبو سے پرورش پاتا ہے اور اُسکا دل تیری تازگی سے شگفتگی اور شادابی اختیار کرتا ہے۔

معمولی پھول تو شگفتہ ہوتے ہی مرجھانے لگتے ہین لیکن تو صدہا مصیبتون مین بھی تر و تازہ رہتی ہے۔ بلکہ جو جو امتدادِ زمانہ بتجھپر اپنا اثر ڈالتا جاتا ہے تیری شگفتگی مین روز افزون ترقی ہوتی جاتی ہے۔

جب تو اپنے شباب کے عالم مین ہوتی ہے اور تیرا ساتھی انسان بھی جسکی زندگی کے ساتھ تیرے درخت نے نشو و نما پایا ہے اپنے عہدِ شباب مین ہوتا ہے تو تم دونون ایک دوسرے کے ساتھ کیسی محبت کرتے ہو۔ وہ کیسی پیار کی نگاہین تجھپر ڈالتا ہے اور کیون نہ ڈالے تو اُسکی رفیق ہوتی ہے شفیق ہوتی ہے مونس ہوتی ہے۔ ہمدرد ہوتی ہے۔ ہمراز ہوتی ہے۔ جسوقت سارا زمانہ اُسکے خلاف ہوجاتا ہے جب تمام مصیبتین اُسکے گرد نرغہ کرتی ہین۔ جب وہ حرمان نصیبی اور ضلالت کے وادی مین سرگردان و پریشان

چھوڑ دیا جاتا ہے تو تو ہی اُسکو تسکین دیتی ہے۔ تو ہی اُسکی دلدہی کرتی ہے۔ تو ہی اُسکی دلبستگی کا باعث ہوتی ہے۔ اُف۔ تو اُسکے فرطِ غم سے زانو پر جھکے ہوئے سر کو کیسا اُٹھاتی ہے۔ اور اُسکے دل بہلانے اور خوش کرنے کے لیے کیا کیا تدبیریں اختیار کرتی ہے۔ جب اُسکی آنکھیں تپشِ غم سے بے نور ہو جاتی ہیں تو تو کیسا اُنکے لیے سُرمۂ بینائی بنجاتی ہے۔

پیاری اُمید! تو انسان کا ایک ایسا جزو اعظم ہے کہ بغیر تیری رفاقت کے وہ ایک لمحہ بھی اس ویرانۂ آبادستا میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور حقیقت تو یوں ہے کہ اگر تیرا وجود نہوتا تو دنیا کا کاروبار ایک منٹ کیلیے بھی نہ چلتا۔

سفر ہو یا حضر تو اپنے رفیق کا ساتھ دینے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔

ایک غریب سپاہی جسکو دوسرے ہی دن لڑنے کا حکم ملا ہو۔ جو اپنے اہل وعیال سے گلے مل ملکر جدا ہو رہا ہو۔ جسکے سامنے موت کھڑی ہوئی ہو۔ جسکے بال بچے اُسکی مفارقت پر بلک بلک کر رو رہے ہوں۔ کیا اس قابل رہ سکتا ہے کہ دوسرے دن میدان کارزار میں دادِ شجاعت دے۔ ہرگز نہیں۔ قاعدے کی رو سے اُسکے سارے اعضا بیکار ہو جانے چاہیے۔ اُسکی ہمت۔ شجاعت اور بہادری کو جواب دیدینا چاہیے لیکن پیاری امید۔ یہ قدرت صرف تجھی میں ہے کہ تو اُسکے پریشان دلکو ایسے نازک وقت میں بھی سنبھالے رہتی ہے۔ تو اُس سپاہی کے دل میں ہمت افزا باتیں کرتی ہے۔ تیرے یہ فقرے "ہمت کیون ہارتا ہے۔ فتح کا سہرہ تیرے ہی سر رہیگا۔ استقلال کو ہاتھ سے نہ دینا۔ وہ زمانہ قریب آنے والا ہے کہ تو فتحمندی کے ساتھ اپنے اہل میں آملیگا۔ اور اُنکی صحبت میں بیٹھکر کامیابی کی خوشیاں منائیگا" اُسکے مایوس دل کے ساتھ کیسا حیرت انگیز سلوک کرتے ہیں۔ اُسکی طبیعت میں ایک بلا کا نہ رکنے والا جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ بیکسی پس وپیش کے میدانِ جنگ میں قسمت آزمائی کیلیے جا موجود ہوتا ہے۔ لیکن امید تو یہیں سے اُسکو رخصت نہیں کر دیتی۔ تو اُسکے ساتھ جنگ میں بھی شریک رہتی ہے اور ہر وار پر ایسی دلربا شکل میں اُسکے روبرو آجاتی ہے کہ اُسکے جوشِ طبیعت میں بلا کا ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔

وہ تیرے سہارے پر کیسا جان توڑ توڑ کر لڑتا ہے اور اپنی بہادری کے ایسے ایسے جوہر دکھاتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے

پیاری امید تو کمزور سے کمزور اور بودے سے بودے دلکو بھی قوی و باہمت بنا دیتی ہے اور ایک ضعیف البنیہ انسان سے وہ وہ کام کراتی ہے کہ خدا کی قدرت نظر آجاتی ہے۔

تو اپنے رفیق سے مرتے دم تک بھی جدا نہیں ہوتی۔ اُف میری کے عہدِ سلطنت میں جو جو مظالم پروٹسٹنٹ فرقے پر رومن کیتھلکوں کے ہاتھ سے ہوئے کون نہیں جانتا۔ غریب پروٹسٹنٹ نہایت بے رحمی سے قتل کیے جاتے تھے اور اُف تک نہ کرتے تھے۔ لکھا ہوا ہے کہ جب رڈلی جو کسی زمانے میں بشپ کے معزز عہدے پر ممتاز رہ چکا تھا۔ لیٹیمر کی معیت میں قید خانے سے نکالکر جلائے جانے کی غرض سے آکسفورڈ میں لایا گیا تو آگ کے شعلوں کو اپنے گرد بلند ہوتے ہوئے دیکھکر کس استقلال کے ساتھ اُسنے یہ الفاظ اپنے مُنہ سے ادا کیے "ماسٹر لیٹمر بہادری اور جانبازی کا وقت ہے۔ ہم خدا کی عنایت سے آج ایسا چراغ روشن کرین گے جو قیامت تک گل نہو گا"۔

سچ کہنا پیاری امید کیا تیرے سوا کسی اور نے اُسکے مُنہ سے یہ فقرے نکلواے تھے۔ ہرگز نہیں۔ وہ اس بات کو سمجھتا تھا کہ گو ہم آج حیاتِ مستعار کے کثیف جامے سے پاک ہوتے ہین۔ لیکن وہ دن بہت قریب ہے جب ہم ابدی زندگی سے بہرہ یاب ہوکر ہمیشہ کا اطمینان حاصل کرینگے۔ کیا امید اگر تو اُسکی طبیعت مین ایسا خیال نہ پیدا کرتی اور اُسکے سہمے ہوے دلکو اسطرح نہ سنبھالتی تو وہ جان دینے پر اس بے جگری سے آمادہ ہوجاتا۔ کبھی نہین۔ موت کی ہولناک تاریکی کو تیری پیاری صورت کی چمک نے اُسکی نگاہون مین ایسا روشن بنا دیا کہ وہ مبہوت و متحیر ہوکر رہگیا۔ اور اُس روحانی اور ابدی زندگی پر جسکے متعلق تونے بڑے بڑے وعدے کیے تھے۔ اس عارضی اور چند روزہ زندگی کو قربان کردینے مین ذرہ برابر پس و پیش نہ کیا۔

ایک عابد اپنی ساری زندگی عبادت خانے کی چار دیواری مین بسر کردیتا ہے۔ کیسی کیسی ریاضتین کرتا ہے کیا کیا تکلیفین اُٹھاتا ہے۔ نہ کھانے کی فکر نہ پہننے کی پروا۔ پتیان ملگین تو اُنہین کو کھا کر پیٹ بھر لیا۔ پھٹے پُرانے کپڑے دستیاب ہوگئے تو اُنہین سے بدن ڈھانپ لیا۔ آخر یہ کیون۔ محض اس امید پر کہ ایک دن وہ آئیگا جب اُسکو اِن دنیاوی نعمتون سے کرورہا درجہ بہتر نعمتین نصیب ہونگی۔

ایک کسان جو محض تیرے سہارے پر کیا کیا تکلیفین اُٹھاتا ہے۔ کیسی کیسی محنتین کرتا ہے۔ رات کچھ باقی ہے۔ ستارے ابھی پورے طور پر غائب نہین ہوے۔ پانی شدت سے برس رہا ہے۔ بجلی کی چمک بادلون کی گرج دل سہما دیتی ہے۔ قدم باہر نکالنے کی ہمت نہین پڑتی۔ لیکن غریب کسان ہے کہ اپنے سارے عیش و آرام کو ترک کرکے۔ صبح کی میٹھی اور خوشگوار نیند کو خیرباد کہکے اُٹھ بیٹھا ہے۔ ہل کندھے پر ہے۔ بیلون کی رسیان ہاتھ مین ہین اور کھیت کی جانب چلا جارہا ہے۔

کام کرتے کرتے پریشان ہوگیا ہے سانس چڑھ رہی ہے۔ پیاس کیوجہ سے گلا خشک ہوگیا ہے لبون پر پپڑیان پڑگئی ہین۔ لیکن یہ ہے کہ پروا تک نہین کرتا شام ہوگئی ہے۔ آفتاب غروب ہوا چاہتا ہے۔ چڑیان تک اپنے اپنے آشیانون مین آرام کرنے کی غرض سے جا بیٹھی ہین لیکن یہ ہل چھوڑنیکا نام تک نہین لیتا۔ کیا پیاری امیدا یہ سب تیرے کرشمے نہین۔ اگر تو نہوتی تو وہ کیون ایسا کرتا۔ اپنی جان پر کیون ایسی ایسی تکلیفین اُٹھاتا۔

گو یہ سب باتین اُسکی روح کو تکلیف پہونچانے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھتین لیکن جسوقت تیرا پیارا اور دلربا چہرہ اُسکی نظرون کے سامنے آجاتا ہے تو وہ تمام گزشتہ تکالیف کو بھولکر اس شعر کا مصداق بنجاتا ہے ؎

یاد سب کچھ ہین مجھے ہجر کے صدمے ظالم　　بھول جاتا ہون مگر دیکھکے صورت تیری

غرضکہ اُسکی ساری تکلیفین مبدل براحت ہوجاتی ہین اور جب تو اُسکے کان مین آکر کہدیتی ہے کہ محنت کیجا۔ اسکے سال خوب پیداوار ہوگی۔ اور تیری ساری محنت اور جانفشانی بھکانے لگ جائیگی تو خوشی اور انبساط کی ایک ایسی غیر معمولی سُرخی اُسکے رخسارون پر دوڑجاتی ہے جس سے اس امر کا پتا لگتا ہے کہ گویا اُسکو کسی قسم کی تکلیف کبھی محسوس ہی نہوئی تھی

کیا امید اگر طفلی مین تو زلیخا کا دل نہ سنبھالے رہتی تو اُسکا ننہا سا کلیجا عشق ایسے گران بوجھ کے اُٹھانیکا متحمل ہوسکتا؟ ہرگز نہین۔

جب اُسکا دل وفور غم سے بیتاب ہوتا تھا اور اپنے گردوپیش کوئی تسلی دینے والا نہ دیکھکر وہ اس شعر کا

مرا اے کاشکے مادر نمے زاد　　وگر میزاد کس شیرم نمے داد

بار بار اعادہ کرتی تھی۔ تو کیا تو اکر اُسکے دلکو تسلی نہین دیجاتی تھی۔ سچ بتا کیا تو یہ نہین کہا کرتی تھی کہ بیتاب کیون ہوتی ہے۔ یہ مایوسانہ فقرے کیون ادا کیے جارہے ہین۔ کیا تو مجکو بھول گئی۔ کیا میری رفاقت پر تجکو بھروسا نہین رہا۔ امید! جواب کیون نہین دیتی۔ کیا تیرے اس قسم کے ہمت افزا جملے سُنکر زلیخا کا دل باغ باغ نہین ہوجاتا تھا۔ کیا اُسکے گلاب سے رُخسارے خوشی سے نہین دمکنے لگتے تھے۔

زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کو تیسرے بار خواب مین دیکھنا۔ اُنکا دامن عصمت محفوظ رکھنے کی اُسکو ہدایت کرنا۔ اور اپنے کو عزیز مصر بتانا۔ زلیخا کا اُنکی امید مین عزیز مصر سے شادی کرنا اور بجاے اُنکے کسی اور شخص کو پاکر اپنا دامن عصمت اُس سے بچاے رکھنا۔

پھر اُسکا حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا عزیز مصر ہوجانا۔ زلیخا کا اُنکی گزرگاہ مین اُنکی سواری کی آواز سُننے کی غرض سے ایک جھوپڑا ڈالکر بسر کرنا۔ اور آخر کار جوان ہوکر اُنکے

HYDERABAD

وصال سے بہرہ مند ہونا۔ یہ سب آخر کسکا کیا دھرا تھا۔ کیا پیاری امید اگر تو اُسکا دل نہ سنبھالتی۔ اور ہر منزل پر ثابت قدمی کا سبق نہ پڑھاتی رہتی تو وہ آخر مین اس خوبی سے اپنے مقاصد مین کامیاب ہوتی؟ کبھی نہین۔

سچ تو یہ ہے کہ امید تو عجب چیز ہے۔ تجھ مین خدا نے عجیب عجیب تو تین رکھی ہین۔ وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جسکے دلمین تو روز نئی نئی اُمنگین پیدا کرکے اُسے دنیا کے مفید اور ضروری کامون مین حصہ لینے کی ترغیب دیتی ہو۔ اور وہ شخص نہایت ہی بدقسمت اور قابل رحم ہے جسکے دل سے تو ہمیشہ کیلیے کنارہ کش ہوگئی ہو!

(سید محمد ہادی۔ مچھلی شہری)

غزل جناب خان بہادر مولوی شیخ احمد حسین خانصاحب مذاق تعلقدار پریانوان (اودھ)

دنیا مین دوستی کا عجب کارخانہ تھا
بعد فنا کھلا کہ کوئی آشنا نہ تھا

اے مرغ روح کس چمنستان کی ہے تلاش
کس نخل آرزو پہ ترا آشیانہ تھا

گلزار مین تھے گل ہمہ تن گوش کسلیے
کیا لب پہ عندلیب کے تیرا فسانہ تھا

کیونکر مراقبے مین تجھے مین نہ دیکھتا
آنکھین تھین بند دل پہ تو پردہ پڑا نہ تھا

جسپر پڑی نگاہ وہ بیہوش ہو گیا
دار و رسن بیخودی تھی ترا دیکھنا نہ تھا

آنکھین ہوئین جو بند تو سب کچھ نظر پڑا
جب تک کھلی ہوی تھین ذرا سوجھتا نہ تھا

پایا جو یار کو تو ہوی بیخودی مجھے
اُسکا ملا سراغ تو میرا پتا نہ تھا

بعد وصال راز یہ مجھپر کھلا مذاق
معشوق میرا میرے سوا دوسرا نہ تھا

(رباعی)

جھیلی ایذا سے ہجر برسون روئے
دن کو نہ ملا چین نہ شب کو سوئے

اے شیفتہ کیون جانب مژگان دیکھا
یہ آپنے اپنے حق مین کانٹے بوئے

(شیفتہ کنتوری)

دلگداز! دلگداز

وہی پُرانا لٹریری جادوگر۔ بلکہ اُردو انشا پردازی کا ناسخ الادیان پیغمبر پھر اپنی آب و تاب سے جاری ہوگیا ہے پھر وہی سحر نمایان ہین۔ اور وہی معجز بیانیان۔ ان جدید پرچون مین جو پُرزور اور پُر اثر مضامین شائع ہوے ہین۔ صاف بتا رہے ہین کہ نہ زبان کا لطف بغیر اعلی انشا پردازی کے ہے اور نہ انشا پردازی کا مزہ بغیر دلگداز کے ہے ایکے ناول بھی وہ قیامت ہے کہ پڑھتے پڑھتے دلپر عجیب عجیب کیفیتین طاری ہوتی ہین۔ سچی بلاکم کاست تاریخ۔ دوسرے صلیبی لڑائی کے معرکے۔ اسلامی جوش اور قومی غیرت۔ اسکے سانھ صلیبی لڑائیون کی ایک انگریزی تاریخ کا ترجمہ بھی شائع ہوتا ہے۔ جسپر عربی تاریخون سے مدد لیکے فاضل ایڈیٹر بڑی لیاقت سے نوٹ چڑھاتے ہین۔ قیمت دلگداز مع تاریخ لیا جاے تو تین روپیہ۔ اور بغیر تاریخ لیا جاے تو دو روپیہ سالانہ۔ زبان کے شیدا فوراً توجہ کرین ورنہ بڑے لطف سے محروم رہجائین گے۔ (المشتہر۔ منیجر دلگداز۔ اتحاد لکھنؤ۔ کٹرہ بزن بیگ خان)

اتحاد! اتحاد

ہندوستان کی فلاح و بہبودی کا اصلی ذریعہ۔ ہندو مسلمانون کو شیر و شکر کرنیوالا پُرجوش مشنری۔ تعصب کا دشمن۔ میل جول کا حامی۔ اور ہندوستان کو عمدہ اصول کے سانھ ایک قوم اور ایک نیشن بنانیوالا رسالہ۔ پھر مولنا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر کا قلم۔ اور مہینے مین دو بار۔ قیمت معہ محصول ڈاک، روپیہ سالانہ۔ اگر ملکی ہمدردی۔ اور وطنی اخوت کی ضرورت ہو تو اسکی خریداری مین علاوہ فلاح دنیوی کے ثواب بھی ہے۔ (المشتہر۔ منیجر اتحاد و دلگداز لکھنؤ۔ کٹرہ بزن بیگ خان)

ارمغان عید یعنی اسلامی عید کارڈ

عیدین کے مبارک موقع پر دوستون عزیزون خوردون حاکمون اور بزرگون کو عید مبارک کہنے کیلیے جو چھوٹے بڑے اکہرے اور دُہرے مختلف نقشون اور اشعار و احادیث و آیات قرآنی سے مزین رنگین اور سنہری عید کارڈ چھاپے جاتے ہین اور کاتب و مکتوب الیہ دونون کو ایسا لطف دیجاتے ہین کہ بیسیون روپے مین بھی حاصل نہو اور اسی لیے ہر موقع پہلے سے زیادہ مقبولیت تعلیم یافتہ پارٹی مین پاتے رہے ہین انکی مندرجہ ذیل قیمتون کے سٹ منیجر عید کارڈ لاہور اندرون دہلی دروازہ سے بہت جلد طلب کیجیے:-

(۱) تین ڈپلی کیٹ۔ ۵ بڑے اکہرے معہ لفافہ اور ۱۲ چھوٹے رنگین و سنہری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک روپیہ

(۲) ۲ ڈپلی کیٹ۔ ۳ بڑے اکہرے معہ لفافہ اور ۵ چھوٹے رنگین و سنہری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نو آنہ

(۳) ایک ڈپلی کیٹ۔ ایک بڑا اکہرا لفافہ دار اور تین چھوٹے رنگین و سنہری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پانچ آنہ

۳۶ سال سے متواتر تیار ہوتا ہے دو لاکھ بوتل فروخت ہو چکی

عرق ماء اللحم انگوری دو آتشہ

دوا کی دوا۔ غذا کی غذا۔ زود الاثر۔ سریع الاستحالہ۔ گلے سے اُترتے ہی سیدھا خون مین شامل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسکی ایک خوراک پینے سے چند منٹ بعد دل کو راحت۔ جسم مین قوت اور دماغ مین راحت آنے لگتی ہے۔ حکماے سلف خاص خون کو روح کہتے ہین۔ جسم مین خون نہو تو انسان زندہ نہین رہسکتا ہندین بوجہ حدت وشدت گرما خون حل ہو کر کم ہو جاتے ہین۔ اسی واسطے ہندیون کے رنگ سیاہ زرد رہتے ہین۔ بوجہ خرابی خون اعضاے رئیسہ دل۔ دماغ۔ جگر۔ معدہ کو خوراک ناقص پہونچتی ہے بدینوجہ وہ اپنے افعال مقررہ فطرت کو پورا نہین کرتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے دیس کے لوگ طرح طرح کے عارضون مین مبتلا رہنے سے فکر رسا۔ طبع سلیم پاکیزہ خیالات۔ دماغی قوت سے معرا رہتے ہین کیونکہ اعضاے رئیسہ اچھے ہون تو سب کام اچھے انسے سرزد ہون۔

یہ عرق اعضاے رئیسہ کے افعال باقاعدہ بنانے مین

اعجاز کا کام دیتا ہے۔ بگڑے ہوے گردون کو درست اور گندہ خون کو صاف اور عمدہ بناتا ہے۔ کمزور معدہ کو طاقت دیتا ہے۔ یہی درجہ اول ہے کیونکہ اعضاے رئیسہ کو آمادہ کرتا ہے کہ وہ اعضاے مغلوبہ کے افعال باقاعدہ کرین۔ کمزور کو سہارا دیتا اور غافل کو جگاتا ہے لاغر کو فربہ کرتا ہے۔ لقوہ۔ فالج۔ رعشہ۔ قوت سامع۔ باصرہ۔ دمہ۔ بدہضمی۔ طحال وغیرہ کیلیے ازبس مفید ہے۔ یہ عرق امراض مخصوصہ مستورات کو دور کرتا ہے۔ کثرت عیاشی سے جو نقص واقع ہوتے ہین ان سب کو دور کرتا ہے۔ عرق پینے سے پہلے بدن کو ورن کر لو۔ قیمت فی بوتل (عسقا) ۶ بوتل ۱۰عسہ۔ درجن ۱۸عسہ۔ ۳ بوتل سے کم باہر روانہ نہوگا۔ فرمایش مین اپنے قریب کے ریلوے اسٹیشن کا پتا ضرور لکھو۔

زبدۃ الحکما حکیم ڈاکٹر غلام نبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت پیچی دروازہ لاہور پنجاب

صاحبان ذیل نے عرق ہذا کی تعریف و توصیف فرمائی ہے (۱) جناب مولوی عبد الحق صاحب سکرٹری مسلم لیگ کمیٹی لاہور۔ (۲) جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل رئیس امرتسر۔ (۳) جناب ایچ۔ سی۔ ایچ۔ ڈیلیورن روچیف اسسٹنٹ اکونٹنٹ جنرل لاہور۔ (۴) جناب ایچ۔ سی۔ اسٹفن صاحب سیشن جاسٹر لاہور۔ (۵) جناب سی۔ آر۔ سرکون صاحب۔ (۶) جناب الحاج ولی محمد صاحب رئیس بھاولپور۔ (۷) جناب ایچ۔ سی۔ بے ٹسٹ صاحب۔ (۸) جناب بی۔ ایچ۔ پرائس صاحب بہادر ریلوے انکوائری۔ (۹) جناب صاحب میر منشی محکمہ جیف صاحب میر منشی محکمہ جنرل پنجاب۔ (۱۰) جناب ٹی۔ آر۔ ڈیوس صاحب محکمہ لائٹ صاحب بہادر۔ (۱۱) جناب بیل صاحب سکرٹری مسلم لیگ کمیٹی لاہور۔ (۱۲) جناب ڈاکٹر صاحب بہادر ریلوے ہسپتال لاہور۔ (۱۳) جناب خان صاحب بہادر ڈاکٹر محمد حسین صاحب سول سرجن لودہیانہ (۱۴) جناب خان صاحب بہادر ڈاکٹر اسپنسر صاحب سول سرجن ضلع ہوشیارپور۔ (۱۵) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۱۶) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۱۷) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۱۸) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۱۹) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۲۰) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۲۱) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۲۲) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۲۳) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۲۴) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۲۵) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۲۶) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۲۷) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۲۸) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۲۹) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۳۰) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۳۱) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۳۲) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۳۳) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۳۴) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۳۵) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۳۶) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۳۷) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۳۸) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۳۹) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۴۰) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۴۱) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۴۲) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۴۳) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۴۴) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۴۵) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۴۶) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۴۷) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۴۸) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۴۹) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔ (۵۰) جناب بیگ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع ہوشیارپور۔

العزیز کیون ہر دل عزیز ہے

اسلئے کہ اسمین مفید و دلچسپ مضامین اور تازہ خبرین ہوتی ہین - اسلئے کہ وہ اپنے وقت مقررہ پر شایع ہوا کرتا ہے
اسلئے کہ اُسکے ناظرین کو انعامی کتب بھی ملا کرتی ہین - اسلئے کہ اُس مین ہمیشہ ایک دلچسپ
باتصویر تاریخ کا سلسلہ رہتا ہے - اسلئے کہ اسکی عام قیمت صرف ۴ مہر محصول ہے -
اسلئے کہ اسکی تقطیع سب سے بڑی ہے -

نوٹ - بلا وصول زرپیشگی کسی صاحب کے نام اجنا رجاری نہوگا -

المشتہر

محمد عبدالعزیز خان منیجر العزیز بک ایجنسی و مطبع عزیزی اگرہ فورٹ لیا ڈہ

اُردوے معلیٰ

یعنے

صحیح اور فصیح اردو کا ایک قابل دید رسالہ جو ہر انگریزی مہینے مین علیگڈہ سے شائع ہوتا ہے کاغذ ولایتی حجم
۲۵ صفحے تقطیع ۲۰ × ۲۶½ لکھائی چھپائی نہایت پسندیدہ -

جس کے ساتھ

ہر سال اساتذۂ قدیم کے غیر مطبوعہ دواوین مین سے تین دیوان معہ دیباچہ و شرح مختصر مفت ہدیۂ ناظرین
ہوتے ہین ۱؎ قیمت مع رسالہ دواوین للعہ رسالانہ مع محصول -

(درخواست خریداری بنام سید فضل الحسن حسرت موہانی بی - اے اڈیٹر اردوے معلیٰ علیگڈہ)

۱؎ چنانچہ اس سال دیوان جعفر علی حسرت اُستاد جرأت و دیوان جرأت و دیوان تنہا شائع ہونگے -

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD-7

ضوابط دبدبۂ آصفی

دفعہ ۱ - یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے - اسکے تمام حقوق عالیجناب وزارت پناہ نے مہتمم رسالہ کو مرحمت فرمائے ہیں اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے -

عام سالانہ پیشگی مع محصول (۱۱عہ)

عمائد و عہدہ داران عالیمرتبہ سے دس روپیہ (۱۰ع)

امرائے عظام و رؤسائے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو قدردانی فرمائیں -

دفعہ ۲ - مضامین بشرط پسند کمیٹی طبع ہونگے جو مضمون اعلیٰ درجے کا ہوگا اُس کے شکریے میں ایک اشرفی دیجائیگی -

دفعہ ۳ - اشتہارات کی چھپائی بذریعۂ تحریر طے ہوسکتی ہے -

دفعہ ۴ - نمونے کا پرچہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے -

دفعہ ۵ - خط و کتابت اس پتے سے ہونی چاہیئے -

(محبوب پریس علاقۂ پیشکاری بنام مہتمم محبوب الکلام دبدبۂ آصفی)

۱۶ ذیحجہ ۱۳۲۲ھ

دبدبۂ آصفی

اخلاقی۔ علمی۔ تاریخی۔ ادبی مضامین کا ماہوار رسالہ۔

یادگار جشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت حضور پرنور نواب میر محبوب علیخان بہادر

نظام الملک آصفجاہ فتح جنگ خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ

حسب الحکم

وزارت پناہ فرتوت دستگاہ سرمہاراجہ بہادر

یمین السلطنتہ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی

محبوب پریس علاقہ پیشکاری حیدرآباد دکن سے شائع ہوا

فہرستِ مضامین

صفحہ		
۱	منطق کے مسائل پر ایک نظر	مولوی عبدالقدیر صاحب۔
۱۵	غزل۔	جناب علیل۔
۱۶	بردہ فروشی۔	مولوی صدیق احمد صاحب۔
۲۳	غزل۔	جناب داغ مرحوم۔
۲۴	غزل	جناب عزیز۔
۲۵	غزل	جناب مذاق۔
۲۶	شرافتِ نفس۔	اوما شنکر صاحب لکھنوی۔
۲۹	نواب فصیح الملک داغ مرحوم۔	مہتمم۔
۳۳	قطعات تاریخ رحلتِ داغ	
۳۷	ریویو۔	مہتمم۔
	العرفان۔ الاحسان۔ تاج و نشان	
	گنج شایگان۔ قندِ پارسی۔	
۳۹	اشتہارات۔	



تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

منطق کے مسائل پر ایک نظر

جہالت تعلیمی ترقی کی پکار اور ظاہری ہلچل سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آجکل عام طور پر جہالت ہی کی گرم بازاری ہے اس تیز رفتار زمانہ میں علوم کی واقعی حالت اور اسکی تہ تک پہونچنے والے عالم منظر میں جلوہ گر نہیں نظر آتے مگر مدعیان علم کا کثیر التعداد گروہ البتہ اپنی فضیلت اور علمیت ظاہر کرنے کے لئے ناواقفوں کے سامنے اچھل کود رہا ہے لطف یہ کہ انکی جہالت جو علمیت کے پردے میں ظاہر ہو رہی ہے وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور لوگ اسی کو سرمایۂ کمال اور ذریعۂ فخر جانتے ہیں۔ اس نمائشی تراش خراش کی مقبولیت کا عام کرنے والا زمانے کا رنگ ہے جسکی یہ ساری برکتیں ہیں۔ فریب۔ چالاکی۔ دغابازی سب کمال میں داخل ہے اور راست بازی پرانا خیال سمجھا جاتا ہے۔ چرب زبانی۔ لسانی اور ادعا سے ہمہ دانی کا نام منطق رکھا گیا ہے۔

ہم اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ نمائشی قابلیت پر جو پردہ آجکل پڑا ہوا ہے وہ اٹھ کے رہیگا اور ادعا سے ہمہ دانی کا رنگ اڑ کے رہیگا تاہم جو حال کہ فی الحال ہے وہ ابھی اس انقلاب کو نمایاں کرنے والا نہیں معلوم ہوتا

رفتار زمانہ کا اثر عام طبائع پر بخوبی پڑتا ہے۔ علم کی کساد بازاری کا مطالعہ کرنے والوں کو رفتار زمانہ کی نوعیت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ پہلے فضل و کمال جو کچھ تھا وہ وصف بحال موصوف تھا یعنے کسی شخص کی ذاتی قابلیت اور ہنرمندی کی قدر کی جاتی تھی مگر آجکل وہ کیفیت نہیں ہے بلکہ وصف بحال متعلق موصوف ہے مثلاً کسی کا باپ یا اور کوئی عزیز عالم فاضل تھا یا اسکے پاس مختلف علوم و فنون کی کتابیں موجود ہیں یا اسے بہت سی کتابوں کے نام یاد ہیں تو اسکی آجکل بڑی قدر کی جاتی ہے۔

انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال پر پہلے عمل درآمد تھا اور یہی مقولہ ہر شخص کے پیش نظر تھا اور ما قال سے

من قال کی وقعت کی جاتی تھی جسکی وجہ سے ضمناً من قال کی سوانح عمری بھی لکھی جاتی ہے مگر حسب ونسب کا جان لینا کوئی کمال انسانی اور باعث فخر نہین سمجھا جاتا تھا۔ فقط یہی مدنظر ہوتا تھا کہ صاحب ہنر نے کیا کہا کیون کہا کس غرض سے کہا۔

مگر اب دیکھو تو اس مذاق کی جھلک بھی نہین نظر آتی، جو بات پہلے عام پسند اور واقعی تھی اب اُس کے برعکس ہے، جو اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ ترقی تعلیم صرف زبانی مقولہ ہے درحقیقت یہ انحطاط علم ہے اسی پر اکتفا کرکے دیکھا جاتا ہے، کہ قدیم علوم کے بیان کردہ مسائل پر اعتراض بھی کئے جاسکتے ہین جیسا کہ بعض رسالون مین دیکھا گیا ہے کہ پرانی منطق کی غلطیون کا بڑے شد و مد سے اپنے زعم مین اظہار کیا گیا ہے۔ ہمنے ارادہ کرلیا ہے کہ اس قسم کی ظاہری اور غیر واقعی تحریرون کی قلعی کھولدیا کرین اور ناظرین اس بات کا یقین کرلین کہ اس قسم کی لغو اعتراض کرنے والے کس پایہ کا علم رکھتے ہین۔

منطق اور اسکا موضوع لہ معلومات، کی صرف دو صورتین ہین ایک قسم وہ ہے جس مین معلوم عقیدے کے ساتھ ہو جیسے خدا ایک ہے، کہ ہم اس کا اعتقاد رکھتے ہین، دوسری قسم یہ ہے کہ معلوم تو ہے مگر اسکا اعتقاد نہین ہے، مثلاً حرارت، برودت کی خیالی تصویر جسے ذہنی صورت کہتے ہین، اور بغیر عقیدے کے ہمارے ذہن مین موجود ہے۔

اس ذہنی صورت کا انکار کوئی شخص بھی نہین کرسکتا خود اول الذکر معلومات کو دیکھو (خدا ایک ہے) کہ اسمین بھی تین تصور کرنے پڑے، اول خدا کا خیال ہمنے کیا جو اسکی خیالی تصویر ہے دوسرے لفظ ایک کا جو اسکا ذہنی فوٹو ہے، تیسرے ان دونون لفظون کے باہمی ارتباط کا، انہین تین خیالون کو تصورات ثلاثہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہ بدیہی امر ہے کہ جب تک کسی شے کا خیال حواس یا غیر حواس کے ذریعہ سے ہمارے ذہن مین نہ آئے تو اسکا انکشاف نہین ہوسکتا، اور جس سے بلا واسطہ کسی شے کا انکشاف ہوا اُسے علم کہتے ہین اور ادراک بھی پس اہل منطق نے علم کی تعریف یون کی ہے کہ "علم اشیا کی ذہنی تصویر کا نام ہے خواہ عقیدت کے ساتھ ہو یا نہو" اس صورت مین علم کی دو قسمین ہوگئین ایک عقیدت کے ساتھ دوسرے بغیر عقیدت کے۔

جو چیزین کہ ہماری نظرون سے غائب ہین انکا علم انہین دو طریقون سے حاصل ہوسکتا ہے۔ انکے علاوہ اور کوئی تیسری صورت نہین ہے اسکے ساتھ ہی یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ بعض اشیا کی ذہنی تصویر ہمارے

خیال مین بذریعۂ حواس ظاہرہ یا باطنہ حاصل ہوتی ہے جیسے محسوسات کی صورتین اور بعض اشیا کا فوٹو بلا ذریعہ حواس حاصل ہوتا ہے مثلاً عشق کے معنی کی مورت جسکے خیال کرنے مین حواس ظاہرہ کو دخل ہے نہ باطنہ کو کیونکہ یہ محسوسات ہی کے حواسیس اور مرایا ہین جن مین ماوی ہونیکی وجہ سے محسوسات ہی کے فوٹو کھنچ سکتے ہین نہ اُن معانی کے فوٹو جو مواد سے مجرد ہین مثلاً کلیات جس سے واضح ہو کہ ایسے امور کی مورت انسان کی اس قوت مین آسکتی ہے جو بحسب الوجود مادہ سے متعلق نہین ہے جسکو عقل و نفس ناطقۂ انسان کہا جاتا ہے نیز معلومات مین غور کرنے سے ہر شخص کو یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ بعض غائب اشیا کے فوٹو ہمارے ذہن کے آئینہ مین بے سوچ بچار اور کسی ترتیب کے کھنچے ہوئے حاصل ہوجاتے ہین گو ہمکو ان کے احساس یا وجدان یا تیزی ذہن کی ضرورت پڑتی ہے مگر ترتیب دینے یا کوئی ترتیب کرنے کی ضرورت نہین پڑتی خواہ وہ عقیدت کا پہلو لئے ہوئے ہون یا نہون جنکو اصطلاحاً تصور بدیہ یا تصدیق بدیہ کے نام سے موسوم کرتے ہین اور بعض کے فوٹو حاصل شدہ فوٹوون کی ترتیب دینے اور تتبع کرنے سے حاصل ہوتے ہین خواہ وہ عقیدت کا پہلو لئے ہون یا نہون جنکو تصور مجہول و تصدیق مجہول کے نام سے موسوم کرتے ہین جنکے حاصل کرنیکے چار ہی طریق ہین۔

ایک یہ کہ بے عقیدہ فوٹوؤن کو ہم ترتیب دیکر غیر حاصل فوٹو کو حاصل کرین جس مرتب کو اصطلاحاً معرف کہتے ہین۔

دوسرا یہ کہ ایک جزئی شے کی حالت دریافت کرنے سے تتبع علت مشترکہ دوسری جزئی شے کی حالت دریافت کرین جسکو اہل منطق تمثیل اور اصولین قیاس کے نام سے موسوم کرتے ہین۔

تیسرا تتبع اکثر جزئیات کی حالت دریافت کرنے سے کلی شے کی حالت دریافت کرین جو اصطلاحاً استقرا کے نام سے موسوم ہے۔

چوتھا یہ کہ تتبع علت مشترکہ ایک کلی شے کی حالت معلوم کرنے سے دوسری کلی کی حالت معلوم کرین جسکو قیاس کے نام سے موسوم کرتے ہین جسکی متعدد صورتین کتب منطق مین مسطور ہین اور مجہولات کے انکشاف کی ان چار صورتون کا نام اصطلاحاً حافظ و فکر ہے جسکی اردو غیر غائر و کسب و اکتساب ہے جسکے بیان کرنے کی منطق ہے جو یہ بتلاتی ہے کہ ان چار طریقون کو کس انداز سے برتا جائے تاکہ بآسانی ذہن کو مجہولات تک رسائی ہو اور وہ کون کون سے امور ہین جو ان راستون کی رفتار مین خطا کے موجب ہین اور وہ کون کون سے امور ہین جو استقامت رفتار کے موجب ہین۔

ناظرین اس بیان واجب الاذعان سے خود جان گئے ہونگے کہ یہ چارون طریق ایک دوسرے سے بالذات

مبانی ہین اگر مجہول تک رسائی ذہن کا موجب ہونے مین سب شریک ہین اور سب مین تتبع تلاش کی اشد ضرورت ہے اور منطق ان قواعد کا نام ہے جن مین ان چار طرق یقین کی کیفیت کا ثبوت اور بیان ہے مگر جب فن اصول مدون ہوا جو تمثیل و استقرا کا پورا کفیل بن گیا تو متاخرین اہل منطق نے صرف معرف و قیاس ہی کی طرف زیادہ توجہ کردی جس سے انکی کتابون مین استقرا و تمثیل کی بحث بہت کم رہگئی اور معرف و قیاس کی بحث کو ترقی ہوگئی علاوہ برین تمثیل و استقرا مفید ظن ہین اور قیاس مفید یقین اسلئے کہ تمثیل مین علت مشترکہ کا یقین و تشخیص خود ظنی امر ہے اور استقرا مین تو ظاہر ہے کہ اکثر کی حالت ایک ہونے سے کیونکر یقین کیا جا سکتا ہے کہ کل کی حالت بھی ویسی ہی ہوگی برخلاف قیاس کے کہ اسمین کلی کی حالت دریافت کرنے سے اسکی جزی کی حالت کا دریافت کرنا ہوتا ہے اور یہ بدیہ امر ہے کہ یقین کلی ضرور یقین جزی کا موجب ہوجاتا ہے مثلاً ہمکو جب یہ یقین ہے کہ ہر متغیر شے معرض زوال مین اور حادث ہے اور یہ بھی یقین ہے کہ دنیا متغیر کی فرد ہے تو ہمکو اس بات کے یقین کرنے مین کبھی تامل نہوگا کہ دنیا بھی ناپائدار اور حادث و معرض زوال مین ہے اسی وجہ سے متاخرین نے قیاس ہی کو زیادہ مدنظر رکھا اور چونکہ قیاس کے ترکیبی اجزا تصورات بھی تھے اور مجہولات کا تصور بدون معرف کے غیر ممکن تھا لہذا بحث معرف کو بھی انہون نے محط نظر رکھا۔

معرف کیا شے ہے اس سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ فطرتاً اشیا دو قسم کے واقع ہوئے ہین مرکب و بسیط اور مرکب کے اجزا بھی دو قسم کے واقع ہوئے ہین ایک وہ جو باہم ذاتاً و وجوداً ایک ہین۔ دوسرے وہ جو ذاتاً و وجوداً باہم متباین ہین اول الذکر اجزا کا نام اصطلاحاً اجزاے ذہنیہ اور آخر الذکر کا نام اجزاے خارجیہ ہے۔

نیز مرکب دو قسم ہے ایک وہ جسکی ترکیب بیچرل ہے جیسے نباتات۔ جمادات۔ حیوانات۔ فضاے کائنات وغیرہ اور جدید تحقیق عناصر اربعہ کی ترکیب بھی بیچرل ثابت کردکھائی ہے اور عناصر اسی سے کچھ اور برورد یافت کئے ہین۔

دوسری قسم وہ جسکی ترکیب مصنوعی اور اختیاری ہو جیسے ہماری دستکاری کے مرکبات مثل عمارت وغیرہا اسمین شبہہ نہین ہوسکتا کہ مذکورہ دونون قسم کے اجزا انکے قوام ذات مین داخل ہین خواہ وہ ذہنی اجزا ہون یا خارجی جو انکی ذاتیات کہلاتے ہین اور اس مین بھی کسیکو شبہہ نہین ہوسکتا کہ مذکورۂ مرکبات کے اوصاف بھی ضرور ہین جو عرضیات کے نام سے موسوم ہین ہان وہ بسیط اشیا جنکی بساطت بیچرل واقع ہوئی ہے انکے صرف

اوصاف ہونگے نہ ذاتیات پس ہم جب کسی مرکب شے کا اپنے آئینہ ذہن مین فوٹو لینا چاہین گے تو ہمکو پہلے اس مرکب کا کسی نہ کسی انداز سے پتا چلانا ہوگا تاکہ مجہول محض کے متلاشی نہون جسکو توجہ اول کہا جاتا ہے پھر ہم اپنے ان معلومات تصوری کی طرف متوجہ ہونگے جو ہمارے حافظہ مین محفوظ ہین۔

پھر ہمکو اگر مرکب کی ذات کا فوٹو لینا ہے تو ہم اپنے معلومات سے ان تصویرون کو اخذ کرینگے جو اسکے ذہنی یا خارجی اجزاے نیچرل یا غیر نیچرل کے فوٹو ہین پھر ہم ان ذہنی تصویرون کو اپنے اپنے مناسب مقام پر کہکر ترتیب دینگے جس سے وہ مرکب تصویر مذکورہ مرکب خارجی یا ذہنی کی تصویر کا موجب ہوگی اور اس مرکب نیچرل یا غیر نیچرل کی حقیقت کا فوٹو ہمارے آئینہ ذہن مین اتر آئیگا اور اسکی حقیقت ہمپر آشکارا ہو جائے گی جس سے ناظرین جان گئے ہونگے کہ یہان پر دو فوٹو ہین ایک تصویر اجزا کا مرتب فوٹو جو حد کے نام سے موسوم ہے اگر پورے اجزا کا فوٹو ہے تو حد تام کے نام سے موسوم ہوگا نہین تو حد ناقص کے نام سے دوسرا حقیقت مرکب کا فوٹو جو محدود کے نام سے موسوم ہے۔

اگر اسکے اوصاف کے فوٹو سے اسکا فوٹو لینا ہے تو اپنے تصوری معلومات مخزونہ سے اسکے عرضیات کے فوٹو اخذ کرکے باندازِ سابق مرتب کرینگے جس سے موصوف مرکب یا غیر مرکب کا فوٹو ہمارے آئینۂ ذہن مین اتر آئیگا اور بذریعہ اوصاف کے موصوف ہمپر آشکارا ہو جائیگا اگر اس دوسرے انداز مین ذاتیات و عرضیات کی شرکت ہے تو اسکو اسم تام کہتے ہین اگر صرف عرضیات کی شرکت ہے تو اسکو اسم ناقص جسکی تفصیل کتب منطق مین مسطور ہے۔

ہان اتنا ضرور ہے کہ مرکب ذات کی حد بناتے وقت کبھی اسکے اجزا حقیقہ کی جو اسکے قوام مین داخل ہین ہو ہو بتغیر نہین مل سکتی جس سے مجبور ہمکو ایک دوسرے عنوان سے جو اُن سے مشابہ ہو تعبیر کرنا اور معنون کے اسما سے عنوان کو موسوم کرنا پڑتا ہے اور اس سے ہمارا مقصد اصلی معنون ہی ہوتا ہے اور معنون ہی سے ذات مرکب کا انکشاف مدنظر رہتا ہے جو درحقیقت اس مرکب نیچرل کی حد تام یا حد ناقص ہوتی ہے جس سے کم فہم لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ یہ تعبیر ہی حقیقۃً حد ہے اور اسپر اعتراض کر بیٹھتے ہین۔

ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ معرف بار قسم ہے حد تام حد ناقص۔ اسم تام و ناقص جنکا اوپر ذکر آچکا ہے اب اس مناظرہ کو غور سے پڑہیئے (اہل منطق نے ادراک معلومات کے دو مختلف طریقے مقرر کئے ہین۔ معرف وحجۃ (ب) معرف وحجۃ تو ادراک مجہولات کے دو طریق ہین نہ ادراک معلومات کے کیا تحصیل حاصل بھی

کوئی ممکن امر ہے (و) نہین ادراک مجہولات کے مگر باعتبار مایول کے معلومات کہدیا گیا ہے (ب) حقیقت کے موجود اور فصیح بلیغ ہوتے ہوئے زبردستی مجاز کا اختیار کرنا جو بھول بھلیان مین ڈالنے والا ہے کیا ضرورت ہے

(ا) خیر جانے دو تم تو حجتین نکالتے ہو اہل منطق نے ادراک مجہولات کے دو مختلف طریقے قرار دینے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ علم کی دو قسمین ہین تصور و تصدیق اور چونکہ یہ دونون دو مختلف قسم کے علم ہین تو انکے ادراک کے طریقے بھی مختلف ہین جنکا نام معرف و حجتہ ہے۔

(ب) معرف و حجتہ ادراک مجہولات کے دو مختلف طریقے ہین نہ ادراک تصور تصدیق کے کیونکہ متصور و تصدیق تو خود ادراک ہین جو انکشاف اشیا کے موجب ہین اور ان دونون کا انکشاف معرف و حجتہ کا محتاج نہین ہے ہان یہ ضرور ہے کہ انکا حصول گاہے گاہے معرف و حجتہ کا محتاج ہوجاتا ہے۔

(ا) یہان پر ادراک تصور و تصدیق سے مراد حصول متصور و تصدیق ہے (ب) ادراک تو حصول کے معنون مین مستعمل نہین ہوا۔

(ا) گو وہ حصول کے معنون مین نہ مستعمل ہوا ہو مگر یافت کے معنی ضرور دیتا ہے جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ یافت تصور و تصدیق کے دو مختلف طریق ہین۔

(ب) تصور و تصدیق کی یافت تو انکا علم و انکشاف ہے جو کبھی نہین ہوسکتا کیونکہ تصور و تصدیق اوصاف نفس ہونے کی وجہ سے بذات خود ادراک کرنے والے نفس کے روبرو حاضر ہین جنکا انکشاف حضوری علم کے نام سے معروف ہے جسکو معرف و حجتہ کی ضرورت نہین ہے (ا) ادراک و علم دونون مترادف لفظ ہین اور ادراک کی اضافت بیانی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ تصور و تصدیق کے دو طریق ہین۔

(ب) عام تصور و تصدیق کے یہ دو طریق نہین ہین بلکہ مجہول شے کا تصور یا تصدیق ان پر موقوف ہے۔

(ا) آپ تو لفظی بحث کرتے ہین ہماری مراد تو مجہول ہی کا تصور و تصدیق ہے اور عام کہکر مجازاً خاص مراد بھی لیا جاتا ہے۔

(ب) مجاز کے لئے قرینہ کی اشد ضرورت ہے اور آپ کے کلام مین کہین مجہول کا ذکر تک نہین۔ ہان اگر ہے تو معلومات کا ذکر ہے جو کسی طرح تصور یا تصدیق مجہول کا قسم نہ نہین بن سکتا۔

(ا) مضمون بحث سے ہمکو کیا حاصل ہمکو غور کرنا چاہئے کہ جس چیز کو ہم معرف کہتے ہین وہ تو تصور ہے

یا تصدیق اس سوال کے جواب دینے سے پہلے ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ معرف کیونکر حاصل ہوتا ہے یعنے کسی شے کی حقیقت ہم کیونکر معلوم کرتے ہین -

(ب) کیا معرف کا حاصل کرنا اور کسی شے کی حقیقت معلوم کرنا ایک ہی امر ہے حقیقت شے تو بلا معرف کے بھی حاصل ہوسکتی ہے کیا بدیہہ اشیا کی حقیقت کا نقش ہمارے ذہن مین خود بخود حاصل نہین ہوتا ضرور ہوتا ہے اور کیونکر حاصل نہو کہ نظری اور غور طلب اشیا کی انتہا جلی تر اشیا پر تہی ہے جبکا نقشہ خود بخود ہمارے آئینۂ ذہن مین جم جاتا ہے خواہ عصبیت کا پہلو لئے ہوئے ہو یا نہو -

(ا) شے سے مراد مجہول شے ہے اور اسکی حقیقت کا انکشاف اور معرف کا حاصل کرنا ایک ہی بات ہے

(ب) حقیقت مجہول کا انکشاف اور معرف کا حاصل کرنا بھی تو ایک بات نہین کیونکہ معرف سے انکشاف حقیقت نہین ہوتا جبتک کہ وہ اسکے پورے اجزا سے مرکب نہو جسکو حد تام کہتے ہین -

(ا) ہماری مراد عام کہنے سے خاص حد تام ہے -

(ب) خیر یہی مراد سہی گو اسکا کوئی قرینہ نہو اور آپ کا آئندہ کلام اس مراد کے خلاف پر دال ہو -

(ا) جاننے دیجئے مگر یہ تو سن لیجئے کہ کسی شے کی حقیقت دریافت کرنے کا اہل منطق کے مہان طریقہ یہ ہے کہ پہلے پہل ہم اس بات کا پتا لگاتے ہین کہ اس شے مین کیا کیا چیزین پائی جاتی ہین پھر یہ دیکھتے ہین کہ انمین کیا کیا چیزین ایسی ہین جو اور اشیا مین مشترک ہین اور وہ کون سی چیزین ہین جو اس شے کے ساتھ خاص ہین پھر یہ دیکھتے ہین کہ یہ چیزین اس شے مین داخل ہین یا اسکے خارجی اوصاف ہین - اس قسم کے اقسام ذیل پیدا ہوتے ہین

ذاتیات وہ چیزین جو کسی شے کی اصل حقیقت مین داخل ہین -

عرضیات - جو کسی شے کے خارجی اوصاف ہون -

فصل وہ ذاتی جو اس شے کے ساتھ خاص ہو -

جنس وہ ذاتی جو اس شے کے سوا اور چیزون مین بھی مشترک ہو -

عرض عام وہ عرضی جو اس شے کے سوا اور چیزون مین بھی مشترک ہو -

خاصہ وہ عرضی جو اس شے کے ساتھ مختص ہو -

جب اس انداز سے کسی شے کے تمام ذاتیات و عرضیات دریافت ہو جاتے ہین تو ہم انکو ترکیب دیتے ہین اور یہی مرکب اس شے کا معرف ہو -

اب غور کرو کہ معرف کے حاصل کرنے مین کن کن مقدمات سے کام لینا پڑتا ہے جسکی تفصیل یہ ہے -

۱- اس شے مین فلان فلان چیزین پائی جاتی ہین -

۲- فلان فلان چیزین اس شے کی ذاتی ہین اور فلان عرضی -

۳- اور ذاتیات و عرضیات مین فلان فلان چیزین جنس و فصل اور فلان عرض عام و خاصہ ہا یہ تمام مقدمات قضایا اور تصدیقات ہین اسلئے معرف دراصل تصدیقات سے حاصل ہوتا ہے نہ تصورات سے اور پرانے منطقی لکیر کے فقیر ہی کہتے چلے آتے ہین کہ معرف تصورات سے حاصل ہوتا ہے دیکھو تو کورانہ تقلید یہ وہ جد اصم ہے جسکا جواب شیخ تو کیا ابو الفرفار یا بی کو نہ سوجھے گا -

(ب) بیشک آپکی بیمنطقیانہ تقریر نو دیدہ ہے اور نہ شنیدہ مگر مین بغیر یہ کہے نہ رہ سکون گا کہ زاویہ کیونکر پیدا ہوتا ہے

(ا) ایک نقطہ پر دو خطون کی ملاقات سے جیسے یہ دو خط -/

(ب) کیا یہ دو خط زاویہ کے اجزا ہین -

(ا) نہین تو زاویہ تو اس گوشۂ سطح کا نام ہے جو دو خطون سے گھر گئی ہے یا اس ہیئت کا جو دو خطون کے گھیر لینے سے سطح مین حاصل ہو گئی ہے اور ان دو خطون کی ملاقات تو اسکے پیدا ہونے کا سبب ہے اور سبب و مسبب باہم ایک نہین ہو سکتے -

(ب) اچھا یہ تو بتاؤ کہ فاعل سے ہر شے حاصل ہوتی ہے جو اسکا موجد ہے تو کیا وہ شے عین فاعل ہو گی

(ا) نہین اسکا عین یا جزو کیون ہونے لگا بلکہ دونون مبتاین ہین -

(ب) یہ بھی رہنے دو وضو پر نماز موقوف ہے یا تیمم پر تو کیا وضو یا تیمم نماز کا جزو یا عین ہو گا -

(ا) نہین وہ دونون مبتاین ہین -

(ب) تو مقدمات مذکورہ جن پر اس فوٹو کا وجود موقوف اور معرف کے نام سے موسوم ہے کیونکر اسکا جزو یا عین بن سکتے ہین اور منطقین کے نزدیک تعریف اور معرف کا باہم اتحاد ذاتی یا عرضی ایک لازمی امر ہے علاوہ برین جو مقدمات معرف کے حاصل کرنے مین برتے جاتے اور تعریف کے حاصل کرنے کی راہ مین ضمناً آجاتے ہین انکے حاصل کرنے مین تصور اطراف وارتباط ضروری ہے جس سے واضح ہے کہ تصور کا حصول بالواسطہ بھی تصور ہی پر موقوف ہے اور کسی کتاب منطق مین یہ کلیہ مسئلہ مذکور نہین ہے کہ جو علم قضایا کی ترتیب سے حاصل ہو وہ تصدیق ہے ہذا بہتان عظیم و فریبہ بلاہر یہ کیا دہمی یا مشکوکی یا خیالی قضایا کی ترتیب سے بھی تصدیق حاصل

ہوسکتی ہے اور کیا عقیدت کے ساتھ کسی شے کی شناخت اور بلا عقیدت شناخت ایک ہوسکتی ہو جہان ان لوگوں کو ایسے قضایا کی ترتیب سے تصدیق حاصل ہوسکتی ہے جو شک فی الشک کا مصداق ہوں بلکہ منطقین کے نزدیک تو اسی قضیہ کا اعتبار ہے جو عقیدت اور تصدیق کا پہولے ہوئے ہو جہان یہ ضرور ہے کہ تصدیقات کی وہ ترتیب خاص جو منطقین کے نزدیک معتبر ہے مفید التصدیق ہے اور سابق الذکر قضایا کیا اس ترتیب کے ساتھ مرتب ہیں جسکو منطقین نے بیان کیا ہے کیا غور سے کام لینا گناہ اور اہتمام و فریہ بلا مرید ثواب ہے اور کیا اسکا بھی کوئی دنیا میں قائل ہے کہ قضیہ اور تصدیق ایک شے ہے شاید جدید منطق کا یہ مسئلہ ہو مگر میرا خیال تو یہ ہے کہ کوئی نئی روشنی کا دل دادہ چنچل مزاج والا بھی اسکا تصور نکر سکیگا کیونکہ اسکو بھی آخر کبھی نہ کبھی تصور و التصدیق سے کام پڑتا ہی ہوگا جس سے وہ جان سکتا ہے کہ تصدیق اور قضیہ میں مابہ الامتیاز کیا شے ہے۔

(ا) ہاں آپکا مطلب یہ ہوگا کہ صرف کو قضایا سے حاصل ہوتا ہے اور اول دہلہ میں خود بھی قضیہ اور تصدیق ہے اور آخر کو سادہ تصور بن جاتا ہے۔

(ب) خوب سمجھے تصور و تصدیق تو منطقیوں کے نزدیک دو متباین حقیقتیں ہیں جو کسی حالت میں بھی ذاتاً ایک نہیں ہوسکتے پھر کیونکر یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ صرف حاصل ہوتا ہے اور اول دہلہ میں خود بھی تصدیق ہے اور آخر کو سادہ بن جاتا ہے کیا کوئی شخص مکان کی تعمیر میں کاریگروں معماروں اور مزدوروں سے کام لے تو بنا بنایا مکان ان کاریگروں سے حاصل ہوگا یا کچھ اینٹ پتھر لکڑی وغیرہ سے اور اول دہلہ میں مکان معمار و مزدور اور خود کاریگر ہوگا اور آخر کو وہی مزدور معمار اور کاریگر مکان بن جائینگے جدید منطق کی بلا و رسزالے ہی قاعدہ ہیں آسمان زمین ہے اور زمین آسمان۔

(ا) جدید فلسفہ نے تو ثابت ہی کر دیا ہے کہ زمین اور سورج کی مساوی کشش ہر ایک کو دوسرے کے گرد چکر دے رہی ہے جیسے دو پہلوان برابر کے زور والے ہاتھ ملا کر مساوی کشش سے ایک دوسرے کو اپنے گرد چکر دیتے ہیں جس سے واضح ہے کہ سورج میں رہنے والوں کے لئے زمین آسمان ہے اور زمین میں رہنے والوں کے لئے سورج آسمان ہے اور ویسا ہی اگر تصور تصدیق اور التصدیق تصور بن جائے تو جدید فلسفہ کے اعتبار سے کوئی محال نہیں ہے جدید تحقیق تو گہری تحقیق ہے جس کا مقابلہ قدیم تحقیق نہیں کرسکتی

(ب) بیشک یہ ضرور ہے کہ جدید تحقیق کی آنکھ بند کر کے تقلید فرض ہے مگر اسکی کیا دلیل ہے جو ایک

شے دوسری شے کے کام مین لائی جائے وہ اسکا جزو یا عین ہی ہے کیا آپ کاغذ و قلم کو کتابت کے کام مین نہین لاتے اور کاغذ و قلم اول و ہلہ مین خود کتابت نبکر پھر کتابت الگ ہو جاتی ہے گو آپ کے ہاتھ سے ایسا ہوتا ہو اور جدید تحقیق کی تقلید بھی ایسا کر بتلائے مگر کوئی ذی شعور اسکا کیونکر قائل ہو سکتا ہے۔ آپکی پوری رام کہانی یہانتک کہ وہ تصور تصدیق بن جائیگا اسپر مبنی ہے کہ تصدیق و قضیہ ایک شے ہے اور جو تصدیقات معرف کے کام مین لائے جاتے ہین وہ عین معرف اور تصور ہین اور امام رازی بھی اسی کے قائل ہین۔

امام رازی غریب نے کیا تصور کیا کہ اسپر یہ فریہ بلا مریہ باندھا گیا اس نے تو کہین یہ نہین کہا کہ قضیہ اور تصدیق ایک شے ہے اور نہ اس نے کہین تصورات کے بدیہ ہونے کی یہ وجہ بیان کی کہ اگر تصورات نظری ہونگے تو مقدمات مذکورہ کے کام مین لانے سے تصورات تصدیقات بن جائین گے اور وہ کیونکر یہ بیان کرتا کہ وہ تو اپنے وقت کا امام تہا اور آپ نئی روشنی کے امام ہین یہ محال امر ہے کہ اسکو ایسی وجہ سوجہ جائے ہان اسقدر ضرور ہے کہ وہ تصورات کو جزو تصدیق مانتا ہے مگر جزو خارجی جو کل مرکب سے ذاتا و وجودا مبائن ہے۔

اور تصورات کے بدیہ ہونے کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ معرف مُعرَّف کا عین ہوگا یا غیر اگر عین ہے تو تحصیل حاصل ہے اگر غیر ہے تو غیر سے کسی شے کی کنہ کا پتا نہین لگتا لہذا کسی مجہول تصوری کا تصور معرف سے حاصل ہی نہین ہو سکتا جس کا جواب محقق نے یہ دیا ہے کہ دونون مین بلحاظ اجمال و تفصیل کے غیریت ہے جو کاسب و مکتسب تمہے کے لئے کافی ہے اور اوصاف مختصہ سے بھی موصوف کی کنہ کا پتا لگ جاتا ہے کیونکہ ایسے اوصاف کو موصوف کے ساتھ ایک خاص قسم کا ایسا تعلق حاصل ہوتا ہے جس سے موصوف کا انکشاف ہو جاتا ہے۔

اور یہ صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ شناخت کا اصل اصول باہمی تعلقات و روابط ہین جس قدر وہ گاڑھے ہونگے اُتنی شناخت گاڑھی ہوگی اور جس قدر کم ہونگے اُسی قدر شناخت کم ہوگی اور عور غائر بھی یہی بتاتا ہے کیونکہ کسی شے کا فوتو جو آئینہ ذہن مین آتا ہے تو وہ ضرور اُس شے کے ساتھ ایک خاص تعلق پیدا کر دیتا ہے جو اس شے کی شناخت کا موجب بن جاتا ہے اسی وجہ سے بعض فلاسفر اسکے قائل ہو گئے ہین کہ علم اسی ارتباط کا نام اور مقولہ اضافت سے ہے۔

(۲)۔ رہے دو معرف وحد سے متعلق اہل منطق نے جو نکتہ چینیان کی ہین سب کوہ کندن و کاہ برآوردن

ہین کیونکہ آجتک بارہ سو برس سے معرف و حد تام کے لئے بجز انسان و حیوان ناطق کے کوئی مثال نہین پیدا ہوسکی یہی مثال دیتے ہوئے کئی قرن گذر چکے مگر کوئی دوسری مثال جسپر معرف کی تعریف صادق آنیکا پورا اعتماد ہو نہین مل سکی ۔

(ب) اسمین اہل منطق کی تخصیص کی کوئی وجہ نہین ہے نحویون نے بھی زید عمرو ہی کو تاک لیا ہے کہ فاعل و مفعول کی یہی ایک مثال ہمیشہ سے دیتے چلے آرہے ہین شاید بجز اس مثال کے اسکو کوئی دوسری مثال قابل اطمینان نہین میسر ہوئی ۔

اور بڑی غلطی تو یہ ہے کہ انہون نے اسکا کچھ بھی خیال نہ کیا کہ آئندہ ایسے لوگ بھی پیدا ہونے والے ہین جو ایک مثال کے لانے سے قاعدہ کو نہ سمجھین گے کیونکہ وہ نئی روشنی کے لوگ ہونگے جو کل جدید لذینہ کے دلدادہ ہون گے اور قواعد کلیہ کو ایک ہی مثال مین محدود و محصور تصور کرینگے اگر انکے سامنے غیر محدود امثلہ نہ بیان کئے جائین ۔

(ا) رہے دو باتین نہ بنا وجیوان و ناطق جنس و فصل بھی تو نہین بن سکتے حیوان تو ظاہر ہے کہ عرض عام (ماشی) سے مشابہ ہے اور ناطق خاصہ (ضاحک) سے یہ کیونکر ثابت ہوسکتا ہے کہ اول الذکر کو تو جنس و فصل ہین اور آخر الذکر عرض عام و خاصہ ہین علاوہ بریں ناطق کے معنی مدرک کلیات کے ہین اور مدرک کلیات سوائے انسان کے دوسرے اشیا بھی ہین جنکو حکما مجردات کہتے ہین جس سے ناطق کا جنس ہونا لازم آتا ہے اور حیوان کا فصل ہونا کیونکہ وہ مجردات مین مشترک نہین ہے ۔

(ب) آپ پہلے جان چکے ہین کہ بعض مرکبات حقیقی کے اجزا کی تعبیر ہو ہو متصور نہین ہوتی جسکی وجہ سے اسکے جنس و فصل سے شبیہ جنس و فصل کے ساتھ تعبیر کردی جاتی ہے اور عنوان کو باسم معنون موسوم کرکے بتلایا جاتا ہے اور تعلیم و تعلم مین ایسا ہوتا ہی ہے کہ اکثر امور کو جو متعلم کے خیال مین ہو ہو نہین آتے نظائر و امثال سے بتلایا جاتا ہے پس عنوان جنس و فصل اور حد پر یہ اعتراض کرنا کہ وہ درحقیقت جنس و فصل اور حد نہین ہین اپنے فہم کا قصور ہے اگر درخانہ کسے است یک لقمہ بس است ۔

(ا) حد تام اگر صحیح پوچھو تو یہ ہے کہ کسی شے کے تمام عرضیات مشترکہ کا مجموعہ جو اس شے کے ساتھ مختص ہو حد تام ہے اگر اہل منطق کا حد تام سے یہ مطلب ہے کہ وہ تمام ذاتیات مشترکہ و مختصہ کا مجموعہ ہو تو یہ ناممکن ہے اسلئے کہ کسی شے کے تمام ذاتیات مل سکتے ہین اور نہ حد بن سکتی ہے خصوصاً جدید تحقیق کے

بموجب تو تمام ذاتیات کا احاطہ محال ہے کیونکہ قدیم حکما نے جن چیزوں کو بسیط مانا تھا جدید تحقیق نے انکو بھی مرکب ثابت کر بتلایا ہے جس سے حد تام کا وجود مثل عنقا کے معلوم ہوتا ہے۔

(ب) من چہ میگویم و تنویرہ من چہ میگوید مجموعہ خواہ عرضیات مشترکہ کا ہو یا مشترکہ و مختصہ کا وہ رسم ہوگا نہ حد اگر جدید اصطلاح کے بموجب یا باصطلاح اصولیین یہ حد ہے تو لامناقشۃ فی الاصطلاحات ہر شخص ایک اپنی اصطلاح مقرر کر سکتا ہے۔

رہا حد تام کا ناممکن ہونا اس وجہ سے کہ تمام ذاتیات کا احاطہ ناممکن ہے بیشک یہ احاطہ متعذر ہے اگر تفصیلی احاطہ حد بناتے وقت ضروری ہو مگر اہل منطق نے کسی کتاب میں اسکی ضرورت نہیں لکھی بلکہ مجملاً تمام اجزا محمولہ یا غیر محمولہ کا تصور بغرض تحدید کافی بتلایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر ہو ہو تمام اجزا کا اجمالی تصور بھی نہو سکے تو دوسرے عنوان کے ساتھ اجزائے قریبہ کا تصور کر لینا بھی تحدید حقیقی کے لئے کافی ہے اور یہ بھی متصور نہو تو عرضیات کو ذاتیات کے قائم مقام قرار دیکر بھی حد بنائی جا سکتی ہے جو حد لوازمی کے نام سے موسوم ہے۔

(ا) کیا کہتے ہو اہل منطق کی یہ ساری صنعت ذاتی و عرضی کی تفریق پر مبنی ہے جو فی نفسہ ناممکن ہے کیونکہ کسی شے کے ذاتیات و عرضیات کی تفریق اسپر موقوف ہے کہ ہم اس شے کی حقیقت دریافت کریں تاکہ اسکے اجزا و غیر اجزا میں تمیز حاصل ہو اور حقیقت اسکی جب دریافت ہو کہ ہمکو پہلے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ امور اسکی حقیقت میں داخل اور یہ خارج ہیں اور اسی کا نام دور ہے اور دور ناممکن ہے۔

(ب) کیا کہا جائے کہ کبھی آپ کو کسی مجہول شے کے تصور کرنے کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ آپ کو ناممکن و دور کا سامنا کرنا پڑا تو کتب منطق میں کسی مجہول شے کے تصور کرنے کی راہ یہ بتلائی ہے اور اسکے بتلانے پر کیا موقوف ہے جو اکتساب مجہولات کا خوگر ہے وہ خود جان جاتا ہے کہ ہمکو پہلے اس مجہول کا بوجہ ما لگانا پڑتا ہے تاکہ وہ مجہول محض نہ ہے پھر اپنے معلومات مخزونہ کی طرف ملتفت ہو کر اس مجہول و معلوم بوجہ ما کے اجزا خواہ مہیہ یا خارجیہ یا کے تصاویر کو منتخب کر لیا جاتا ہے پھر انکی بحسب وضع مناسب ترتیب دیکر وہ تصویر قائم کر لی جاتی ہے جو اس مجہول شے کے فولو کی موجب ہو جن دو نوعین یا تو اجمال تفصیل کا فرق ہوتا ہے یا وصف و موصوف کا پس آپ اس طرح سے اگر کسی مجہول تصوری کا تصور حاصل کرینگے تو کبھی آپ کو دور کا سامنا کرنا پڑے گا ہاں اگر کسی جدید شے کو آپ رفتار امتیاز کرینگے تو یہ کچھ کی بات ہے آپ کو کہیں دور یا تسلسل کا مقابلہ کرنا پڑے اور آپ منزل مقصود تک نہ پہونچ سکیں کیونکہ پرانے راستہ دوامی رفتار کی وجہ سے شاہ راہ عام ہوتے ہیں

جہان بھولے بھٹکے کو بھر کوئی راستہ بتا سکتا ہے اور جدید راستوں پر چونکہ ابھی پبلک کی رفتار ہی نہیں واقع ہوئی تو وہان کا بھولا راہ راست پر آ ہی نہیں سکتا۔

(۱) یہ سب تمہاری لنترانی ہے اہل منطق کو تو شکل اول پر بڑا ناز ہے اور بتلایا گیا ہے کہ جملہ مطالب مین سب سے زیادہ شکل اول بکار آمد ہے اور دوسری شکلونکا انتاج اسی بنا پر ہے کہ وہ شکل اول کی صورت مین بدل سکتی ہین لیکن شکل اول ہی اکثر صورتون مین بیفائدہ ثابت ہوتی ہے کیونکہ شان اول کے انتاج کا مدار کلیہ کبری پر ہے اور کلیہ کبری کا علم اسپر موقوف ہے کہ حکم اکبر ابجا یا اوسط کے ہر ایک ایک فرد پر ہے جس سے اصغر بھی ہے اور اصغر کے لئے اکبر کا ایجاب ایسی نتیجہ ہے جس سے واضح ہے کہ نتیجہ کی تصدیق کلیہ کبری کی تصدیق پر موقوف اور کلیہ کبری کی تصدیق نتیجہ کی تصدیق پر صریح دور ہے مثلاً حدوث عالم کی تصدیق ہمکو تب حاصل ہوگی کہ ہمکو پہلے یہ معلوم ہو کہ ہر متغیر شے حادث ہے اور یہ تصدیق تب حاصل ہوگی کہ یہ تصدیق عالم جو فرد متغیر ہے وہ بھی حادث ہے حاصل ہوا اور یہ عین نتیجہ ہے جسکی تصدیق پر کلیہ کبری مذکور کی تصدیق موقوف ہے اور اسی کا نام دور ہے۔

(ب) آپکی اس کل تقریر کا (جسکا آخری حصہ یہ ہے لیکن یہ وہی صورت ہے جسمین کبری کا علم تقلیداً حاصل ہوا ہے) ماحصل یہ ہے کہ بوجہ لزوم دور کے شکل منتج نہین ہو سکتی اور چونکہ دوسرا اشکال کا انتاج اسپر موقوف ہے تو وہ کیونکر مفید مطالب ہو سکتے ہین۔

یہ کوئی ایسا اعتراض نہین ہے قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے جو عموماً کتب منطق مین مسطور ہے جس کا عنوان بدلکر آپنے دوسرے انداز سے بیان کیا ہے مگر آپنے اعتراضاً اسکا عنوان تو بدل ڈالا اور اس جواب کا عنوان نہ بدلا جو کتب منطق مین مذکور ہے جسکی وجہ شاید یہ ہو کہ آپ کو صرف اعتراض ہی کرنا مدنظر ہوگا یا وہ بعید الفہم ہوگا اور شاید یہ وجہ ہو کہ وہ جدید تحقیق کے منافی ہے مگر میرے خیال مین وہ کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہین تصور کیا جا سکتا وہ یہ کہ باختلاف جہات و اعتبارات اشیا کے احکام مختلف ہو جاتے ہین ورنہ حکمت مٹ جاتی جو بحیثیات مختلفہ احکام مختلف کا نام ہے مثلاً نماز ہی کو دیکھو کہ بحیثیت ریا حرام و بحیثیت خلوص فرض و واجب ہے مثلاً وطی بحیثیت نکاح حلال اور بغیر نکاح کے حرام ہے باوجودیکہ دونون حالتون مین فعل ایک ہی ہے جس کے یہ مختلف حیثیتون سے مختلف احکام ہین۔

اسی طرح حدوث عالم کی دو حیثیتین ہین ایک اجمالی دوسری تفصیلی اور بحیثیت اول وہ اس کبری کے تحت مین

مندرج ہے (ہر متغیر شے حادث ہے) اور کلیہ کبریٰ اسکی اُس اجمالی تصدیق پر موقوف ہے کہ وہ بعنوان متغیر حادث ہے، اور بحیثیت ثانی (وہ یہ کہ بعنوان عالم وہ حادث ہے) نتیجہ ہے جسکی تصدیق کلیہ کبریٰ کی تصدیق پر موقوف ہے غایۃ ما فی الباب یہ کہا جاسکتا ہے کہ نتیجہ کی تفصیلی تصدیق اسکی اجمالی تصدیق پر موقوف ہے اور حدوث عالم بعنوان عالم نظری اور بعنوان متغیر بدیہی ہے جسمین کوئی خرابی نہین اور نہ دور کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی شے بحیثیت اجمالی بدیہی اور بحیثیت تفصیلی نظری ہوا کرتی ہے اب انسان ہی کو دیکھو بحیثیت اجمالی (یعنے آدمی) بدیہی ہے اور بحیثیت تفصیلی یعنے حیوان ناطق نظری ہے۔

اور کتب منطق مین صراحۃً یہ بیان کیا گیا ہے کہ شکل اول ہو یا کوئی اور قیاس اسکے کل مقدمات یا نظری ہوتے ہین جنکا ثبوت دوسرے دلائل سے دیا جاتا ہے یا بھی سب بدیہی اور کبھی بعض نظری محتاج دلیل ہوتے ہین۔

اور بعض مواضع استدلال مین صرف وسط ہی کا ذکر کرتے ہین اور بعض مواضع مین صرف صغریٰ یا کبریٰ کا اور یہ بر تقدیر نظری ہونے کے بعض مواضع مین صرف دلیل صغریٰ یا کبریٰ لاتے ہین اور نظریات ہی کے اکتساب مین یون کیا جاتا ہے جو پوری تفصیل کے محتاج ہوتے ہین یا بعض تفصیل کے۔

اور یہ خیال کرنا بھی غلط ہے کہ دوسرے اشکال تب ہی نتیجہ دیتے ہین جبکہ وہ شکل اول کی صورت مین ہون اسلئے کہ اہل منطق نے صاف طور پر یہ بیان کر دیا ہے کہ ہر شکل بالذات نتیجہ خیز ہے مگر اسکا ثبوت کبھی شکل اول یا برہان خلف یا برہان افتراض یا برہان انعکاس دیا جاتا ہے جس سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ اشکال ضرور بالذات نتیجہ خیز ہین۔

فن برہان مین یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض قضایا کے حکم کی علت ثبوت انکے ساتھ رہتی ہے تصور اطراف کرتے ہی انکی تصدیق اس علت سے حاصل ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے انکو اصطلاحاً قضایا قیاساتہا معہا کے نام سے موسوم کرتے ہین جو از قسم بدیہی ہین۔

اور فن تصورات مین یہ بیان کر دیا گیا کہ لازم بین بالمعنی الاخص کا ادراک ملزوم کے ادراک سے منفک نہین ہو سکتا جو از قسم بدیہی ہے نہ نظری۔

القصہ جو قیاس شکل اول کی تردید مین عدم ضرورت مقدمہ ثانیہ کے مواد ذکر کئے گئے ہین مذکورہ قسمون مین داخل ہین یہ مواضع شکل اول یا قیاس کے لانے کے نہین ہین اور منطقین نے یہ کہین نہین بیان کیا کہ ادراک شکل اول کی ایک ہی ضرب یا قیاس ہی سے حاصل ہو سکتا ہے بلکہ انہون نے تو کسب مجہولات کے چار طریقے

بیان کئے ہین نہ ادراک بدیہات یا محسوسات کے جن مین ترتیب ہادی کی ضرورت نہین پڑتی اور صرف ایک مقدمہ کا یا حد اوسط کا خیال تصدیق لازم کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور ترتیب قیاس پر یہ اعتراض کہ استدلال ایک مقدمہ سے بھی ہو سکتا ہے کتب منطق مین مع جواب کے مسطور ہے نیز یہ اعتراض کہ طریقہ استدلال استقرا مین منحصر ہے صناعت منطق سے ناواقفی کی پوری دلیل ہے جسکو استدلال سے عملا یا علما کبھی کام پڑا ہے وہ بخوبی اسبات کو جان سکتا ہے کہ اکتساب مجہولات کے مذکورہ چار طریقون مین تلاش و تتبع اور انتخاب معلومات کی اشد ضرورت ہے جس سے ہر طریقہ فقط استقرا ہے۔

رہا اصطلاحی استقرا جو تمثیل و قیاس کے مقابل ہے تو کوئی ذی شعور طریقہ اکتساب کو اسمین محصور نہین کر سکتا کیونکہ وہ تو صرف اکثر جزئیات کا تتبع ہے جو کبھی یقینی طور پر ادراک کلی کا مفید نہین ثابت ہو سکتا نہ تحقیق قدیم و نہ تحقیق جدید مین جس قدر جزئیات کا تتبع ہو چکا ہے انکا علم اس تتبع سے حاصل ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ استقرا صحیح بھی ہو اور وہ اگر استقرا تام ہے یا اکثر جزئیات حکم کی موجب علت دریافت ہو گئی ہے تو منطقیین کے نزدیک اسکا نام قیاس ہے جو تصدیق کامل کا موجب ہے ہذا ما اردناہ فی ہذا المقام

بعون اللہ الملک العلام

عبد القدیر

غزل جناب جلیل

تڑپکر انکا فرمانا ستم ہے — ستم ہے تیرا فرمانا ستم ہے
ترے خنجر سے ہے تسکین لیکن — مرے صبر کی قسم کہنا ستم ہے
بھری برسات مین یہ بجلی سی کی — ارے پنچھون کو ترسانا ستم ہے
چھری لی ہے تو قاتل پھیر بھی دے — مجھے بے ذبح تڑپانا ستم ہے
ہمین نے ناز کا سکہ بٹھایا — ہمین سے ناز اٹھوانا ستم ہے
ہجوم ناز مین دل کھو گیا ہے — بھری محفل مین لٹ جانا ستم ہے
کسی کمسن کو بہلانا ہے آسان — دل ناداں کو سمجھانا ستم ہے
کمر مین رکھکے نازک ہو گیا ہے — ترے خنجر کا بل کھانا ستم ہے
جلیل زار کی حالت نہ پوچھو — کسی پر دل کا آجانا ستم ہے

بردہ فروشی

حدود حبش کا وہ حصہ جہان کنکر اور پتھر کی طرح میلون تک انسانون کی ہڈیان پڑی ہوئی تہین یا روما کا وہ جزیرہ جہان زبردستی لوگ ڈھکیل دئے جاتے تھے بیشک قدیم زمانہ کی مرتکب قومون یا لوگون پر بدبنا دہتا ہے مگر اس بات کو یاد رکہنا چاہیئے کہ ان دردانگیز حالات پر نظر ڈالتے ہوئے دفعہ جوش مین کسی مذہب پر طعن وتشنیع کرنا نہایت تعجیلانہ فیصلہ ہے جیسا کہ اکثر یورپین اہل قلم کرتے ہین، حیتک کہ اصول اور مختلف حالات پر گہری نظر نہ ڈالی جاے اور یہ نہ دیکہا جاے کہ مثلاً اسلام نے کس قسم کی غلامی جائز رکھی ہے آیا وہ بھی کشت وخون اور پکڑ دہکڑ کی تعلیم دیتا ہے جیسا کہ حبشیون پر جاہل بد دکیا کرتے تھے یا اُس ظلم وستم کو روا رکہتا ہے جو اہل روما کا طریقہ تہا۔

روما۔ یونان۔ ہند۔ حبش۔ مین غلامی کے حالات پڑہے جائین پہر اسلامی قوانین کا مطالعہ کیا جاے تو معلوم ہوگا کہ وہ درحقیقت انسداد غلامی پر مبنی ہین بجاے اسکے کہ سردار لوگون کو کچہ لوگ برضاری سے اکٹہے اور سنگرتے رہین اور کچہ لوگ دن رات فاقہ کشی کیا کرین۔ بجاے اسکے کہ جگر اور دل ٹھوکرین کہانے کے لئے وقف کئے جائین۔ انہین بجاے اپنے بچون کے سمجہنا۔ تکلیف سے بچانا اپنے ساتہہ بٹھا کر کہانا کہلانا اگر ظلم وستم کا اعلیٰ نمونہ ہے تو یورپین اہل قلم کو اختیار ہے کہ جو کچہ وہ چاہین لکہین گو انجیل کے احکام اس بارے مین بالکل ساکت ہین تاہم کوپر کی رقت آمیز عبارت رحم مجسم ہے اور کونٹ ٹوسٹائی کے خیالات سے بہت بلندی رکہتی ہے مگر اس بات کو فراموش نکرنا چاہیئے کہ سوسائٹی کے مختلف طبقون اور اسکے ممبرون کی معیشت اور سامان زندگی۔ مرفہ الحال سرداری مین مساوات کا رتبہ نہ آجتک ہوا ہے نہ کبہی ہوسکتا ہے پس اسپر گریہ وزاری کرنا سوسائیٹی کے حالات اور مدارج تمدن سے ناواقفی کا اظہار ہے۔

لیکن جو کچہ پہلے ہوچکا ہے اور تاریکی بے علمی کے زمانہ مین بردہ فروشی نے جو مصائب پیدا کر رکھے تھے وہ صفحات تاریخ مین ثبت ہین جسکے انسداد کے لئے انگلستان کی مساعی جمیلہ انسانی ہمدردی کے

نمونہ ہین "پُرد گرس" نے ان تمام حالات کو مختصراً قلم بند کیا ہے اسکا ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہو۔

ہندوستان مین آریہ قوم جسوقت یلغار کرتی ہوئی داخل ہوئی ہے شودر کے نام سے وہان ایک قوم آباد تھی۔ شودر ایک کمزور قوم تھی اسلئے بکثرت غلام انہین مین سے بنالئے جاتے تھے یہانتک کہ شودر کے معنی ہی غلام کے ہوگئے۔ لفظ سلیو (غلام) زبان انگریزی مین مغربی یورپ کے اقوام سلیوا مین سے لیا گیا ہے۔ ملک جرمنی کے لئے اکثر غلام اسی جگہ سے لئے جاتے تھے۔ پس منجملہ دیگر اقوام جرمنی کے یہ بھی ایک قوم سلیو کے نام سے نامزد ہے۔

جس زمانہ مین یہان کے لوگ غلام بنانے کے لئے شکار کئے جاتے تھے بسا اوقات انکی جانین بھی ضائع ہوتی تھین عورتین البتہ بطور لونڈی یا زوجہ کے رکھ لی جاتی تھین۔ زیادہ تر ان غلامون سے یہ کام لیا جاتا تھا کہ چوپایون کی نگہداشت انکے سپرد کی جاتی تھی اور زراعت مین مدد دینے کے لئے مقرر کئے جاتے تھے اگر کسی کے پاس زیادہ غلام ہوتے تو وہ ان ضرورتون کو پورا کرکے باقی غلام بیچ ڈالتا تھا۔

جنگ کے مواقع مین بہت بڑی تعداد انکی فراہم کی جاتی اور اگر کسی فصل مین کھیتی کا کاروبار بڑھتا اور زراعت ترقی کرتی تو ایسے وقت پر اس کام کے لئے اور مالک کے خورد و نوش کی فراہمی اور انہین سخت محنت سے آرام دینے کے لئے غلامون کی تعداد مین اضافہ کرایا جاتا تھا یہی قاعدہ عموماً قدیم زمانہ مین رائج تھا۔

مشرقی ممالک مین بردہ فروشی قدیم زمانہ سے ہوتی رہی۔ چنانچہ اکثر حصص مین ہنوز یہ رواج باقی ہے سیام مین اگر کوئی شخص بہت مقروض ہوجاتا ہے اور کوئی صورت ادائے قرض کی نہین نکال سکتا تو اپنے کو دوسرے کے ہاتھ قرضہ کی مخلصی کے لئے فروخت کر دیتا ہے اور وہ اپنے مالک کا زرخرید غلام بنجاتا ہے۔ لیکن اس طرح سے جن لوگون کی آزادی سلب ہوجاتی ہے اگر وہ اپنے مالک کے پاس کافی روپیہ جمع کر دین تو اپنی آزادی واپس لے سکتے ہین۔ یہ طریقہ یورپ کے زمانۂ وسطی مین بھی غیر معمولی نہ تھا

بردہ فروشی یونان مین

یونان کی قدیم قومون مین بھی بردہ فروشی بکثرت مروج تھی۔ حالانکہ خاک یونان سے نہایت اعلیٰ درجہ کے فلسفی اور حکما پیدا ہوئے مگر کسی نے اخلاقاً بردہ فروشی کو ممنوع نہین قرار دیا۔ شہر اتھنز مین

فی آزاد شخص کے مقابلہ مین تین غلامون کی تعداد پائی جاتی تھی جن سے عام طور پر زراعت کام لیا جاتا تھا۔

بردہ فروشی رومیون مین

تاجدارِ روما کے زمانے مین بہت سے قیدی روما الکبری مین لائے جاتے تھے اور بطور غلام کے فروخت کردیے جاتے تھے۔ سلطنت جمہوری کے ابتدائی عہد مین اہل روما عموماً زمین کی کاشت اپنے ہی ہاتھ سے کیا کرتے تھے مگر جب بردہ فروشی کا رواج بڑھتا گیا تو سب کام غلامون کے ذریعہ سے پورا ہونے لگا باین وجہ طبقہ غربا مین بھی دستکاری کی کساد بازاری ہوگئی تھی اور وہ بھی دستکاری کو نہایت ذلیل کام سمجھتے تھے۔

بعض اوقات غلامون کے ساتھ اہل روما نہایت بیرحمی کا برتاؤ کرتے تھے۔ آقا کو اپنے غلام پر ہر طرح سے اختیار حاصل تھا حتی کہ اسکی جان کی سلامتی بھی آقا کی مہربانی پر منحصر تھی۔ ان غلامون سے عدالتون مین جبریہ شہادت دلوائی جاتی تھی۔ اور جسکو شمشیر زنی مین اعلیٰ مہارت ہوتی تھی وہ بطور شمشیر زن کے فروخت ہوتا تھا ضعیف اور ناتوان غلام جزیرہ ٹائبر مین بھیج دیے جاتے تھے جہان وہ چند روز مین مرجاتے تھے۔

اسیر بھی انکی حالت عموماً بہت خراب نہ تھی کیونکہ چند سال کی محنت و مشقت سے اگر کوئی اسقدر سرمایہ جمع کرلے کہ آزادی مول لی جاسکے تو اسکا آقا آزاد کردیتا تھا۔

شہنشاہ میڈرین کے احکام کا بردہ فروشی مین بہت اثر ظاہر ہوا۔ اسنے اور اسکے اکثر جانشینون نے قطعی ممانعت کردی کہ کسی غلام کی جان نہ لی جائے اور شمشیر زن بناکر نہ فروخت کیے جائین۔ خانگی قید خانے قائم کیے گئے اور یہ حکم دیا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی جرم مین مارا جائے تو اسکے کل غلامون کو ساتھ ہی قتل کرنے کے بجائے ان غلامون کو قتل کیا جائے جو بروقت اسکی تابعداری بجا لاتے ہون نیز اکثر مقامات پر غلامون کی حالت کو اعتدال پر قائم رکھنے کے لئے عہدہ دار مقرر کردیے گئے۔

روما الکبری مین ایک بڑی تعداد یہودیون کی تھی جو نقاش غلامون کی رہتی تھی جس سے معلمی کا کام بھی اکثر لیا جاتا تھا۔ اگر کوئی آقا غلام کو آزاد کردے تو وہ خوش باش کے نام سے مشہور ہوتا تھا اس طرح آزاد شدہ شخص بھی اپنے قدیم مالک ہوا کی مہربانی مین زندگی بسر کرتا تھا۔

بردہ فروشی مین انقلاب

ایک حیثیت سے مسیحی مذہب کا اثر غلامون کو آزادی دلاتا تھا۔ ایمبروس نے شہر میلان کے گرجا کے قیمتی آلات کو ترکی اسیر قوم گاتھ کے ہاتھ غلامون کی رہائی کے لئے فروخت کردیے بعد وقت

رومی فوجین سات ہزار ایرانی قیدیون کو جنگ روما و ایران سے اپنے ساتھ لائین اور اُنکی نگہداشت و حفاظت سے فوجی لوگون نے انکار کر دیا تو "امیڈہ" کے منصب سے یہ ظلم نہ دیکھا گیا اور باوجودیکہ اُسے ایرانیون کے ساتھ انتہا درجہ کی عداوت تھی مگر اسنے گرجا کی تمام قیمتی چیزین جو اسکے اختیار مین نہین پہنچی تھین اور جو کچھ قیمت وصول ہوئی اُس سے غلامون کو آزاد کرا دیا۔ ساتھ ہی انکو شاہ ایران کے پاس اپنے ملک مین چلے جانیکی اجازت دی۔

محاصرۂ "وینڈال" کے خوف کے وقت بشپ کاربتا نے اسی قسم کا برتاؤ رومیون کے ساتھ کیا تھا چنانچہ خاتون ایپی فینس اور الوپیس ایک گالش خاتون سیاگریا کی مدد سے جو اپنے وقت مین بڑی مالدار تھی ہزارہا قیدیون کی آزادی کا سبب ہوئین اور ایلوی نے اس مبارک کام مین اپنی ساری دولت خرچ کر دی زمانۂ دراز کے بعد جب مسلمانون نے غلامی جائز رکھی تو اس وقت بھی ایسی ہی فیاضی سے کام لیا گیا۔

چنانچہ بارھوین صدی کے عیسائی راہبون نے اپنے ہموطن قیدیون کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا اور تیرھوین صدی مین "ٹیٹریناکو" نے ایک انجمن خاص قیدیون اور ملازمون کی حمایت کے لئے قائم کی تھی۔

"وینسنٹ ڈی پال" کو افریقہ کے بحری چوروں نے گرفتار کر کے غلام بنا کر فروخت کر ڈالا تھا آخر کار یہ صاحب موصوف نے اپنی آزادی حاصل کر لی اور اسی وقت سے قیدیون کی جان گداز حالت پر انکا دل بھر آیا اور ہمدردی کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ انہون نے سرمایہ جمع کر کے ۱۲۰۰ عیسائی قیدیون کو آزادی دلائی۔

ہندوستان مین غلامی

ہندو کے قانون آریون نے عملی طور پر اقوام شودر کو اپنا غلام بنا لیا تھا منو نے اپنے مجموعۂ قوانین مین حسب ذیل خدائی احکام اقوام شودر کے غلام بنانے کے متعلق لکھے ہین۔

۴۱۳ لیکن ایک شودر کو خواہ وہ زر خرید ہو یا نہ ہو ایک برہمن ہر طرح سے خلقہ بگوشی پر مجبور کر سکتا ہے اسلئے کہ شودر کو خدا وند نے صرف برہمنون کی غلامی اور خدمتگذاری کے لئے پیدا کیا ہے۔

۴۱۴ یہان تک کہ کسی شودر کو اسکا آقا آزاد بھی کر دے تو بھی وہ خلقہ بگوشی سے باہر نہین ہو سکتا اسلئے کہ اس طرح پر خلقہ بگوشی ہو جانا شودر کی فطرت مین داخل ہے پس اس صورت مین اس طبعی حالت کو کون بدل سکتا ہے۔

منو نے سات اقسام غلامون کے شمار کئے ہین ۔

(۱) وہ شخص جو جنگ مین گرفتار ہو جائے ۔

(۲) اپنی روٹی کے لئے محنت و مشقت کرے ۔

(۳) کسی کا خانہ زاد ہو ۔

(۴) نہ زر خرید ہو ۔

(۵) کسیکا عطا کردہ ہو ۔

(۶) پہلے سے مالک کے باپ کا ملک ہو ۔

(۷) جرمانہ کے عوض مین نوکری اختیار کرتا ہو ۔

ہند مین بردہ فروشی گورنمنٹ برطانیہ کی وجہ سے موقوف ہوئی جسوقت مسٹر لبر فورس بجز ولارڈ النبرا کی جگہ پر مصر مانہ کارگزار تھے ۔

بردہ فروشی سرزمین اسلام مین

اس زمانہ مین ایک طرف تو عیسائی یورپین اقوام بردہ فروشی کی تجکینی مین مصروف ہین اور دوسری طرف افریقہ کے ایک بڑے حصہ کو عربون نے شکارگاہ غلامان بنا رکھا ہے عربون کا ایک گروہ اچانک حبشیون کے مامون قریہ کو گھیر لیتا ہے اور بندقین چلا کر اہل دیہ کو گھبرا دیتا ہے ۔ اگر ان مین سے کوئی اپنے بچانیکی کوشش کرتا ہے تو اسکو مار ڈالتے ہین بقیہ غلامون کی مشکین کس دیتے ہین اور ایک سورا خدار لکڑی مین انکی گردنین باہمدیگر پھنسا کر عورتون اور بچون سمیت سواحل کی طرف فروخت کرنیکی غرض سے ہانک لیجاتے ہین ۔ میلون تک ایسی زمین ملے گی جہان انسان کی ہڈیان بہری ہوئی ہین ۔ جن جھونپڑیون مین لوگ بستے تھے وہ سیاہ کھنڈر رہ گئے ۔ سرسبز شاداب سرزمین جہان کھیتون مین چھوٹے چھوٹے پودے لہلاتے تھے ویران اور پامال ہو گئی ہے ۔

اسمین شک نہین کہ پیغمبر اسلام نے مسلمانون کو اس بات کی سختی سے تاکید کی ہے کہ غلامون سے اچھا سلوک کیا جاے مگر یہ واجب نہین ہے کہ انہین آزاد کر دین ۔

سرزمین اسلام مین بردہ فروشی کے بہت سے بازار موجود تھے اور اسوقت تک ہین مگر جب سے انگریزی عملداری مصر مین قائم ہوئی ہے خیر کا بازار برخاست کر دیا گیا ۔

بردہ فروشی ملک حبش مین

عیسائی قومون پر پردہ فرشی جبش کا ایک بدنما دہبہ ہے ۱۴۴۴ء مین ہندی فرمانروائی پرتگال کے عہد مین ایک پرتگالی کپتان غلامون سے بھرا ہوا ایک جہاز لایا جسکو ہالیان امریکہ نے خرید کر لیا اور انکی توجہ نے اس تجارت کی ترقی پر بڑا اثر کیا ۔

اسپین کی قومون نے بھی کے باشندون کو اپنا مددگار بنایا مگر چونکہ انہین بہت زیادہ محنت مشقت کرنی پڑتی تھی اسوجہ سے پورے طور پر غلامون کی خبرگیری نہ کرتے تھے جس سے بہت سے غلام مرنے لگے پادری لاس کیسنز نے یہ تحریک کی کہ زیادہ تر قوی حبشی غلامون کا اس کام پر لگانا مناسب ہوگا ۔

حبشی غلام اولاً ۱۵۰۵ء مین ہٹی کی طرف بھیجے گئے ۔ افریقہ کے سواحل پر یورپین تجار کے ہاتھ فروخت شدہ غلامون کے لئے بہت جھگڑا ہوتا رہا جسکی وجہ سے ان غلامون کو جو جہاز پر سوار ہوکر امریکہ بھیجے جاتے تھے سخت تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی ۔ وہ جہاز کے نیچے درجہ مین زنجیرون سے باندھکر جکڑ دئے جاتے تھے اور ہر صبح کو غلامون کی مردہ لاشین سمندر مین پھینک دی جاتی تھین کیونکہ اس کشمکش اور مختصر جگہ مین بہت مرجاتے تھے ۔ جسوقت وہ امریکہ مین داخل ہوجاتے تھے ۔ تو بہ نسبت پہلے کے اچھی حالت مین رہتے تھے کان کنی کا کام انہین سے لیا جاتا تھا نیشکر کے کارخانون مین ان پر کوڑے پڑتے تھے ۔ کہا جاتا ہے کہ ایک صدی مین دو لاکھ تیس ہزار غلام جو برطانیہ کے مقبوضہ آبادیون کی طرف سے جہازون پر لادے گئے تھے راستون مین پھینک دئے گئے ۔

سب سے پہلا جہاز انگلستان سے افریقہ کی طرف بنی نوع انسان کی خریداری کے لئے ۱۵۶۲ء مین بسر کردگی سر جانس ہاکنس روانہ ہوا چنانچہ ڈیڑھ صدی تک انگلستان نے اس شرمناک کام مین بڑا حصہ لیا ۔

پہلا انگریز جو غلامون کی آزادی کا حامی تھا اسکا نام گرنویل شارپ تھا جو ۱۷۷۲ء مین انگریزون سے اس بات کا معاہدہ کرنے مین کامیاب ہوا کہ جسوقت ایک غلام انگریزی عملداری مین قدم رکھے وہ آزاد سمجھا جائے ۔

ٹامس کلارکسن جو ۱۷۶۰ء مین انگلستان مین پیدا ہوا تھا اُس نے اپنی زندگی انسداد بردہ فروشی کے لئے وقف کردی تھی ۔ کیمبرج کالج مین جب وہ طالبعلمی کرتا تھا تو اُسنے لاطینی زبان مین ایک انعامی مضمون لکھا جسکی سرخی یہ تھی کہ "آیا بلا رضامندی ایک شخص کے اسے غلام بنانا جائز ہے یا نہین" اس مضمون مین اُسنے بردہ فروشی کے ناجائز ہونے پر بڑا زور دیا اور اس تاریخ سے انسداد غلامی مین وہ مصروف ہوگیا ۔

مئی ۱۸۵۹ء مین خاصکر مسٹر کلارکسن کی کوشش سے بردہ فروشی کی ایک مخالف جماعت قائم ہوئی ایکطرف مسٹر موصوف اس انجمن کے محرک ہو رہے تھے اور دوسری طرف ولبر فورس نے پارلیمنٹ مین اس مسئلہ کو پیش ہی کر دیا کلارکسن کی پہلی کوشش یہ تھی کہ بردہ فروشی کے تفصیلی معلومات فراہم کر لئے جائین وہ بیان کرتے ہین کہ سات برس تک پچاس ہزار میل سے زائد رقبہ مین بردہ فروشی کے حالات کی تفتیش کرتا رہا خصوصاً رات کے وقت اس کام کے انجام کے لئے مین سفر کرتا رہا۔

ولبر فورس نے اپنا تمام وقت اسی کام کے لئے وقف کر دیا متواتر سات برس تک قانونی مسودہ بردہ فروشی کا پارلیمنٹ مین پیش کیا گئے اور اپنے سوال کی تائید مین نہایت فصیح و بلیغ تقریرین کرتے رہے۔

دو مرتبہ ہاوس آف کامنس مین انکی تحریک منظور ہو گئی مگر ہوس آف لارڈس نے رد کر دیا لیکن یہ ایسے شخص نہ تھے کہ اس قسم کی بے پروائی اور ناکامی سے اپنے ارادے اور خیالات سے دست بردار ہو جاتے۔ آخر کار بست سالہ کوشش کے بعد انہین اپنے مقصد مین کامیابی ہوئی۔ مارچ ۱۸۰۷ء مین مسودہ بردہ فروشی پر شاہی منظوری حاصل ہوئی۔

اسی فرمان کے طفیل انگریزی عملداری مین بردہ فروشی مٹ گئی اور اس امر کی نہایت سرگرمی کے ساتھ سعی کیگئی کہ پورے طور سے بردہ فروشی کی بیخکنی ہو جائے رفتہ رفتہ تمام یورپ مین یہ تجارت موقوف ہو گئی اور آخر کار ریپبلک ایسٹیٹ نے انسداد غلامی کا قطعی فرمان جاری کر دیا۔

اس زمانہ مین نفس غلامی پر بھی بحث ہوتی رہی بالآخر یہ نتیجہ نکالا گیا کہ آزادی انسان کی فطرت مین داخل ہے۔

۱۸۳۴ء تک یعنی جس تاریخ سے کلارکسن نے اس کام کو شروع کیا تھا تقریباً پچاس برس بعد علاقہ جات برطانیہ مین غلامی یک قلم موقوف ہو گئی۔ جسکے لئے بیس ملین پونڈ حبشی غلامون کے مالکون کو تقسیم کئے گئے۔ غلامونکی تعداد جنہین اسطرح سے آزادی دلائی گئی تھی آٹھ لاکھ تھی۔

لکی کا بیان ہے "بے بکان اور نمایان انگلستان کی صلیبی جنگ جو بردہ فروشی کے لئے ہوئی حقیقت مین اس جنگ کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ اقوام کے صفحہ مین تین یا چار نمایان کارنامون مین یہ بھی شامل ہے"۔

۱۸۴۶ء مین سویڈن مین انگلستان کی تقلید ہوئی اور ۱۸۴۸ء مین ملک فرانس اور ۱۸۵۵ء مین پرتگال

مین بھی انسداد غلامی مین کامیابی ہوئی۔ یونائیٹڈ اسٹیٹ کے عمائد نے بہت زور کے ساتھ بردہ فروشی کی مخالفت کی مگر ۱۸۶۲ء تک کامیابی نہوئی تاوقتیکہ پریسیڈنٹ لنکون نے بطور تجویز جنگ اس امر کا اعلان نہ کیا کہ یکم جنوری ۱۸۶۳ء کے بعد سے غلام یک قلم آزاد کردے جائین۔ ہند مین بھی غلامی نہایت کامیابی کے ساتھ موقوف ہوگئی ہے۔

آجکل جو عظیم کام مصلحان ہند کے روبرو پیش ہے وہ یہی ہے کہ اس قسم سے نیچ قومون کو اعلیٰ مرتبہ پر لاکر چھوڑین آنریبل مسٹر گوکھلے کی دلسوز اپیل پر جو اس بدقسمت فرقہ کی طرف سے ہے کامل غور ہونا چاہئے۔

کوپر لون لکھتے ہین۔

"زمین کی کاشت کے لئے مجھے کسی غلام کی خواہش نہین ہے"۔

"نہ یہ خواہش ہے کہ کوئی غلام سوتے وقت نیکیا"۔

"جھلتا رہے اور جب مین بیزار ہون تو وہ مجھے دیکھکر لرز جائے"۔

"کل مال ومتاع کے عوض جو تقویت بخشے نیز ان چیزون کے جو خرید و فروخت کی جائین کوئی چیز آزادی کے مساوی نہین ہے جسکو میرا دلی اندازہ سب نعمتون سے برتر سمجھتا ہے"۔

"مجھے اپنی ذات کو اپنا ہی غلام بنانا پسند ہے بہ نسبت اسکے کہ دوسرے شخص کو اپنا حلقہ بگوش بناؤن"۔

صدیق احمد

غزل نواب فصیح الملک بہادر داغ مرحوم

اشارہ اُس نگہ کا روح افزا ہو نہین سکتا
کہ جادو گر سے اعجاز مسیحا ہو نہین سکتا

وہ دنیا تھی کہ ہمکو دیکھکر تم منہ چھپاتے تھے
یہ محشر ہے یہان عاشق سے پردا ہو نہین سکتا

عوض دلکے وہی دینا پڑیگا انکو جو مانگون
ہمسے سودا اسمین کچھ چونا ہو نہین سکتا

ہوئی آشنا ایسے کہ تم سے اب مرے حمیمین
شکایت دوست کر سکتے ہین تیری کر نہین سکتے

وہ جھگڑا کر نہین سکتے یہ جھگڑا ہو نہین سکتا
بُرا ہی ہو نہین سکتا جو اچھا ہو نہین سکتا

کہین ایسا بھی ہو سکتا ہے ایسا ہو نہین سکتا

الٰہی کیا قیامت میں ننگی دادخواہوں پر
وہ فرماتے ہیں کیا دعوی یہ دعویٰ ہو نہیں سکتا

جوانی کے ہیں دن کر لو وفا لے لو دعا ہم سے
موافق ہر زمانے میں زمانا ہو نہیں سکتا

زہے قسمت کہ اُسنے وصل کی شب مہربان ہو کر
کیا احسان ایسا جسکا بدلا ہو نہیں سکتا

بڑا تھا غیر کی گردن میں کیا کچھ ہمسے تو کہئے
یہ کیسا درد ہے کیوں ہاتھ سیدھا ہو نہیں سکتا

بگڑ جاتی ہے عادت بیوفائی آہی جاتی ہے
تمہارا ہو کے پھر یہ دل ہمارا ہو نہیں سکتا

محبت آدمی کو آدمی سے ہو ہی جاتی ہے
جو کر رکھے تو کیا کوئی کسیکا ہو نہیں سکتا

گئے وہ اٹھکے پہلو سے تو یہ کہتے گئے مجھ سے
ذرا سا صبر کر لو تم سے اتنا ہو نہیں سکتا

ہمیں بھی نامہ بر کے ساتھ جانا تھا بہت چھ کے
نہ سمجھے ہم کہ ایسا کام تنہا ہو نہیں سکتا

عجب حیرت میں ہوں کیونکر بتاؤں میں نہ مانیں
کہ ہو سکتا ہے تجھ سا اور تجھ سا ہو نہیں سکتا

الٰہی کیوں غم فرقت میں ہم مر مر کے جیتے ہیں
کہ دنیا میں تو کوئی مر کے پیدا ہو نہیں سکتا

یہ جیسے جیتے جی کے ہیں اگر دم ہو تو سب کچھ ہے
کہ تہ زندگی سے کوئی میلا ہو نہیں سکتا

لیا تھا دیکھنے کو دل انہوں نے اب نہیں دیتے
مرا یہ حال ہے مجھ سے تقاضا ہو نہیں سکتا

مرے پاس وفا کی کاش تم مقدار ٹھہرا لو
کہ اتنا مجھ سے ہو سکتا ہے اتنا ہو نہیں سکتا

بگاڑے سے تو بنجاتے ہیں سب اپنے بھی بیگانے
بنا لینے سے کیا بیگانہ اپنا ہو نہیں سکتا

ادا تیری ادا کیا کر سکے گا خوبرو کوئی
ستم بھی تو زمانے سے نرالا ہو نہیں سکتا

سوال وصل پر اے داغ دل کی رہگئی دل میں
کہا منہ پھیر کر ظالم نے ایسا ہو نہیں سکتا

غزل نواب عزیز یار جنگ بہادر ناظم عدلیات صرف خاص

کچھ بھی نہ ہوگا میرا جو تو مہربان ہو
دشمن اگر ہے جان کا سارا جہان ہو؟

امید وصل آپ سے مجکو غلط غلط
اللہ کی قسم جو ذرا بھی گمان ہو

حاضر ہوں قتل کیجئے لیکن یہ شرط ہے
پہلے عدو کا بعد مرا امتحان ہو

یہ بھی خدا کی شان رقیبوں کے روبرو
میرا گلہ زبان سے تمہاری بیان ہو

امید وبیم ہی خلوت ہو کس طرح
در پر ستمگر سے غیری جب پاسبان ہو

الفت کی اور شوق کی حالت ہو اور بھی
تیری طرح یہ دل بھی اگر بدگمان ہو

تلوار بھی ہے ہم بھی ہیں حاضر عدو بھی ہے
پھر دیر کس لئے ہے اٹھو امتحان ہو

عرض وصال پر مجھے دیتے ہو گالیاں
تم تو قسم خدا کی بڑے بدزبان ہو

یوں گزرے اتفاق سے اللہ روز وصل
انکار دہن ہو اور ہماری زبان ہو

یہ سب کہے ہیں جانکے خواہاں دل حزیں
تم ہو مراد غیب ہو یا آسمان ہو

ہاں ہاں تمہیں کو دیتے ہیں ہم اپنا دل حزیں
وہ دن خدا کرے کہیں جلدی جوان ہو

جب دیکھو رہتے ہو دل عاشق کے پاس پاس
معشوق کاہکو ہو کوئی پاسبان ہو

کیوں تم سوال وصل پہ خاموش ہو گئے
کچھ تو جواب دو مجھے کیا بے زبان ہو

میں اور کوئی ڈھونڈ لوں معشوق خیر ہے
کیونکر یہ بات مجھ سے بھلا مری جان ہو

پیغامبر سے حال مرے درد عشق کا
انصاف سے کہے کوئی کیونکر بیان ہو

اللہ بجھے داغ کو انکے طفیل سے
تم ہی عزیز ایک ہی جا دو میان ہو

غزل جناب خان بہادر مولوی شیخ احمد حسین خانصاحب مذاق تعلقدار پریانوان (راوہ)

جب قدم دشت میں بجز آبلہ پا کے اٹھے
وہ قدم ہی نہ قدم بار صبا کے اٹھے

آکے بیٹھے جو سر گور تو تارے نے
رہ گیا تھا جو نشان وہ بھی مٹا کے اٹھے

پہلے انکار رہا چلتے ہوئے اصرار کیا
مدعا کہکے مجھے بیٹھے تھے جلا کے اٹھے

چاہئے کوئی تو مونس شب تنہائی میں
درد دل سے جو اٹھے غم کو اٹھا کے اٹھے

واہ رے گرمی بازار حسینان جہان
جسجگہ بیٹھ گئے بھیڑ لگا کے اٹھے

کرم حق سے ملے گوہر مقصود مذاق
اسکے آگے جو کبھی ہاتھ دعا کے اٹھے

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD-7

شرافتِ نفس

طبیعت کی نیکی انسان کے عمدہ اوصاف مین شمار کی جاتی ہے - مگر ہم کہتے ہین کہ کل عمدہ اوصاف کی یہ ماخذ اور مصدر ہے - دنیا مین جتنے عمدہ اوصاف ہین وہ سب اسی نیکی سے ہین ہر نئے اور پرانے مذہب کی بنا اور اصل اصول نیکی ہی ہے - اور جو ہمین نیک نفسی کا سبق دیتی ہے - ہر بانی مذہب کو آپ پاک اور صاف نفس کا شخص پائین گے ہم اگر نیکی کی قدر کرتے ہین تو ہر موجد مذہب کا (چاہے وہ ہمارے مذہب کا مخالف ہی کیون نہو) ادب کرنا چاہئے مگر افسوس اب خود ہمارے دل مین وہ نیکی نہین رہی جس سے ہم نیکی کی قدر کرسکین - اب جعلسازی - دغابازی - چالاکی اور ابنائے جنس کو فریب دینا اس قدر رائج ہوگیا ہے کہ کوئی نیکی کی طرف توجہ نہین کرتا - اس دنیا مین ہماری رائے مین نیک نفسی ہی ایک ایسی چیز ہے جو اپنے قدردان اور عامل کو کبھی گمنام نہین رکھتی - نیکی اور اتفاق سے ملنے والا ہمیشہ ہر دل عزیز اور مقبول خلائق ہوتا ہے اور اُسکا دل ہر وقت خوش اور مطمئن رہتا ہے وہ شخص جسکی فطرت اور خلقت مین نیکی اور اتفاق کا خمیر ہے - ہمیشہ اتفاق - اخلاق - اور نیکی کو دوست رکھے گا - اور بدی سے اجتناب کریگا اور اپنے ابنائے جنس کو اُس محبت کی نظر سے دیکھیگا جو باپ کی بیٹے اور بھائی کی بہن پر پڑتی ہے - غریبون یتیمون - اور ضعیفون احتیاج کی ضرورتون کے وقت پوری ہمدردی کے ساتھ مدد کریگا - اپنے ہمسایہ کو خواہ وہ کیسا ہی غریب کیون نہو عزت اور وقعت کی نظر سے دیکھے گا - بغیر امید معاوضہ اُنکی مصیبت کے وقت جان تک سے دریغ نہ کریگا - دنیا کے ہر نفیس سے نفیس شخص کو خواہ وہ کسی ملت و مذہب کا کیون نہو وہ اپنے سے زیادہ نیک سمجھے گا وہ اپنی غریبت اور افلاس کی حالت مین خدا پر بھروسہ رکھے گا اور صبر و استقلال کو ہاتھ سے جانے نہ دیگا اور اپنے دل کو مطمئن مستقل اور خوش رکھے گا - دولتمندی کے زمانہ مین بھی رعونت نخوت اور تکبر اُسکے دماغ مین جگہ نہین پاتے اُسکے دل مین کبھی کینہ اور حسد جاگزین نہین ہوتے ہمیشہ

ہر شخص کو ذکر خیر سے یاد کرتا ہے کیسکی غیبت اور کسی کے مذہب کی توہین کرنا تو کجا غیبت سُنتا ہی نہیں اور انہین رکھتا
کیسی ہی بڑی مشکل کیون نہو اسکو نہایت آسانی اور استقلال سے دفع کرتا ہے جس قدر اسکے علم۔ اخلاق
دولت۔ اتفاق۔ ہمدردی اور نیکنامی کو ترقی ہوتی جاتی ہے اُتنا ہی وہ مسکا ایلمزاج ہوتا جاتا ہے ساتھ ہی
بخشش اور سخاوت بھی ترقی کرتی جاتی ہے اورون کے ساتھ بھلائی اور عزت و اتفاق کرنے اور اورون کو
نفع پہونچانے سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ اور اغیار کے فائدہ کے لئے اپنے فائدہ اور زندگی کو رنج دیتا
ہے۔ اور اپنے دشمنون کے قصور کو نہایت فیاضی اور کشادہ دلی سے بخشدیتا ہے۔ اور اُسکے ساتھ نیک
سلوک کرکے اُسکی بُرائی کو بھول جاتا ہے۔ اور بھلائی اور احسان کو یاد رکھتا ہے با دوستان تلطف
با دشمنان مدارا پر کاربند رہتا ہے۔ جتنے بڑے نامور اشخاص گذرے ہین اور جنھون نے قومی ہمدردی
مین عمر بسر کی ہے وہ سب نیک اور انتہا سے زیادہ منصف مزاج تھے۔ جو زمانہ اور مخالفت کو حقیر سمجھتے
تھے اور استقلال کے ساتھ اپنے ارادہ کو پورا کر دکھاتے تھے کسی کے بُرا کہنے کا جواب سختی سے نہ دیتے
تھے۔ بلکہ اس نرمی اور ملائمت سے دیتے تھے کہ بُرا کہنے والا خود بُرا سکے پچھتاتا تھا اور دوسرے وقت
معافی مانگتا تھا۔ مگر افسوس فی زمانا اس نفس کے لوگ کمیاب ہین زمانہ نے ہمکو جھوٹ۔ دغابازی اور فریب
سکھادیا ہے دوسرونکی نیکی اور اپنے عیوب کو چھپاتے ہین۔ ایکبار احسان کرکے سو مرتبہ جتاتے ہین اگر بھولے
سے کبھی کسی کے ساتھ نیکی سے پیش بھی آتے ہین تو اُسکے معاوضہ کے امیدوار رہتے ہین۔ غریب ہمارے کو
نگاہ حقارت سے دیکھتے ہین اُسکے مذہب کی توہین کرتے ہین اُسکو بندۂ بے دام سمجھکر مفت مین اُس سے
ہزارون کام نکالتے ہین اور معاوضہ خاک نہین دیتے گویا غریب اسی لئے پیدا ہوا ہے کہ امیرون کی خدمت
کرے غریب یتیم اور بیوہ کو بھی بغیر خدمت لئے کچھ نہین دیتے اور پھر اپنے نزدیک اجرت
نہین بلکہ خیرات دیتے ہین۔ کوئی بات خود غرضی سے خالی نہین کسی سے ہمدردی بے لوث نہین عقل
فروشی ہمارا ایمان ہے اور ریا ہمارے ایمان کی جان ہے۔ دوسرونکی غیبت کرنے مین ہمارا جیسا ہی دل
لگتا ہے جیسے الف لیلہ یا فسانہ عجائب پڑھنے یا کہانی سُننے مین غیبت اور بدگوئی نیت محفل سمجھی جاتی ہے
آپ اگر غور کرینگے تو بڑے شہرون کے بہ نسبت چھوٹے شہرون کے اور اُنکی نسبت تحصیل اور
اُنکے بہ نسبت گانون کے رہنے والے اوجڈ گنوارون کو اس اعلیٰ اور شریف صفت سے متصف
پائینگے اور جیسے جیسے آپ پڑھتے لکھتے لوگون مین داخل ہونگے آپ ریا خود غرضی و بدنفسی اور

تو ہین مذہب کو اوج پر رکھین گے۔ اس مثال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فطرت اپنے بچہ کو شرافت نفس تعلیم کرتی ہے مگر فطرت کی اُسوقت نہین چلتی جبکہ اُسکا بچہ زمانے کی رفتار کے موافق چلنا چاہتا ہے۔ اور جدہر آنکھ اُٹھا کے دیکھتا ہو اودہر فطرت کی تعلیم یعنے نیکی کی جگہہ پر بدی۔ نیک نفسی کی جگہہ پر بدنفسی اور سچی ہمدردی کی جگہہ خودغرضی قبضہ کیے ہوئے ہے۔

اور شاید ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نیکی اور سچائی اور اتفاق کا درخت دیر مین بار آور ہوتا ہے۔ اور چالاکی کی بدی اور بیہوٹ کا درخت بہت جلد پھل لاتا ہے لہذا نا عاقبت اندیش اور ظاہر بین لوگ بہت جلد اس دام مین پھنس جاتے ہین۔ نیکی اور اتفاق کا پودا آب استقلال سے سینچنے کے بعد ایک خوشگوار اور لذیذ پھل دیتا ہے۔ مگر افسوس ہماری عجلت پسند طبیعتین اسقدر انتظار کی امیدوار نہین رہ سکتین اور ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نیکی اور اتفاق کو سمجھنے والے بلکہ اسکے قدر کرنے والے بھی معدوم ہین۔ اگر ایک بیچارے شریف طبیعت والے نے اپنے منافع اپنی راحت اور زندگی کو کسی پر قربان اور وقف کر دیا تو اُسکا نتیجہ بعد ایک عمر کے اُسنے کیا پایا یہ کچھ نہین! تمام عمر کی ریاضت اور دلی ہمدردی اور سچی خیرخواہی لوگ خودغرضی طمع اور ریا پر محمول کرتے ہین بیشک نیکی کرنا تو خیر نیکی کی قدر کرنا بھی ہمکو نہین آتا۔ کاش خدا ہمکو عقل سلیم و طبع فہیم عطا کرے کہ ہم نیکی اور نیکو نکی قدر ہی کر سکین کہ احسان فراموشی کے سخت جرم کے مرتکب تو نہون۔ اور نیک طبع اور شریف نفس لوگون کی جرأت بڑہانیکے عوض مین اُنکی ہمت تو نہ توڑین۔

اے ناقدردان زمانے تو ہمین بھی آخر اپنی رفتار پر لے ہی آیا۔ تو نے ہماری جرأتین گھٹا دین۔ ہماری ہمتین توڑ دین ہمارے اعلیٰ اور اچھے اوصاف ہمسے چھین لئے اور بُری اور مکروہ باتین جنسے ہم پرہیز کرتے تھے اور کرتے ہین تو نے ہمین سکھا دین اور مجبوری سے ہم سیکھتے جاتے ہین۔ ہم خوش ہین کہ تو ہمسے شرافت چھین لے مگر ہماری شرافت نفس واپس کر دے۔ چاہے دنیا کو اُسکی ضرورت نہو مگر ہمین تو وہ جان سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے

اوماشنکر

رباعی

دنیا مین ہین غم و دست تہ تکم ہم سے ہوتا نہین اک دم کو جدا غم ہمسے
تقدیر سے جب عید کا دن آتا ہے ملتا ہی گلے بڑہ کے محرم ہم سے

جلیل

نواب فصیح الملک داغ مرحوم

جناب داغ کی موت ہماری عید کو محرم بنا گئی۔ ایسے نامور شاعر کا اُٹھ جانا اور اس پایہ پر پہونچکر شعرا کو ماتم کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

مرحوم کے جاننے اور ماننے والون مین تو عام طور سے اُنکی موت کا صدمہ ہوگا مگر ہمین بالتخصیص زیادہ صدمہ پہونچا اور اسکے اسباب بھی ہین۔ وہ شخص جو ہندوستان مین پیدا ہوا ہو کسی فن مین نام پیدا کرے اور ایک جلیل القدر و عالی وقار فرمانروا کا اُستاد کہلائے ضرور ہے کہ اہل ہند اُسکی ذات کو سرمایۂ فخر و مباہات سمجھین۔ دوسرے اُردو شاعری اساتذہ کے اُٹھ جانے سے بہت ہی پستی اور کس مپرسی کی حالت مین تھی صرف مرزا داغ کے چمکے ہوئے نام سے اُسکی قسمت کا ستارہ چمکتا رہا تھا۔ تیسرے مرحوم کی خدمت مین ہمکو دنیا زہتا اور رسم محبت و اخلاص قدیم سے چلی آتی تھی جسکا نباہ طرفین سے اُنکے آخر دم تک ہوا ہم اُنکے اخلاق و اشفاق کو کبھی بھول نہین سکتے۔

مرنا سب کے لئے ہے اور مرحوم اپنی عمر طبعی کو پہونچ چکے تھے اور اُنکی زندگی کے حصے خصوصاً آخری دور عیش و عشرت سے بسر ہوا اگر کہیے کہ مرزا داغ کے مرنے کا غم نہو یہ نہین ہوسکتا مرحوم کل آٹھ روز بستر علالت پر رہے فالج کا مادہ بائین جانب گرا تھا جس نے ایک شق بجیس کر دی تھی۔ علاج یونانی ہوا اس درمیان مین ہم اکثر اوقات اُنکے پاس گئے۔ دماغ اُنکا آخر وقت تک صحیح رہا گو تکلم صاف نہ تھا لیکن بات کرتے تھے اور بظاہر بالکل مین یاس کی بُو نہین پائی گئی۔ احتمال ہوتا تھا کہ شاید طبیعت مرض پر غالب ہو جائے لیکن ایسے احتمالات کوئی اصل نہین رکھتے۔ نوین ذیحجہ گزرکے شام کو دہلی کی شاعری کا آفتاب غروب ہوگیا۔

صبح عید کو جنازہ اُٹھا اور بعد حصول اجازت مکہ مسجد مین لایا گیا اس خیال سے کہ جماعت کثیر نماز میت مین شریک ہو عید کی نماز مین مسجد بھری ہوئی تھی مگر اُدھر خطبہ شروع ہوا اور اِدھر مصلیون نے اُٹھنا شروع کیا

(ریاست) کچھ نئی نہ تھی) خطبہ طویل تھا آخر خطبہ تک جماعت قلیل رہگئی جس نے داغ مرحوم کی میت پر نماز پڑھی اور دعاے مغفرت کی۔

شب عید رحلت اور روز عید دفن ہونا ایسی بات ہے کہ اُنکی روح کو تہنیت دی جائے۔

عید کے دن علی العموم لوگ ملنے جلنے مین مصروف رہتے ہین اسوجہ سے جنازہ اور دفن مین بہت سے لوگ شریک نہو سکے۔ اس درگاہ شریف مین جہان آسمان معرفت کے آفتاب و مہتاب حضرت یوسف صاحب و حضرت شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ آسودہ ہین۔ جناب امیر و جناب داغ کی یک جائی سے جو سپہر غنوری کے مہر و ماہ تھے دوسرا قران السعدین ہوا۔

مرحوم نے کوئی اولاد نہین چھوڑی اُنکی تصنیف ہی بمنزلۂ اولاد ہے جو ہمیشہ اُنکا نام روشن رکھے گی داغ ایک مثنوی فریاد داغ اور تین دیوان گلزار داغ۔ آفتاب داغ۔ مہتاب داغ یادگار ہین چوتھا دیوان یادگار بھی گویا تیار ہے۔ امید کیجاتی ہے کہ اُنکے اعزہ جلد چھپوا کر ہدیۂ نظر احباب فرمائین گے۔

مرزا داغ دلی مین پیدا ہوئے۔ عمر کا بڑا حصہ ریاست رامپور مین صرف کیا اور عہد پیری حضرت سلطان دکن خلد اللہ ملکہٗ کے زیر سایہ دولت کمال آسایش کے ساتھ بسر ہوا۔

ہمارا گمان تھا کہ مرحوم کی عمر اسّی سال سے متجاوز ہوگی مگر اُنکی سوانح عمری جلوۂ داغ مین مکرمی سید علی احسن صاحب نے پیدائش کا سن ۱۲۴۶ ہجری لکھا ہے اس حساب سے ۷۶ سال پوری ہوتے ہین حیدرآباد آنے کا سن سوانح عمری ۱۳۰۵ ہجری بتاتی ہے اُسوقت سے اب تک سترہ برس دکن مین قیام فرمایا اور بقول مؤلف جلوہ داغ چالیس سال رام پور مین گزرے دونون کی میزان ۵۷ ہوئی باقی رہے عمر کے ۱۹ سال۔ اگر یہ حساب صحیح ہے تو دہلی مین صرف ۱۹ سال رہنا قرار پاتا ہے حالانکہ ایسا نہین ہے۔ مرحوم جس زمانہ مین دلی چھوڑکر رام پور گئے تھے اُس وقت اُنکی عمر پچیس ۲۵ یا چھبیس ۲۶ سال کی تھی رام پور مین شعراے باکمال و ماہران فن کا مجمع تھا اور راتدن یہی چرچے تھے مرحوم داغ کو اُن جلسون مین رہکر مشق سخن بڑہانے اور فائدہ اُٹھانے کا موقع ملا اس مضمون سے مؤلف جلوہ داغ نے تحاشی کی ہے سمجھ مین نہین آتا کہ اس سے داغ کی شاعری پر کیا حرف آتا ہے اور اوستاد ذوق کی اوستادی مین کیا نقص عائد ہوتا ہے۔ بدیہی بات ہے کہ چرچے سے مشق سخن ترقی کرتی ہے ایک کو دوسرے کے مقابل لاگ ہوتی ہے اور وہ لاگ طبیعت کے گرمانے مین آگ کا کام دیتی ہے

اور صحبت کا اثر ہونا بھی یقینی امر ہے۔

ذوق کے کلام میں۔ آوے۔ جاوے۔ آئے ہے۔ لائے ہے۔ آنکر کبھو۔ کبھو۔ تبھو۔ تب۔ ٹھہرنا کی جگہہ ٹھیرنا۔ اے دوستو کی جگہہ اے دوستان۔ جا کی جگہہ جاے۔ جیسے کی جگہہ جون۔ کیونکر کی جگہہ کیونکہ موجود ہے اور مرزا غالب و مومن وغیرہ تمام شعراے دہلی کے یہان یہ سب الفاظ پاے جاتے ہین لیکن مرزا داغ کے کلام مین مطلقاً نہین ہین۔

سلجھی ہوئی بندش۔ فصاحت الفاظ۔ روزمرہ ادبیانہ پن ذوق و مومن و غالب کے اشعار مین خیال نظر آتا ہے اور داغ کا کلام تمام تر ان محاسن سے بھرا ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُن شعرا کے اگر دس بیس شعر زبانون پر ہین تو مرزا داغ کے صدہا اشعار لوگون کو یاد ہین البتہ جدت مضامین۔ تشبیہات و استعارات۔ مرزا غالب کی بلاغت و نازک خیالی۔ ذوق کی اصناف سخن پر قدرت و بلند پروازی اور قابلیت و معلومات فن اور چیز ہے۔

مرحوم نے طبیعت نہایت شوخ اور گرما گرم پائی تھی۔ اصناف سخن مین تغزل کو اپنی گویائی کے لئے انتخاب کیا اور تغزل مین بھی ایک رنگ کو اختیار فرمایا جس مین اُنکی رنگین طبیعت نے خوب خوب گلفشانی کی۔ خیالی مضامین کی طرف اُنکو توجہ بہت کم تھی معاملات کے شعر کثرت سے کہے اور نہایت حسن سے کہے جنکی تعریف جس قدر کی جاے زیبا ہے ثقیل الفاظ۔ فارسی تراکیب۔ اغلاق اور تصنع سے حتی الامکان انہون نے اپنی گویائی کو بہت بچایا ہے اور اکثر محاورے اس برجستگی سے موزون ہوئے جیسے کمان سے تیر نکلتا ہے۔

عشقیہ مضمون جس سے عبارت ہے یعنے دُکھے ہوئے دل سے جو بات نکلتی ہے وہ درد و حسرت اور سوز و گداز سے بھری ہوتی ہے اسکی جھلک مرزا داغ کے کلام مین بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ مرزا داغ کی شاعری چوچلے۔ ناز و غمزے۔ چھیڑ چھاڑ۔ بے تکلفی۔ جلی کٹی۔ آزادانہ بولی ٹھولی۔ بیباکی۔ رقیب کے گلے شکوے واعظ و ناصح پر پھبتی۔ رندانہ مزاجی اور انتہا کی شوخ طبعی کا دفتر ہے۔

مرحوم داغ نے شاعری مین جو داد فصاحت دی ہے اور سلاست بیان کو کام فرمایا ہے یہ وہی رنگ ہے جس مین میر اور مصحفی باغ لگا چکے ہین اور دو ایک کے سوا کم و بیش تمام متقدمین و متوسطین کے دواوین اس رنگ کے پھولون سے بھرے پڑے ہین۔ فرق یہ ہے کہ اُن شعرانے اسکے علاوہ اور بھی انواع و اقسام

کے گل کہلائے ہین اور مرزا داغ صرف انہین پھولون کی چمن بندی کرکے شگوفہ کاریان فرماتے رہے ۔
گلزار داغ جو رامپور سے چھپکر نکلا ہے سب دیوانون سے بڑا اور مقدم ہے ۔ اکثر اہل سخن کی راے ہے کہ دیوان اول کی شاعری بہ نسبت اور دیوانون کے پُر زور اور اعلیٰ درجے کی ہے ۔ کیونکہ یہ وہ ایک تو زمانہ شباب کی گرماگرمی دوسرے اہل فن کی معرکہ آرائیون مین شریک ہوکر جو شاعری کی جاتی ہے وہ فکر اور ہی ہوتی ہے اور جہان لاگ نہین ہوتی طبیعت پر زور نہین دیا جاتا ۔
مرزا داغ کی صاف بیانی کی شہرت و مقبولیت دیکھکر ہر کس و ناکس کو شاعری کا حوصلہ ہوا ۔ شعر کہنے کا مادہ ہو یا نہو بیشمار شاعر نکلے اور شاعری کی مٹی خراب ہوگئی ۔ یہ نہین سمجھتے کہ مرزا داغ کی گویائی کا رنگ اُنہین کے لئے مخصوص تہا ۔ ہر شخص کو وہ بات کہان نصیب ہوسکتی ہے ۔
مرحوم داغ کی یہ خوبی بھی قابل ذکر ہے کہ انہون نے کبھی کسیکے کلام پر اعتراض نہین کیا اور کسی معترض کو جواب دیا ۔ اساتذہ کا ذکر ہمیشہ خیر کے ساتھ کیا کرتے تھے اور اپنے ساتھ والون کو یاد کرکے آبدیدہ ہو جاتے تھے ۔ خدا اُنکو غریق رحمت فرمائے ۔

مہتمم

قطعاتِ تاریخِ رحلتِ نواب فصیح الملک داغ مرحوم

نتیجۂ افکارِ گہربارِ وزارت پناہ راجۂ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر
یمین السلطنت پیشکار و مدار المہام سرکار عالی تلمیذ حضرت آصف خلد اللہ ملکہ

اب کہاں وہ بلبلِ ہندوستاں — جس سے تھی گلزار بزمِ شاعران
اب کہاں وہ نیّرِ اوجِ کمال — تھی زمینِ شعر جس سے آسمان
اب کہاں وہ شاعرِ جادو کلام — کی زباں سے جس نے تسخیرِ جہان
اب کہاں وہ طوطیِ باغِ سخن — نغمۂ شیریں تھا جسکا دلستان
اب کہاں نواب مرزا خانِ داغ — وہ جہاں سے آئے تھے پہونچے وہاں
ہائے فالج کے مرض نے جان لی — بختدے انکو خدائے مہربان
اُنکے اُٹھ جانے کا غم کسکو نہیں — دیدۂ عالم ہے گریاں دل پتان
نامور ہو گر کوئی اتنا تو ہو — مدح میں سارا جہان ہے تر زبان
مشاد نے لکھی یہ تاریخِ وفات — کعبۂ جان بلبلِ باغِ جنان
۱۳۲۲ھ

دیگر

ز دنیا رفت داغِ باکمالے — فصیحے نکتہ دانے خوش مقالے
به فنِ شاعری آن منزلت یافت — که در عهدش نبود اورا مثالے
اجل از ذاتِ هستی برد آخر — که باشد هر کمالے را زوالے
چو سالِ فوتِ او پرسیدم از **مشاد** — بگفتا شاعرِ شیریں مقالے
۱۳۲۲ھ

دیگر

ماتم ہے بپا یہ سب شاعرون مین
کی عمر نے داغ سے وفا آہ

فالج کا مرض تھا اک بہانہ
اس پردے مین انکی تھی قضا آہ

اک ہفتہ مریض رہ کے مرحوم
احباب سے ہوگئے جدا آہ

تھا نغمہ سرا جو بلبل ہند
خاموش ہے اب وہ خوشنوا آہ

کیا کہیے سخن طرازی داغ
جاتا رہا شعر کا مزا آہ

تھا ذوق کا نام اُنسے روشن
وہ بات کسی مین اب کجا آہ

دل سے کہی شاد نے یہ تاریخ
دہلی کا چراغ بجھ گیا آہ

۱۳۲۲ھ

دیگر

عجیب حال عروس سخن کا دیکھا آج
ہتی منہ کو ڈھانکے ہوئے گرم نالہ و شیون

جو سال رحلت داغ اُس سے شاد نے پوچھا
کہا نکال کے چادر سے سر خدائے سخن

۱۳۲۲ھ

دیگر

سب اُنکو جانتے ہین مانتے ہین
ہوئی ہے داغ سے جو فیض بخشی

نکالو شاد رد لفظو مین تاریخ
پئے اُردو زبان تھا داغ فیضی

۱۹۰۵ء

دیگر

باکمالو مین جو باقی رہگئے تھے ایک داغ
انکو بھی جھوڑا نہ تو نے وائے چرخ بیدری

داغ کے مرنے سے باغ شاعری اُجڑ گیا
اب اُنہین کے دم سے شاخ نظم اُردو تھی ہری

خوش مذاق و خوش بیان رنگین مزاج و شوخ طبع
شاعری وہ کی کہ عالم مین ہوئی نامور ی

روز مرہ اس مزے کا لوٹ جائے جسپہ دل
ہر سخن مین دلبری ہر بات مین جادو گری

شعر جو نکلا زبان سے ہوگیا مقبول عام
بیچ تو یہ ہے کہ گیا ملک سخن مین سکہ ور ی

بلبل ہندوستان تھے اور اُستاد جہان
اُنکے مرتے سے ہوئی شعر سخن کو سبر ی

شاد نے موزون کیا یہ مصرع سال وفات
بجھ گیا آنکھو نسے وہ آفتاب شاعری

۱۳۲۲ ہجری

دیگر

بود داغ خوش بیان افزہر شعر و شاعری
چون چراغ اندر شبستان چون بہار اندر چمن

از دنیا سوے ملک جاودانی رفت داغ | گفت تاریخش فصلی بلوطی شیرین سخن
۱۳۱۴ھ

از جناب اختر مینائی

تھے جو شمع انجمن کل تک فصیح الملک داغ | کر گئے اندھیرا ہو کر جدا دنیا سے آج
شاعر دنیا جسقدر ماتم ہو اختر ہے بجا | شاعر جادو بیان جیف اٹھ گیا دنیا سے آج
۱۳۲۲ھ

دیگر

رہ گیا دنیا میں باقی نام داغ | مٹنے والی چیز جو تھی مٹ گئی
مصرع تاریخ اختر نے کہا | لو بہار شاعری بھی مٹ گئی
۱۳۲۲ھ

از جناب سید کاظم علیصاحب شوکت بلگرامی تلمیذ امیر مینائی رح

آب در رنگ بوستان چشم و چراغ دوستان | بلبل ہندوستان نواب مرزا خان داغ
عید قربان چون رسیدش بہر قرب حق ندید | ہیچ قربان بہتر از جان خود آن روشن دماغ
ہادم اللذات را لبیک گفت و غسل کرد | خلعتے پوشید و از دیدار حق شد باغ باغ
غنچہ تربت ز فیض مرہمش گل گل شگفت | زالش فرقت دل پس ماندگان شد داغ داغ
جملہ کر قدر وصالش یافت زیبا شاہدے | خاتم تربت ز روحش یافت لعل شبچراغ
جنت المادی است مرقد اغ بخوان بلبلے | لالہ حمرا است مرقد جلوہ افروز است داغ
شاعر معجز بیان یاد آور پیشینیان | ذوق شیرینی شعرش داد از ذوقے سراغ
از تشہ آصف مخاطب شد بہ ناظم یا ہنگ | بادبیر الدولہ نام آور شد آن روشن دماغ
ہم فصیح الملک آن وہم جہان استاد خوان | بلبل ہندوستان مشہور در عالم بہ داغ
داغ رفت و داغ حسرت ماند ای شوکت بجا | سال فصلی وصالش از فصیح الملک داغ
۱۳۱۴ف

از جناب مرزا مظفر حسین صاحب برق تلمیذ جناب داغ مرحوم

ہان وہی جانتا تہا طرز بیان دہلی
ق بود داغ مین گویا تھی زبان دہلی

کام تہا اُس سے اسی اسکو تہا مطلب اُس سے
اب کسے پوچہنے والی ہے زبان دہلی

ہای اُس شہر مین کیا کیا نہ سخنور گذرے
حشر تک زندہ ہین سب ہمہ دان دہلی

میر و سودا و حسن جرأت و درد و داغ
سارے مشہور ہین یہ سحر بیان دہلی

حضرت ذوق سا اُستاد زمانہ مین کہان
جنسے روشن تہا کبہی نام و نشان دہلی

بعد اُستاد کے استاد جہان تہا استاد
کہ جسے مان گئے تھے ہمہ دان دہلی

مومن و ذوق کا غالب کا یہی کہنا تہا
ہو گیا کامل فن اب یہ جوان دہلی

در حقیقت دم عیسیٰ تھی فصاحت اسکی
اہل دہلی اسے سب کہتے تھے جان دہلی

گوہر نظم سے معمور رہا کرتا تہا
سینۂ داغ تہا یا کان زبان دہلی

بعد اُن سب کے یہی ایک رہا تہا کامل
ہاے ایسا نہین اب کوئی میان دہلی

راتدن دلکو یہی دہیان لگا رہتا ہے
کس سے ہم سیکہنے اب جائین زبان دہلی

آہ دنیا سے سوے ملک عدم اے بارق
چلدیا داغ زباندان ہمہ دان دہلی

۱۳۲۲

دیگر

ہوتے گر زندہ جہانمین آج وہ اہل کمال
داغ کو دے مقرر دوق و سودا و تقی

عیسوی یہ سال رحلت اسکا بارق نے کہا
نادر دنیا جہان اُستاد داغ دہلوی

۱۹۰۵

دیگر

اُٹہگیا دنیا سے وہ روشن دماغ
جسکے غم سے اب نہین دلکو فراغ

مر گیا ملک سخن کا بادشاہ
بجہگیا قصر فصاحت کا چراغ

سال فصلی اُسکی رحلت کا یہ ہے
کہدو اے بارق فصیح الملک داغ

۱۳۱۴

دیگر

گیا دنیا سے اسکا باغبان داغ
سخن کا ہو گیا ویران سب باغ

یہ ہندی سال رحلت کہدے بارق
دقیقہ یاب تہا معجز بیان داغ

۱۸۲۶

از جناب شیخ ملک قادر صاحب رفیق تلمیذ جناب سلام

اُٹھگئے دہر سے فصیح الملک — گھر فصاحت کا بے چراغ ہوا
لکھنؤ دنقوط ہیں رفیق یسن — عید کی شب ہلال داغ ہوا
۱۳۴۲ھ

ریویو

العرفان

یہ ایک نیا رسالہ لکھنؤ سے شائع ہوا ہی۔ جو ہر حیثیت سے اس قابل ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمان اسکو شوق سے پڑھیں۔

روحانی مذہبی مضامین کی اشاعت اسکا خاص مقصد ہے اس قسم اور مقصد کے رسائل کی اشاعت ہمارے خیال میں نہایت مفید ہے۔ صوفیا اور اہل طریقت کے رموز العرفان کے دیکھنے سے معلوم ہونگے جسقدر مضامین اب تک نکلے ہیں بہت اچھے ہیں اور کل مضامین۔ اڈیٹر کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔

ہمکو امید ہے کہ العرفان کی ارباب ذوق بڑی قدر کرینگے اور پرچہ نہایت کامیابی کے ساتھ آئندہ ترقی کریگا۔

چھپائی۔ کاغذ نہایت عمدہ ہے قیمت سالانہ دفتر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ۔

الاحسان

تصوف اور اخلاق کے بیان میں یہ ماہوار رسالہ ہمارے مکرم عنایت فرما مولوی نہال احمد صاحب شائع کرتے ہیں۔ العرفان اور الاحسان میں صرف لفظی مناسبت ہی نہیں ہے بلکہ معنوی بھی ہے نہایت خوشی کی بات ہے کہ علما اور صوفیوں کا قلم بھی اصلاح خیالات اور توضیح مقاصد اسلام پر اٹھنے لگا۔ بجائے اسکے کہ مرشدان طریقت گوشہ خمول میں بیٹھے اپنی روحانی اصلاح میں مصروف رہیں یہ مناسب ہے کہ عامۂ خلائق کو

بھی اپنے فضائح سے فیضیاب کریں۔

اب اس روحانی متبرک اور واجب التعظیم جماعت پر بھی بعض لوگوں کا قلم اُٹھنے لگا ہے۔ ضرورت تھی کہ مدافعت اور اثباتِ صداقت کے لئے کئی رسالے نکالے جائیں۔ جو الاحسان اور العرفان کی کوششوں سے پوری ہو کے رہے گی۔

الاحسان جلد دوم نمبر ۲ میں۔ مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی مرحوم کے حالات درج کیے گئے ہیں۔ جنکے حسن وجمال پر ہر ایک کو حیرت ہے۔

الاحسان کی لکھائی۔ چھپائی قابل اطمینان ہے۔ سالانہ قیمت عمدہ ہے۔ کثرہ ضلع الہ آباد سے شائقین طلب کریں۔

تاج ونشان

مولوی محمد رفیع صاحب رضوی موہانی نے شاہنشاہان عالم۔ قدیم وجدید کے تاج ونشان کی شکلیں مرتب کی ہیں اور نیر اعظم پریس مراد آباد نے انہیں شائع کر کے آثار قدیمہ کے باب میں "تاج ونشان" سے ایک دلچسپ کتاب کا اضافہ کیا ہے۔ دول یورپ وایشیا کے فوجی پہرہ اور بادشاہوں کے تاج کی تصویریں سب اسمیں مندرج ہیں۔ والیان ریاستہائے ہند کے فوجی نشانات بھی دئے گئے ہیں۔ غرض کہ یہ کتاب دیکھنے اور رکھنے کے قابل ہے۔ نیر اعظم مراد آباد سے ۸ر قیمت پر ملتی ہے۔

گنج شائیگان

مؤلف تاج ونشان کی ترتیب کردہ یہ کتاب بھی ہے جسے نیر اعظم پریس مراد آباد نے چھاپا ہے۔ اسمیں تمام ممالک کے سکوں کے نشانات دئے گئے ہیں اور انکے وزن بھی لکھے ہیں گنج شائیگان حصہ دوم بھی تیار ہو رہا ہے۔ قیمت عمدہ، پریس مذکور سے یہ کتاب بھی ملتی ہے۔

قند پارسی

فارسی مذاق کے قائم رکھنے اور پبلک مین پھیلانے کے لئے مولوی محمد احسن اللہ خان صاحب ثاقب نے قند پارسی نام ماہوار رسالہ جاری کیا ہے۔ یہ افسوس کی بات تھی کہ ہندوستان کے کسی صوبہ سے فارسی کا کوئی میگزین نہ نکلے حالانکہ اب بھی فارسی مین اعلیٰ مہارت رکھنے والے ہندو اور مسلمان موجود ہین۔ اس کمی کو قند پارسی نے پورا کر دیا ہے۔ امید ہے کہ اس رسالہ کی قدر کی جائیگی۔ سالانہ قیمت عہ۔ پتا علیگڈھ۔ دفتر قند پارسی مہتمم

اشتہار

روزانہ پنجاب سماچار لاہور

اخبار پنجاب سماچار لاہور سے ۵۰ سال سے بڑی آب و تاب کے ساتھ شایع ہوتا ہے۔ یہ اخبار ہفتہ مین دو بار ہے جسکی قیمت عوام سے مبلغ للہ اور صرف ہفتہ وار اخبار کی قیمت معہ سالانہ ہے لیکن اب ارادہ ہے کہ اسکو روزانہ کر دیا جائے جسکے واسطے ہم سٹاف وغیرہ بڑھانے کی تجویز کر رہے ہین۔ روزانہ پنجاب سماچار کی قیمت اصحاب پیرونجاب سے مبلغ ۱۵ روپیہ سالانہ ہوگی اور اہل شہر سے صرف ۱۰ روپیہ سالانہ۔ مگر روزانہ پنجاب سماچار کا اجرا اس صورت مین ممکن ہے جبکہ ہمارے پاس قدردانان اخبار کی متعدد درخواستین ابھی سے آجائین تاکہ ہماری کچھ حوصلہ افزائی ہو جائے۔ ابھی یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ روزانہ پنجاب سماچار کسقدر دلچسپ مفید اور ہر دلعزیز ہوگا۔

راقم میگزاہنا پنجاب سماچار لاہور

۴۶ سال سے متواتر تیار ہوتا ہے دو لاکھ بوتل فروخت ہو چکی

عرق مارالہم انگوری دواالتشہ

دوا کی دوا۔ غذا کی غذا۔ زود اثر سریع الاستحالہ گلے سے اترتے ہی سیدھا خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسکی ایک خوراک پینے سے چند منٹ بعد دل کو راحت جسم میں قوت اور دماغ میں راحت آنے لگتی ہے حکمائے سلف خاص خون کو روح کہتے ہیں جسم میں خون نہو تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا ہندوستان میں بوجہ حدت و شدت گرما خون جل کر کم ہو جاتے ہیں اسی واسطے ہندیوں کے رنگ پیلے زرد رہتے ہیں بوجہ خرابی خون اعضائے رئیسہ دل۔ دماغ۔ جگر۔ معدہ کو خوراک ناقص پہونچتی ہے بدیں وجہ وہ اپنے افعال مقررہ فطرت کو پورا نہیں کرتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے دیس کے لوگ طرح طرح کے عارضوں میں مبتلا رہنے سے فکر رسا طبع سلیم پاکیزہ خیالات۔ دماغی قوت سے معرا رہتے ہیں کیونکہ اعضائے رئیسہ اچھے ہوں تو سب کام اچھے انسے سرزد ہوں۔

یہ عرق اعضائے رئیسہ کے افعال باقاعدہ بناتے ہیں

انجاز کا کام دیتا ہے۔ بگڑے ہوئے گردوں کو درست اور گندہ خون کو صاف اور عمدہ بناتا ہے۔ کمزور معدہ کو طاقت دیتا ہے یہی درجہ اول ہے کیونکہ اعضائے رئیسہ کو آمادہ کرتا ہے کہ وہ اعضائے مغلوبہ کے افعال باقاعدہ کریں۔ کمزور کو سہارا دیتا اور غافل کو جگاتا ہے لاغر کو فربہ کرتا ہے یرقوہ۔ دالج۔ رعشہ۔ قوت سامع۔ باصرہ۔ دمہ۔ ہیضہ۔ طحال وغیرہ کے لئے ازبس مفید ہے۔ یہ عرق امراض مخصوصہ مستورات کو دور کرتا ہے۔ کثرت عیاشی سے جو نقص واقع ہوتے ہیں ان سبکو دور کرتا ہے عرق پینے سے پہلے بدن کو ورزش کرلو قیمت فی بوتل (معصول) ۶ بوتل ۱۰ء۵ درجن ۵۰ء۵ سو بوتل سے کم باہر روانہ نہوگا فرمائش اپنے قریب کے ریلوے اسٹیشن کا پتا ضرور لکھو۔

زبدۃ الحکما حکیم ڈاکٹر غلام نبی ایڈیٹر رسالہ صحت حافظ کوچی دروازہ لاہور پنجاب

یہ اسٹیمپ ۱۰ جناب حکیم صاحب ۹ جناب ڈاکٹر صاحب ۸ جناب ڈاکٹر صاحب ۷ جناب ڈاکٹر صاحب ۶ جناب ڈاکٹر صاحب ۵ جناب ڈاکٹر صاحب ۴ جناب ڈاکٹر صاحب ۳ جناب ڈاکٹر صاحب ۲ جناب ڈاکٹر صاحب ۱ جناب ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں مفت روانہ کیا گیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ۱۰ میں سے صرف ۲ صاحبوں نے اس کی رسید بھیجی ہے۔ ۸ صاحبوں نے رسید نہیں بھیجی۔ ۱۰ جناب حکیم صاحب ۹ جناب ڈاکٹر صاحب ۸ جناب ڈاکٹر صاحب ۷ جناب ڈاکٹر صاحب ۶ جناب ڈاکٹر صاحب ۵ جناب ڈاکٹر صاحب ۴ جناب ڈاکٹر صاحب ۳ جناب ڈاکٹر صاحب ۲ جناب ڈاکٹر صاحب ۱ جناب ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں مفت روانہ کیا گیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ۱۰ میں سے صرف ۲ صاحبوں نے اس کی رسید بھیجی ہے۔ ۸ صاحبوں نے رسید نہیں بھیجی۔

العزیز کیون ہر دل عزیز ہے

آسلئے کہ اُسمین مفید و دلچسپ مضامین اور تازہ خبرین ہوتی ہین۔ آسلئے کہ وہ اپنے وقت مقررہ پر شایع ہوا کرتا ہے آسلئے کہ اُسکے ناظرین کو انعامی کتب بھی ملا کرتی ہین۔ آسلئے کہ اُسمین ہمیشہ ایک دلچسپ بالتصویر تاریخ کا سلسلہ رہتا ہے۔ آسلئے کہ اسکی عام قیمت صرف عمدہ مع محصول ہے آسلئے کہ اسکی تقطیع سب سے بڑی ہے

نوٹ۔ بلا وصول زرپیشگی کسی صاحب کے نام اجرا جاری نہوگا۔

المشتہر

محمد عبد العزیز خان مینجر العزیز بک ایجنسی و مطبع عزیزی آگرہ قرولباڑہ

اردوے معلی

یعنے

صحیح اور فصیح اُردو کا ایک قابل دید رسالہ جو ہر انگریزی مہینے مین علیگڈھ سے شائع ہوتا ہے کاغذ ولایتی حجم ۲۵ صفحے تقطیع $\frac{20}{8} + \frac{26}{8}$ لکھائی چھپائی بغایت پسندیدہ۔

جسکے ساتھ

ہر سال اساتذۂ قدیم کے غیر مطبوعہ دواوین مین سے تین دیوان معہ دیباچہ و شرح مختصر مفت ہدیۂ ناظرین ہوتے ہین[1]

قیمت مع رسالہ و دواوین للعہ رسالانہ مع محصول۔

(درخواست خریداری۔ بنام سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے اڈیٹر اردوے معلی علیگڈھ)

---

[1] چنانچہ اس سال دیوان جعفر علی حسرت اُستاد جرأت و دیوان جرأت تنہا شائع ہونگے۔

ضوابط دبدبۂ آصفی

دفعہ ۱ ۔ یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے ۔ اسکے تمام حقوق عالیجناب وزارت پناہ نے مہتمم رسالہ کو مرحمت فرمائے ہیں اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے ۔

عام سالانہ پیشگی مع محصول (۱۲عہ)

عمائد و عہدہ داران عالیمرتبہ سے دس روپیہ (۱۰)

امرائے عظام و رؤسائے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو تدردانی فرمائیں ۔

دفعہ ۲ ۔ مضامین بشرط پسند کمیٹی طبع ہونگے جو مضمون اعلیٰ درجے کا ہوگا اُس کے شکریے میں ایک اشرفی دیجائیگی ۔

دفعہ ۳ ۔ اشتہارات کی چھپائی بذریعۂ تحریر طے ہوسکتی ہے ۔

دفعہ ۴ ۔ نمونے کا برچہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے ۔

دفعہ ۵ ۔ خط و کتابت اس پتے سے ہونی چاہیئے ۔

(محبوب پریس علاقۂ پیشکاری بنام مہتمم محبوب الکلام دبدبۂ آصفی)

۶ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

نمبر ۱ جلد ۷

دبدبۂ آصفی

اخلاقی۔ علمی۔ تاریخی۔ ادبی مضامین کا ماہوار رسالہ

یادگار جشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت حضور پرنور نواب میر محبوب علیخان بہادر

نظام الملک آصفجاہ فتح جنگ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

حسب الحکم

وزارت پناہ فخامت دستگاہ سر مہاراجہ بہادر

یمین السلطنتہ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی۔

محبوب پریس علاقہ پیشکاری حیدرآباد دکن سے شائع ہوا

فہرست مضامین

زبان کا تعلق شعرا سے	عالیجناب وزارت مآب یمین السلطنت سر مہاراجہ بہادر المتخلص بہ شاد
سوانح عمری	مولوی سید محمد فخر اللہ صاحب (ایڈیٹر رسالہ حسن)
سلطنت	مولوی سید امیر علی صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔
مادہ اجسام کی تحقیق	مولوی سید نادر الدین صاحب مدرس اول دار العلوم حیدر آباد دکن
خوشی و غم	مولوی صدیق احمد صاحب
حصۂ نظم	
تذکیر و تانیث	حافظ جلیل حسن صاحب جلیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زبان کا تعلق شعر سے

اردو زبان کی نمایاں ترقی یہی ہے کہ وہ پھیلکر ملک کے گوشہ گوشہ پر اپنا قبضہ کرلے ملک کی یہی زبان۔ دفاتر کی یہی زبان۔ تمام خبرنیات وکلیات کا مدار اسی زبان پر۔ اسکو عروج دینے مین کوشش کرنا بہت بڑی قومی اور ملکی خدمت کا انجام دینا ہے۔

کس قدر خوشی کی بات ہے کہ اس زمانہ مین اُردو نکھر کر نہایت صاف ستھری اور پاکیزہ زبان ہوگئی ہے۔ جیسے کسی حسینہ وجمیلہ کو نہلا دُھلا کے عمدہ لباس وزیور سے آراستہ کر دیا جائے۔ اور کس قدر مسرت کی بات ہے کہ اس کی دلفریب جلوہ نمائی دُور دُور کے اجنبی اور بیگانہ مقامات پر بھی اپنا سحر آمیز اثر ڈال رہی ہے یہان تک کہ پہاڑون اور جنگلون کے بسنے والون مین بھی اسکے مسخر شدہ ایسے لوگ ملتے ہین جو اُردو سمجھ لین۔

ہمارے شہر حیدرآباد مین ایسی اردو جیسی اب ہے پہلے کہان تھی یہان کے لوگون نے بہت کچھہ اسمین دستگاہ پیدا کی ہے۔ اور بہت کچھہ کوشش کر رہے ہین۔ تصنیف و تالیف۔ اخبار نویسی۔ شعر وشاعری مضمون نگاری سبھی کچھہ یہان ہے جو اُردو زبان کے دخیل وقابض ہونے کے لیے عمدہ اور قوی ذرایع ہین۔

جی یہہ چاہتا ہے کہ فی نفسہ اردو اپنی صفائی اور خوشنمائی مین جس پائے پر پہنچ چکی ہے۔

اوسی حد پر قایم رہے۔ ترقی ہو تو اس کی اشاعت مین ہو نہ اسمین کہ خواہ مخواہ زبانکی توسیع کیجائے۔ بیگانہ اور بھدے الفاظ اور ثقیل کلمات کی آمیزش سے اندیشہ ہے کہ اسکے خوشنما اور حسین چہرہ پر بدنما دھبا نہ پڑجاے اور پھر وہ کسیکے مٹاے نہ مٹے۔

یہہ سچ ہے کہ انگریزی الفاظ شامل کئے بغیر چارہ نہین مگر اس کے لئے خود اپنی پیاری اُردو سے اجازت لینی چاہیئے وہ اپنے دامن مین طرح طرح کے پھول رکھتی ہے۔ اور پھر بھی گود پھیلائے ہوئے ہے۔ آپ ایک نیا پھول اوسکے سامنے پیش کیجئے اگر اوس نے اُسی رنگ و بو کا پھول اپنے دامن سے اُٹھا کر آپکو دکھا دیا تو پھر یہہ پھول اوس کے دامن مین رکھنا بیکار ہوگا۔ ہان اگر آپ کے پھول کے مقابل وہ اپنے پاس سے کوئی پھول نہ پیش کرسکے تو چارناچار اوسکو لینا ہی پڑیگا اور اس مین اُس کے لئے کوئی بدنمائی نہین ہے۔ خلاصہ یہہ کہ جس انگریزی لفظ کا مرادف اردو مین موجود ہے اُسکو زبردستی اپنی زبان مین لینا زبان کو خراب کرنا ہے۔

جب یہہ سوال کیا جاتا ہے کہ اردو زبان کو پاکیزہ بنانے اور شہرت دینے اور ہر طرف اس کا رنگ جمانے مین زیادہ حصہ کس طبقے نے لیا ہے تو شعرا پکار اوٹھتے ہین کہ اسکو آراستہ و پیراستہ کرنا اور اس کی چال ڈھال پر نظر رکھنا اسکو مخالف ہاتھون سے محفوظ رکھنا ہمارا کام ہے۔ یہ اُنکا دعوی بیجا نہین ہے مگر اس مین بھی کوئی شک نہین کہ نثر نگارون کی کوشش سے اردو نے جسقدر ہاتھ پاؤن نکالے ہین۔ اور تمام عالم مین اپنی دلفریبی کا دام بچھانے مین جیسی کامیابی حاصل کی ہے وہ قابل قدر ہے۔ اخبار۔ ناول اور آئے دن کے مختلف تالیفات و تصنیفات اور مختلف تراجم یہ سب اسکے دلسوز معاون ہین اور اُسپر بعض بعض ماہوار رسائل سونے مین

سہاگے کا کام کر رہے ہین۔

باین ہمہ یہہ بات قابل لحاظ ہے کہ گو اسوقت ایسے ایسے قابل اردو لکھنے والے اور اردو زبان مین قومی و ملکی کام کرنے والے موجود ہین کہ وہ اپنے دل مین سرزمین اردو پر فرمانروائی کا خیال کرین تو خیال کر سکتے ہین مگر اس سرزمین کی آب و ہوا کہیئے یا کلیتہ مان لیجئے کہ فرمانروائی کا سہرا شعرا ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔ حکومت اونہین کی مانی جاتی ہے۔ عزل و نصب۔ ترقی تنزل۔ اجرا التوا۔ غرض تمام فیصلے انہین کی زبان و قلم سے ہوتے ہین۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟

زبان شعرا کے دامن عاطفت مین پرورش پاتی ہے۔ انہین کے سایے مین اسکی تربیت ہوتی ہے غور و پرداخت۔ نگہداشت اور ہر ایک قسم کے رکھ رکھاؤ کا ذمہ دار شاعر ہی ہوتا ہے زبان کے مسائل اور باریکیون اور تنقید و تحقیق سے جیسا سروکار ایک محقق شاعر کو ہوتا ہے بہت سے محقق نثر نگارون کو نہین ہو سکتا۔

شاعر کو ہر ہر لفظ اور لفظ کے ہر ہر پہلو پر نظر ہوتی ہے اُسکو ہزارون مواقع ایسے پیش آتے ہین کہ وہ الفاظ اور اُسکے معانی اور محل استعمال کی تحقیق کرتا ہے۔ ایک لفظ قافیہ مین باندھنا چاہتا ہے اگر کچھہ شبہہ واقع ہوا تو اسکو جانچتا ہے کسوٹی پر کستا ہے اس مجبوری سے کہ اور کوئی لفظ اوس جگہہ آ نہین سکتا۔ بخلاف نثر نگارون کے کہ اُنکو جہان کوئی شبہہ ہوا فوراً لفظ بدل دیا۔ فقرے بدل دئے۔ مقدم موخر کر دیا کسیطرح کا رُکاؤ نہین کوئی تامل کی وجہ نہین۔ شاعر قدم قدم پر ٹھوکرین کھاتا ہے اور حق یہہ کہ ان شبہ فرمانروائی کی حقیقت سے جیسی چاہیئے اُسکو واقفیت ہو جاتی ہے۔

شاعری کے قیود شاعر کو تحقیق زبان پر مجبور کرتے ہین اور وہ محقق ہو جاتا ہے۔

زبان کے استفتے اُسکے سامنے پیش ہوتے ہین اور وہ مجتہد کہلاتا ہے۔
گرفت ہوتی ہے تو شاعر کے کلام کی۔ نظرون مین تولا جاتا ہے تو شاعر کا کلام۔
زبانزد ہوتا ہے تو شاعر کا کلام سند مین لایا جاتا ہے تو شاعر کا کلام یہہ کبھی نہین ہوا
کہ زبان کے استفتے غیر شاعر کے سامنے پیش کئے گئے ہون۔ یہہ کبھی نہین ہوا
کہ مثل شعر کے نثر کے الفاظ اور فقرات معرض بحث مین لائے گئے ہون۔
ارباب لغت اپنی تالیف کی توثیق اساتذہ کے اشعار سے کرتے ہین حالانکہ وہی الفاظ
اور محاورے اہل زبان کی نثر مین بکثرت موجود ہوتے ہین۔ بہار عجم کے مولف کو کون
روکنے والا تھا اگر وہ ولا تیون کی نثر نظیر مین پیش کرتا مگر اوس نے ایسا نہین کیا
بلکہ یہہ کیا کہ امیر خسرو۔ مرزا بیدل۔ خان آرزو۔ اور غنی کے اشعار کو فارسی محاورات
کیلئے سرمایۂ استناد بنایا جو ہند کی خاک سے پیدا ہوے تھے اور ہند ہی مین ہمیشہ رہے
اُردو کی اگر کسی مستند کتاب مین مرزا غالب کی اردوئے معلی کا کوئی فقرہ تمثیلاً لکھا ہو
تو وہ سند سمجھا جائیگا اور اگر کسی اور کتاب کا جملہ لکھا ہو جسکا مصنف غیر شاعر ہے
تو یہہ سمجھنا چاہیئے کہ محل استعمال بتانیکے لئے لکھا ہے نہ اسواسطے کہ وہ جملہ سند مانا جائے
غیر شاعر اگر چاہے کہ اردو کا لغت لکھے تو لکھہ نہین سکتا اور اگر لکھے گا تو علاوہ اور
ناکامیون کے شعرا کا کلام جسکا وہ استقرا کرے گا اُسکو مغالطے مین ڈالدیگا اور جب
اوسکو مغالطہ ہوا تو اوسکی کتاب تمام ملک کو مغالطے مین ڈالے گی۔
شعرا کے مرتبے کو پہچاننا اور اونکے کلام کی تنقید کرنا اُسیکا کام ہے جو خود اُسی مرتبے
کا ہو ایک لغت کی کتاب ہماری نظر کے سامنے ہے اُس مین ایک جگہہ نباہنا قایم
کیا ہے اور دوسری جگہہ نبھانا لغت لکھا ہے دونون کو مساوی رکھا ہے۔

نبھانا قایم کرنے کی علت یہہ شعر ہوا ؎

اُنکو تو پاس محبت نہین اصلا لیکن نبھ سکے تمسے اگر حضرت دل اور نبھاؤ

چاہیئے کہ لغت نگار جس شعر کو اپنا پشت و پناہ بنائے پہلے اُس شعر کی مضبوطی اور شاعر کی قوت کا اندازہ کرلے ہم دیکھتے ہین کہ جناب داغ دہلوی اپنے کلام مین نباہنا باندھتے ہین ؎

نہ دلاسا نہ تسلّی نہ تشفی نہ وفا دوستی اوس بت بدخو سے نباہین کیونکر

اور تمام اساتذہ کا کلام نباہ اور نباہنا سے بھرا پڑا ہے۔ نبھانا کا کہین پتا نہین چلتا۔ اگر یہہ مان بھی لیا جائے کہ نبھانا بھی زبان ہے تو یہہ کیونکر مانا جائے گا کہ نباہنا اور نبھانا دونون برابر ہین۔ ایسے بڑے کامون کے لئے مصنف بھی بڑے پائے کا ہونا چاہیئے جسکی استعداد علمی و قابلیت اور تحقیق زبان اور فن سخن کا بوہا زمانے نے مان لیا ہو۔

بڑے بڑے لکھنے والون کو دیکھا گیا کہ وہ لکھتے ہین "کیفیات سُنی گیئن" "اشیا خریدی گیئن" "مجالس آراستہ ہو رہی ہین" حالانکہ قاعدہ ہے کہ جب عربی کا لفظ جمع کرلیا جاتا ہے تو وہ ہمیشہ جمع مذکر مستعمل ہوتا ہے "کیفیات سُنے گئے" "اشیا خریدے گئے" "مجالس آراستہ ہوئے ہین" زبان ہے۔ دو ایک لفظ اس سے مستثنےٰ نکلین گے ورنہ تمام الفاظ کا استعمال یون ہی ہے۔ اسیطرح بعض اصحاب کو دیکھا کہ وہ چاہیئے کے لفظ کو جمع کی حالت مین چاہئین لکھتے ہین۔ مثلاً "ہمکو دو کتابین چاہئین" "دو دوائین دینی چاہئین" یہہ درست نہین ہے۔ چاہیئے ہمیشہ اپنی حالت پر رہتا ہے۔ اُس مین تغیر نہین ہوسکتا ایسے ایسے زبان کے نکات پر شاعر ہی کو نظر ہوتی ہے نہ غیر شاعر کو

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل او اندر دلش انداختند۔ شاہ عفی عنہ

سوانح عمری

تمہید ایجاد مطبع اور اشاعت کتب بالخصوص استعمال ٹائپ نے منجملہ دوسرے اصناف کے سوانح عمریون کی بیحد گرم بازاری کردی ہے۔ غالباً کسی سوسایٹی کا کوئی خفیف سا سربرآوردہ ایسا نہ ہوگا جسکی سوانح عمری کسی نہ کسی حد تک مرتب نہ کرلی گئی ہو مگر مبصران فن جانتے ہین کہ موجودہ صدہا بلکہ ہزارہا سوانح عمریون مین سے کسقدر محدود سوانح عمریان ایسی ہین جو فی الواقع اس ممتاز لقب کی مستحق ہوسکتی ہین۔

تعریف یون تو روزمرہ کے واقعات زندگی جو ہر شخص کو معمولاً پیش آتے ہین سوانح عمری کے نہایت وسیع دائرہ مین داخل ہین مگر اصطلاح مین اس قدر وسعت کی گنجایش نہین رکھی گئی بلکہ جو غیر معمولی واقعات اور خیالات کسی شخص کے ذہنی قابلیتون اور عملی تجربون سے بآسانی صورت مین پیدا ہون اور کسی حالت مین اتفاقیہ نہون اون کی تہذیب اور ترتیب اس صورت مین ہو کہ عوام الناس اوس سے فوائد اخذ کرسکین تو سوانح عمری کا فایدہ دیسکتے ہین۔

غایت جس شخص کی سوانح عمری لکھی جاتی ہے اوسکے مماثل اوسیکے گروہ اور دیگر مقامات مین بکثرت آدمی ہوتے ہین پس ترتیب سوانح عمری کی غرض یہہ ہوئی کہ اوسی نقش قدم پر چلکر دوسرے لوگ بھی اوس نقطہ مقصود تک پہونچنے کی کوشش کرین اور جو کچھہ رکاوٹین اور مزاحمتین سد راہ ہون تو اپنے پیش رو کے طریق حل عقود سے استفادہ کرین۔ کیونکہ مصائب مین خوشحالی۔ تنگدستی مین فراغ دلی پریشانی مین استقلال۔ مایوسی مین عزم۔ فراغت مین محنت۔ سرفروشی مین دشنام سے بے پروائی۔ اور خیر طلبی مین اتہام سے بیفکری وغیرہ ایسے

روشن تمغے اُنہین اکابر قوم کے اسمار گرامی کو زینت دیتے ہین جو مذکورۂ بالا تکلیف دہ وادی پرخار کے مرد میدان ہین اور جنہون نے باوجود صدہا تکلیفات اور موانع کے اپنے نقطۂ مقصود سے تجاوز نہین کیا۔

وجہ تحریک | سوانح عمری ذاتی تاریخ ہے جس سے ذاتیات کی اصلاح و فلاح مقصود ہے اور جو معراج کمال تک پہونچانے کا زینہ ہے۔ انگریزی مین ایک مثل ہے۔

What man has done man can do.

کہ جو کام کسی آدمی نے کیا ہے وہ کام دوسرا بھی کر سکتا ہے۔ یہہ محرک اس امر کی ہے کہ بملاحظہ سوانح عمری جو اسباب تعزز و ترفع کے کسی ایسے شخص مین پائے جائین جو پڑھنے والے کی کسی امر مین مماثل ہو تو وہی رفعت اور منزلت حاصل کرنے کی اوسکے دل پر بھی چوٹ ہو اور چونکہ ایک شخص مین مختلف حیثیتین ہوتی ہین جنکی مماثلت مختلف آدمیون مین پائی جاتی ہے لہذا کسی ایک شخص سربرآوردہ کی تقلید مین متعدد اشخاص اُسی نقطۂ جاہ و جلال کے حصول مین کوشان نظر آسکتے ہین جو ہر طرح محمود اور دلیل امتیاز و تفاخر ہے۔

بقاے نام | سوانح عمری کے لکھنے کی غرض و غایت اسی قدر نہین ہے کہ شخص مشار الیہ کے حالات وغیرہ سے دوسرون کے دلون مین ولولۂ عزت و جاہ پیدا کیا جائے جو بیشک اہم مقصد تالیف لائف ہے لیکن اس کے ساتھہ مشار الیہ کے بقاے نام کی بھی فکر کیجاتی ہے اور جو سوانح عمری کے تحریر کرنے سے بدرجہ اتم حاصل ہوتی ہے بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ سوانح عمری سے احیاے موتی ہوتا ہے۔ نقاد سخن وہ وہ باریکیان اپنے ہیرو کے اقوال و اعمال مین نکالتے ہین جنکا وجود مصنف اول کے حاشیۂ خیال مین بھی نہین ہوتا اسطرح اونکو تاریکی سے نکال کر مہذب روشنی مین لاتے اور اون کے بقاے نام کے باعث ہوتے ہین۔

تعمیرات سے فضائل کا انکشاف زمانہ گذشتہ مین اور نیز اسوقت بقائے نام کے لئے ایک دوسری صورت بھی اختیار کیجاتی ہے۔ یعنے تعمیر امکنہ۔ اس صورت کے اختیار کرنے مین بانیان تعمیرات نے اپنے خیال اور مذاق اور دقت نظری اور سلیقہ شعاری کو اس درجہ وقف تعمیرات کردیا کہ اہل بصیرت کو ایک نظر مین تعمیرات مخصوصہ کے بانیون کے خصائل ذاتی پر عبور کرنے اور اونکی سوانح عمری کا ایک بڑا حصہ فوراً نظری مرتب کرلینے کا موقع ملجاتا ہے تعمیرات انمکے ذیل مین تعمیرات مساجد ومنار ورقلعجات وغیرہ سب آجاتے ہین مثلاً آگرہ کا تاجگنج۔ دہلی کی جامع مسجد۔ دولت آباد کا قلعہ۔ الورا کے غار۔ حیدرآباد کا چارمینار۔ یہہ آثار ایک حدتک مگر نامکمل اپنے بانیون کے خیالات ورجحان طبائع کا پتہ دیتے ہین۔ اور ظاہر کرتے ہین کہ اون کے وقتون مین کس کس مذاق کی کس حدتک ترقی ہوئی تھی اور ملکی مرفہ الحالی کہانتک تہی۔

مخالف خیال مخالفانہ نظر سے دیکھا جائے تو سوانح عمری چندان مفید نہین۔ مخالفین کا خیال ہے کہ بزرگون کی استخوان فروشی موجودہ نسل کے لئے باعث تحریک نہین ہوسکتی۔ بلکہ ایک گونہ بزرگون کے کمالات پر تفاخر کے ساتھہ تکیہ دینے سے مزاج مین کہولت اور طبیعت مین رعونت اور جوارح مین اضمحلال پیدا ہوجاتا ہے ہر شخص کے تعلقات اور پیش پا افتادہ مشکلات ایسی خاص صورتون مین سدراہ ہوتے ہین۔ کہ اون کے سلجھانے کا کوئی آلہ بزرگون کے خورجیون مین دستیاب نہین ہوتا۔ ناچار ایسے وقت کے موانع وقتیہ آلات سے صاف کرنے پڑتے ہین۔

آدمی را بچشم حال نگر
از خیال پری و دی بگذر

تغیرات عالم شاہد حال ہین اس انقلاب پذیر و انقلاب پسند خاک نے آج ایسے ایسے بازار لگا رکھے ہین۔ جہان ہمارا چرانا سکہ بالکل نہین چلتا۔ ہمارے اجناس کا کوئی بیوپار نہین۔ ہماری پرانی چیزون کا کوئی خریدار نہین۔ بخارا و کاشغر جو بلاد العلم تھے تخت روس ہوے اور ہماری تیر و ترکش جو کلید فتح تھی نذر کارتوس ہوے۔ پس مقتضاے فطرت و فرست انسانی یہی ہے کہ جدہر کی ہوا ہو اوسی رخ کو اپنی کشتی چلائے اور باپ دادوں کی پیروی نقش سے ہوا پنے وقت مین محمود تھے اسوقت باز آئے۔

تردید لیکن یہہ جملہ معترضہ مقبول عام نہین۔ سوانح عمریون کے چرچے مفید ملک و قوم سمجھے گئے ہین۔ عوام الناس اور دور و دراز کے لوگون کو کسی شخص کی داغ سوزی اور مخصوص نعمات الہی سے مطلع کرنے اور آیندہ آنے والی نسلون کو اوسی نقطہ عزوجاہ پر پہونچنے کی تحریص کا کوئی اور ذریعہ سوانح عمریون کی اشاعت سے زیادہ مقبول اور مرغوب ایجاد نہین ہوا۔ خاصکر ہندو مسلمان اور پارسی قومون کی موجودہ نکبت کے زمانہ مین اپنے اپنے پیش روؤن کے پُرفخر زندگی کی یاد ایک گونہ موجب تسلی خواطر محزون ہے

اہلیت اور جب یہہ امر کسی ضرورت سے مسلم ہے تو اب دیکھنا چاہیئے کہ کسکی سوانح عمری لکھی جائے۔ اگرچہ اس زمانہ مین ضروریات زندگی نے خواندہ گروہ کو اسقدر مجبور کر رکھا ہے کہ بالالحاظ حسن و نفاست کے بہت سے کام محض اپنے روزمرہ کی مجبوریون سے جاری کر دیے ہین۔ جسمین ایک شعبہ ترتیب سوانح عمری کا بھی ہے لیکن درحقیقت نہ ہر شخص صلاحیت تحریر سوانح عمری رکھتا ہے اور نہ ہر شخص کے سوانح زندگی قابل ضبط کتابت ہوتے ہین۔ کسی جماعت مین کسی شخص کا سربرآوردہ ہوجانا لازمہ اوس کے تحریر سوانح عمری کا نہین ہے۔ سوانح عمری کی صلاحیت کچھ انہین لوگون مین ہوتی ہے جو فطرت سے غیر معمولی

دماغ لائے ہون جنکے کارنامے اونہین کے ہمعصر اور ہم پلہ لوگون مین بے مثل اور نہایت وقیع ثابت ہوے ہون اور جو اپنے وقت کے اور نیز گذشتہ اکابر فن مین بوجوہات ظاہرہ امتیاز رکھتے ہون۔ اور اگر جو اوج مساعدت کرین تو دوسرے لوگ اوسی نقطۂ امتیاز تک تقلیداً پہونچ سکین۔

راجہ رام موہن رائے راجہ رام موہن رائے نے ایک عالی درجہ مگر غریب خاندان مین پرورش پائی عربی وفارسی کی معمولی تعلیم کے بعد بنارس مین سنسکرت پڑہی مگر فطرت نے جو دماغ عطا کیا تہا اوس کی جلا تعلیمات نے گو کیسی ہی معمولی درجہ کی ہوکر دی اور چند کتابون کے سوا تحفۃ الموحدین لکہکر اپنے ہم خیال اور ہم قوم لوگون مین اپنے نرالے خیال کی اشاعت سے ایک ایسی آگ بہڑکائی جسکے بجہانے کے لئے ہر خیر اندیش قوم نے مختلف ذرایع سے کوشش کی اور خود اوسکو مورد صدہا آفات کیا مگر اوسکا پائے استقامت مطلق نہ ہٹا اور نہایت متانت اور کمال دلسوزی سے اپنے خیال کی اشاعت اور لوگون کو راہ ہدایت پر لانیکی مادم واپسین کوشش کی اور کامیابی حاصل کی۔

سرسید احمد خان راجہ رام موہن رائے کی سوانح عمری بہت کچہہ مماثل حالات سرسید احمد خان مرحوم کے سی۔ ایس۔ آئی۔ ہین۔ ان کی خاندانی عظمت اور تعلیمی حالت وہی ہے۔ دماغی قوت اور تہذیب الاخلاق کی اشاعت متعصبین قوم کے مزیل حیثیت حملے اور اونکے دلسوز اور نرم جوابات اپنے خیال کی سرگرمی سے اشاعت اور مبصرانہ نظر سے بدرجہ آخر کامیابی کی توقع اور بالآخر کامیابی ایسے واقعات اور حالات ہین جو راجہ رام موہن رائے کی زندگی سے بہت ملتے ہین۔ جہان اختلاف ہے وہ ہمارے محث سے خارج ہے ان دونون کے حالات زندگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ

حدود نشیب و فراز زندگی ایک دوسرے سے کسقدر متفاوت ہین مگر استقلال و استقامت نے مغاک نشیب سے نقطہ فراز تک کس طرح پہونچایا۔ اپنے خیال مین جو امر باعث فلاح وصلاح قوم تہا اوسپر کس قوت عزم سے آخر تک قایم رہے اور ارباب حسد و دیگر اعیان قوم کے رکیک حملات اور لعنت و ملامت کو صرف اونکی غلط فہمی کہکر نرم الفاظ سے ٹالنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اونکے دل و دماغ کی تخمیر غیر معمولی مصالحہ سے ہوئی تہی اور وہ دنیا مین کچہہ کرنے کے لئے آئے تھے اور کر گئے اور اپنا نقش قدم دوسرون کی تقلید کے لئے چہوڑ گئے۔

لارڈ کلایو و سلطان ٹیپو لارڈ کلایو اور سلطان ٹیپو کی دوسری قسم کی مثالین ہین۔ یہہ دونون نامور جبتک جنگ اور معرکہ ارائی مین گوی سبقت لیگئی اور گو لارڈ کلایو کو بیحد و بے انتہا کامیابی حاصل ہوئی مگر سلطان ٹیپو کیطرح وہ پیدائشی سورما نہا اور باوجودیکہ دونون علم سے تقریباً بے بہرہ تھے مگر دونون کی جنگی تجویزین مہاراجہ رنجیت سنگ شیر پنجاب کیطرح ناقابل تردید ہوا کین۔ بخت و اتفاق نے ان دونون کو خاک مذلت سے اٹہاکر عروج کمال تک پہونچایا تہا۔ ترقی عز و جاہ کے ساتہہ انتقالات ذہنی اس درجہ تھے کہ محسود ارباب علم و فضل تھے۔ غرض تاوقتیکہ علوی مراتب کیساتہہ جوارح اندرونی اپنا بے مثل نتیجہ نہ ظاہر کرین۔ سوانح عمری کی ترتیب کی اہلیت نہین پیدا ہوسکتی۔

قیود سوانح نگار مرتب سوانح عمری کے لئے میرے خیال مین امل سے زیادہ قیود ہین کیونکہ عمدہ ترتیب سوانح عمری کے لامحالہ دو جزو اعظم ہوتے ہین۔ جزو اول مین ولادت و سکونت و خاندانی حالات و تعلیمات وغیرہ دوسرے جزو مین جو اہم ہے ہیرو کے حالات اقوال اور اعمال کی تطبیق اوسیکے ہم فن اور ہم رتبہ کسی نامور شخص سے کرکے حسن و قبح کا بدلایل

اظہار کرنا ہوتا ہے اور اپنے ہیرو کے ترجیح کا پہلو نکالنا ہوتا ہے اس تنقیح و تنقید کلام کے لئے مرتب سوانح کا بذاتہ بہت لایق ہونا چاہیئے اور یہی ایک بڑا جزو ہے جسکا حق پورا پورا ادا ہوتا نہین معلوم ہوتا۔ مولانا حالی نے حیات سعدی مین سعدی اور قاآنی کا مقابلہ اور یادگار غالب مین غالب اور نظیری کا مواجہہ خوب کیا ہے۔ جس سے اونکا علمی پوزیشن اور تنقید کلام مین نبحر ظاہر ہوتا ہے۔

سوانح سلاطین بادشاہون اور فرمانرواون کی سوانح عمریان عموماً نہین لکھی جاتین کیونکہ اونکے اعمال و افعال براہ راست پبلک پر ظاہر نہین ہوتے۔ اور جو کچھہ ظہور پذیر ہوتا ہے وہ مشورہ کارون کے معائب و محاسن کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے اور اسی لئے فرمان روا اپنے احکام نافذہ پر قابل مواخذہ نہین سمجھے جاتے۔ مگر جن فرمانرواؤن کے خصہ اعمال اور بعض مخصوص حالات جو ذاتی و مکسوبی ہوتے ہین اور اُنپر حاشیہ بوسان بارگاہ کے معائب و محاسن کا کوئی عکس نہین پڑسکتا اوس حد تک اونکا یہ لکھنا افادہ عام و خاص سے خالی نہین

مثال بیمثال اعلیحضرت اس موقع پر بکمال فخر و انبساط اعلیحضرت قوی شوکت فرمان فرمائے دکن حرسہا اللہ مین الآفات والفتن کا ذکر خیر خواہ مخواہ زبان قلم پر آجاتا ہے جو صرف ذات محبوبی سے وابستہ اور ذرہ ربایان حاشیہ کے عکس سے منزہ ہے مثلاً اعلیحضرت کی فن سپہگری مین کمال درجہ مشاقی باوجود اقتدارات و حکومت مدبرانہ و حکیمانہ تحمل مزاجی دشمنون کے ساتھہ نرم سلوک، باوجود قوت انتظام فوری زحمت انتظار وقت مناسب کرنا۔ حفاکشی۔ محنت پسندی۔ وغیرہ ایسے بے بہا اور نادر الوجود خصائل ذاتی ہین جنکا قابل تقلید و لایق تقلید ہونا اظہر من الشمس ہے۔

یہان تک سوانح عمری کے متعلقات سے بحث کرکے قابل تقلید بعض حضرات کی مشہور

سوانح زندگی کا خاکہ کھینچا گیا اور محبوب عالم وعالمیان حضرت پیر و مرشد مدا قبالہٗ وعم افضالہٗ کے نام نامی تک پہونچکر خم کلام کیا۔ قلم اینجا رسید و سر بشکست

سید فخر اللہ

سلطنت

یورپ اور امریکہ نے جو جدید علوم قائم کئے ہین یا قدیم علوم مین جو نئی روح پھونکی ہے انمین سے سب سے زیادہ متبرک اور سب سے زیادہ شریف علم اون کے نزدیک وہ ہی جسے پولیٹیکل سائنس یا پالیٹکس کہتے ہین۔ اس علم مین سلطنت کی طرز اور اوسکے اصول سے بحث کی گئی ہے یعنے سلطنت کی کیا کیا مختلف صورتین ہوسکتی ہین اور ہر ہر صورت کے حسن و قبح کیا ہین اور کونسی صورت کس حالت مین مفید ہوسکتی ہے۔

اس علم کی ابتدا مثل اور اکثر علوم کے جو ہم تک پہنچے ہین تقریباً اب سے ڈھائی ہزار برس پہلے یونان مین ہوئی۔ یہہ بھی کچھہ عجب طرح کی سرزمین تھی یہان علم کا جو بیج بویا گیا وہ بے پھولے پھلے نرہا۔ یہان کے باغ علم و ہنر کے سبزہ زار اور گل بوٹے کیسے ہونگے کہ آج دو ہزار برس کے بعد بھی اونکا دیکھنا ہماری آنکھون کو ٹھنڈا کرتا ہے اور اونکی مہک ہمارے دل کو تازہ کرتی ہے اور ہمارے دماغ کو قوی بناتی ہے۔

اسی باغ یونان کا ایک سربرآوردہ درخت یہہ ہے جسکا ذکر ہمنے چھیڑا ہے۔ سقراط نے اور پھر افلاطون اور ارسطو نے اسکی نگہبانی کی تھی اور انہین بزرگون کی ریاضت کا یہہ ثمرہ تھا کہ اس مین بے شمار پھول لگے اور پھل آئے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم ایشیا والے مثل یورپ اور امریکہ والون کے اس کی بہار نہ لوٹ سکے۔ اور سچ پوچھو تو یورپ مین

بہی اسکی وہ قدر نہ ہوئی جو امریکہ مین ہوئی۔

ہم کہہ چکے ہین کہ پولیٹیکل سائنس کا موضوع سلطنت ہے اسکا جاننے والا یہہ تبلائے گا کہ سلطنت کسے کہتے ہین سلطنت کب اور کیونکر وقوع مین آئی سلطنت کے فرایض کیا ہین سلطنت کتنے قسم کی ہوتی ہے اور انمین سے کس قسم کی سلطنت کن حالتون مین اپنے فرایض پورے پورے ادا کرسکتی ہے ان امور مین بحث عقلی بہی ہوسکتی ہے اور نقلی بہی مگر ہمکو چونکہ بہت زیادہ اختصار منظور ہے اسلیئے ہم ان بحثون کو علیحدہ نہین کرینگے۔

پہلا سوال یہہ ہے کہ سلطنت کسے کہتے ہین۔ سلطنت کے لیئے کون سے امور لازم ہین

اوّل سلطنت کے لیئے ایک کثیر مجمع کا ہونا ضروری ہے مگر یہہ مجمع ایسا ہو کہ اس کے افراد کا طرز معاشرت خیالات زبان گزشتہ تاریخ سب ایک ہی ہو اور انکی آپسمین ہمدردی ہو ایسے مجمع کو قوم کہتے ہین۔

دوسری ضروری چیز یہہ ہے کہ اس مجمع کے بود و باش کی ایک خاص جگہہ ہو یعنی اسکا کوئی شہر یا دیس ہو۔

تیسری یہہ کہ اس مجمع کے آپسمین حاکم و محکوم کا تعلق پایا جاتا ہو خواہ ایک حاکم اور سب محکوم ہون مثلاً الحکومۃ التفخیمیہ یا چند حاکم اور سب محکوم ہون مثلاً الحکومۃ الاشراف یا سب حاکم اور سب محکوم ہون مثلاً الحکومۃ العوامیہ۔

ان امور کے متعلق ہمکو آیندہ تفصیلی بحث کرنیکا موقع ملیگا۔

دوسرا سوال یہہ ہے کہ سلطنت کی ابتدا کیونکر ہوئی؟

سلطنت کی ابتدا خاندان سے ہوئی یعنے ابتدا اگر گھر گویا پائے تخت تہا باپ بادشاہ تہا اور اوسکی اولاد اوسکی رعایا۔ چنانچہ بہت سی موجودہ اقوام کی قدیم تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک

زمانہ مین باپ کو اپنی اولاد کے جان ومال پر پورا اختیار رہتا اور باپ کی حکومت اپنی اولاد پر شاہانہ حکومت تھی۔ اسکے بعد یہہ ہوا کہ باپ اگر بزرگ خاندان ہو تو وہ نہین تو جو بزرگ خاندان ہو وہ حاکم ہو۔ اسکے بعد جب خاندان کا دائرہ وسیع ہوا ایک گھر کے کئی گھر ہوے اور ہر گھر کا ایک بزرگ تو اوسوقت ان تمام بزرگوارون مین جو سب سے بزرگ تر ہوا اوسے قبیلہ کی سرداری ملی لیکن اس تغیر مین یہ ہوا کہ بزرگی بسال نہ رہی بلکہ بزرگی بقوت وجرارت ہوگئی کیونکہ وہ دن لڑنے کٹنے کے دن تھے ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے ہر وقت روبہ جنگ تہا اس لئے ہر قبیلہ کی عافیت اسمین تہی کہ ایسا شخص سردار بنے جو بُرے وقت کام آسکے جو سب کے جان ومال کی حفاظت کرسکے جسکی ذاتی قوت ایسی ہو کہ سب اوس سے ڈرین اور جو لڑائیون مین فتمندی کا باعث ہو۔ اسکے بعد جب خاندان کی طرح قبیلہ کا دائرہ وسیع ہوا یا یون ہوا کہ کوئی قبیلہ بہت قوی ہوا اور اوسنے دوسرے قبیلون پر فتح پائی تو ان قبیلون سے قومین بنین چھوٹی ریاستون سے بڑے شہر بنے اور بالآخر سلطنت کا ظہور ہوا۔

سلطنت کی ابتدا اور اوس ابتدا کی درجہ بدرجہ ترقیان جو بیان ہوئین انمین علمانے اختلاف کیا ہے اور بہت سے مختلف طریقہ بیان کئے ہین جو زیادہ ترخیالی ہین یہہ طریقہ جو مذکور ہوا یہہ نہ صرف قرین قیاس ہے بلکہ تاریخی واقعات کے موافق بہی ہے۔

تیسرا سوال یہہ ہے کہ سلطنت کے فرایض کیا ہین؟

(باقی آیندہ)

سید امیر علی

مادۂ اجسام کی تحقیق

کالبد انسانی مین جسکو عالم صغیر کہا جاتا ہے عقل خداداد آفتاب ہے جو انسان کے دل و دماغ بلکہ تمام دنیا کو اپنے نور سے روشن کئے ہوے ہے اور یہی وہ آفتاب جہان تاب ہے جو تمام موجودات سفلی و علوی کے مابہ الاشتراک و مابہ الامتیاز مین تفریق کر دیتا ہے جسکے حسی معلومات کے آلات حواس ظاہرہ و باطنہ ہین۔

بحواس ظاہرہ وہ ان محسوسات کا معاینہ کرتا ہے جو مشاہدہ مین آسکتے ہین اور بحواس باطنہ مشاہدات کے ان جزی اوصاف و معانی کا معاینہ کرتا ہے جو بحواس ظاہرہ نہین محسوس ہو سکتے اور جب محسوسات کا معاینہ کر چکتا ہے تو ان سے کلیات کو اخذ کر کے قسم قسم کے کلی احکام مترتب کرتا ہے اور ان احکام کو باہم ترتیب دیکر عجیب و غریب نتایج نکالتا ہے اور ہر قسم کے مجہولات کو اپنے معلومات مین غور و فکر کر کے دریافت کرتا ہے جسکی وجہ سے اسکے معلومات کی ترقی کسی حد پر محدود نہین رہسکتی اسی وجہ سے اس عقل خداداد کو عربی مین ناطق کہتے ہین یعنے کلیات کا جاننے والا۔

اور اسی غیر محدود ترقی کے باعث انسان کو تمام موجودات عالم پر شرف ہے اور کرہ زمین پر جو اسکو عمران و تمدن حاصل ہو سکتا ہے۔ دوسرے حیوانات کو نہین حاصل ہو سکتا کیونکہ یہہ وہ نور خداداد ہے جو ہر شی کی تہ پر پہنچنے کا قصد کرتا ہے اور اکثر تہ پر پہنچکر اسکی ماہیت حقیقت کو دریافت کر لیتا ہے اور اس سے اپنے مقاصد و اغراض کو حاصل کرتا ہے اور قسم قسم کے نئے نئے تدابیر بغرض عمران و تمدن بہم پہنچاتا ہے اور کبھی چوک بھی جاتا ہے جسکا سبب یہہ ہے کہ محسوسات باطنہ ظاہرہ کے معاینہ کرنے مین اسکا بڑا رہبر حس وہم ہے جو اسکی حسی سلطنت کا بڑا مشیر و وزیر ہے اور حسی معاملات مین عموماً اسی کی تجویز پر وہ احکام نافذ کرتا ہے اور اسکی

تجویز کو قابل اعتماد و وثوق تصور کرتا ہے اور چونکہ حس و ہم اسکا وزیر ہے تو حس و ہم عقل کے خانگی و صرف خاص کے معاملات مین بھی دخل در معقولات کے طور پہ اپنی تجویزین اسکے سامنے پیش کرکے احکام محسوسات کو معقولات کے متعلق اور احکام معقولات کو محسوسات کے متعلق نافذ کرا دیتا ہے جسکی وجہ سے عقل انسانی دھوکا کھاکے غلط احکام نافذ کر دیتی ہے۔

چونکہ بدو فطرت مین انسانی نفوس کو محسوسات ہی سے سابقہ پڑتا ہے جو بدن انسانی کے مربی ہین لہذا اکثر نفوس انسانی کے معلومات محسوسات ہی مین محدود رہتے ہین اور وادی حسی سے آگے نہین بڑھ سکتے اور انکی تحقیق و تنقید کا دایرہ عموماً حواس ظاہرہ ہی کے ادراکات مین محدود رہتا ہے بلکہ بہتون مین تو تحقیق و تنقید کا مادہ بھی نہین ہوتا۔

اور خصوصات مین بھی تقلید کا طوق زرین اپنے گلے سے نہین نکال سکتے نہین نہین بلکہ اسی حلقہ کو اپنا زیور و در نادرہ کا بار خیال کرتے ہین مگر دو قسم کے انسان حکمت کا زیور پہنے ہوئے ہین وہ ایسی مصنوعی زیب و زینت کو ہرگز پسند نہین کرتے اور اپنی تحقیق حقیق و تنقید اور تدقیق سے کام لیتے ہین چنانچہ ان اجسام مرکبہ کی نسبت جو عناصر اربعہ سے بنتے ہین محققین حکماء قدیم نے اپنی تحقیق سے یہہ ثابت کیا ہے کہ وہ دو قسم کے ہین ایک وہ جن مین فطرۃً مزاجی کیفیت حاصل ہوجاتی ہے جنکی تین قسمین ہین۔ جمادات۔ نباتات حیوانات جنکی آخری قسم (حیوانات) متحرک بالارادہ ہے اور پہلی دونون سے بالطبع ساکن اور دوسری کمال نشوونما تک تینون اقطار مین متحرک بالطبع ہے۔

دوسرے وہ جن مین فطرۃً مزاجی کیفیت حاصل نہین ہوتی جسکی وجہ سے وہ بن کر جلد بگڑ جاتے ہین اسی وجہ سے انمین عناصر کی باہمی آمیزش سے جو کیفیت حاصل ہوتی ہے اسکو وہ امتزاج کہتے ہین نہ مزاج اور یہ وہ مرکب اجسام ہین جو بموجب قدیم تحقیق کے زمین و آسمان کے

درمیانی فضائین پیدا ہوتے ہین جیسے ابر۔ باران۔ برف۔ اولا۔ آندہی۔ شہاب ثاقت
دم دار ستارے۔ نیزون کی شکل کے ستارے گیسوؤن کی شکل کے ستارے۔ ہالہ۔
کسوف۔ قوس۔ زلزلہ۔ شبنم وغیرہ جنکے ترکیبی اجزا صرف عناصر ہین اور ان مین جو کچھ
حرکت ہے وہ طبعی یا قسری ہے۔ اور حکمائے قدیم کے نزدیک براہین قطعیہ سے جو امر ثابت
ہوا ہے وہ صرف یہہ ہے کہ حیوانات کی حرکت یا فلک الافلاک کی رفتار جسکی مقدار ۲۴ میل
گھنٹے ہے ارادی حرکت ہے اور بعض کا یہہ خیال بھی ہے کہ افلاک و سبع سیارہ و فلک ثوابت
بلکہ سبع سیارہ کی ذاتی رفتار بھی ارادی ہے مگر حکمائے قدیم و جدید مین سے کسی نے بھی نہین
کہا کہ کائنات الجو سے کسی جسم کی رفتار ارادی ہے چہ جائے کہ شہاب ثاقب کی حرکت
ارادی طور نظیر یا استدلال پیش کیجائے اور کیونکر کوئی یہہ خیال کر سکتا ہے درانحالیکہ کائنات الجو
کو کیفیت مزاجی تک تو حاصل نہین اور نہ وہ صورت جو انکی ترکیب کی محافظ ہے پھر
ان سے نفوس ناطقہ کا تعلق کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔

رہے کواکب سیارہ انکی نسبت حکمائے قدیم کے مختلف خیالات ہین۔ اشراقیین سے
بعض کا یہہ خیال ہے کہ ان سبکا مادہ جسکو دوسرے لفظون مین ہیولائے اولی کہتے
ہین۔ ہے تو ایک بسیط شئے لیکن وہماً یا فرضاً اسکی قسمت متصور ہے اور تمام اجسام
مین وہ ایک ہے اور ہر قسم کی مقدار و شکل و شمائل کی قابلیت رکھتا ہے۔

اور بعض یونانیین کا یہہ خیال ہے کہ وہ ایسے جواہر ہین جو وہماً و فرضاً بھی منقسم نہین
ہو سکتے اور یہہ وہی مسلک ہے جسکو متکلمین حکما نے اختیار کیا ہے۔

اور حکیم ذی مقراطیس کا یہہ خیال ہے کہ وہ مادہ ہے تو متعدد جواہر کا نام مگر ہر ایک ان سے
وہماً و فرضاً منقسم ہو سکتا ہے اور سب کی حقیقت ایک ہے یہ وہی مسلک ہے جسکو جدید

حکمائے یورپ نے اختیار کرکے اپنی تحقیق کے نام سے موسوم کیا ہے حالانکہ انکی تحقیق صرف اسی قدر تبلا سکتی ہے کہ جو آلات انکے پاس مہیا ہین وہ عناصر کی قسمت فکی کو اس حد تک پہنچا سکتے ہین کہ پھر آیندہ ان آلات سے انکی قسمت فکی نہین ہوسکتی جس سے ہر صاحب بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ یہہ قسمت فکی کا اختتام قصور آلہ کا سبب ہے اس سے یہہ نہین ثابت ہوتا کہ فی ذاتہ ان اجسام مین آیندہ فک وتحلیل کی قابلیت نہین ہے۔

مشائیین حکما کا یہہ خیال ہے کہ عناصر و افلاک کے مواد اولی داخل ہین ایک تمام عناصر کا مادہ اور افلاک کے نو مادے

لیکن تمام اہل مذاہب کا اسپر اتفاق ہے کہ مادہ اولی کی ایک ہی خاصیت ہے یعنی وہ ہر صورت ومقدار وشکل وفصل وصل کو قبول کرسکتا ہے اور بجز قابلیت کے اس مین کوئی دوسرا وصف نہین ہے اور دوسری کیفیتین اس مین طبیعت حاصل ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہین اور کشش وہ شئے ہے جسکو قدیم حکما طبعی میلان کہتے ہین اور جدید حکما کشش برقی کے نام سے موسوم کرتے ہین۔

حکما قدیم کے نزدیک یہ امر ثابت ہے اور عموماً یہی دیکھا بھی جاتا ہے کہ کائنات الجو کی ترکیب بخارات ودخان سے ہے جو اجزاء ارضیہ ونار یہ یا اجزاء مائیہ وہوائیہ سے مل جلکر بنتے ہین پھر صعود کرتے ہین اور جو بارد ہین یا ابھار مین جاکر ابر۔ بادل۔ برف شہاب ثاقب یا دم دار ستارے یا نیزونکی شکل یا گیسونکی شکل کے ستارے بنجاتے ہین اور بعد تحلیل کے یہی دیکھا بھی جاتا ہے کہ ان سے اجزاء ارضیہ سخت سخت اور نار یہ یا ہوائیہ ومائیہ وغیرہ نمودار ہوتے ہین اور جدید تحقیق بھی بعد تحلیل کے صرف اسی قدر تبلاتی ہے مگر وہ اپنی اصطلاح مین اونکو دوسرے نامون سے موسوم کرتے ہین۔

سید نادر الدین

خوشی و غم

خوشی و غم دو متضاد وجدانی کیفیتین ہین انکی حقیقت سے آگاہ ہونا تو نہایت مشکل امر ہے تاہم کوئی فرد بشر ایسا نہ ہوگا جو خوشی و غم سے ناواقف ہو یا کبھی خوش اور مغموم نہوا ہو یا اوسنے دوسرون کو خوش اور مغموم نہ دیکھا ہو۔

جسطرح دیگر اشیا ہم کو عزیز ہوتے ہین اسیطرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ہم یہہ چاہتے ہین کہ سرمدی خوشی ہمین حاصل ہو کسی وقت غم سے پیچھا چھوڑانیکی کوشش سے غافل نہین ہوتے مگر جسطرح امید و یاس کا وجود ایک ساتھہ رہتا ہے بلکہ یاس سے امید اور امید سے یاس پیدا ہوتی ہے ایسے ہی خوشی و غم کا حال ہے کبھی ہم خوش ہوتے ہین اور آرزو ہوتی ہے کہ ہمیشہ خوش رہین مگر بہت جلد ہمکو مغموم ہوجانا پڑتا ہے۔

اگر غور سے کائنات کی ہر شئے کو ہم دیکھین اور اپنی حقیقت سے بھی آگاہ ہون تو یہہ کہنا کچھہ مشکل نہین ہے کہ انسان کے لئے خوشی اور غم ضروری اور لازمی ہین جس سے وہ علیحدہ نہین ہوسکتا۔ انسان جامع الکمالات نہین ہے بلکہ وہ اپنی ابتدائی زندگی مین کوئی کمال نہین رکھتا۔ ہان وہ اپنی سعی سے حصول کمال کرتا ہے اور بہت کچھہ حاصل بھی کرلیتا ہے۔ لیکن کیا اگر اسے صاحب کمال ہونیسے خوشی نہوتی تو وہ کمال پیدا کرنیمین جان توڑ کوشش کرتا کبھی نہین۔ حقیقت مین وہ حصول کمال کے پردے مین خوشی کو ڈھونڈھتا ہے اور غم سے محفوظ رہنے کا سامان بہم پہونچاتا ہے۔ اسی پر کیا منحصر ہے ہم اپنے ان تمام افعال و حرکات پر نظر ڈالین جو شب و روز ہم سے صادر ہوتے ہین۔ تو وہ بھی دراصل خوشی اور غم ہی پر ختم ہوتے ہین۔ اگر ہم اپنے مقاصد مین کامیاب نہوے تو جو کیفیت طبیعت پر طاری ہوتی ہے وہ غم کی ہوتی ہے اور یہہ اکثر ہوتا ہے کیونکہ جو کچھہ ہم کرتے ہین یا کرنا چاہتے ہین کچھہ ضرور

نہین ہے کہ وہ خیالات پورے بہی ہوجائین اور ہم فائز المرام ہون بلکہ اکثر ہماری تمام کوششین رائیگان جاتی ہین۔ جو کچھہ ہمارے ذہن مین تھا اس کے برعکس ظہور مین آتا ہے جسکی وجہ سے ہم پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے۔

خود ہماری ہستی غم کی بڑی دلیل ہے۔ خاک۔ باد۔ آب۔ آتش کی یکجائی طبعی نہین ہے یہہ عناصر از خود اپنے اپنے اصلی مقامات کی طرف جانا چاہتے ہین۔ اور آخر وہ چلے ہی جاتے ہین کیا ہم اسے گوارا کرتے ہین کہ ہماری ہستی یون مٹے لیکن یہہ خواہش کبہی پوری نہین ہوسکتی بلکہ ہماری خواہش کے خلاف یہ مجلس درہم برہم ہوجاتی ہے پس سمجھنا چاہیئے کہ دوسرے غم جو آئے دن پیش آتے رہتے ہین وہ عارضی اور آنے جانے والے ہوتے ہین لیکن اپنے مٹ جانیکا غم جبتک ہمارا وجود ہے دائمی طور پر رہتا ہے۔ پس ہماری ابتدا اور انتہا خود غم کی دلیل ہے۔

خوشی اور غم کا دارومدار کوشش کا نتیجہ ہی نہین ہے بلکہ بہت سے ایسے واقعات زندگی مین گزرتے ہین جنہین ہماری طبیعت مکروہ سمجھتی ہے اور خاطر منقبض ہوجاتی ہے اور اس کا اثر دل و دماغ پر ایسا گہرا پڑتا ہے کہ غم کی گہٹا چہا جاتی ہے اگرچہ یہہ واقعات ہماری وجہ سے نہ پیدا ہوے ہون پہر بہی ہم اس سے نہایت درجہ متاثر ہوتے ہین۔ بدین وجوہ ہم غم اور خوشی کے اسباب کو اکٹہا کرکے پیش نہین کرسکتے۔ ہماری احاطہ قدرت سے یہہ امر باہر ہے کہ ہم اسکے ذرائع کو مجموعہ کی صورت مین دکہائین۔

امید اور یاس سے خوشی اور غم کا تعلق زیادہ ہے کیونکہ امید کی سرسبزی خوشی کو اپنی طرف کہینچتی ہے اور یاس کا اثر غم کی طرف منتہی ہوتا ہے اسی وجہ سے امید و یاس کو خوشی اور غم کا ہم پیش خیمہ سمجھتے ہین۔

یہہ نہایت صحیح ہے کہ بیشتر خوشی اور غم کے باعث خود ہمارے افعال اور حرکات نیز خیالات ہوتے ہین لیکن اسمین کچھہ شک و شبہہ نہین کہ خوشی اور غم کا وجود بہت سی ضرورتون کو پورا کرتا ہے ہمارا یہہ خیال ہے کہ تمدن اور معاشرت کی تمام مراتب خوشی اور غم ہی کی بدولت پیدا ہوئے ہین۔ اگر غم کے دور کرنے کی کوشش نہ کیجاتی تو یہہ مشکل تہا کہ زندگی ہمکو عزیز معلوم ہوتی اور دنیا کی زیبایش اس قدر ہوجاتی جیسا کہ ہم آج دیکھہ رہے ہین۔ اس سے خوشی کی ضرورت بآسانی سمجھہ مین آسکتی ہے۔

ہم یہہ لکھہ چکے ہین کہ خوشی اور غم کا اثر دل و دماغ پر بخوبی پڑتا ہے مگر ساتھہ ہی ہم اس امر کو فراموش نہین کرسکتے کہ خوشی اور غم کا اثر دفعتہً زایل نہین ہوسکتا۔ ہمکو مدتون وہ باتین یاد رہتی ہین جسکی بدولت خوشی کی پیش بہا دولت ہم نے پائی تہی اور جسوقت اس کا خیال آگیا کم سے کم وہی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے جو پہلے پہل اس کے معلوم ہوتے وقت پیدا ہوی تہی۔ غم کو لیجئے جو آواز غمگین کرنے والی ہمارے کانون مین آتی ہے یا جو امور ہمارے پیش نظر ہوتے ہین۔ جن کا نتیجہ غم ہوتا ہے وہ دل سے نکلتے ہی نہین کسی اہم سے اہم کام مین اپنے آپ کو مصروف کردیجئے لیکن وہ کیفیت یاد آکر تازہ ہوجاتی ہے جو عرصہ ہوا ہم پر گزر چکی تہی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خوشی اور غم کی تاثیر دیرپا ہوتی ہے۔

بعض وقت دفعتہً ایسی خوشی پیدا ہوجاتی ہے جس کی توقع ہمین پہلے سے نہ تھی ایسی مسرت سے جو کیفیت اور چہرے پر جو اثر ظاہر ہوتا ہے وہ غیر معمولی کہا جاسکتا ہے اسوقت آدمی پھولے نہین سماتا پھر ایسا ہی موقع آہی جاتا ہے جو ہم کو پژمردہ اور پریشان بناکر صاحب فراش کردیتا ہے یہہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ صرف غم کی

تاثیر انسان کا خاتمہ کردے پس ان وجوہ سے ہم بلا تامل کہہ سکتے ہین کہ خوشی اور غم کو ہماری صحت جسمانی مین بہت بڑا دخل ہے ایسا دیکھا بھی گیا ہے کہ جو لوگ ہر وقت اپنے آپ کو خوش رکھتے ہین۔ انکی تندرستی بہ نسبت اس شخص کے جو ہر وقت غم مین گھرا ہوا ہو اور اس کا قلب غم سے متاثر ہوا چہی رہتی ہے۔ چونکہ غمگین شخص کا تصور ہر وقت انہین اسباب سے متعلق رہتا ہے جس سے وہ غمزدہ ہوا ہے اسلئے وہ تندرستی کو کسیطرح قایم نہین رکھہ سکتا نہ وہ صحت کی کچھہ پروا کرتا ہے۔

جسطرح ہر شئی مین کئی مرتبہ ہوتے ہین۔ اسی طرح خوشی کے بہی چند درجہ ہین ایک خوشی شخصی ہوتی ہے یعنے وہ اسباب اور ذرایع جو خوشی کا باعث ہین ایک ہی شخص سے مختص ہون۔ جنکا اثر کسی دوسرے سے متعلق نہو۔ مثلاً ایک شخص نہایت آرام اور فراغ حالی سے اپنی زندگی بسر کرتا ہے وہ خوش ہے اور اس کو خوش ہونا بہی چاہیئے لیکن اس زندگی کا دائرہ اسی کی ذات پر منحصر ہے وہ اپنی قوم اور خاندان کی پروا کچھہ نہین کرتا۔ ایسی خوشی اس قوم مین اکثر ہوتی ہے جو قوم اور خاندان کے حقوق سے ناواقف ہو تہذیب اور شایستگی کے دائرے سے خارج ہو۔ دوسری ایک جمعیت اور قوم کی خوشی ہے یعنے ہر شخص اسبات سے خوش ہو کہ اس خوشی کی وجہ سے اس کی قوم کی اچہی حالت ہے۔ یا اسکے خاندان کے لوگ خوش ہین۔ یہہ مادہ اس قوم مین پیدا ہوتا ہے جو اپنے حقوق سے کامل آگاہ ہو مہذب اور شایستہ ہو۔

درحقیقت خوشی وہی ہے جس کا اثر ایک گروہ اور جماعت سے متعلق ہو۔ ایک شخص کی خوشی بہی کوئی خوشی ہے۔ جب کہ اس کا دوسرا بہائی رنج و مصیبت مین مبتلا ہو۔ یہہ تو نہایت درست ہے کہ شخصی خوشی سے قومی خوشی حاصل ہوتی ہے لیکن اس فایدہ کے

کے حاصل کرنے کے واسطے بھی ضرورت ہے کہ روشن خیال اور ہمدرد لوگ ہون جو اپنی خوشی کا
اثر دوسرون تک پہونچا سکین۔ ورنہ قومی حقوق کی نگہداشت جو ہر شخص سے متعلق ہے پوری
نہین ہوسکتی۔ ہمکو بعد غور و تامل ضرور ماننا پڑیگا کہ خوشی اور غم کی قوت زود اثر ہونیکے
علاوہ نہایت پرزور اور قوی ہے جو ایک عالم کو بدلکر دوسرا عالم پیش کردیتی ہے مگر اس امر پر
غور کرنا اور یہہ ظاہر کرنا کہ خوشی اور غم کا اثر گو بہت سی حیثیتون سے ایک ہی مرتبہ پر
ہے انمین سے ہمارے قلب پر خوشی کا اثر زیادہ محسوس ہوتا ہے یا رنج کا آسان نہین ہے مگر
دلچسپی سے کسیطرح خالی نہین۔

چونکہ ادنی سے اعلی گروہ تک خوشی اور غم سے خالی نہین اور ہر شخص اپنے خیالات کے
موافق خوش اور غمگین ہوتا ہے اسلئے ہر شخص اپنی جگہہ پر اس ما بہ الامتیاز اثر پر غور کرسکتا ہے
ہم جہان تک غور کرتے ہین تو ہم کو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ غم بہ نسبت خوشی کے زود اثر اور زیادہ
ہوتا ہے چونکہ انسان کی طبیعت نہایت کمزور ہے اور ہر وقت اس کو اندیشہ خواہ وہ کتنا ہی
معمولی کیون نہو لگا رہتا ہے کہین کوئی مضرت رسان واقعہ نہ گزرے اسلئے یہہ طبعی بات
ہے کہ اگر کوئی سانحہ غم افزا پیدا ہوجائے تو اسکا اثر انسانی طبائع زیادہ قبول کرتے ہین
کیونکہ جن بات کا دھیان پہلے ہی سے ہوا اور بعد مین وہ سامنے آئے تو قلب اس کے اثر کو بہت
جلد قبول کرلیتا ہے۔ گویا غم کا ظہور مکرر ہوجاتا ہے۔

غرضکہ غم سے ہمکو بہ نسبت خوشی کے زیادہ سابقہ پڑتا ہے اگرچہ خیال مین ہم ایسی قوت
بھی پاتے ہین۔ جو اس حالت مین بھی خوشی کی باتین سجھاتی ہے مگر غالب حصہ غم کا خوشی
کی جھلک کو بڑھنے نہین دیتا۔

جو لوگ حوادث زمانہ کی پروا نہین کرتے۔ اور غم کے اثر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہین

وہ اس حفاظت مین یکتا اور یگانہ ہین مگر ایسے لوگ نادر الوجود ہین۔ شاذونادر کوئی دل رکھنے والا شخص مل سکتا ہے جو غم واندوہ سے متاثر نہو۔

عرب کا ایک قدیم شاعر اپنی سختی کی توصیف کرتے ہوے کہتا ہے "حوادث زمانہ کبھی ہمین گھیرتے ہین تو انہین معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسے سیاہ اور بلند کوہ کی سلون پر تیر لگا رہے ہین جسکی چوٹی ابر کو پھاڑتی ہوئی اوپر نکل گئی ہے"۔ ہم کہہ نہین سکتے کہ یہہ شاعرانہ تعلی ہے یا واقعی امر ہے کیونکہ واقعات سے متاثر نہونا قوت بشری سے قریب قریب ناممکن ہے چنانچہ ایک شاعر مصائب سے تنگ آکر کہتا ہے۔

جو میری حاجتین ہین ساری مصیبتین ہین　　نکبت کی ابتدا ہون مشقت کی انتہا ہون
صیاد حادثے کا کرتا ہے میرا پیچھا　　مرغ بریدہ پر ہون صید شکستہ پا ہون

صدیق احمد

نظم

رباعیات

از جناب خواجہ محمد باقر صاحب شیدا لکھنوی

یہ سوز درون یہہ اشکباری کبتک　　یہ درد جگر یہہ بیقراری کبتک
اکدن دو دن کہ تا قیامت آخر　　معلوم تو ہو جناب باری کبتک

وله

یہہ سوز درون یہہ جان گدازی کبتک　　آخر ہوگی نہ چارہ سازی کبتک
بس جان بلبم زراہ لطفے کرمے　　اے بندہ نواز بے نیازی کبتک

LIB
HYGENA

ولہ

آئینۂ حسنِ ازل آدم ٹھہرے — آخر مین وہی سب سے مقدم ٹھہرے
جب عکسِ دوئی دُور ہوا صورتِ روح — انجام کو دیکھا تو وہی ہم ٹھہرے

ولہ

عقبیٰ کہو کیا چیز ہے دنیا کیا شے — کی فکر ہو ثابت کوئی شیدا تا شے
با این ہمہ جب غور سے دیکھا ہمہ ہیچ — کہنے کو ہر ایک چیز ہے اِلّا لاشے

ولہ

ہر سمت تو ہی تو ہے میرے ہرجائی — کس رُخ نظر آئی نہ تری رعنائی
مین کیا کہون کیا رمز ہے اللہ اللہ — ہے پردہ دوئی کا آئینہ یکتائی

ولہ

گوہر مین دکھاؤن آبداری تیری — جوہر مین بتاؤن دستکاری تیری
تصویر مین آئینہ ہے تیری صنعت — آئینے مین تصویر ہے ساری تیری

ولہ

آئینۂ نیون حُسن ترا ہو کے رہون — ہون عکس تیرا جلوہ نما ہو کے رہون
ہے میری تیری رابطۂ سایہ و شخص — ممکن نہین ہون تجھسے جدا ہو کے رہون

ولہ

ہان ابرون کی نیمچہ بازی دیکھی — مژگانون کی بہی دست درازی دیکھی
لیکن تری آنکھون نے تو مارا بے موت — انکی تو غضب کرشمہ سازی دیکھی

ولہ

دل سا کوئی دوستدار ہونا مشکل　　دل سا کوئی غمگسار ہونا مشکل
فرقت میں مرے ساتھ برابر جھیلا　　کیا یار ہے ایسا یار ہونا مشکل

ولہ

ناچیز کو ہو وقار ہونا مشکل　　بیقدر کا اعتبار ہونا مشکل
اول نہ اول ہے اور ہے اعلیٰ اعلیٰ　　دل اپنا پسند یار ہونا مشکل

ولہ

دل دیکے اب اسبات کا رونا کیا ہے　　منہ شمع صفت اشکوں سے دھونا کیا ہے
اس بات کا رونا ہے کہ معلوم نہیں　　انجام اس آغاز کا ہونا کیا ہے

ولہ

افسوس کسی نے نہ یہہ پوچھا۔ شیدا　　جیتا ہے کہ مرگیا ہے کیسا۔ شیدا
جب ہونگے نہ ہم تو سب کو یاد آئینگے　　اُسوقت کہینگے ہائے شیدا شیدا

قیس و لیلےٰ

(منتخبہ جناب شوکتِ بلگرامی)

اے ناقۂ لیلےٰ دو قدم راہ غلط کر	مجنونِ زخود رفتہ کبھو راہ پر آئے
مرگِ مجنون سے عقل گم ہے میر	کیا دوانے نے موت پائی ہے
فلک پر چاند کو مجنوں نے جب دیکھا تو یہ سمجھا	کہ لیلےٰ جھانکتی ہے منہ نکالے اپنے محمل سے

دیدۂ مجنون جہان مین ہے اک دل غافل نہین
ورنہ خالی روئے لیلے سے کوئی محمل نہین

ہرچند کہ ہے تیز بہت ناقۂ لیلےٰ
مجنون بھی چلا آتا ہے محمل کے برابر

تہ و بالا کیا صحرا مین ایسا آہو مجنون نے
کبھی محمل ہے ناقہ پر کبھی ناقہ ہے محمل پر

کیا کیا بگولے اُٹھتے ہین مجنوں کی خاک سے
دوڑا رہی ہے صاحب محمل کی آرزو

لکھے کی کیا خبر تہی یہ کون جانتا تہا
لیلے کے ساتھ پڑ کر مجنون خراب ہوگا

دریا بہایا نجد مین آنکھون سے قیس نے
چلتا نہین ہے ناقۂ لیلےٰ کسطرح

یہ جذبِ عشق دیکھو خاک اُڑاتا جب چلا مجنون
جہان کچھ گرد بیٹھی ناقۂ لیلےٰ نکل آیا

فیصلہ کر رہے ہین مجنون کا
بیچ پڑ کے پردے محمل کے

فسانہ رہ گیا عشق و محبت کا زمانے مین
نہ مجنون ہے نہ لیلےٰ ہے نہ ناقہ ہے نہ محمل ہے

گیا طوفِ حرم کو قیس تو آواز یہ آئی
ارے نادان یہ لیلےٰ نہین لیلےٰ کا محمل ہے

لاکھون اُس لیلےٰ کے دیوانے ہین عشق مین
ایک مشتِ استخوان کا نام مجنون رکھدیا

جب قیس غش کھا کر گرا رو کے لیلےٰ نے کہا
ای ناتوان مجنون میرے آیا تہا کیون محمل کے پاس

نئی معراج پائی ہے غبارِ گورِ مجنون نے
بگولا جو اُٹھا قبہ بنا لیلےٰ کے محمل کا

مرقدِ قیس اب تک بھی تو خارِ صحرا ہے
انگلیون سے یہ بتاتے ہین وہ محمل آیا

چیتھڑے وے ہین قیس نے اشکون سے بھیجے ہر طرف
اُڑ کر غبار کاروان پہونچا ہے جب محمل کے پاس

ہے قیس کا تو شوق زمانہ پہ آشکار
کیا جانے کوئی صاحبِ محمل کی آرزو

تغافل چاہیے اے قیس تجکو ایسے موقع پر
ابھی جھنجلا کے لیلےٰ پردۂ محمل سے نکلے گی

کسطرح کہون قیس ترے دل کو لگی ہے
نالون سے کبھی آگ بھی محمل کو لگی ہے

پس پردہ بھی لیلےٰ ہاتھ رکھ لیتی ہے آنکھون پر
غبارِ ناتوانِ قیس جب محمل سے ملتا ہے

بکھری ہوئی ہے زلف مرے دل کے سامنے
لیلے پچھاڑ ین کہانی ہے محمل کے سامنے

گر دہ ہو کے جا لپٹ اے قیس
پیچھے پڑنا تو سیکہ محمل کے

فکر لیلے مین زخود رفتہ ہیون قیس غریب
کہ جسے یاد نہین نجد و وطن کسکا ہے

نازک سے پردے محمل لیلے کے کچھ نہین
یہہ قیس کا غبار ہے پردہ دار ہے

مجنون کی خاک اڑانیسے افزون ہوا ملال
صحرا کی گرد سب دلِ لیلے مین بھر گئی۔

عاشقون ہی پر ہے سارا زور تیرے مجنون
قیس دیوانہ ہوا لیلی نہ دیوانی ہوئی

گھبرائے ہوئے پھرتے ہین وہ دلسے نکلکر
لیلے بہی پریشان ہے محمل سے نکلکر

مکتب مین بیحجابی لیلے تو دیکھیے
واقف نہین کہ قیس کو سودا ابہی سے ہے

سلسلہ چاک گریبان کا کہان تک پہونچا
ساتہ ہی قیس کے لیلے کی بہی رسوائی ہے

عشق نے بدلے ہین دنیا مین ہزارون بہروپ
رنگ لایا کہین مجنون کہین لیلے بنکر

قیس بیچین ہے پردے کو الٹ دے لیلی
دلکا پردہ جو اٹہا پردہ محمل کیا ہے

ساربان ظالم نے ناحق کہدیا محمل مین ہے
آجتک مجنون سمجہتا تہا کہ لیلے دلمین ہے

تمام دشت کی مجنون نے چھان ڈالی خاک
کہین وہ چوکڑی بہرتا ہوا غزال نہتا

مجنون پہونچ گیا یون ہی لیلے کے شہر تک
حالِ فراق کہتا ہوا ساربان سے

قیس کے ملبوس عریانی پہ لیلے رو پڑی
جا بجا پیوند دیکہا زخم دامن کا

کیا دیکہہ لیا قیس نے کہتا ہی جو سب سے
لیلے مری آنکہون مین ہے محمل مین نہین ہے

تذکیر و تانیث

اردو مین تذکیر و تانیث بہی بڑے جہگڑے بہری چیز ہے اور اسکے لئے کوئی قاعدہ قانون نہین محض استعمال پہ دارومدار ہے اگر سو پچاس لفظ قاعدہ اور قیاس کے دائرے مین آ بہی گئے تو اس سے کیا ہوتا ہے الفاظ کی کوئی نہایت نہین۔

روزمرہ بول چال کے مفرد الفاظ یا وہ عربی فارسی لفظ جو نظم و نثر مین آتے ہین اُنکی تذکیر و تانیث کا بہی کوئی رسالہ جامع نہین ہے اگر لغت کی کتاب مکمل چہپی ہوتی جیسی امیر اللغات مستند اور بسیط ہے تو ایسے بہت سے جہگڑے طے ہو جاتے۔

خوب یاد ہے کہ جناب امیر مرحوم کو بعض اصحاب نے جب یہ رائے دی تہی کہ آپ اپنے لغت مین فارسی عربی الفاظ نہ داخل کرین صرف اردو ہندی الفاظ و محاورات کا لغت ہونا چاہیئے اُسوقت جناب مرحوم نے منجملہ اور باتون کے یہ بہی فرمایا تہا کہ اگر ایسا کیا جائے تو اُن چہوٹے ہوئے مستعمل الفاظ کی تذکیر و تانیث بتانیکے لئے دوسری کتاب لکہنی ہوگی۔

دو ایک رسالے تذکیر و تانیث کے جو نکلے ہین اور جنپر میری نظر ہے وہ بالکل ناکافی ہین۔ ایسی کتاب ذرا سوچ سمجہہ کر لکہنا چاہیئے فرہنگ آصفیہ مین تذکیر و تانیث بتانیکا جو التزام کیا گیا ہے اُسکی عجیب و غریب صورت ہے مثلاً عورت بمعنی زن مونث ہے مرد مذکر پہلونٹھی کا لڑکا مذکر۔ جہاز کے اُتارنیکی جگہہ مونث۔ مونگ کی دال کہانیوالا۔ مذکر خبر لینے والا مذکر۔ دال موٹہ والا۔ مذکر۔ داماد۔ مذکر۔ بہو۔ مونث۔ خبر دہندہ۔ مذکر۔ خریدار مذکر۔ خریدکے مول مذکر۔ زوجہ۔ مونث۔ شوہر۔ مذکر۔ اور معلوم نہین چوبدار کو کیون مونث لکہا۔ شاید اسوجہ سے کہ چوب مونث ہے۔

ایک صاحب اور اپنے رسالے مین لکہتے ہین۔ کہ سب زبانون کے نام عربی ترکی سنسکرت

فارسی وغیرہ مونث ہین مگر اُردو میرے نزدیک مذکر ہے۔ ایک مدراسی بزرگ نے اپنے رسالے (ورد پیکر) مین لکھا ہے کہ آسن کا لفظ مونث ہے اس بنا پر کہ ناسخ نے کہا ہے ع دیکھ یو تیزی مین ہے محتاج آسن آب کی۔ حالانکہ ناسخ کا شعر یون ہے ؎ کیا گداز دل مین ہو جاتی ہے حدت طبع کی۔ دیکھ لو تیزی مین ہے محتاج آہن آب کا۔

مین اسوقت ایک رسالہ کا نمونہ پیش کرتا ہون۔ اسمین روزمرہ کے تمام مفرد الفاظ آگئے ہین اور کلام شعرا مین جتنے فارسی عربی کے لفظ ملے ہین وہ بہی شامل کر لیے ہین جن لفظون مین اختلاف ہے تحقیق کے ساتھہ اُسکی صراحت کر دی ہے اور جہان کہین ضرورت راجح و مرجوح بتانے کی ہوئی ہے وہان کسی دلیل کیساتھہ اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے۔

گو اہل زبان و زباندان اس سے مستغنی سہی اور وہ اسکو فضول سمجھین کہ معمولی لفظون کی تذکیر و تانیث بتانا اور نظیر مین شعر دینا کیا فائدہ مگر غیر مقامات کے رہنے والے جو زبان سیکھنا چاہتے ہین وہ بہت حاجتمند ہین۔ یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ کتاب انہین کیواسطے لکھی گئی ہے۔ اس تالیف مین قیاس اور قاعدہ سے کچھہ کام نہین لیا گیا۔ جو لفظ ایسا ملا کہ اُسکی تذکیر و تانیث بتانے کی ضرورت معلوم ہوئی درج کر دیا۔ اور میرے نزدیک عام لوگون کے لئے سہل الوصول یہی نسخہ ہے۔

اسکا پہلا حصہ دوسرے سے دُونا ہے جسمین سند کے اشعار بہی ہین اور دوسرے حصہ مین وہ الفاظ ہین جو نظم مین نہین آئے۔

وہ مذکر الفاظ جنکے آخر مین الف ہے اور وہ مونثات جنکے آخر مین ی ہے چھوڑ دیے ہین ایک تو طوالت دوسرے یہ خیال کہ الف علامت تذکیر اور ی علامت تانیث ذہن مین جم ہوئی ہے۔ لیکن اسکے خلاف جتنے الفاظ ہین یعنے آخر مین الف اور مونث مین جیسا

سزا۔ یا مذکر ہین اور آخر مین ی ہے جیسے پانی موتی وغیرہ وہ سب چُن چُن کر لیے ہین
آخر مین شعرا کی فہرست ہے جنکے اشعار تیطر مین لائے گئے ہین یہ فہرست ہر شاعر کا نام و
نشان اور اوسکا مستند ہونا بتاتی ہے۔

ابہی اتنی گنجایش باقی ہے کہ کسی صاحب نے اس رسالہ کے متعلق کوئی رائے ظاہر فرمائی
تو اُسپر نظر کیجا سکتی ہے نمونہ نکالنے کا منشا ہے تو اسیقدر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الف	مذکر	امیر	آنسوؤن کا جوش یہ ذکر الٰہی مین ہوا	بنگیا سرو کنار جو الف اللہ کا
آب	مذکر	امیر	احمد پاک کی مین نعت لکھون کر کے وضو	آب کوثر مجھے ملجائے اگر تھوڑا سا
آب پانی	مونث	صبا	عیان جو یار کے دانتونکی آب و تاب ہوئی	غریق سیل فنا موتیونکی آب ہوئی
آب چمک	مونث	ناسخ	دانت تیرے دیکھتے ہی ہوگیا ناسخ شہید	ہائے کیا ان موتیون مین آب ہے شمشیر کی
آبجو (آبکاری)	مونث	آتش	تشنہ دیدار ہین کس آتشین رخسار کی	آبجو مین مثل آئینہ مصفا ہوگئین
آبرو	مونث	صبا	جھوٹے موتی کی طرف کب دیکھتے ہین جوہری	بے صداقت آبرو اے بدگہر تلتی نہین
آب روان (نہر کا)	مذکر	جانصاحب	جانصاحب یہ فقط دیکھنے کا ہی کپڑا	خاک چلتا ہے یہ کیا آب روان ہتا ہے
آبشار (پہاڑ کا)	مونث	نوازش	خیال قامت بالا مین ہین رواں آنسو	بڑی بلندی سے یہ آبشار گرتی ہے
آبگیر	مذکر	میر	اپنے روتے ہی روتے صحرا کے	گوشے گوشے مین آبگیر ہوے
آبگینہ	مذکر	غالب	ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشہ ہے	آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جائے ہے
آبلہ	مذکر	امیر	کہانمرونے ہو اجب مقابلہ دل کا	کہ اتنے نیشتر اور ایک آبلہ ل کا
آب و تاب	مونث	مسرور	عارض سے تری چمک چمک کر	آئینے کی آب و تاب کھو دی
آب و دانہ	مذکر	بحر	پیاسے جمال کے ہین تو بوسہ وصال کے	خالق نے آب و دانہ ہمارا اٹھا لیا

آب و گل ؎	مونث	مسرور	شرافت تھی جو آب و گل مین اُس کی	جگہ تھی دوستونکے دل مین اُسکی
آب و ہوا	مونث	مصحفی	باغ سرسبز ہے اور آب و ہوا اچھی ہے	کیجیے سیر کوئی دم کہ فضا اچھی ہے
آتش	مونث	سحر	لعل لب موج تبسم سے نظر آتے ہین صاف	آتش مرجان تہ آب گہر چبتی نہین
آتش تر	مونث	اختر	ہجر ساقی مین نہین پینے پلانے کا مزہ	اور بھی آتش تر آگ لگادتی ہے
آتشک	مونث	جانصاحب	مزرا کے جب سے نکلی نہ پہر آتشک گئی	بدبات پھوٹی چار مین یہ ہانڈی پک گئی
آتشکدہ	مذکر	غالب	جاری تھی اسد داغ جگر سے مری تحصیل	آتشکدہ جاگیر سمندر نہ ہوا تھا
آتشگیر	مذکر	منتظر	ہمارا لخت دل تھا یا کوئی انگارہ دوزخ کا	اُٹھانے کا جو کرتا قصد آتشگیر جل جاتا
آجکل	مونث	مسرور	یہان جان آئی ہے عاشق کے لب پر	وہان آجتک آج کل ہو رہی ہے
آخر	مذکر	نوازش	ہر اک وصف خلقت پہ ظاہر ہے تیرا	نہ اول ہے تیرا نہ آخر ہے تیرا
آداب	مذکر	ناصر	وحشت دل تھی مری طرز عبارت سے عیان	اگر القاب تھا نامے مین تو آداب تھا
آدمیت	مونث	داغ	عشق سے آدمیت آتی ہے	آدمی کو مروت آتی ہے
آرام	مذکر	میر	عہد جوانی رو رو کاٹا پیری مین لیکین مونڈ	یعنے بہت پھرے راتکے جاگے صبح ہوئی آرام کیا
آرام جان	مذکر	مسرور	ہمنے جو پان مانگا با تو نہین زہر گھولا	اور آگیا جو دشمن آرام جان کہولا
آرائش	مونث	اسیر	طاعت حق مین گھلا جسم کہ ہو قوت روح	روح گھٹتی ہے جو آرائش تن بڑہتی ہے
آرزو	مونث	امیر	کبھی جو تیغ ستم مجھپہ جنگجو تیری	لپٹ گئی مرے سینے سے آرزو تیری
آڑ	مونث	امیر	مین وہ وحشی ہون کہ جب کوچہ جانا مین گیا	سایہ پوشیدہ ہوا آڑ مین دیوار ون کی
آزار	مذکر	وزیر	ہر دم کی تاک جھانک سے بیمار ہو گیا	روزن کو دید کا ترے آزار ہو گیا
آس	مونث	امیر	امید نا خدا کی کہان بحر عشق مین	ہان اک خدا کی آس تباہی مین گئی ہے
آسایش	مونث	داغ	عدم کے جانے والو سنتے جاؤ	یہ آسایش نہ اوس منزل مین ہوگی
آستان	مذکر	منیر	سجدون کے زمینے سر نے لگا دیہ ہا ہا	پر متصل کسی سے ترا آستان نہ تھا

؎ بعض شعرا نے مذکر بھی کہا ہے۔ ذوق ؎ خاکساری نے اسیدن روشنی پائی تھی ذوق کو آدم خاکی کا جسدن آب و گل پیدا ہوا۔
انشا ؎ لگی ہے آگ سی اک دل مین میرے کہ سائی وحشت آب و گل مین ہے سراب بالاتفاق مونث ہی مستعمل ہے اسیوجہ سے مونث قایم کیا گیا۔

آستانہ	مذکر	اختر	مجھے کعبہ و دیر سے کیا غرض	مرا سر ہے اور آستانہ ترا
آستین	مونث	نصیر	لڑاتے آنکھ جو دیکھا چمن میں نرگس کو	صبا نے برگ ہزارا کی آستین پکڑی
آسمان	مذکر	امیر	ہوئے نامور بے نشان کیسے کیسے	زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے
آسن	مذکر	اسیر	کرے یہ ابلق ایام شوخی جسقدر چاہے	کبھی آسن بھلا ہم شہسوارونکے اگے تھے
آسیا	مونث	برق	گردش ایام سے جاتی رہی حرص و ہوا	آسیائے آسمان سنگ قناعت ہوگئی
آسیب	مذکر	رند	سر سے سودائے خط و زلف نکلنا محال	عشق لپٹا مجھے آسیب پری کا ہو کر
آشوب	مذکر	میر	قیامت کرے اب تعبیر جسکو کرتی ہے خلقت	وہ اُس کو جھے ہیں اک آشوب سا شاید ہوا ہوگا
آشیان	مذکر	وزیر	دیکھکر اُس سرو کو گلشن میں بولا باغبان	اس شجر میں مرغ دل کا آشیان ہو جائیگا
آشیانہ	مذکر	سالک	میرا ہوا آشیانہ اور آدھا جلا ہوا	بجھ بھی گئی تمنی آگ تو بجلی کو کیا ہوا
آغاز	مذکر	آتش	خبر اول و آخر نہیں مطلق آتش	نہ تو انجام ہے معلوم نہ آغاز اپنا
آغوش	مختلف فیہ	اختر	رہتا ہے تصور میں جو گلپوش ہمارا	فرقت میں بھی خالی نہیں آغوش ہمارا
		انیس	ہر جسم سے جانے کو ادھر جان تلی ہے	لینے کو اُدھر قبر کی آغوش کھلی ہے
آفاق	مذکر	سودا	ٹکڑے ہوے جگر کے آسیدہ بہلے کو	خونناب دل سے ورنہ آفاق بہگیا تھا
آفت	مونث	سالک	ٹھہرا ہوں میں ہی مورد آفات مدتکا	اب اہل دہر پر کوئی آفت نہیں رہی
آفتاب	مذکر	وزیر	لگایا غوطہ جو اُس مہروش نے دریا میں	تو لوگ کہنے لگے آفتاب ڈوب گیا
آفتابہ	مذکر	منتظر	ہاتھہ جب تو نے لگایا ایسی پہلی روشنی	آفتاب ای ماہ تیرا آفتابہ ہوگیا
آفرین	مونث	داغ	وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں	نگہ نے نیچہ دار زبان سے آفرین نکلی
آفرینش	مونث	داغ	تخل مراد پھولا پھلا آہ گرم سے	آیندہ آفرینش برگ و ثمر گئی
آکسیر	مونث	تسلیم	غیر ممکن ہے مرے سر سے جنوں جاتا ہے	شیر سے خالی کبھی دیکھی نہ اگر شیر کی
آگ	مونث	اختر	کہلتے نہ ایسے گل جو یہ کرتی نہ گریبان	پھولوں میں ساری آگ لگائی صبا کی ہے
آگن	مذکر	ناصر	مر کے بھی سوز دل کا ہے یہ اثر	خاک تربت سے آگ اگتا ہے
آل	مونث	انیس	بے آس تھی جو آل بحالت آب کی	تھی آنکھ ڈبڈبائی ہوئی ہر حباب کی

آلایش	مونث	مسرور	جان نکلکر تن سے شہری ہو گئی۔	تینی آلائش تھی ساری دھو گئی
آلو	مذکر	نوازش	بخار ہے گرو زلف کی محبت میں	مفید ہو گا مذ آلو ہیں بخاری کا
آلوچہ	مذکر	جانصاحب	تر شروئی تری میں جان گئی۔	مجکو ڈالی ہیں بھیجے آلوچے
آم	مذکر	منظر	لب شیریں کے وصف میں اشعار	آم ہیں ایک ڈال کے ٹوٹے
آماج	مذکر	اختر	رخ ہے دل و جگر کی طرف آج تیر کا	دیکھیں کہ کون ہوتا ہے آماج تیر کا
آماس	مذکر	ناصر	چہرہ لاغر پہ رنگ یاس تھا	ہاتھ پر اور پاؤں پر آماس تھا
آمد	مونث	منیر	آمد تصویر بیداد گر کی ہے	دلکی ہے لوٹ خانہ خرابی جگر کی ہے
آمد آمد	مونث	انیس	جب رن میں آمد آمد سلطان دیں ہوئی	نور خدا کے نور سے روشن زمیں ہوئی
آمد و رفت	مونث	نوازش	پھر کبھی راہ پر آئیگا الٰہی وہ بت	پھر کبھی آمد و رفت اسکی مری گھر ہو گی
آمد و شد	مونث	اسیر	آمد و شد نفس چند کی بیکار نہیں	حال آئندہ و رفتہ کی خبر دیتی ہے
آمرزش	مونث	اختر	تنہا سرا پا جرم پر اللہ رے رحمت تری	مجکو حیرت ہے کہ کیونکر میری آمرزش ہوئی
آموختہ	مذکر	جانصاحب	آتو جی اب مجکو چٹہی دیجئے۔	آپنے تو سن لیا آموختہ
آمیزش	مونث	اختر	لب کا بوسہ ترش رو ہو کر دیا	زہر کی شربت میں آمیزش ہوئی
آہ	مونث	اختر	ہماری آہ جو شب آن بان سے نکلی	دعا ئیں دل سے تو آئیں زبان سے نکلی
آن	مونث	مومن	وہ کینہ تو رہا مومن تو دل لگایا کیوں	کہو تو کیا تھی کہ ایسی بھلی وہ آن لگی
آن	مونث	مومن	ہر دم لب پر جان حزیں تھی	ہر آن آن باز پسین تھی۔
آن بان	مونث	اسیر	کیا کہئے جو آن بان دیکھی۔	حقا کہ خدا کی شان دیکھی۔
آن تان	مونث	داغ	حسن کی جبیں شان رہتی ہے	ساتھ ہی آن تان رہتی ہے
آنت	مونث	دبیر	مارا جو بڑھکے ہاتھ صفین سب دہل پر	بھنڈار کھل گیا وہیں آنتیں نکل پڑیں
آنچ	مونث	امیر	غضب گرمی قیامت کی ملی ہے عشقمیں یارب	پھنکا جاتا ہے تن آنچیں نکلتی ہیں جنکی
آنچل	مذکر	امیر	بجلی چمکی تو میں یہ سمجھا۔	آنچل لٹکا کسی پری کا۔
آنندو	مذکر	منظر	اے جنون معرکہ آرا ہوں میں	میری زنجیر ہے آنندو میرا
آنسو	مذکر	امیر	دامن کشاں وہ آئی سر قبر شکر ہے	آنسو لو کچھ بچے مری شمع مزار کے

آنک	مونث	جانصاحب	ململ نگوڑی ہوگئی کیا ایسی قیمتی۔	دیکھوں تو سیٹہ جی مین ذرا آنک تہان کی
آنکہ	مونث	بحر	آنکہین نہ جینے دینگی تری لڑبا مجھے	ان کہر کیون سے جہانک ہی تقضا مجھے
آنو	مونث	جانصاحب	میری بچی کو نوج یہ پیش ہو۔	یون ہی گرمی سے آنو آئی ہے
آوبہگت	مونث	اختر	پا بدستِ دگر و دست بدستِ دگری	ہوئی رندون مین بُری آوبہگت واعظ کی
آواز	مونث	امیر	چہاگل کا یہ شور ہو شبِ وصل	آواز سنون نہ مین گجر کی۔
آوازہ	مذکر	برق	قیامت ہے فسانہ نالۂ خلخالِ لبر کا	سنا کیجے فقط آوازہ شورِ روزِ محشر کا
آوازہ شہر	مذکر	مسرور	ہمزبان اتنو وہ ہین دشمن کے	ہم پر آوازے کسے جاتے ہین
آورد	مونث	اختر	حسینون کی آمد کے باندہین گے مضمون	ہمارے سخن مین نہ آورد ہوگی
آوہ	مذکر	مسرور	بزم مین اُس شعلہ رو کی جو ہی تپلا آگ کا	کسکو مین اچہا کہون آدی کا آوہ ہی بُرا
آویزہ	مذکر	امیر	وہی تو چرخِ اخضر ہے جو روزِ خلقتِ آدم	گرا تہا تاجِ نورانی سے آویزہ زمرد کا
آہ	مونث	سالک	کہتے ہین آہ شعلہ فشان عرش تک گئی	لو آج پردہ داری اہلِ فلک گئی
آہٹ	مونث	مسرور	سوتے مین آگئے وہ دولتِ بیدار ملی	جاگ اُٹہے بخت جہان پاؤن کی آہٹ پائی
آہن	مذکر	اسیر	کیون نہ سمجہین سخت دل آتش مزاجی کو ترے	آگ مین پڑکر طلائے سرخ آہن ہوگیا
آہنگ	مذکر	منیر	زندان مین جو بڑہ چلنے کے آہنگ ہوے	کپڑے بہی ہمسے عازمِ جنگ ہوے
آہنگ بمعنی آواز	مونث	اختر	موذن بس بس اب چپ ہو شبِ وصل	تری آہنگِ بے ہنگام سُن لی۔
آہو	مذکر	ناسخ	خشم آلودہ جو دیکہی آنکہہ اُس صیاد کی	شیر آہو ہوگیا آہو چکارہ ہوگیا
آہ و بکا	مونث	میر	جنات مین بلند وہ آہ و بکا ہوئی۔	شادی کی بزم صحبتِ ماتم سرا ہوئی
آیت	مونث	امیر	بہر نظارہ جو قرآنین دیکہی گئی فال	لن ترانی کے سوا اور نہ آیت نکلی
آیہ	مذکر	برق	آنکہہ ہے ابرو قاتل کا جو نقشہ اُترا	نزل ہوا شان مین خسرا کے آیہ اُترا
آئین	مذکر	آتش	ناز کیا کیا کہ کیے اُس بادشاہِ حُسن نے	عاشقون کے واسطے روز اک نیا آئین ہے
آئینہ	مذکر	امیر	داغ دیگا تجھے یہ شوق خود آرائی کا	دیکہہ آئینہ ہے دشمن تری یکتائی کا

ضوابطِ دبدبۂ آصفی

دفعہ ۱۔ یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اسکے تمام حقوق عالیجناب فرمانروائے ارت پناہ نے مہتمم رسالہ کو مرحمت فرمائے ہین اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے۔ عام قیمت سالانہ مع محصول للعہ ۱۰؍ عمائدہ عہدہ داران عالیمرتبہ سے دس روپیہ امرائے عظام و روسائے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو قدردانی فرمائین۔

دفعہ ۲۔ مضامین بشرط پسند کمیٹی طبع ہونگے۔ جو مضمون اعلےٰ درجے کا ہوگا اُسکے شکریے مین ایک اشرفی دیجائیگی۔

دفعہ ۳۔ اشتہارات کی چھپائی بذریعۂ تحریر طے ہوسکتی ہے۔

دفعہ ۴۔ ہر قسم کی خط و کتابت مہتمم رسالہ کے نام ہونی چاہیے۔

۶ ر صفر ۱۳۲۲ھ

نمبر (۱۱) جلد (۷)

دبدبۂ آصفی

اخلاقی۔ علمی۔ تاریخی۔ ادبی مضامین کا ماہوار رسالہ
یادگار جشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت حضور پرنور نواب میر محبوب علیخان بہادر
نظام الملک آصفجاہ فتح جنگ خلد اللہ ملکہ سلطنتہ

حسب الحکم

وزارت پناہ فوقت دستگاہ سر مہاراجہ بہادر
یمین السلطنتہ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی

محبوب پریس علاقۂ پیشکاری حیدرآباد دکن سے شایع ہوا

فہرست مضامین

شباب ۔	عالیجناب وزارت مآب یمین السلطنت سر مہاراجہ بہا المتخلص بہ شاد
اعداد کی علامتیں ۔	مولوی صدیق احمد صاحب ۔
مادۂ اجسام کی تحقیق	مولوی سید نادر الدین صاحب ۔
حصۂ نظم ۔	
دو پیکر پر ایک نظر	مہتمم ۔



تم سلامت ہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

شباب

اللہ اللہ شباب کا موسم بھی عجب بہار انگیز و دلفریب ہوتا ہی جہان انسان نے اسکے پُر فضا سرسبز باغمین قدم رکھا طبیعت کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے انواع و اقسام کی کیفیتین اور اُمنگین آرزوئین اور تمنائین دلنشین ہو جاتی ہین۔

یہ زمین جس تخم امید کو اپنے دامن مین لیکر پرورش کرتی ہے وہ نشو و نما پاکر اور آگے چلکر ایک خوشنما اور تروتازہ درخت ہو جاتا ہے جس مین کامیابی کے پھول پھل آتے ہین اور وہی پھول پھل حاصل زندگی سمجھے جاتے ہین۔ عموماً ہر نی نوع انسان کو شباب کے زمانہ کی اپنے مذاق کے موافق جیسی قدر ہوتی ہے وہ اُسکا اچھی طرح سے اندازہ کر سکتا ہی۔

انسان کی زندگی کا جسقدر حصہ ہے اسمین "خیر الامور اوسطہا" کا مصداق شباب ہی کا زمانہ ہی اس زمانے مین جو خاص خاص کیفیتین اپنا سحر آمیز اثر دکھا جاتی ہین وہ بات عمر کے کسی اور زمانے یا وقت کو نصیب نہین ہوتی۔

اس سرزمین کی سرسبزی اور زرخیزی آنکھون کو نور دل کو سرور بخشتی ہے اسکی بہار آزاد دل اُمید کے دام کا مُرغ گرفتار کہلاتا ہی۔

یہ جوانی ہی کی شان ہی کہ بجھے ہوئے دلکو بڑہاتی اور خیالات کو وسیع کرتی ہی نئی نئی کامیابیون کے لیے اُبھارتی اور مشکل کامون کی مشکلکشائی پر کمر باندہتی ہے کلفت کی ہستی مٹا دیتی ہے عیش و عشرت کی خواہان ہوتی ہے۔ محنت اور مشقت کرنا اسکا

کام ہے۔ جفائین سہنا اسکے لئے آرام ہے۔

دنیا کی تمام لذتون سے جی سیر ہوجاتا ہے۔ مگر جوانی سے سیری نہین ہوتی۔ قیاس چاہتا ہی کہ خضرؑ کو بھی جب جوانی یاد آتی ہوگی تو ہائے شباب کا نعرہ منہ سے نکلجاتا ہوگا کوئی فرد بشر ایسا نہوگا جسکو جوانی کی خواہش نہو تمام حرص و ہوس ایک طرف اور اسکی امیدی تمنا ایک طرف۔

کیسی ہی آرزو ہو اُسکا ایک نہ ایک دن خاتمہ ہوجاتا ہی مگر جوانی کی آرزو ہمیشہ جوان رہتی ہے۔ سب نشے ہرن ہوجاتے ہین مگر اسکا نشہ بوڑھے کو بھی جوش مین لاتا ہے اور بے اختیار اُسکا جی چاہتا ہے کہ پھر وہ اس عیش باغ کی سیر کرے اور شاہد شباب سے ہمکنار ہو جس نے اس خمخانے کا جام پیا تا بمرگ سرگشتہ خمار رہا۔ اسکا کشتہ صفحۂ خاک پر رقص بسمل کا تماشا دکھاتا ہی اور اسکی ترنگین اور ہی عالم کی سیر کراتی ہین۔

اس زمانے کی ہمت جوانمردی کی آبرو ہے اور اسکی جرأت میدان رزم مین بہادری کی قوت بازو ہے حسینون کی آنکھون مین اسی کی جگہہ ہے خوبرویون کے دل مین اسیکا مسکن ہے تخت شکوہ پر اسکی مسند ہے اور یہ اُس مسند پر بادشاہ ہے۔ بادشاہ بھی کیسا کجکلاہ۔ اسکا وزیر باتدبیر عشق ہے حسن اسکا آئینہ دار ہے کبھی بیخودی پاسبان ہوتی ہی کبھی ہوشیاری دربانی کرتی ہے۔ کہین ننگ و نام سے رفاقت ہے۔ کہین ان دونون سے نفرت ہی۔ لاابالی پن اسکا صدر انجمن اور زور طبیعت اسکی فوج کا افسر اعلیٰ ہی جوانی ایک خود سر حکمران کیطرح حکومت کرتی ہی جسکو نہ کسی کی مدد درکار ہے نہ کسیکا سہارا اسکی رفتار گفتار وضع قطع جہان سے نرالی ہے نصیب خواہ موافق ہون یا نہون مگر اسکی آزادی طبع چار دانگ عالم کی شہنشاہی پر بھی لات مارتی ہے عیش مدام اور فرحت دوام گویا دونون لونڈی غلام ہین۔

جبتک جوانی باقی رہتی ہے انسان کی آنکھون پر غفلت کا پردہ پڑا رہتا ہی اُسے کچھ سوجھتا ہی نہین کہ وہ کس کام مین مشغول ورکن کن اشغال مین مصروف ہے اور اسکا یہ ماتا کس کام کے لئے موضوع ہوا ہی اور اسکی قوت کس موقع پر صرف ہونی چاہیئے۔

اسکی ہمت سے کونسے عقدے حل ہونگے اسکی بہادری اسکو کیا تمغہ دلائیگی۔ ایک بیخودی کا عالم ہے کہ اسکو دنیا و مافیہا سے غرض نہین۔ جوان آدمی آئینہ مین اپنے آپکو دیکھکر خوش ہوجاتا ہو کہ نام خدا ہم بھی اب اس لایق ہین کہ جس طرف گزر جاتے ہین کسی کی نظر خوش گذر ہمپر پڑہی جاتی ہے افریقہ کا حبشی بھی بہیئت کذائی جب آئینہ مین اپنے شباب کا جلوہ دیکھتا ہے تو من ہم چیزے ہستم پکار اُٹھتا ہے۔ طور پر موسیٰ کو بھی وہ مزا نہ ملا ہوگا جو ایک بدصورت جوان آدمی کو اپنی جوانی کی صورت آئینہ مین دیکھنے سے لطف حاصل ہوتا ہے میرزندگی اسی حد تک محدود ہے۔ مگر افسوس کہ ہم اسکے خوشنما سینری کو قدر کی نگاہون سے نہین دیکھتے۔

بچپن کے کوچہ سے گذر کر جب اس مقام پر آجاتے ہین تو باچین کہل جاتی ہین اور یہ سمجھنے لگتے ہین کہ اب ہم جس سانچے مین ڈہلے ہین اسکو تبدیلی نہوگی۔ اور اس بات ہی باغ باغ ہوکر پھولے نہین سماتے کہ بچپن سے اب جوان ہوئے مگر افسوس یہ نہین کہتے ؎

اے بسا عہد شباب کہ کے مجھے کہان گیا مرا بچپن خراب کرکے مجھے

بچپن کا مسافر ایک عالم بیخودی سے سفر کرتا ہوا جب یہان پہونچتا ہے تو اسکو گزشتہ واقعات کی جو برق تابندہ کیطرح نظرون کے سامنے کوندگئے ہین۔ یا ایک ہوا کا جھونکا تھا کہ آیا اور نکل گیا کچھ خبر نہین رہتی اور اسلیے اسکو قدر نہین ہوتی کہ اس زمانہ کو کہ یہ بھی ایک چشم زدن مین گذر جائیگا کس طرح گزارنا چاہیے۔

جوانی کیا آتی ہے گویا الشباب شعبۃ من الجنون کا نقشہ جم جاتا ہے۔ پہلا مشغلہ اسکا اپنے کو سنوارنا۔ اور نکھرنا۔ پاکیزگی۔ ستھرائی۔ خوبینی۔ خونمائی۔ خودستائی عجب و غرور۔ نخوت اور استغنا حسن پرستی۔ دلکہی عشقبازی ہوتا ہے۔ جیسے جیسے اسمین زمانہ گزرتا جاتا ہے اگر کوئی روکنے والا ہو اور نیک و بد جتانے والا شفیق رفیق صاحب توفیق نہ ملے تو انسان اُن عیوب کا جنکو جوانی کی بدولت اپنا حسن سمجھے ہوئے ہے زیر مشق ہوجاتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ وہ کرتا ہے خواہ اچھا ہو یا بُرا وہ سب اچھا ہی ہے پھر کیا ہی آزادی و خود مختاری اسکے سر پر سوار ہوجاتی ہو اور نسخہاے دغا کی تالیف شروع ہوجاتی ہے۔

کسی خوبرو پر دل کا فدا کرنا عین جان نثاری سمجھتا ہی محبت کا کلمہ پڑہنا گویا جزو ایمان ہوتا ہی کشمکش اندوہ وفا وبے تسلی سمجھی جاتی ہی۔ امید و نا وہ طوفان کہ الغطمتہ للہ ایک دریائے ناپیدا کنار ہی کہ جسکو جزر و مد سے سکون ہی نہین۔ خیالات کی نیرنگی سے فلک نیرنگ سا بھی دنگ ہوا جاتا ہی۔ وہم و بدگمانی ہمدست و گریبان بمصداق ع این گریبان گرفت و آن دامن

ذرا ذرا سی بات پر وہم ذرا ذرا سی بات پر بدگمانی۔ حیرانی پریشانی اسکے لوازم مین داخل۔ پند و نصیحت لاحاصل تلون مزاجی گویا گٹھی مین پڑی ہوئی۔ بات بات پر بگڑ جانا ایک ادنی سی بات ہی۔ محبت کی کڑیان جھیلنا مردانگی سمجھی جاتی ہی۔ آہین بہنا رونا دہونا آنسو بہانا گویا جوانمردی کے مبارک آثار رضیال کیے جاتے ہین رضا بقضا تسلیم و انداز وداد کا شکار ہونا شہادت کا مرتبہ مانا جاتا ہی۔ غم روزگار کو یا نشاط کار ہی۔

نامرادی کو ہی بہا کامرانی کا خوشنما پھول ہی۔ سوائی و بدنامی باعث عار نہین جان پر کھیل جانا کوئی بات نہین اسمین شک نہین کہ جوانی کی ترنگ اپنے رنگ مین ایک ہی ہوتی ہی جسقدر اسکی نسبت قلم فرسائی کیجے کم ہی۔ اگر انسان عقل سے کام لے اور اس مانے کو احتیاط سے گزارے پھونک پھونک کر قدم رکھے یا لی دھلی بیدا کرے اور خداوند عالم جلشانہ نے جس واسطے اس زمانہ عمر کی تخلیق کی ہی خاص انہین کاموں مین اسکو صرف کرے اور ودیعت الٰہی سمجھکر اسکی حفاظت کرے تو کوئی شک نہین کہ انسان انسان بنتا ہے ورنہ حیوان تو ہے ہی۔ ناطق ہوکر مطلق سمجھا جانا کوئی دشوار نہین۔

افسوس ہی اُن لوگونکی جوانی پر ہمیشہ پامال خزان رہتی ہی۔ اور ایک جوانی اُن خوش نصیبونکی ہی جو اسکو نعمت غیر مترقبہ سمجھکر سدا بہار رہتے ہین اور اس سے وہی کام لیتے ہین جو انسان کے لیے شایان ہے۔

دوستو۔ اگر کچھ بھی سمجھ ہے تو اس موسم کی بہار کو معمولی بہار نہ سمجھو یہ زندگانی کے باغ کا گل سرسبد ہی۔ یہ ہمنے مانا کہ آخر ایک روز یہ آفتاب غروب ہونیوالا ہے مگر اپنی شامت اعمال کو لکھ کر اسکے رخ پر نور پر حجاب نہ ڈالو۔ اور اس شیرین دہن کو تیشہ تلخ کامی فرہاد سے زخمی نکرو ورنہ آخر ایک روز پچھتا کر بصد حسرت و یاس یہ کہنا پڑیگا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

شاد عفی عنہ

اعداد کی خاص علامتین

اعداد کی علامتون کا استعمال قدیم سے ہے، کیونکہ آپس کی گفتگو سے پہلے انسان کو اعداد کے افہام و تفہیم کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ زمانۂ دراز تک کوئی زبان ایجاد نہین ہوئی نہ اسکا ہمین کچھ نشان ملتا ہی مگر اشارون سے لوگ اس حالت مین بھی اعداد کا کام نکالتے تھے۔ اسوقت انگلیان ذریعۂ اشارہ تھین جس کا نشان آجتک قومون مین موجود ہے، ایک مہذب قوم کا دوگونگا، اعداد کو بتاتے وقت انگلیون سے اشارے کرتا ہے مگر جو قومین تہذیب کے چشمہ سے تاحال سیراب نہین ہوئین، انکی زبان مین یہ اشارہ داخل ہے۔ مثلاً "زولس" کے غیر مہذب باشندے چھ کی تعبیر لفظ "ماٹوبا" سے کرتے ہین، جس کا منشا اور مطلب انکی زبان مین یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی پانچون انگلیان اور دوسرے ہاتھ کا صرف انگوٹھا" اس ترکیب سے ملکر جیسے ہوا۔ اور بہت سی وحشی زبانون مین ہاتھ پانون۔ انسان" تعبیر اعداد کا ذریعہ بنا لئے گئے ہین۔

جنوبی امریکہ مین پرو اور میکسیکو کے ساحل پر بسنے والی قدیم اہل ہند کی بعض قومین ابتک موجود ہین، انکی زبان مین بالکل اعداد کا انحصار انگلیون پر ہے مثلاً پانچ کو "ایک ہاتھ کی انگلیان" چھ سات کے لئے بجائے اسکے دوسرے ہاتھ کی انگلیان شمار مین آتی ہین، دس کے لئے "دو ہاتھ کی انگلیان" دس کے بعد پانون کا نمبر آتا ہی" بیس کے لئے "دو ایک آدمی" موضوع ہے پھر ایک آدمی پر انگلیان اضافہ ہوتی ہین" اور دو آدمی چالیس کے لئے بولا جاتا ہی" اسی قسم سے وہ اظہار اعداد کرتے ہین

اس سے ہمین "دس" کے اصل الاعداد بنانے کی وجہ بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ دس دونون ہاتھ کی انگلیون کا مجموعہ ہے" بظاہر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ پانچ کو ابتدا مین اصل قرار دیا گیا ہوگا، مگر اُسکے ترک کر دینے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔ چنانچہ مغربی افریقہ کی بعض قومین پانچ ہی کو اصل قرار دئے ہوی ہین" مثلاً عربی زبان مین احد، شش

گیارہ کے لئے ہے "دو اثنا عشر" بارہ کے لئے موضوع ہے اسطرح ان قومون مین خمستہ واحد" چھ کے لئے "دو خمسہ اثنین" سات کے لئے بولا جاتا ہے" ان علامات اعداد مین جو رومانیہ مین قبل رواج ہندی ہندسونکے مروج تھے" اس طریق کا کچھ کچھ نشان پایا جاتا ہے"

تاہم بعض قون نے دس اور پانچ کو چھوڑکر بیس کو اصل مانا ہے" مثلاً انگریزی کا لفظ Fourscore جو اسی کے لئے مستعمل ہے اس سے مراد چار بیس ہین" فرانسیسی زبان مین بھی اسی قاعدے سے اسی کو Quatre-vingt کہا جاتا ہے" علاوہ انکے جرمنی کے قدیم باشندے بیس ہی کو اصل مانتے تھے" مگر بالعموم دس ہی کو اصل مانا گیا ہے اور اسی انداز سے علامات کی ترتیب دیگئی ہے" کم وبیش اسکا لحاظ مقادیر تدمر کے قدیم ہندسون مین بھی پایا جاتا ہے۔

ان علامات کی ایجاد بھی طبعی طور پر ہوئی تھی" اور بتدریج ایک خاص ہیئت پر پہونچ گئے جسے ہم "ارقام" سے تعبیر کرتے ہین یہ ظاہر ہے کہ ابتدای عہد کتابت مین خطون نقطون - اور گرہون کو "ارقام" مین داخل کیا گیا ہوگا" خاصکر نقطونکی وضع بکثرت تھی شمالی امریکہ مین اب بھی نقطون کا رواج بالعموم ہے" اسی طریقہ پر وہ قدیم قومین تھین جو بلحاظ اپنے عصر اور وقت کے "اہم متمدنہ" کہلاتی تھین"

ایک زمانہ تک یہی صورت "ارقام" کی قائم رہی مگر جو جو زمانہ گزرتا گیا بعد کی آنیوالی قومون نے ان ارقام کو پسند نہین کیا کیونکہ انکی تحریر مین نہایت دشواری پیش آتی ہے مثلاً دس کے لئے دس نقطے" یا خط" اور سو کے لئے سو نقطے" بنانے مین تکلیف تھی۔ ضرورت نے ان ارقام کے ترک اور دوسرے قسم کے ارقام ایجاد کرنے پر مجبور کر دیا" آخر کار ایک خاص علامت پانچ کے لئے اور ایک دس کے لئے بنائی گئی۔ اسی طرح پچاس اور سو کے لئے خاص علامتین قرار پائین۔ اس صورت مین کچھ تخفیف اور سہولت پیدا ہوگئی" مثلاً پندرہ کے لئے دس کی علامت رکھی اور ایک جانب پانچ کی علامت ایسے ہی تیس کے لئے دس کی تین علامتین متصل وضع کی گئین لیکن اس اصول مین بھی کچھ نہ کچھ قومون مین اختلاف باقی رہا جو مصر

اور فنیق اور تدمر کی قدیم زبانون سے ظاہر ہوتا ہی۔ سیریانی زبان کے ارقام بلحاظ مذکور ارقام کے زیادہ جامع پائے گئے ہین۔

اسپر کئی قرن گزر گئے اور یہی حساب رواج پزیر رہا۔ مگر بعد مین اس سے بھی زیادہ ترقی ہوئی کیونکہ جب حروف ہجا اختراع کئے گئے تو اعداد کے لئے ان علامتون کے علاوہ خاص خاص الفاظ وضع کئے گئے اور ان الفاظ کا کوئی حرف "اعداد" کے لئے قرار دیا گیا۔ سب سے پہلے اس خاص طریقہ کو اہل یونان نے برتا خیال کیا جاتا ہی کہ یونانیون نے یہ طریقہ صولون کے زمانہ مین رائج کیا۔ لیکن وہ ہیرودیان کی طرف منسوب کرتے ہین جو دوسری صدی مسیحی مین تھا اس طریقہ کی پیروی اہل روما نے بھی کی گو بہت سے ہجائی علامات ہین جو الفاظ کے اجزا نہین ہین تاہم انہون نے یونانی طریقہ کے موافق علامات وضع کئے۔

اپنے بجاے ارقام حروف ابجد کہتے ہین۔ ان حروف سے اعداد کے دکھانے مین اس بات کا لحاظ کیا ہی کہ پہلے حرف سے جو عدد قرار دیا گیا بعد کے حروف سے بہ تدریج اعداد مین زیادتی ہوتی رہی۔ عبرانی زبان مین کل ۲۲ حرف ہین سب سے آخر کا حرف (تا) ہی اس لحاظ سے ابتدائی نو حرف ترتیب وار ۹ آحاد کے لئے مقرر ہوئے دسوین حرف سے دہائیون کا اظہار ہوا جیسے دس بیس وغیرہ۔ اور انیسوین حرف سے آخر حرف تک سو۔ دوسو وغیرہ کے لئے موضوع ہوئے اور سب سے آخر حرف کو ۴۰۰ کے لئے مقرر کیا۔ مگر عربی زبان مین عبرانی زبان سے چھ حرف زائد ہین اسلئے اعداد بھی زیادہ ہو گئے جسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت	ث
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰

خ	ذ	ض	ظ	غ																		
۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰																		

ہندی ارقام | آجکل متمدن قومون مین انہین کا رواج ہے۔ یورپین اسے عربی ارقام کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ اہل ہنود نے جس زمانہ مین ان ارقام کو ایجاد کیا ہی اسکی تعین ہمکو نہین معلوم ہوئی خاص امتیازی علامت ان ارقام مین صفر کی ہی اور اسکے ماسوا نو اجاد کیلئے نو علامتین الگ الگ ہین اسکے بعد ہر آحاد کے دائین جانب ایک صفر بڑہا دینے سے اعداد مین بے انتہا اضافہ ہو جاتا ہی۔ اسمین شک نہین کہ یہ ایجاد نہایت سہل ہے اور نیاروی

ہے۔ کیونکہ ہر ایک عدد کے لئے الگ علامات مقرر کرنا نہایت مشکل ہے"۔

ہندی ارقام یہ ہین (۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹)

معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح عربون نے علوم ریاضی اور ہیئت اہل ہنود سے اخذ کئے ہین ویسے ہی دوسری صدی ہجری مین ارقام کو بھی اپنے یہان مستعمل کرلیا تہا۔ ایک محقق لکھتا ہے کہ کسی ہندی فاضل نے ۱۵۴ھ مین ایک حساب کی کتاب اور ارقام کے اصول لکھکر بغداد روانہ کیا تہا۔ سب سے پہلے اس کتاب کی شرح ابوجعفر محمد خوارزمی نے نوین صدی مسیحی مین کی۔ اسی وقت سے سرکاری دفاتر اور عوام الناس مین ان ارقام کا رواج ہوگیا تہا بارہوین مسیحی مین جب اسپین مین اہل یورپ نے مسلمانون سے تعلیم پائی تو علم حساب کا فن اخذ کر کے مشہر کیا اور مذکور کتاب کی نقل لے لی ایک فرانسیسی محقق لکھتا ہے کہ Algorism اصل مین خوارزمی کا معرب ہے۔ ایسے ہی Zero بھی صفر کا معرب ہے"۔ اسی طرح یہ ارقام عربون کے ذریعہ سے یورپ مین مروج ہوئے۔ چونکہ یورپین قومون نے عربون سے ان ارقام کو اخذ کیا تہا۔ اسلئے وہ عربی ارقام کہنے لگے"۔

ہندی ارقام کے رواج پانے سے پہلے اندلس اور شیراز مین بھی ایک قسم کے ارقام کا رواج تہا، یورپ مین بھی بوتوسی ارقام کچہ زمانے کے لئے مروج ہوئے تھے۔

بوتوس رومانکا مشہور فلاسفر ہے جو پانچوین صدی مسیحی مین تہا۔ اسکی طرف یہ ارقام منسوب ہین۔ پانچوین صدی مسیحی مین ان ارقام کا رواج یورپ مین تہا مگر فتوحات اسلامی کے شروع ہونے سے کچہ پہلے متروک ہوگئے تھے۔ اس بنا پر بعض یورپین کہتے ہین کہ جو ارقام آجکل یورپ مین مروج ہین وہ عربون سے اخذ نہین کئے دراصل بوتوسی ارقام زندہ کئے گئے ہین۔ اور یہ کہ عربون نے ہندیون سے نہین بلکہ اہل یورپ سے ارقام نقل کئے ہین جنہین پہر اہل یورپ نے عربون سے اخذ کیا ہے۔ مگر عام طور پر یورپ مین یہ خیال نہین ہے بلکہ

اِس بات کے قائل ہین کہ جو ارقام آجکل ہماری کتابون مین لکھے جاتے ہین اور ہماری زبانون پر ہین وہ عربی ارقام ہین جو ہندی ارقام سے منقول ہین اور یہی رائے معقول ہے۔" (ماخوذ از الہلال مصر)

صدیق احمد

مادۂ اجسام کی تحقیق

(اتحادی رابطہ)

دنیا مین بغیر اتحادی رابطہ کے کوئی نتیجہ نہین برآمد ہوسکتا دیکھو عناصر (آب۔ ہوا۔ آتش۔ خاک۔) کو کہ جب وہ چھوٹے چھوٹے ہوکر آپس مین مِل جُل جاتے ہین اور انکی چارون کیفیتین (گرمی۔ سردی۔ تری۔ خشکی۔) اضداد ہونے کے سبب سے باہم مخلوط ہوکر متوسط درجہ کی ایک کیفیت پیدا ہوجاتی ہے جو محض گرم کی نسبت سرد اور محض سرد کی نسبت گرم اور محض رطب کی نسبت یابس اور محض یابس کی نسبت رطب ہوتی ہے جسکو عربی لفظون مین مزاج کہتے ہین تب جاکر موالید ثلاثہ (جمادات۔ نباتات۔ حیوانات) کی تولید ہوتی ہے اسی وجہ سے آب۔ ہوا۔ خاک۔ آتش کو اصول مرکبات کہا جاتا ہے جس کی عربی عناصر ہے اور عموماً دیکھا گیا ہے کہ جب موالید ثلاثہ کی تحلیل کی گئی تو ان سے مذکورہ عناصر بعینہا برآمد ہوئے جس سے اسکا پورا ثبوت ملتا ہے کہ تحلیل مرکبات کی انتہا یہی عناصر ہین جس کی وجہ سے انکو عناصر کہا گیا ہے۔ یعنے تحلیل مرکبات کے انتہائی اجزا اور یونانی زبان مین انکو اسطقسات اِس خیال سے کہتے ہین کہ اِنسے موالید ثلاثہ بنتے ہین۔

اور چونکہ اِن کے باہمی اتحادی رابطہ و آمیزش سے کون و فساد کی دنیا حاصل ہوتی ہے

تو انکو ارکان کون و فساد بھی کہتے ہین یعنے بننے بگڑنے والی دنیا کے اجزا ۔
اور اکثر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ہوا پانی اور پانی ہوا اور خاک پانی اور پانی خاک اور آگ ہوا اور ہوا آگ بن جاتی ہے اور باہم ان مین اتحادی رابطہ پیدا ہونے سے اپنی صورت کو چھوڑکر دوسرے کی صورت پر ہو جاتے ہین جسکو عربی لفظون مین کون و فساد کہا جاتا ہے لہذا ان چارون کو اصول کون و فساد بھی کہتے ہین ۔
جدید تحقیق سے بعض فلزات کی نسبت یہ راے قائم کی گئی ہے کہ وہ بھی ایک بسیط عنصر ہین جیسا کہ وہ سونے کی نسبت اپنا یہی خیال ظاہر کرتے ہین اور کہتے ہین ہماری تفکیک و تحلیل سے اسکے اجزا نہین برآمد ہوئے ۔
مگر ہمارا خیال یہی ہے کہ سونے کے متعلق قدیم حکما کا خیال صحیح ہے کہ وہ کبریت و سیماب وغیرہ سے مرکب ہی کیونکہ کشتہ کرنے کے بعد بیشتر دیکھا گیا کہ وہ ہلکا ہو جاتا ہی جو اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ کوئی جز اسمین سے نکل گیا ۔
اور بعد کشتہ ہونے کے یہ بھی دیکھا گیا کہ اسکا پہلا وزن کم نہین ہوا جس سے اسکا پورا ثبوت ملتا ہی کہ اب اسکے ترکیبی اجزا سے کوئی جز و بھی خارج نہین ہوا اور سب برابر قائم ہین ۔
جدید تحقیق نے یہ بھی ثابت کیا ہی کہ کل اجسام کے اصول وہ چھوٹے چھوٹے اجسام ہین جو کسی طرح تفکیک و تحلیل کے قابل نہین ہین جو قدیم تحقیق کے بموجب اجسام ذی مقراطیسی کے نام سے موسوم کیے جاتے ہین لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ تحقیق گو اہل تقلید کے نزدیک بہت کچھ وقعت کی نظرون سے دیکھی جاتی ہے لیکن تدقیق نظر سے ہزارون کوس دور ہے کیونکہ ناظرین کو اس مین کسی طرح شبہہ نہین ہو سکتا کہ ذی مقراطیسی اجسام گو کیسے ہی ہون جوہر و جسم ہونے کی حیثیت سے سب ایک ہین اور ان کی جوہری و جسمی ذات سب مین مشترک ہے جس مین انکو ایک دوسرے سے تمیز نہین اور اس مین بھی شبہہ نہین ہو سکتا کہ ہر ایک کی امتیازی حیثیت الگ الگ ہی جس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ ان اجسام کی ذات مین اشتراک و امتیاز کا

منشا الگ الگ موجود ہے اور وہ اشتراک کا منشا جو سب مین ایک ہی انکا مادہ ہے
اور امتیاز و فعلیت کا منشا انکی صورت کہو یا شخصی حیثیت ما بہ الامتیاز ہے جس سے
لازم آتا ہے کہ وہ مادہ صورت سے مرکب ہون جنکو بسیط بحث تسلیم کر لیا گیا ہے
الغرض دوسرے اجسام کی طرح وہ بھی جزو مشترک و جزو مختص سے ضرور مرکب
ہین گو قصور آلات کی وجہ سے ہم دو جزون کی طرف اُنکی تحلیل نہ کر سکین کیونکہ
دریافت شے کے عجز سے اس شئے کا عدم نہین لازم آتا خاصکر جب اسکے وجود
پر برہان واجب الاذعان قائم ہو جائے تو اس وقت اسکے وجود سے انکار
محض مکابرہ و مجادلہ ہوگا لہذا ہر ذی بصیرت کو چاہئے کہ اپنی تدقیق کے دائرہ کو
تقلید کے پھندے مین محدود نہ کرے اور وہم کے دھوکے سے اپنی عقل کو بچاتا
رہے۔ کیا کوئی عقل سلیم یہ تجویز کر سکتی ہے کہ کسی شئے کی ذات مین ما بہ الاشتراک
و ما بہ الامتیاز الگ الگ موجود تو ہون اور وہ شئے اِن سے مرکب نہ ہو اور
یہ بدیہی امر ہے کہ کسی شئے کا دوسرا نام رکھ لینے سے مسمی دوسرا نہین ہو سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مادہ اشیا کا کچھ بھی ہو کائنات دنیا کا سلسلہ رابطۂ اتحادی
مبنی ہے کہ جبتک مادہ و صورت مین اتحادی رابطہ حاصل نہو تکوین و ایجاد کا سلسلہ
جاری نہین رہ سکتا لیکن یہان مادہ سے ہماری مراد وہ شئے ہے جو دوسری
شئے کے قابل ہو خواہ وہ قابل شئے مرکب ہو یا بسیط دیکھو کہ پانی مین کوئی ایسا جزو
ضرور ہے جسکے سبب سے ہر قسم کی شکل قبول کر سکتا ہے مثلاً گول برتن مین ڈالو
تو گول ہو جائیگا اور پہیلے ہوئے برتن مین ڈالو تو پہیل جاتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے
کہ بالفعل وہ پانی پانی رہیگا جس سے تم خود سمجھ سکتے ہو کہ پانی دو جزو سے مرکب ہے
ایک وہ جس سے اس مین قابلیت کا وصف پایا جاتا ہے اور دوسرا وہ جس سے
بالفعل پانی ہے۔

اور چونکہ ہم تمام عناصر و مرکبات عناصر مین قابلیت کا وصف برابر پاتے ہین
تو اس سے ضرور یہ یقین کر سکتے ہین کہ وہ جزو قابل سب مین برابر موجود اور مشترک ہے

اسی وجہ سے قدیم حکمانے یہ راے قائم کرلی کہ کل عنصریات کا مادہ اولی ایک ہے
اور یہی وجہ ہے کہ ہر عنصر دوسرے عنصر کی صورت پر ہوجاتا ہی اور یہی سب مین
اتحادی رابطہ ہے جس کی وجہ سے عناصر کا باہم انقلاب ہوجاتا ہے لیکن ہر عنصر
کی نوعیت دوسرے سے جدا جدا ہے۔ کیا کوئی ذی بصیرت یہ خیال کرسکتا ہی
کہ پانی کی نوعیت اور ہوا کی ایک نوعیت ہی یا خاک۔ ہوا۔ پانی۔ آگ کی ایک
نوعیت ہی۔ نہین نہین یہ خیال خام ہے بلکہ ہر ایک کی نوعی حیثیت دوسرے سے
مباین ہی اور ہر ایک کے خواص و آثار جدا جدا ہین اور ہر ایک کا نوعی میلان
و کشش الگ الگ ہے یہی وجہ ہے کہ ہوا و آگ کی کشش اوپر کو ہے اور آب و
خاک کی نیچے کو دیکھو کہ جب ہم چراغ جلاتے ہین تو اسکے شعلہ کا رخ اوپر کی جانب
رہتا ہے اور ہوا بھری ہوئی مشک کو پانی مین دباتے ہین تو اوپر کو زور دیتی ہے
اور پانی کو یا پتھر کو ہاتھ پر رکھتے ہین تو نیچے کو زور دیتا ہے جس سے ہمکو صاف طور
پر معلوم ہوجاتا ہے کہ ہر ایک کی طبعی کشش و میلان ایک خاص خاص جہت کی طرف
ہی اور ہر ایک کا ذاتی تقاضا الگ الگ ہے لیکن باوجود اسکے کہ ہر ایک کا ذاتی
مقتضا دوسرے کے مخالف ہی اشتراک مادہ کی وجہ سے جو ان مین باہم اتحادی رابطہ
ہے میل جول سے ایک دوسرے کی صورت پر ہوجاتے ہین جس کی صورتین
عناصر اربعہ سے ہر ایک کو دوسرے تین مین ضرب دینے سے بارہ ہوتی ہین
جن سے بعض تو بلا واسطہ ایک دوسرے کی طرف منقلب ہوجاتے ہین اور
بعض بواسطہ جسکی توضیح ہم آئندہ بیان کرینگے ہمارے بیان واجب الاغان سابق الذکر
سے ناظرین کو ضرور یہ خیال ہوگا کہ ذی مقدار طبیعی اجسام کی بساطت جب برہان سے
باطل کردگئی تو یہ نہ معلوم ہوا کہ اجسام کا مادہ اولی کیا شئے ہے ہو نہو وہ اجزای لایتجزی
ہونگے فنکو دوسرے لفظون مین جواہر فردہ کہتے ہین اور یہی تمام اجسام کے باہمی ارتباط
و اتحاد کا باعث ہونگے جن کا اجتماع ہر قسم کی جسامت کا موجب ہے جیسا کہ حکماے
متکلمین کا خیال ہی مگر ہم ناظرین کے اس خیال کو جلد پلٹ کر حق بات کی تصدیق کرائی دیتے ہین

جس سے ناظرین خود تفریق کرسکین گے کہ حق حق ہے اور باطل باطل ہی۔

ناظرین کو اس مین شبہہ نہین ہوسکتا کہ جواہر فردہ مین جوہری حیثیت ایک ہے جو تمام مین یکسان موجود ہے اور اُنکے اتحادی رابطہ کا باعث ہے اور اسمین بھی شبہہ نہین ہوسکتا ہی کہ ان سے ہر ایک مین امتیازی حیثیت الگ الگ موجود ہے اور بدیہی امر ہے کہ باعث اتحاد و امتیاز ایک امر نہین ہوسکتا جس سے لازم آتا ہی کہ ہر جوہر فرد جزو مابہ الاشتراک و مابہ الامتیاز سے مرکب ہو اور کوئی جوہر فرد فی ذاتہ بسیط نہو بلکہ مرکب و قابل قسمت ہو اور وہی جزو مشترک جو سب مین علی السویہ موجود ہی اور جن سے انکا بالقوۃ وجود ہے وہ انکا جزو مساوی ہے اور جس جزو سے انکو بالفعل وجود حاصل ہے اور ہر ایک کے امتیاز کا موجب ہی وہی ان کی صورت ہی اور وہ مادہ و صورت سے مرکب ہین اور بسیط محض نہین ہوسکتے جیسا کہ قدیمی یونانی متکلمین کا خیال ہی۔

اسی وجہ سے مادۂ اولی کے باب مین ہم مشایین حکما کی راے سے اتفاق نہین کرسکتے کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہین کہ تمام اجسام کے مواد اولی دس جوہر ہین جو فی ذاتہا نہ متصل و نہ منفصل اور نہ لذاتہا قابل قسمت ہین اور ہر قسم کی قابلیت ان مین موجود ہے اور فی ذاتہا بسیط محض بلکہ البسط ہین کیونکہ ان دس مین ہی جوہریت یکسان موجود ہے جس کا منشا سب مین ایک ہے اور سب مین الگ الگ امتیازی حیثیت بھی برابر موجود ہے جس سے ہر ایک کو فضیلت اور دوسرے سے تمیز حاصل ہے جس سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک کی ذات جزو مابہ الاشتراک و مابہ الامتیاز سے مرکب ہو جو ان کے مادہ و صورت ہین اور ہر ایک ان سے فی ذاتہا قابل تقسیم ہو جو انکی تحقیق کے سراسر خلاف ہی۔

ناظرین بعد غور کے جان سکتے ہین کہ مادہ اولی کے متعلق جس قدر راے زنی کی گئی ہے خواہ وہ تحقیق قدیم ہو یا جدید قابل وثوق و اعتماد نہین ہوسکتی کیونکہ یہ کل خیالات رجماً بالغیب ہین اور برہان ان کے خلاف ہے۔

اور یہی برہان اسبات کو بھی ثابت کر دکھاتی ہے کہ مادہ اولی کے باب مین افلاطون
کی راے بھی معتد بہ نہین ہوسکتی کیونکہ وہ یہ کہتا ہی کہ تمام اجسام کا مادہ ایک جوہر ہے
جو فی ذاتہ متصل ہے جسکو تمام عالم اجسام کی سطح حاوی ہے اور وہ ایک ہی
شخص ہے لیکن ہر قسم کی جسامت کا قابل ہے اور کل اجسام اس مین بمنزلہ امواج
دا تہار ہین اور وہ فی ذاتہ بسیط محض ہی اور کسی دوسرے مواد سے مرکب نہین ہی
گو بحسب الظاہر افلاطون کی یہ راے لگتی ہوئی ہے لیکن برہان سابق الذکر
اسکو بھی لغو کر دکھلاتا ہے کیونکہ جوہر ہونے کی حیثیت اس مادہ مین بھی موجود
ہے جو تمام جواہر مین مشترک ہے اور امتیازی حیثیت بھی جو اسکے ساتھ مختص ہے
اور ان دونون کا منشار اسکی ذات مین الگ الگ موجود ہوگا جس سے اسکا بھی
جزو مابہ الاشتراک و مابہ الامتیاز سے مرکب ہونا لازم آتا ہے۔ الغرض مادہ کے
تعین مین جسقدر راے زنی قدیم یا جدید حکمانے کی ہے اسکے ثبوت پر کوئی برہان
قابل وثوق نہین صرف ظن وتخمین ہے نہ احقاق حق۔

ہان یہ ضرور ہے کہ مادہ کے جو معنی بیان کئے جاتے ہین ان معنون سے
مادہ کا وجود بدیہی بلکہ جلی تر ہے جسکا انکار محض مکابرہ اور صریح غلطی ہے کیونکہ
ہم جب ایک برتن کے پانی کو دو برتنون مین کر دین تو ہم بدیہی طور پر اس بات کو جانتے
ہین کہ جب زمین مین بیج بویا جاتا ہے اور اس سے زراعت اُگتی ہے تو یہی کہا جاتا ہے کہ
یہ زراعت اس بیج سے اُگی اور یہ نہین ہوسکتا کہ وہ تخم بعینہ اب باقی نہین اور
نہ یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ تخم بالکل منسیت و نابود ہوگیا اور یہ کہنا محض عدم سے
وجود مین آئی ہے بلکہ یقیناً یہی دیکھا جاتا ہے کہ اس تخم مین کوئی ایسا جزو ہے جو
پہلے تخم کی صورت پر تھا اب زراعت کی صورت پر ہوگیا جو اس زراعت و تخم مین
مابہ الاشتراک و رابطہ اتحادی ہے اور پھر جب زراعت پک کر تخم بن گئی تو ضرور
یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس تخم و زراعت مین ضرور کوئی جزو مشترک ہے جسکی وجہ سے
یہ کہا جاسکتا ہی کہ یہ تخم اس زراعت کا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ زراعت اب تو باقی نہین

رہی ضرور اب کوئی اس کا جزو باقی ہے جو پہلے زراعت و درخت کی شکل وصورت پر تہا اب بشکل تخم نمودار ہے۔

مثلاً روشنائی کو دیکھو کہ جب تم قلم لیکر کاغذ پر لکھنے لگتے ہو تو قسم قسم کے حروف والفاظ کے نقش و فولٹو بنا تے جاتے ہو اور تم خود سمجھ سکتے ہو کہ سب نقوش و مختلف حروف والفاظ کے فولٹو اسی مداد اور سیاہی کے ہین اور وہ سیاہی و مداد بعینہ بلا تغیر باقی نہین رہے ضرور اس کا کوئی جزو ایسا باقی ہے جو پہلے اور شکل پر تہا اب دوسری شکل پر ہے جو اس مداد اور ان نقوش مین رابطہ اتحادی ہے اور وہی مختلف اشکال کے نقوش مین جو کاغذ پر قلم سے جمائے گئے ہین مابہ الاشتراک ہی اور ہر ایک کی جداگانہ صورت مابہ الامتیاز ہے اور اسی جزو مابہ الاشتراک کا نام مادّہ ہے جو مداد سے ماخود ہے ہم اپنے اس بیان کو ایک دوسرے انداز سے مصدق کرتے ہین دیکھو کہ جب کوئی شادی کرتا ہے اور اسکی اولاد پیدا ہوتی ہے تو یہ اولاد اُسی کے نطفہ سے سمجھی جاتی ہے اور یہ بدیہی امر ہے کہ یہ اولاد بعینہ اسکا نطفہ نہین ہے بلکہ نطفہ کا کوئی جزو اس مین موجود ہے جسکے باعث یہ اولاد اس شخص کی مانی جاتی ہے جو پہلے نطفہ کی صورت پر تہا اور اب اولاد کی صورت پر ہے اور وہی جزو دونون مین مابہ الاشتراک ورابطۂ اتحادی ہے اور وہی نطفہ کا مادّہ ہی اور وہی اولاد کا۔

الغرض دنیا کے کل اجسام مین تم غور کروگے تو تم خود بھی اس بات کا یقین کرلوگے کہ کوئی صورت بلا مادہ اور کوئی مادہ بلا صورت نہین ہے اور کل مرکبات ان دونون کے اتحادی رابطہ کے نتائج ہین اور مادّہ بدیہی الوجود ہے جس کا ثبوت بار برہان کا متحمل نہین ہوسکتا رہی یہ بات کہ وہ مادہ جزو لایتجزی یا ذی مقدار طیسی جسم یا جوہر بسیط وغیرہ ہے تو اسکے ثبوت پر ابتک کوئی بُرہان لازم الاذعان قائم نہین ہوی اور اس بات مین جس قدر قلم فرسائی کی گئی ہے رجماً بالغیب ہے مگر بغیر رابطہ اتحاد مادہ وصورت کے کوئی نتیجہ بھی برآمد نہین ہوسکتا کیا یہ بات بدیہی نہین ہے

کہ دنیا مین ہر شکل وصورت کا کوئی محل قابل وحامل ضرور ہے ورنہ صورت وشکل تو ہیئت ہے جو بذات خود قائم نہین ہوسکتی ضرور اسکا کوئی حامل ہے خواہ وہ مرکب ہو یا بسیط ہو اور وہی قابل اسکا مادہ ہے جو فی ذاتہ کسی خاص صورت کے ساتھ مختص نہین ہے اور یہ سب صورتین اسی کی ہین اور وہ کسی صورت پر نہین۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش من انداز قدت را می شناسم

ہمارے اس بیان بین البرہان لازم الاذعان واجب الایقان سے ناظرین جان گئے ہونگے کہ کوئی امر بردہ عدم سے بغیر رابطہ اتحادی کے صحن وجود مین جلوہ گر نہین ہوسکتا مثلاً تم کسی شئے کی شناخت کرنا چاہو تو جبتک اسکا فوٹو تمہارے آئینۂ ذہن مین نہ جم جائیگا ہرگز تم اسکی شناخت نہ کرسکوگے یہی وہ فوٹو ہے جو تمہارے اور اس شے کے درمیان رابطہ اتحادی اور باعث شناخت ہے۔

مثلاً تم اس بات کی تصدیق کرنا چاہو کہ دنیا حادث ہے تو تم پہلے دنیا کے اوصاف مین تتبع کروگے کہ اسکا کون سا وصف ایسا ہے جسکو دنیا وحادث سے اتحادی رابطہ حاصل ہے جب بعد تتبع کے تمکو یہ معلوم ہوگا کہ وصف تغیر کو دونون سے اتحادی رابطہ ہے تو تم اس انداز سے اسکی تفصیل کروگے کہ دنیا متغیر و ناپائدار ہے۔ اور جو ناپائدار ہے وہ حادث ہے تو تمکو اس اتحادی رابطہ کی اس تفصیل سے یہ تصدیق حاصل ہوجائیگی کہ دنیا حادث ہے۔

اسی پر دوسرے امور کو بھی قیاس کرلو کہ دنیا کے کل امور کا دارمدار اسی رابطہ اتحادی کے توڑ جوڑ پر ہے کہ جبتک انسان حمیدہ اخلاق واعمال صالحہ سے اتحادی رابطہ نہ پیدا کرے وہ کبھی مہذب انسان نہین بن سکتا۔

سیدنا ورالدین

نظم

رباعیاتِ عالیجناب وزارت مآب سر مہاراجہ دُہایمین السلطنۃ المتخلص بہ شاد تلمیذ حضرت آصف خلد اللہ ملکہٗ

اُس شوخکا ای شاد ستانا دیکھا
اور آتشِ فرقت مین جلانا دیکھا
کیون چکمے محبت کے مزے اب تو نے
دیکھا دیکھا یہ دل لگانا دیکھا

ولہٗ

اُس ماہ کا جسدم رخ زیبا دیکھا
طالع کا بلندی پہ ستارا دیکھا
مین نے اس عشق کی بدولت اے شاد
اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھا

ولہٗ

بچین ہون راحت سحر و شام نہین
پہلو مین مرے شاد وہ گلفام نہین
ہر چند طلبگار ہے آرام کا دل
کس طرح ہو آرام دل آرام نہین

ولہٗ

آنکھون مین نظر بنکے سمایا ہی کون
دل مین مرے درد بنکے آیا ہے کون
کچھ اُسکا پتا ہی نہین ملتا اے شاد
مطلوب جو میرا ہے خدایا ہی کون

ولہٗ

بلبل ہے یہان اور گل خندان وہان ہے
دل اپنا یہان زلف پریشان وہان ہے
کس طرح سے چین آئیگا مجکو اے شاد
ہی جسم یہان اور مرا جان وہان ہے

ولہٗ

بڑہتی ہی روز بیقراری میری
دکھ دیتی ہی مجکو آہ و زاری میری
بیچین جو ہوتا ہون تو ہوتی ہی شاد
تسکین کا سبب امیدواری میری

ولہٗ

یہ دامنِ امید دراز فشان ہو جاے
یہ دردِ مرا لایق درمان ہو جاے

کچھ دیر نہین جو فضل اُسکا ہو شامل
وہ چاہے تو مشکل ابھی آسان ہو جاے

ولہٗ

سر مین سودا جو ہی وہ سودا نکلے
دل مین حسرت جو ہی خدایا نکلے

ہو جاے کرم حال پہ اِس بیکس کے
بس ہی یہ تمنا کہ تمنا نکلے

جناب خواجہ محمد باقر صاحب شیدا لکھنوی

اُبھر آئین جو دیکھے داغ یان سینے پر اچھا ہو
مرے آئین ہمایون پر آپ خوش ہون کیا تماشا ہو

چمن ہو ابر ہو ساقی ہو شب ہو دورِ صہبا ہو
تکلف برطرف اے یار تو ہو اور دینا ہو

دلِ عزلت گزین کہتا ہی دشمن میرا رسوا ہو
گنہگارِ محبت ہون اگر دامن پہ دھبا ہو

قیامت خیز اک ہنگامہ زیرِ عرشِ اعلیٰ ہو
قدم رکھو زمین پر آسمان پر حشر برپا ہو

تمنا ہی جسے ہاتھون سے ملئے دل وہ میرا ہو
جسے فرمایئے پامال وہ اپنا کلیجا ہو

حباب اُٹھتے ہی بیٹھا آسمان اپنی طرف دیکھے
خدا جانے ابھی کیا تھا ابھی کیا ہی ابھی کیا ہو

تمہین دیکھا ہی کس نے حضرتِ موسیٰ سی تو پوچھو
خدا شاہد ہی جسنے بھر نظر دیکھا ہو اندھا ہو

تہ و بالا زمین و آسمان ہو جائین دم بھر مین
اُٹھو بیٹھو چلو دیکھو ابھی ہنگامہ برپا ہو

جو چٹکی زلف تمنے سامری سونے سی چونک اُٹھا
قسم ہاروت کی جادو جگانیوالا تمسا ہو

غنیمت جان اے دل آج تو ہنس بول لے سب سے
یہ موذی آسمان سر پر ہے کل تک دیکھئے کیا ہو

خدا واقف ہی ایجان بہتیری چوٹ اسکو کہتے ہین
اُدھر دیکھو ادھر دلمین ہماری درد پیدا ہو

صدا بھی قم باذنی کی نہین یان کان مین آئی
کسے تمنے جلایا خیر تم کسکے مسیحا ہو

مرے سینے پہ گل دی دیکے وہ ہنس ہنسکے کہتی ہین
اگر بنجاے دل داغون سے گلدستہ تماشا ہو

چمک کر جب نہین بجلی گرانے وہ مرے دلپر
فلک کہتی ہی تم تو میری آنکھون کا تارا ہو

خدا وہ دن دکھائے باڑہ برآئے پھلو پھولو
کہین اُبھرو کہ جلدی بار و رنخلِ تمنا ہو

دعا ہی آرزو ہی آرزو اسمین سما جائے
ملے وہ دل کہ جس دل مین تمنا ہی تمنا ہو

وطعہ

ہوئے رنجیدہ دل کیون جھوٹ سچ دریافت تو کر لو
کسیکو کیا پڑی ہی کر کئی جیتا ہو کہ مرتا ہو
کہا کسنے مریض عشق بچ جائے تو بہتر ہے
بُرا ہو کہنے والے کا وہ مرجائے تو اچھا ہو

مین اُنکو دیکھکر جب مُسکرایا وقت آرایش
ہٹا کر آئینہ بولے بلا کے شخص ہیشرا ہو

وله

وہ دیکھین آئینہ جس آن عالم بیخودی کا ہو
اُنھین حیرت ہو اُنکے دیکھنے والے کو سکتا ہو
تری آنکھونکے ڈورونکا تعلق سخت پیچدا ہو
مرا مرغ نظر اُلجھے جو اُسسے رشتہ برپا ہو
نکالے آستین سے ہاتھ گل کہلئے جو کہانا ہو
کمی کیا ہی یدبیضا کی لیکن دست موسے ہو
مین وہ دیوانہ ہون میرا گزر گر سوئے صحرا ہو
زبان حال مجنون ای جنون ایک ایک کانٹا ہو
سر تربت گزر تیرا اگر اے رشک لیلےٰ ہو
رگ سنگ لحد سے موجزن یان خون مینا ہو
کسی چشم سخنگو کا گر اپنے دل کو سودا ہو
پڑی کانٹا زبان پر جو زبانکی شکل گویا ہو
مین رونا اسلئے ہون آتش دل مشتعل تا ہو
تمنا ہی ابھی بالیدہ تر نخل تمنا ہو
مرا اشک روان معجز نما نکلے تماشا ہو
گھٹے دریا سے قطرہ ہو بڑھے قطرہ سے دریا ہو
پڑے جب وہ نظر یہ اپنی جا سے ہل سکے پھر کیا
ہمارا طائر دل کیون نہ مرغ رشتہ برپا ہو
جسے اُنکے دہن کی جستجو ہو خلق سے گم ہو
جو نکلے ڈھونڈنے اُنکی کمر وہ آپ عنقا ہو
وہ آئین بال کھولے مین کفن کو تو متا اُٹھون
جو دیکھے حشر مین دیوانہ ہو جائے تماشا ہو
تری قدرت لیا سر اپنے بار عشق آدم نے
نکالے ہاتھ پاؤن اسسے وہ جو مٹی کا پتلا ہو
زبان پر جو پڑی کانٹا وہ تالو سے کرے باتین
بنے دم پر گلوے نے گلوے خشک اپنا ہو
اُدھر ہون وہ ادھر بیچ مین ہو رنگ یکرنگی
جو ہر پنجہ مژگان کسیکا پھیر دے جھاڑو
کہین فرش زمین پر پھر نہ زندہ ہو نہ مُردا ہو
بہار اُنکی خزان اپنی دکھائے رنگ گلشن مین
کہ گل ہمرنگ اُنکا ہو ہمارا رزد پیتا ہو

اُٹھے جو ہاتھ تیرے سامنے ہو وہ ید بیضا
کھلے جو آنکھ تیری دید کو وہ چشم موسیٰ ہو
مرے اشکِ چکیدہ نے غضب عالم کو گھیرا ہے
یہ کہنے آرزو کی تھی کہ وہ قطری سے دریا ہو

قطعہ

خدا وہ دن دکھائے اُنکو سو جب جلوہ آرائی
وہ پھولچین بام پر ایک ایک یاں ہمشکل موسیٰ ہو
نقاب اُلٹیں وہ چہرے سے پڑیں آنکھوں پہ یاں آنکھیں
وہ کھولیں کاکلیں آنکھوں میں یاں چھایا اندھیرا ہو

عجب خیز باتیں اُنکی ہیں دل میں اگر سوچوں
مرے ہر شعر میں سحر حلال پیدا ہو

کلام فارسی

حضرت امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ

خنجرِ ناز نیا بد جگرے بہتر ازیں
ای بقربانِ تو ظالم نظرے بہتر ازیں
سر بپائے تو نہم نیست سرے بہتر ازیں
روم از خویش بناشد سفرے بہتر ازیں
می برد دل بادائے کہ ندانند کہ بُرد
غمزہ اش یاد ندارد ستمے بہتر ازیں
ہر چہ از سبلِ تو روز جزا پرسیدند
او ہمان گفت کہ زخمِ دگرے بہتر ازیں
یار سرمست و ہوا سرد و می ناب بجوش
ساقیا باز نیابی سحرے بہتر ازیں
نگہے کردی و دل بُردی و جانم تا قیست
جانِ من گر دو تو گردم نظرے بہتر ازیں

بجز دیدۂ بُرد بسر منزلِ مقصود امیر
نیست در راہِ جنون راہبرے بہتر ازیں

ابوالعرفان جناب مولوی سید نور الضیاء الدین صاحب جیلانی المتخلص بہ ضیا

کے بکوشش غم بدلہا عزم جولانی کند
کاندریں دار الشفا ہر درد درمانی کند
عاشقانت را حصیر و مسند شاہی یکیست
ہر گدا بر بوریائے خویش سلطانی کند
ہر چہ می آید بدستش در فلاکت می رود
تا کجا مسکین غمِ بے سازو سامانی کند

عشرتِ نحلست با هم از ریاطِ ناکسان
صحبتِ نااهل آخر خانه ویرانی کند

جان و دل قربانِ آن قاتل که بعد از کشتنم
گه فشاند آستین گه دامن افشانی کند

داغهای سینهٔ ما را شمردن مشکلست
کاندرین بستان سراسر گل گلستانی کند

دل ته و بالا شود از گریهٔ بے اختیار
کشتیٔ ما رقص با امواجِ طوفانی کند

مژدهٔ وصل تو اے گل دولت اشکم فزود
در بهار آب فراط و دجله طغیانی کند

گر چکد از دیدهٔ من قطرهٔ خون کم مبین
ریزهٔ یاقوت این معدن بدخشانی کند

سوز پنهانم گلو گیرست در وحشت ضیا
میتوان گر چاک دامانم گریبانی کند

جناب ترک علی شاه صاحب المتخلص بہ ترکی

حریف از سیر دیوانہا سخن گستر نخواہد شد
که گردد مہر که گرد عالم اسکندر نخواہد شد

زتن فرقم جدا اے قاتل از خنجر نخواہد شد
ہلاکم غیر تیغ ابروے دلبر نخواہد شد

گرانیست آفت عشقت که من از عہدہ بیرونم
کسے از عاشقانت جان من جابر نخواہد شد

ازین لطف زبانی چیست حاصل چون تو میدانی
که جز وصل تو تسکین من مضطر نخواہد شد

زفیض خوشخرامان تیز رو محرومم می ماند
معطر کز نسیم بوستان صرصر نخواہد شد

من اول روز چون گشتم خریدار تو دانستم
که سودائے تو جز مردن برون از سر نخواہد شد

نظر برزلف آن بت ہر مسلمانے که اندازد
مسلمان ہم نخواہد ماند گر کافر نخواند شد

نه گردد گرمی حسن تو سرد اے آتشین طلعت
تنم تا از تپ عشق تو خاکستر نخواہد شد

بدریا گر رود ساحر کسے خضرش نمیگوید
که جادو گر استدراج پیغمبر نخواہد شد

نه گردد تا زمین کوے او از خون من رنگین
زدست شہسوار من جدا خنجر نخواہد شد

بغیر از کلک من افعی بنا شد در حق منکر
که جز موسیٰ عصاے دست کس اژدر نخواہد شد

زعشقت دم زند گو یک جہان اے مایهٔ خوبی
مگر مانند من شیدائے تو دیگر نخواہد شد

نہ از اصلاح گیرد تازگی افسردہ معنی ہا
کہ زیبا روے زشت از ہیکل گوہر نخواہد شد

نہ من میگویم اے ترکی مگر گویند ہمصران
کہ چون ترکی کنون پیدا سخن گستر نخواہد شد

جناب گرامی صاحب

فلاطون علت بیتابی مجنون چہ میداند
تو این حکمت زلیلی پرس از فلاطون چہ می داند

ز مالب تشنگان دریا نشینان را چہ پروائے
گداز سینۂ صحرا دل جیحون چہ می داند

زبان بلبلان آنانکہ می دانند می دانند
کہ زاغ شرم دشمن نالۂ موزون چہ می داند

بتید نہا چہ میداند دل افسردۂ زاہد
ادائے کاوش نشتر رگ بیخون چہ می داند

بآب زندگی رہ بردم و قدرش ندانستم
رموز خوش نصیبی طالع وارون چہ می داند

دل لیلی کہ با پیمان شکستن بست پیمانے
شکست اندر شکست شیشۂ مجنون چہ می داند

نہ حرف شکوہ می خوانم نہ وصل از ہجر میدانم
دل بے آرزو افسانہ و افسون چہ می داند

بگوش نو نیازان خود فریب غمزہ میگوید
کہ چشم دلربا حرف وفا مضمون چہ می داند

تغافلہائے یوسف بازلیخا دیدم و گفتم
کہ طفل ناز پرور لذت شبخون چہ میداند

کسے کز نالہ بر لب رنگ از بیتالہ کم بندد
سیہ مستی ذوق آن لب میگون چہ میداند

گرامی خم نشینی دیگرست و خم کشی دیگر
تو اسرار خم از من پرس افلاطون چہ میداند

جناب مولوی سید حسن علیصاحب طلسمی وکیل

اسیر بند وفائے تو کے شود آزاد
فزون ز دام کند مرغ در چمن فریاد

اجل بمرد کجا تا بکشتہ جان بخشد
کہ موج آب حیات است وشتہ جلاد

دل از ملامت حرد نمودہ پرویزی
عبث بوعدۂ شیرین ہلاک شد فرہاد

چنانکہ شاخ ثمر دار بشکند از بن
شریف نیز بیفتد ز کثرت اولاد

بشکلِ نقطہ مرا محض اعتبارِ وجود
ولے زصحبتِ خوشتیم مشرفِ اعداد
عدو مصون بنود بعد کشتنِ من ہم
زخونِ گرم کنم آبِ خنجرِ فولاد

نہ از جیبِ شکایت نہ از رقیبِ گلہ
طلسمی از دلِ بیتاب می کند فریاد

ابو المعظم جناب محمد سراج الدین احمد خان صاحب المتخلص بہ سائل

بیا بمیکدہ کز لاے رنج و غم صافست
مکن ارادۂ مسجد ریا باطرافست
خطش بعارض گلگون خطوط ہندسہ وان
بزنگ شیشہ جامِ جہان نما صافست
زصدق جامہ پوشم صفا بدل دارم
سخن گزافہ نہ رانم کہ گویا لافست
رسیدہ چاک گریبان زسینہ تا دامن
دریدہ دامن پیشین زپاے تا نافست
چو می بمدرسہ خوردم بدیر سجدہ نزدم
مرا زشیخ و برہمن چہ باک و اقافست
وفا نمودم و پاداش او جفا دیدم
ستم بہ عاشقِ صادق چہ عدل و انصافست
بجیب ہر کس و ناکس زرشک بدہم
شنیدہ ام کہ گناہِ عظیم اسرافست

کلام سائل معجز بیان بدست آور
بچشم غور بہ بینش کہ شرح کشافست

دو پیکر پر ایک نظر

وبدبہ آصفی چاہتا ہی کہ اردو زبان کی بحث ہر پرچہ مین ہوا کرے۔ اسوقت دو پیکر پیش نظر ہے۔ جسکا نام نمبر گزشتہ مین زبانِ قلم پر آچکا ہے۔ اسکا تفصیلی ذکر

کرنا یقیناً مفید مطلب ہوگا۔

یہ کتاب نظر ثانی ہوکر اب مکرر چھپی ہے۔ اِسکا اصل مقصود تذکیر و تانیث کی بحث ہے مگر ساتھ اِسکے اور بہت سی باتین اور قواعد اُردو زبان کے لکھے ہین۔ مقدمۂ کتاب دیکھنے کے قابل ہی جس مین قابل مولف نے عموماً اہل ہند اور خصوصاً شعرائے دہلی ولکھنو کی زبان و کلام پر حرف گیری کی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ زباندانی کی داد دی ہے سب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ ہماری زبان کیون بگاڑتے ہین جب اُنکی زبان خود مختار ہے تو ہم نکوا ور ہُوا ور تقصیرا ور عورتان۔ کتابان وغیرہ کیون نہ بولین۔

اہل علم کا قول ہے کہ کتاب کیسی ہی ناقص و مہمل ہو کسی وقت کوئی نہ کوئی فائدہ دے ہی جاتی ہے مگر مین نہین کہہ سکتا کہ دو پیکر بھی اس قول کی تائید کرسکتی ہے یا نہین۔ اِسلئے کہ اِس کتاب کی تالیف مین کوئی معیار نہین رکھا گیا جن اساتذۂ زبان اُردو کو نا قابل ٹھہرایا ہے اُنہین کے کلام سے اپنی کتاب مین سند دی ہی۔ اور شاید اسی مناسبت سے دو پیکر نام رکھا ہی ناظر کتاب کو سخت دردِ دل ہوتی ہے کہ مولف کی کونسی بات اختیار کی جاے اور کونسی چھوڑی جاے۔

گزشتہ نمبر دبدبۂ آصفی مین **عالیجناب وزارت مآب یمین السلطنۃ سر مہاراجہ کشن پرشاد** دام اقبالہٗ کا یہ مضمون آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص زبان کی باریکیون سے ناواقف اور شعر و سخن کے کوچہ سے نابلد ہے اگر کوئی کتاب زبان کے متعلق لکھے گا تو اُسکی کتاب ملک کو مغالطہ مین ڈالے گی" مین دیکھتا ہون کہ دو پیکر پکار کے کہتی ہے کہ اس مقولہ کی تصدیق کے لئے میری حالت دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔

چونکہ تذکیر و تانیث کا کوئی رسالہ مفصل و مدلل نہین ہی اور خاصۃً غیر زباندان کو اسکی زیادہ تر ضرورت ہی فلہذا یقینی بات ہی کہ بہت سے لوگون نے دو پیکر کو اپنا سرمایۂ معلومات بنایا ہوگا یہ امر اور بھی مجبور کرتا ہی کہ اس کتاب کی حالت سے ملک آگاہ کردیا جاے۔

اگر بنیم کہ نابینا و چاہ است
وگر خاموش بنشینم گناہ است

کچھ اس سے بحث نہین کہ جناب مؤلف مدراسی ہین اور بقول خود "یکے از اعیانِ خاندانِ

نواب کرناٹک مین اور نہ اس سے غرض ہی کہ اُنھون نے شعرائے اُردو پر ہاتھ صاف کیا ہی فی نفسہ مجکو کتاب کے مقاصد پر نظر ہی۔ جو صاحب بانِ اُردو کا قانون بنائین اور خادم المحققین ہون اُنکی سعی ہر صورت سے مشکور ہی۔

پہلے مین مولف و پیکر کی عبارت دکھاتا ہون۔ اس سے بھی زبان کے شائق فائدہ اُٹھائینگے۔

صفحہ (۱) "اُنکی روانی اور سیاق پر سے پتا لگ جاتا ہی" تحریرون اور تقریرون پر سے صحیح کر لیگئی ہے" دونون جملون مین پر زائد اور خلافِ زبان ہی۔ یہ پر کتاب مین بیسیون جگہہ آیا ہی۔

صفحہ (۲) "مستند اہل لسانون مین" اہل لسان مین کہنا چاہئے۔ اہل لسانون جمع الجمع کی صورت ہی۔ "اختلاف آن پڑا ہے" پڑا ہے زبان ہی۔ "ہمین کسکی مقلد ہونا چاہئے"۔ ہمین کس کا مقلد ہونا چاہئے درست ہی۔ "کسکی اتباع مناسب ہے" اتباع مذکر ہے لہذا کسکا اتباع کہنا چاہئے۔ "کرسی حکومت پر سے ایک غلط فقرہ کہہ بیٹھے" مہمل فقرہ ہے۔ کرسی حکومت پر بیٹھکر ایک غلط فقرہ کہہ اُٹھے۔

صفحہ (۳) "اُسکی غلطی فصیح ترین شمار ہونے لگتی ہے" ترین اس جگہہ نادرست فصیح تر کہنا چاہئے۔ "معنی بے معنی الفاظ مستعمل ہو جاتے ہین" یہ محاورہ غلط ہے۔ صحیح غلط کہنا چاہئے۔

صفحہ (۴) "جسکی اجزا الذات معنی نہین کر سکتے" معنی کرنا زبان نہین ہے۔ معنی دیسکتے کہنا چاہئے۔ یہ جملہ بیسیون جگہہ آیا ہے۔ "ایک اہل شمال نے" غلط۔ اہل شمال سے ایک شخص نے۔ اُردو مین اہل جمع کے لئے مخصوص ہے۔

صفحہ (۵) "معنی خبط ہو جاتا ہے" معنی خبط ہو جاتے ہین۔ زبان ہے۔ "بہت سے الفاظ محرف اور ساختہ کر دئے گئے ہین" یون کہنا چاہئے بہت سے الفاظ تصرف سے متغیر ہو گئے ہین۔ "خوش مزہ اور خوشبو کی اشیا" اول تو اشیا جمع مذکر ہے دوسرے کے لانا نہ چاہئے خوش مزہ اور خوشبو اشیا۔

صفحہ (۷) "اُسکی جگہہ پر" پر زائد ہے۔ "لفظ ڈبا بمعنی ریل کی ایک گاڑی کے بھی ہے

آیا ہی" یون کہنا چاہیے - ڈبا کا لفظ بمبئی سے آیا ہے جسکے معنی ہین ریل کی ایک گاڑی
صفحہ (۸) "چانول نون کے ساتھہ نادرست ہی چاول زبان سے" ایسا ہی لفظ تقصیر ہے
جو یون مثلاً استعمال ہوتا ہے" - تقصیر معاف **یون مثلاً** زبان نہین ہے **مثلاً** کو نکالیے
"سالم ہندوستان بھر مین" **سالم** اسجگہ نہین کہتے **تمام** کہنا چاہیے - دوسرے ہندوستان
بھر مین کہنے کے بعد **تمام** کہنے کی کبھی حاجت نہین ہی -
صفحہ (۹) "کر یہ التلفظ" اسمین **ی** غلط ہے -
صفحہ (۱۰) "کونسا لفظ اس معنی سے مستعمل تہا" ان معنی مین کہنا چاہیے "ملائی با لائی
کیسے بنگئی" کیسے اسجگہ غلط کیونکر بن گئی - زبان ہے -
صفحہ (۱۱) "اُسپر مجبور کیون گردانے جائین" مجبور کیون کہے جائین - زبان ہے -
گردانے کا محل اور ہی "بہت سارے الفاظ" غلط - بہت سے الفاظ "شاعران ہند اپنے
اُستادون کے محاورون کے چھوڑ بیٹھتے ہی اُنکو ہم بھی فوراً نہ ترک کر دینے پر ہدف تیر
ملامت بنائے جائین" - اے سبحان اللہ - شاعران ہند اپنے اُستادون کے جو محاوری
چھوڑدین اُنکو ہم بھی فوراً ترک نہ کرین تو ہدف تیر ملامت بنائے جائین -
صفحہ (۱۳) "بجاے تاریخہاے پیشی کے" کے غلط ہے "یہ تک معلوم نہین" یہ بھی
معلوم نہین زبان ہے -
صفحہ (۱۴) "ایسا ہی یہ جملے ہین" غلط - ایسے ہی یہ جملے ہین "جنکے منجملہ یہ الفاظ ہین"
درست یون ہے منجملہ اُنکے بعض الفاظ یہ ہین -
صفحہ (۱۷) "دونون جاے لفظ کسی چاہیے" غلط - دونون جگہ کسی کا لفظ چاہیے -
صفحہ (۱۸) "پہر تفضیل کیونکر ہو سکتا ہی" تفضیل مونث ہی ہو سکتی کہنا چاہیے -
صفحہ (۱۹) سواے ایک یا کے" غلط سوا ایک یا کے -
صفحہ (۲۱) "جند قوانین اُردو کی دریافت اور اُسکے متعلقات مین درج کئے ہین"
اِس جملے کے خیر سے کچھ معنی ہی نہین اصلاح کیا ہو -
صفحہ (۲۲) "جانا چاہیے" جاننا چاہیے کی جگہ جانا چاہیے غلط ہی اس کتاب مین

سیکڑون جگہ جلی قلم سے جانا چاہئے لکھا ہی عجیب تماشا ہی۔ مین نے جہد بلیغ اس معنی کی کی ہی کہ ہر ہر لفظ کی مثال الخ" اس معنی کی کی ہے محل اس باب مین یا اس امر مین کہنا چاہئے۔

صفحہ (۲۳) "ردیف پر سے جانچ لیا ہے" پر غلط۔ لہذا ایسے اشعار مثال مین استعمال نہ کئے" اول تو مثال مین استعمال کرنا برا ہے۔ مثال مین لانا۔ مثال مین دینا۔ زبان ہے دوسرے نہ کئے کی جگہ نہین کئے چاہئے۔ اپنی جاسے پر" غلط۔ اپنی جگہ پر۔

صفحہ (۲۴) "بخوبی معلوم ہو سکتی ہے"۔ ہو سکتی ہے زبان ہی۔

صفحہ (۲۵) "مذکر و مونث کا تک خیال نہین رکھتے" تک کی جگہ بھی کہنا چاہئے اور اگر کا کے قبل تک لائین تو مضائقہ نہین" وزن تو خبط نہین ہو جاتا" وزن کا خبط ہونا زبان نہین ہی۔ لامحالہ مونث ٹھہرا ہی ٹھہرا" غلط اور بالکل غلط لامحالہ مونث ہی قرار پایا۔

صفحہ (۲۷) "اکثر کرکے" غلط کر کے کاٹئے" علحدہ معنی کرتے ہین" معنی دیتے ہین زبان ہے۔

صفحہ (۲۹) "ہر دو صورت مین" دونون صورتون مین کہنا چاہئے۔

صفحہ (۳۴) "تم کرتے ہین" غلط۔ تم کرتے ہو صحیح۔

صفحہ (۳۵) "آخر پر واؤ" آخر مین واؤ چاہئے۔

غرض کہان تک خامہ فرسائی کی جائے ابھی دفتر دفتر اغلاط باقی ہین۔ اب دو چار لفظ تذکیر و تانیث کے متعلق ملاحظہ ہون۔ دو پیکر مین ہے۔ تلچھٹ مذکر۔ یکمن مذکر۔ جان مذکر۔ آروغ مذکر۔ اُف مذکر۔ افغان بمعنی فریاد مذکر۔ بہا مذکر۔ جھڑ مذکر۔ جھونک مذکر۔ سیر مذکر۔ عندلیب مذکر۔ صلی علی مذکر۔ کف دست مذکر۔ کف یا مذکر۔ متاع قیمتی مذکر۔ مخمل مذکر۔ محک مذکر۔ نشو و نما مذکر۔ نقاب مذکر۔

یہ سب الفاظ جنکو مذکر لکھا ہی قطعی مونث مستعمل ہین کسی مین اختلاف نہین ہی۔ اور ملاحظہ فرمائیے آسن مونث۔ ابرو مونث۔ بھرمٹ مونث۔ شرم مونث۔ حذنگ مونث۔ صاد مونث۔ قلم بمعنی خامہ مونث۔ مزار مونث۔ مزرع مونث۔ بناہ مونث۔

اِن مین کوئی ایسا لفظ نہین جو اہل زبان کے استعمال مین مذکر نہو۔

ہمنے مانا کہ قدما کے کلام مین بعض الفاظ اسی طرح بندھے ہوے ہین جس طرح دو پیکر مین لکھے ہین

مگر متروکات پر نظر ہونی چاہیئے۔ شاعر کبھی خطا بھی کر جاتا ہی۔ اُسکی تنقید کرنا مولف کی بصیرت اور واقفیت پر منحصر ہے۔ متروکات کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ میر و سودا کے وقت مین جو استعمال تھا امتدادِ زمانہ کے بعد اہل زبان نے اُسکو چھوڑ دیا جیسا کہ میر نے جان در سیر کو مذکر اور حشر مونث باندھا تھا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جب کوئی شاعر خلاف جمہور کوئی لفظ استعمال کرتا ہے خواہ اُستادِ مسلم الثبوت ہی کیون نہو اُسی زمانے کے اہل زبان اُسکو قبول نہین کرتے اور وہ استعمال خلافِ جمہور ہونے کی وجہ سے قابل عملدرآمد نہین سمجھا جاتا مثلاً آتش نے اوس کی اور ناسخ نے نشو و نما کو ایک جگہہ مذکر کہا اور مومن نے بناہ کو مونث لکھا وہ اُنہین تک محدود رہا۔

شاعر کا ایسا استعمال سند مین پیش کرنا جو متروک ہے یا جس نے رواج نہین پایا مولف کی عدم معلومات پر دلیل ہے۔ شاعر پر کوئی الزام نہین آسکتا اور یہ بہت ہی اندیشہ ناک بات ہی کہ ایک غیر زبان دان دواوینِ شعرا کو دیکھکر زبان کا قانون مرتب کرے۔

دو پیکر مین آسن کو جس بنیاد پر مونث لکھا ہی اُسی طرح خدنگ کو بھی مونث لکھکر اسیر کا یہ شعر لکھا ہے۔

مین نہ سمجھا تھا کہ دل توڑیگی یون اُس کی نظر پار سینے سے خدنگِ بے کمان ہو جائیگی	

دیوان مین یون چھپا ہوا موجود ہے۔ ع پار سینے سے خدنگِ بے کمان ہو جائیگا۔

اور فکر کی تذکیر مین اسیر کا یہ شعر لکھا ہے جس کا کہین اُنکے کلام مین پتا نہین۔

قرار آہی گیا غم مین جی سنبھل ہی گیا گئے وہ دن کہ جو تھا فکر جان جانے کا	

فکر کو لکھنؤ مین کسی نے مذکر نہین کہا البتہ دلی مین دونون طرح استعمال رہا۔ اب وہ لوگ بھی تانیث کو ترجیح دیتے ہین۔ دو پیکر مین آن بمعنی ادا کو مونث درست لکھا ہی مگر اس شعر نے کیا کام دیا۔

ہر دم لب پر جانِ حزین ہی ہر آن آنِ بازپسین ہی	

دو پیکر مین ہوں "آیات مونث واحد۔ عنایات مونث واحد۔ احکام مذکر واحد۔ ملائک مذکر واحد"
یہ سب جمع مذکر استعمال کئے جاتے ہین۔

دو پیکر مین ہوں "ارباب مذکر واحد"۔ اول تو ارباب کسی لفظ کے ساتھ آتا ہی تنہا نہین آتا۔ دوسرے استعمال اُسکا ہمیشہ جمع کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک شخص کو ارباب کمال نہین کہہ سکتے۔

بعض الفاظ اہل زبان مین دونون طرح مستعمل ہین یا اُنکے استعمال مین لکھنو دلی کا اختلاف ہے۔ اُسکو مختلف فیہ لکھنا نہایت ضروری ہے۔ مگر دو پیکر مین نہین کیا گیا جو شعر مل گیا اُسی پر اکتفا کی۔

"التماس مذکر۔ بٹیر مذکر۔ دشنام مونث۔ سانس مونث طرز مونث۔ سجہ مونث۔ غور مونث۔ فاتحہ مذکر۔ فیر مونث۔ کٹار مذکر۔ گیند مونث۔ موتیا مونث"۔

یہ سب الفاظ مختلف فیہ ہین۔ باقی آئندہ

مہتمم

ضوابط دبدبۂ آصفی

دفعہ ۱۔ یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اسکے تمام حقوق عالیجناب وزارت پناہ نے مہتمم رسالہ کو مرحمت فرمائے ہین اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے۔ عام قیمت سالانہ مع محصول للہ ۱۰ عمائد و عہدہ داران عالیمرتبہ سے دس روپیہ امرائے عظام و رؤساے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو قدردانی فرمائین۔

دفعہ ۲۔ مضامین بشرط پسند کمیٹی طبع ہونگے۔ جو مضمون اعلیٰ درجے کا ہوگا اُسکے شکریے مین ایک اشرفی دیجائیگی۔

دفعہ ۳۔ اشتہارات کی چھپائی بذریعہ تحریر طے ہوسکتی ہے۔

دفعہ ۴۔ خط و کتابت اس پتے سے ہونی چاہئے۔

محبوب پریس علاقہ پیشکاری نام مہتمم محبوب الکلام دبدبۂ آصفی

۶ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

نمبر (۱۲) جلد (۷)

دبدبۂ آصفی

اخلاقی۔ علمی۔ تاریخی۔ ادبی مضامین کا ماہوار رسالہ
یادگار جشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت حضور پرنور نواب میر محبوب علیخان بہادر
نظام الملک آصفجاہ فتح جنگ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

حسب الحکم

وزارت پناہ فوت دستگاہ سر مہاراجہ بہادر
یمین السلطنتہ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی

محبوب پریس علاقہ پیشکاری حیدرآباد کن سے شائع ہوا

فہرست مضامین

خواب۔	عالیجناب وزارت مآب یمین السلطنت سر مہاراجہ بہادر المتخلص بہ شاد
منزل مقدم ہے یا مدینہ۔	مولوی سید نادر الدین صاحب۔
مادۂ اجسام کی تحقیق۔ نمبر ۳	مولوی سید نادر الدین صاحب۔
دو پیکر پر ایک نظر۔	مہتمم۔
حصۂ نظم۔	
کوا اور سانپ کی بحث۔	مہتمم۔



تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

خواب

ہر فرد بشر خواہ امیر ہو یا فقیر۔ تونگر ہو یا مفلس۔ بچہ ہو یا بڑا۔ جوان ہو یا بوڑھا۔ عورت ہو یا مرد۔ تمام دن اپنے اپنے کاروبار اپنے اپنے خیالات مین مشغول رہتا ہے۔ زمین کے ساتھ ساتھ یہ سب بھی اپنی اپنی اُن کامون مین مشغولِ سفر ہوتے ہین۔ جنکے دل و دماغ۔ ہاتھ پاون۔ عقل و ہوش و حواس کو بہ حیثیت مجموعی قدرت نے ایک مشن بنا دیا ہے گویا انسان فی نفسہٖ ایک اچھی خاصی مشن ہے جو اپنے کام مین بلا کسی تخصیص کے شام تک مصروف رہتا ہے۔ جسدم خورشید فلک تھک کر ستانے کیلئے حجرۂ مغرب مین جاتا ہے دن بھر کی مصیبت کے مارے تھکے ماندے اپنے اپنے گھرون مین چلے آتے ہین۔ ادھر لیلاے شب رخ سے نقاب اُٹھا کر جامِ بیہوشی ہاتھ مین لئے ہوئے محفل عالم کی مسند پر جلوہ افروز ہوئی کہ ساقی خواب امن کو حکم ہوا کہ دورِ جام سے عالم کو مست و سرشار کردے اور ہر ایک کی آنکھون پر بیخودی اور غفلت کی نقاب ڈالدے ؎

دور چلے دور چلے ساقیا
اور چلے اور چلے ساقیا

چشم زدن مین اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ پھر کیا تھا دیکھتے دیکھتے ہر ہوشیار نے داروے بیہوشی کے نشہ مین غافل ہو کر بالین پر سر رکھدیا اور بہت ہی بیفکری کے ساتھ ہاتھ پاون پھیلا کر بستر راحت پر دراز ہو گیا۔

جسکو دیکھو نیند کا متوالا - دنیا و مافیہا سے خبر ے ندارد - ہر ایک کی آنکھ مین حیرت کا سُرمہ کھچا ہوا ہیجیں و حرکت آئینہ تمثال نقش قالین بنا ہوا - ٹھنڈے ٹھنڈے ہوا کے جھونکے کھاتا ہوا خواب شیرین سے ہم بغل ہے - یہ ایک عالم ہی اور ہے - انسان تو انسان جنکو اپنی خبر تک نہین کہ کہان تھے کیا ہوئے - دنیا کیا چیز ہے اُسکے نقش و نگار جو نظر کے روبرو ہین کس کے شیون ذات کی ایک خاص سیری ہے اُنپر بھی حجاب حائل ہوگیا - گویا آئینہ پر غبار آگیا کہ نہ تو اپنی صورت ہی نظر آتی ہے نہ خود آئینہ کی آب و تاب محسوس ہوتی ہے - پرند چرند درند حشرات الارض بھی اس سے چھوٹے نہین - اپنے اپنے آشیانون - گھرون - درون - سوراخون مین اُسی غفلت و بیخودی اور بیفکری کے ساتھہ آرام پاتے ہین - جنکو دام و صیاد کا خوف نہ قفس و باغبان کا وہم و گمان سیر گلشن کا خیال ہے نہ پر پرواز انکے قابو مین ہین - نہ فصل بہاری کا ذوق و شوق - نہ خزان کا رنج و غم نہ کسی چمن آرا کے خیر مقدم کی خوشی مین زمزمہ سنج - نہ خوف دام و صیاد سے مبتلاے رنج - بلکہ مرنجان مرنج ہین - کاروبار جہان مین گو خواب سب کے لئے خلل انداز ہوا مگر دلی خیالات نے پر پرواز پیدا کئے - ادراک کا دروازہ کھل گیا - اب اس قلمرو مین بیونکر بسر کر رہے ہین جہان امن و امان کی منادی پھیر دی گئی ہے کہ - پتے پتے ورق ورق پر مُہر صُمٌ بکمٌ ہے - پانی نہرون مین موجود مگر شور نہین سمندر مین موجین درست و گریبان ہین مگر زور نہین - سرو کی سرکشی ایسی نظر بند ہے کہ کسی کی نظر اُسپر پڑتی ہی نہین - سینہ زوری کے بگولے اُس صحراے لق و دق مین اُٹھتے ہی نہین - زلف سنبل کا رنگ سیاہ ہے مگر سیہ کار نہین خم بدستور موجود مگر پیچدار نہین - سر شمشاد پر طرّہ ہے مگر طرار نہین - نرگس کو شوخ چشمی سے سروکار نہین - دھوپ اپنا رنگ پھیکا پڑتے دیکھکر شرم سے ٹل جاتی ہے نسیم آتی ہے مگر دبے پاون نکل جاتی ہے -

صبح کا وہان گزر کہان اور یہ مجال اور یہ تاب کہان کہ دم مار سکے - یا باد صبا اپنے نازک پاون کی آہٹ سے غنچون کو اُبھار سکے -

پھول ہنستے ہین مگر عقدہ راز وا نہین ہوتا غنچہ چٹختا ہے مگر شور بپا نہین ہوتا - مرغ خوش الحان موجود مگر بے نغمہ و صوت گاتے ہین -

برگ سے برگ نہ کھڑکتا ہے اور نہ خار کی نوک سے کسیکا دامن اٹکتا ہے -

حقیقت تو یہ ہے کہ باغبانِ قدرت کے اِس باغِ عالمِ بیخودی کا تختہ دیکھنے کے قابل ہے جہان سوا امن و امان کے شور و شر کا نام نہین - نہ در و دربان کی ضرورت ہے نہ کسی پاسبان کی حاجت - اِس خواب اُس کا لطف اُنکے دل سے کوئی پوچھے جنکے بخت جاگتے ہون اور دل روشن ہون ورنہ سب زندہ لیکن بشکلِ مُردہ حقیقت تو یہ ہے ؎

نیند اُسکی ہے دماغ اُسکا ہے راتین اُس کی ہین
تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہوگئین

شاد عفی عنہ

منزل مقدم ہے یا مدینہ

عمران و تمدن مین غور کرنے سے ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ بلا منزل کوئی حیوان آبی ہو یا خاکی بادی ہو یا ماری زندہ نہین رہ سکتا اور کیونکر زندہ رہے کسی نہ کسی وقت اُسکو آرام لینا ضروری ہے ورنہ زندگی دوبھر ہو جائے اور بلا کسی ٹھکانے کے سکون و آرام متصور نہین ہوسکتا اسی وجہ سے حیوان کی ہر نوع فطرۃً جفت پیدا ہوتی ہے تاکہ دونون کا باہمی اُنس موجب منزل ہو اور منزل ہی وہ شے ہے جسکی ترقی رفتہ رفتہ تمدن کی طرف منجر ہو جاتی ہے اولاً جورو ہی کا وجود ہی منزل کا مقتضی ہوتا ہے جس مین زیادہ پر ریاست کرتا ہے اور اسکو منزلی ضرورتون کی تعلیم دیکر اپنے منشا کے مطابق اسپر حکمران ہو جاتا ہے معاش کا پہلا سبق تدبیر منزل ہے -

جب اسکی نسل بڑھتی ہے تو وہ اپنی نسل کو تدبیر منزل ہی کا سبق پڑھا کر ان پر ریاست منزل کے احکام وقتاً فوقتاً نافذ کرتا رہتا ہے اور ہر قسم کی منزلی ترقی کے متعلق انکو ہدایتین کرتا ہے اور ہر وقت فلاح منزلی کی ترقی کی طرف متوجہ کرتا ہے تاکہ انکی خانہ داری کے معاملات ایک حد تک درست ہو جائین اور چونکہ فطرۃً تدابیر منزل مدینہ سے مقدم ہین تو جبتک کسی منزل کا شیرازہ مضبوط رہتا ہے اس منزل والون کو روز افزون ترقی حاصل رہتی ہے -

جب منزل کو اور ترقی ہوئی تو قریہ بن جاتا ہے اور جب قریہ کو ترقی ہوئی تو قصبہ بنجاتا ہے اور قصبہ کی ترقی مدینہ کی طرف منجر ہوجاتی ہے اور قریہ و قصبات مدینہ کے تابع ہوجاتے ہین اور ملکی سیاست کا رنگ پیدا ہوجاتا ہے مگر اصول فطرت مین غور کرنے والے سمجھ سکتے ہین کہ فطرت سیاست شخصی کا وجود ہے کیونکہ اولاً قریہ یا قصبہ مین ایک ہی شخص کے ہاتھ مین ایک قبیلہ یا چند قبائل کی نکیل رہتی ہے جس سے اُنکے اغراض معاش وابستہ رہتے ہین اور اُسکی رای کو وہ اپنے اغراض و ضرورتون کے متعلق واجب التعمیل تصور کرتے ہین پھر بعض اہم معاملات کیلئے پنچایت مقرر کرتے ہین لیکن اسمین بھی پرنچ وہی ایک شخص مقرر کیا جاتا ہے جسکی راے سب کی راے پر ترجیح رکھتی ہے پھر جب اُسکی عصبیت بڑھ جاتی ہے اور دوسری طاقتون کو زیر کرنے کی قوت پیدا ہوجاتی ہے یا صرف دوسرون کے حملون کو روک سکتی ہے تو اسوقت اسکی ملکی سیاست کا رنگ جمنا شروع ہوتا ہے اور اسکی عصبی طاقت اسکے سامنے جان دینے اور لینے کو موجود ہوجاتی ہے اور جب سیاست قائم ہوگئی تو اسکے احکام واجب التعمیل خیال کئے جاتے ہین جس سے ناظرین خود سمجھ سکتے ہین کہ فطرت تمدن فطرت منزل کے بعد ہے اور فطرت تمدن سیاست شخصی ہی کی مقتضی ہے اور جمہوری حکومت شخصی حکومت پر متفرع ہے جسکا اصل اصول شخصی سیاست ہی ہان شخصی سیاست کو ترقی اسوقت تک رہتی ہے جبتک اسکے احکام عام اغراض کو مفید رہتے ہین اور انمین ذاتی اغراض کو ترجیح نہین دیجاتی ورنہ عام خود غرضی پھیل کر نظم کا شیرازہ کمزور ہوجاتا ہے۔

چونکہ جمہوری سیاست اصل فطرت کے خلاف ہے لہذا اسکا وقوع دنیا مین بہت کم ہوا ہے اور کہین ہوا بھی ہے تو پرنچ کا وجود ضروری ہے جسکی راے کو ایک حدتک ترجیح حاصل ہو۔

سوا نوع انسانی کے دوسرے حیوانات کے انواع مین بھی دیکھا گیا ہے کہ انکے گلہ مین ایک ہی سابق رہتا ہے کہ جس طرف وہ رخ کرتا ہے سب گلہ اُسی طرف پھر جاتا ہے اور جبتک وہ گلہ اسکے رخ پر چلتا ہے امن و امان مین رہتا ہے اور ترقی کرتا جاتا ہے اور جو گلہ سے الگ رہا اُسکو جان کے لالے پڑجاتے ہین۔

نیز جمہور کا وجود مدینہ یا قصبہ یا قریہ پر مبنی ہے اور ان تینون کا وجود منزل پر متفرع ہے

اور منزل کا وجود شخصی سیاست پر متفرع ہے جسکا ثبوت پہلے گزر چکا ہے اور جو فطرت مذکر کے ساتھ مختص ہے جس سے ناظرین فطرت خود سمجھ سکتے ہین کہ مونث کی فطرت سیاست کے قابل نہین واقع ہوئی اسکا کام صرف تدابیر منزل ہے اور عورت کا سیاستی امورین دخل دینا خلاف فطرت ہے کیا جو فطرت زیر ہے اسکا زبر ہونا خلاف فطرت ہوگا لہذا فطرۃً عورتون کی تعلیم تدابیر منزل ہی کے متعلق مناسب ہے لیکن تدابیر منزل کا دائرہ اسقدر وسیع ہے کہ اسمین رعایا بننے کے متعلق احکام سیاست سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

اور کسب معاش کے اسباب و ذرائع کا علم حاصل کرنا بھی فرائض منزل مین داخل ہے اور بروقت اشد ضرورت کے حملۂ دشمن کی روک کا علم بھی حاصل کرنا منزلی واجبات سے ہے کیونکہ تمدن و عمران کی پہلی منزل منزلی تدابیر ہین جبتک اسکی حفاظت کامل طور پر نہ ہوگی تمدن و عمران حاصل نہین ہوسکتا اور اساس منزل عورت ہے جو موجب کثرت نسل ہے اور نسل کی کثرت موجب قریہ و قصبہ و مدینہ ہے اور چونکہ نسل کی تعلیم و تربیت کی پہلی منزل مادر ہے لہذا عورتون کی تعلیم ایک حدتک اشد ضروری ہے تاکہ وہ اپنی نسل کو ضروریات منزل اور ضروری کسب معاش و معاش سے واقف کردین۔

اور اسمین شبہہ نہین کہ نیک چلنی کا سبق مادر مہربان سے جو دل پر اپنا نقش جماتا ہے ویسا کسی دوسرے سے نہین جم سکتا۔ مادر مہربان ہی وہ بابرکات ذات ہے جسکی ہمدردی مرتے دم تک نہین بھولتی پھر ایسے ہمدرد کی تعلیم کیون نہ زیادہ کارآمد و مفید ہوگی جو اولاد کو جان سے زیادہ عزیز رکھے اور اس مین بھی شبہہ نہین کہ تہذیب الاخلاق کا پہلا سبق بھی مادر مہربان ہی سے حاصل ہوسکتا ہے اور جس فطار پر وہ اپنی اولاد کو چلا دیتی ہے وہ اُنکی جبلت و فطرت بنجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ قومی زبان کو مادری زبان کہا جاتا ہے کیونکہ اولاد کو روزمرہ کی بول چال مادر مہربان ہی سے حاصل ہوتی ہے لہذا تہذیب الاخلاق و تدابیر منزل کی تعلیم عورتون کو دینا عقلاً و نقلاً فرض ہے رہا تمدنی و عمرانی امور کی ترقی کے اسباب کا پورا علم جو مردون کے واسطے اشد ضروری ہے عورتون کو اسکی تعلیم دینا ضروری نہین ہان بعد فراغ ضروریات کے توسیع معلومات کا مضائقہ نہین لیکن یہ دیکھنا

ضروری ہے کہ عورت کی فطرت کس حد تک تعلیم کی متحمل ہے آیا مردون کے برابر تمام دنیاوی ومعادی امور کی تعلیم پاسکتی ہے یا نہین اہل بصیرت خود سمجھ سکتے ہین کہ نہ عورتون کی جبلت اسکی متحمل ہے اور نہ انکو اسقدر فرصت کہ وہ مردون کے برابر تعلیم پاسکین جسکا بڑا سبب یہ ہے کہ عورتون کو کم ازکم نو سال سے ایام شروع ہوجاتے ہین جن کی اکثر مدت ہر ماہ مین دس روز ہے اور زچگی کے بعد بھی جنکی اکثر مدت چالیس روز ہے اور حکما کے نزدیک بالاتفاق یہ امر ثابت ہے کہ حیوانی روح یا تو خون ہے یا وہ لطیف بخارات ہین جو دوران خون سے پیدا ہوتے ہین جن کی نو سال سے ماہ بماہ تحلیل شروع ہوجاتی ہے اور اعضاے رئیسہ کے ارباب یہی ارواح (خون بخارات) ہین جو ماہ بماہ خون کے سیلان سے تحلیل ہوتے جاتے ہین جس سے عورتون کے اعضاے رئیسہ پر سخت اثر پڑتا ہے اور انکا دل ودماغ نہایت ضعیف ہوجاتا ہے جو اُن امور کا بارہرگز نہین اُٹھا سکتا جنکو اعضاے رئیسہ سے زیادہ تعلق ہے اور فرصت زیادہ عورتون کو اس وجہ سے نہین ہے کہ منزلی امور عموماً اُن سے متعلق ہین کیونکہ درحقیقت یہی منزل کی بنیاد ہین جسکی وجہ سے انکو منزلی کاروبار مین جلد مشغول ہونا پڑتا ہے لہذا عورتون کو زیادہ زمانہ تک تعلیم پانے کی فرصت نہین مل سکتی تاکہ مردون کے برابر اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرسکین ہرچہ گیرد مختصر گیرد انچہ ضرورتست فرو نہ گذارید اسی وجہ سے عقلمندون نے کہا ہے مالم یدرک کلہ لا یترک کلہ۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو مدینہ۔ قریہ۔ قصبہ ومنزل کے وجود کی بنیاد عورت ہے اور اسی کا وجود ساری ترقی کا سبب ہے کیونکہ منزل ہو یا قریہ قصبہ ہو یا مدینہ سب کے وجود کا مدار کثرت افراد پر ہے اور کثرت افراد عورت سے ہے جسکا وجود منزل۔ قریہ۔ قصبہ اور مدینہ کا بڑا سبب ہے اسی وجہ سے اکثر دیکھا گیا ہے کہ عورتین جسقدر نیک مزاج اور ہوشیار ہوتی ہین انکی نسلین بھی عمدہ اطوار کی ہوتی ہین اور جس قدر بدطوار اور اُجڈ ہوتی ہین تو انکے نسلین بھی ویسی ہی بداطوار اور جاہل ہوتی ہین جس سے ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ عموماً شرافت اور خساست کا دارمدار عورتونکی قابلیت ولیاقت وعدم قابلیت پر ہے کیونکہ فطرت جس چیز کو کہا جاتا ہے وہ مادر مہربان ہی کی گود اور اوسی کا دودھ ہے جسکی ہمدردی

اور محبت اولاد کو جس رنگ مین رنگی رنگ جاتی ہی لہذا عورتون کے لئے اولاً تہذیب الاخلاق پھر تدابیر منزل کی تعلیم اشد ضروری ہے یہی وہ تعلیم ہے جسپر شرف وخساست خاندان کا دارمدار ہے کیونکہ کسی خاندان کا شرف وعدم شرف اسکے عادات واطوار سے عبارت ہے لہذا جس قدر عادات ۔معاملات ۔رفتار اور اخلاق زیادہ عمدہ ہونگے اسیقدر وہ خاندان زیادہ شریف تصور کیا جائیگا یہی وجہ ہے کہ بتفاوت عادات واطوار شرافت خاندانی بھی متفاوت رہتی ہے اور یہی وہ شرافت ہے جسکی ترقی موجب مدینہ ہے بلکہ موجب ملک وسیاست کیونکہ یہی شرافت عصبیت کو پیدا کرتی ہے جو مدینہ وسیاست ملکی کی موجب ہے

ہذا ما اردنا برہانہ وسلطانہ۔

سیدنا ورالدین

مادۂ اجسام کی تحقیق

نمبر ۳

اتحادی رابطہ

تدابیر منزل ہی مین غور کرو کہ جبتک ایک گھر کے باشندون مین اتحادی رابطہ رہتا ہے اُنکی معاشی حیثیت درست رہتی ہے اور اچھی حالتین بسر ہوتی ہے اور جب یہ رشتہ بودا ہوجاتا ہے تو بجز خانہ ویرانی کے کوئی دوسرا نتیجہ نہین ہوتا علی ہذا القیاس سیاستی امور کو بھی دیکھو کہ ارکان دولت ورعایا اور والیان ریاست مین جبتک یہ اتحادی رابطہ قائم ودائم ومثل حبل المتین مضبوط رہتا ہے تو سیاست ودولت کو روز افزون ترقی رہتی ہے اور جب یہ کمزور ہوگیا یا کسی وجہ سے ٹوٹ گیا تو سیاست کا شیرازہ درہم برہم ہوجاتا ہی۔

اور کہین کیون جایئے عناصر اربعہ کے ترکیب ہی کو دیکھئے کہ اِنکے اتحادی رشتہ سے فضاے زمین وآسمان مین کیا کیا رنگ برنگ وعجیب وغریب گل کھلتے ہین اور

ہر وقت اک نئی کیفیت و بہار سامنے نظر آتی ہے کہ انسان دیکھکر بے تحاشہ یہ کہہ اُٹھتا ہے

ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحانک وقنا عذاب النار کہ اے ہمارے رب تو نے انکو فضول نہین پیدا کیا بیشک پاکی تیرا ہی حصہ ہے ہمکو آگ کے عذاب سے بچا ۔ ناظرین کو بیان سابق الذکر سے بخوبی یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ دنیا کی نیرنگی مادہ و صورت کے جوڑ توڑ کا اثر ہے انسان کے کالبد ہی مین غور کرو کہ جبتک اس مین اجزاے مادی و صوری کا پیوند مضبوط رہتا ہے اور ان دونون کے رابطۂ اتحادی مین خلل نہین آتا تو اسکی حیات و صحت قائم رہتی ہے ۔

اور جب ان مین نفاق معاملات خلل انداز ہو جاتے ہین اور اپنی خیر طبعی کی طرف اجزاے مادی کوشش ہو جاتی ہے تو اسکے کالبد کا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا ہے جس سے ناظرین نظام عالم جان سکتے ہین کہ قانون قدرت نے نظام عالم کے شیرازہ کو رشتۂ اتحادی کے ساتھ مضبوط کیا ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ کوئی تمدنی حیثیت بجز اتحادی رابطہ کے نہ قائم ہو سکتی ہے اور نہ ترقی کر سکتی ہے جسپر معاش و معاد دونون موقوف ہین ۔

اگر بنظر غائر دیکھا جاے تو سارے عالم تکوین مین کوئی کائن بحیثیت وجودی بجز پیوند مادہ و صورت کے ظہور مین نہین آسکتا سلسلۂ حوادث یومیہ ہی کو دیکھو جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہتے ہین کہ ہر حادث یومی بلا سبقت مادہ و مدت وجودی لباس مین نمودار نہین ہو سکتا جس کا سبب یہ ہے کہ کوئی حادث یومی کیون نہو موجود ہونے سے پہلے اُسکا پایا جانا ضرور ممکن ہوگا ورنہ ناممکن ہوگا یا واجب اگر واجب ہے تو حادث نہین ہو سکتا کیونکہ حادث کا اپنی ذات کی طرف نظر کرتے ہوئے نہ وجود ضروری ہے نہ عدم اور واجب کا ذاتی حیثیت سے وجود ضروری ہے پھر کوئی شے بحیثیت ضروری ہونے کے غیر ضروری کیونکر ہو سکتی ہے اور ناممکن وہ ہے جس کا ذاتی حیثیت سے عدم ضروری ہو اور حادث کا ذاتی حیثیت سے عدم ضروری نہین پھر وہ بحیثیت ضروری العدم ہونے کے غیر ضروری العدم کیونکر ہو سکتا ہے ۔

پس جب حادث یومی قبل از وجود نہ واجب ٹھہرا اور نہ ممتنع تو قبل از وجود ضرور ممکن ہوگا یعنے ذاتی حیثیت سے نہ اسکا وجود ضروری نہ عدم ضروری ہوگا ۔

اور اس مین شبہ نہین کہ حوادث روزمرہ (جنکو حوادث یومی کہا جاتا ہے) قبل از وجود تو بذات خود موجود نہین ہوسکتے کہ وہ بذات خود قبل از وجود بوصف امکان متصف ہون تو ضرور انکے متعلقات سے کوئی چیز انکے وجود سے پہلے موجود ہے جو بوصف امکان متصف ہے کیونکہ امکان حوادث جسکو تم معلوم کر چکے ہو ایک وصف وجودی ہے جسکے معنی صلاحیت وجود کے ہین اور یہ بدیہی امر ہے کہ وصف وجودی بغیر موصوف کے موجود نہین ہوسکتا اور موصوف یا بامکان حوادث یومیہ جو وجود حوادث سے پہلے موجود ہے حوادث کا وہی مادہ ہے مثلاً فرض کرو کہ زید دو ماہ کے بعد موجود ہونے والا ہے تو دو ماہ سے پہلے اسکا وجود ممکن ہوگا یا واجب یا ممتنع اگر واجب ہو تو ہمیشہ سے موجود ہوگا نہ کہ دو ماہ کے بعد موجود ہوا اگر ممتنع ہے تو دو ماہ کے بعد بھی موجود نہین ہوسکتا لہذا معلوم ہوا کہ دو ماہ سے پہلے وجود زید ممکن ہے اور چونکہ زید ابھی موجود نہین اور دو ماہ کے بعد موجود ہوگا اور اسکا وصف امکان اسوقت موجود ہے تو زید بعینہ اسوقت بوصف امکان موصوف نہین ہوسکتا ورنہ لازم آئیگا کہ زید قبل الوجود موجود ہو تو ضرور زید کے متعلقات سے قبل از دو ماہ کوئی ایسی چیز موجود ہے جس سے وجود زید کا امکان قائم ہے کیونکہ کوئی وصف بھی بذات خود قائم اور موجود نہین ہوسکتا اور وہی موصوف بامکان زید جو زید کے موجود ہونے سے پہلے موجود ہے اور اُس مین زید کے پائے جانے کی صلاحیت ہے زید کا مادہ ہے ۱۵

نوٹ اہل تقلید کو اس مقام پر ضرور یہ شبہ دامنگیر ہوگا کہ امکان حادث کے معنی تو یہ ہین کہ اُسکی ذاتی حیثیت کے اعتبار سے اسکا وجود و عدم ضروری نہو اور یہ ایک عدمی مفہوم ہے جسکو موصوف کی ضرورت نہین کیونکہ اسکا وجود تو صرف ہمارے خیال مین ہے مگر ہم اسکو یون دفع کرتے ہین کہ حوادث کا امکان سابق اگر عدم سازج ہو تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ قبل از وجود حوادث کا امکان نیست ہے کیونکہ عدم کے معنی نیست و نابود کے ہین جو اسبات کو لازم کرتا ہے کہ وجود حوادث سے پہلے اسکا امکان ہو ہی نہین یا واجب ہون یا ممکن اور یہ دونون شقین پہلے باطل ہو چکی ہین جس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ وجود حوادث سے پہلے اسکا ممکن ہونا وجودی وصف ہے جسکے معنی صلاحیت وجود کے ہین اور جسکا محل وجود حوادث سے پہلے موجود ہے جو اسکا مادہ ہے ۱۲

اسی پر دوسرے روزمرہ کے حوادث کو جو حوادث یومیہ کے نام سے موسوم ہین قیاس کرلو کہ ہر حادث کا وجود بغیر سبقت مدت و مادہ کے ناممکن ہے۔

اور قانون فطرت نے عالم تکوین مین ہر کائن و فاسد کے وقوع کو مادہ و مدت سے مربوط کیا ہے اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ کل امر مرہون باوقاتہا ہر شے کا ظہور اپنے وقت پر موقوف ہے کیونکہ جبتک اسکے مادی و صوری اجزا مہیا نہ ہون گے بلکہ اسکے شرائط بھی اور موانع کا ارتفاع بھی نہوگا تو وہ حادث موجود نہ ہوسکے گا اور کیونکر ہوا سلئے کہ ہر حادث یومی وغیرہ اپنی ذاتی خواہش سے نہ موجود ہوسکتا ہے نہ معدوم اسی وجہ سے جب اسکا سب مواد پورا ہوجاتا ہے تو اسکا موجود ہونا لازمی ہوجاتا ہے لہذا پورے اسباب و مواد اور شرایط مہیا ہونے پر اسکو واجب بالغیر خیال کیا جاتا ہے اس خیال سے کہ اسباب کے بہ تمام مہیا ہونے سے اسکے وجود کو واجب اور ضروری کردیا گو قطع نظر اسباب سے اسکا وجود و عدم مساوی ہے جسکی وجہ سے اسکو واجب بالغیر و ممکن بالذات تصور کیا جاتا ہے۔

اس سے ناظرین کائنات و حوادث جان سکتے ہین کہ کوئی ذی سبب شے بلا سبب کے موجود نہین ہوسکتی لیکن انسان کو کبھی تمام اسباب کا علم نہین ہوتا اور بعض اسباب کی وجہ سے اسکو موجود ہوتے دیکھتا ہے اور اسکے حق مین ان اسباب کو ناکافی پاتا ہے یا سرے سے اسکو اسباب کا علم ہی نہین ہوتا تو کہہ اٹھتا ہے کہ یہ امر بخت و اتفاق سے ہوا۔

اسی بنا پر بعض لوگون کو یہ خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ بعض امور بخت و اتفاق سے بھی ہوجاتے ہین جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ بلا فاعل و غایت یا بلا غایت کے پیدا ہوجاتے ہین اور وہ یہ نہین جانتے کہ ممکن شے کا فی ذاتہ وجود و عدم مساوی ہے اور مادی اجزا سے صرف اُسکے وجود کی صلاحیت و قابلیت حاصل ہوسکتی ہے جو اسکے وجود کو عدم پر ترجیح نہین دیسکتے دیکھو روئی کپڑے کا مادہ ہے مگر صرف روی سے کپڑا موجود نہین ہوسکتا کپڑا ہونے کی اسمین صلاحیت ضرور ہے لیکن صلاحیت کیا کام دیسکتی ہے جبتک کوئی اسکا کاتنے اور بُننے والا نہو اور اسکو کپڑے کی صورت پر نہ لائے اور لباس بنانے کی غایت و غرض

اُسکو داعی نہو اسی پر جملہ صنعت کی چیزون کو جو روزمرہ تمہارے اغراض کے کام مین آتی ہین قیاس کرلو کہ وہ بلا مادہ وصورت وفاعل وغایت کے موجود نہین ہوسکتین اور یہی حالت طبعی امور کی بھی ہے کہ کوئی ممکن وطبعی شے بوجہ ممکن ہونے کے بلا مادہ صورت اور غایت کے موجود نہین ہوسکتی اور اجزاے مادی وصوری کا اتحادی رابطہ ضروری ہے اور اتحادی رابطہ بجز ربط دینے والے کے وقوع مین نہین آسکتا جو اس ربط کے وجود کو عدم پر ترجیح دینے والے اسباب ہین کیونکہ جبتک فاعل کو اس ربط کا کوئی فائدہ اور اسپر کوئی اثر مترتب کرنا مطلوب نہو گا تو اس ربط کو نہین واقع کرسکتا کیونکہ دونون کا باہم ربط دینا اسکا اقتداری واختیاری فعل ہے اور ہر فعل اختیاری بلا کسی باعث کے وقوع مین نہین آسکتا۔

اس بیان واجب الاذعان سے ناظرین کو اس بات کی تصدیق کرنے مین تامل نہو گا کہ کل حوادث طبعی ہون یا غیر طبعی بغیر اسباب مذکورہ (فاعل۔غایت۔مادہ۔صورت) کے موجود نہین ہوسکتے کیا کوئی عقل سلیم یہ تجویز کرسکتی ہے کہ باوجود مساوی ہونے وجود وعدم کے کوئی ممکن شے جبتک کوئی ترجیح دینے والا اسکے وجود کو عدم پر ترجیح نہ دے موجود ہوسکتی ہے ہرگز فطرت سلیم یہ نہین تصور کرسکتی اور یہ بھی عقل نہین تجویز کرسکتی کہ وہ ترجیح دینے والی شے ممکن ہو جس کا وجود وعدم مساوی ہے کیونکہ بمصداق پیر خود درماند کرا رہبری کند۔ اسکے وجود کو تو خود اسکے عدم پر ترجیح حاصل نہین وہ دوسرے کے وجود کو عدم پر کیونکر ترجیح دیسکتا ہے لہذا ضرور ہے کہ ممکن شے کے وجود کو عدم پر اصالتہ ترجیح دینے والا وہ ہو جو بذات خود موجود اور واجب بالذات ہے جو حقیقتہً ہر ممکن شے کا پیدا کرنیوالا ہے۔

اور یہی چار اسباب (مادہ۔صورت۔غایت۔فاعل) علل اربعہ کے نام سے موسوم کئے جاتے ہین جنکی ضرورت ہر حادث کے وجود مین ثابت کردی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ قدما فلاسفہ نے بخت واتفاق کا سرے سے انکار کردیا اور کہا کہ بخت واتفاق مہمل الفاظ ہین جنکے کوئی معنی ہی نہین ہین کیونکہ انکے معنی جو بیان کئے جاتے ہین وہ صرف

یہ ہین کہ دنیا مین علاوہ مذکورہ اسباب کے کچھ اور مجہول اسباب وعلل بھی ہین جنکو کوئی نہین جان سکتا اور اُن سے بعض حوادث ظہور مین آجاتے ہین مثلاً دیکہو کہ کوئی کنوان کہودے اور اچانک دفینہ ملجائے یا کنوین مین گرجائے تو یہی خیال کیا جا سکتا ہے کہ بخت سعد سے اسکو خزانہ ملا اور بدبختی سے کنوین مین گرا یہان نہ کوئی فاعل ہے اور نہ کوئی غایت بلکہ سوا بخت سعد وبد کے کوئی دوسری شے نہین ہے گو بخت سعد ونحس کی کُنہ وحقیقت ہمکو معلوم نہین اور نہ ہم اسکو بیان کرسکتے ہین مگر اس کا وجود ضروری ہی جس سے مذکورہ حوادث کے اقسام ظہور مین آئے ہین۔

اب ناظرین خود غور کرسکتے ہین کہ تہوڑی عقل والا بھی یہ خیال نہین کرسکتا کہ حوادث محض بخت سعد وبد کی کارسازی ہے اور یہان انکے موجود کرنے والے اسباب نہین ہین۔ نہین تہوڑے غور سے انسان سمجہ سکتا ہے کہ ضرور ان حوادث کے اسباب وعلل ہین جو ان حوادث کے اصلی موجب ہین اور وہ ہرگز مجہول الکنہ علل واسباب کا قائل ومتلاشی نہین ہوسکتا۔

ہان اسکا کوئی علاج نہین کہ کوئی عنی محض ہو اور موجبہ اسباب کو چہوڑ کر بخت سعد ونحس کو مان لے کیا یہ بدیہی امر نہین ہی کہ جو دفینہ کے مقام پر کنوان کہودے گا تو اُسکو ضرور دفینہ ملے گا یا پہسلن پاؤن رکھکر جھکے گا تو ضرور گرے گا یہی تو اسکے موجبہ اسباب ہین انمین بخت نیک وبد مجہول الکنہ کو کیا تعلق کہ باوجود مجہول ہونے کے اسکی تصدیق کیجائے اور اسباب ظاہرہ کو تسلیم نہ کیا جائے جو تہوڑی توجہ سے خیال مین آسکتے ہین۔

ناظرین حوادث کو اس بیان سے بخوبی اس بات کا اندازہ ہوسکتا ہی کہ قدما کے خیالات بخت واتفاق کے متعلق کس قدر حق بجانب ہین بیشک یہ ضرور ہے کہ انکے بیان سے بحسب الظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بخت واتفاق دونون بے معنی الفاظ ہین مگر درحقیقت ایسا نہین ہے بخت واتفاق کے ماننے والے بہت سے لوگ ہین چنانچہ بعض فرقے اسکو بہت بڑا اعظیم الشان خدائی سبب تصور کرتے ہین جس کی نسبت انکو یہ خیال ہے یہ ایک عظیم الشان الٰہی سبب ہے جسکو انسانی عقل کسی طرح نہین دریافت کرسکتی اور یہ لوگ بغیر جانے اسکی بڑی تعظیم وتکریم اور

بخت و اتفاق کے نام کا بت بنا کر اسکی پرستش کرتے ہین۔ ہو نہ ہو اسکا سبب یہی ہے کہ عموماً یہ لوگ اکثر حوادث و واقعات یومیہ کے مختلف اسباب سے واقف نہین ہو سکتے اور چونکہ اِن لوگون کو اسباب عادی کا علم نہین ہوتا تو انکو اچانک بعض حوادث کے ظاہر ہونے سے سخت حیرت ہو جاتی ہے اور حیرت زدہ ہو کر اس قسم کے حوادث کو سوا اس مسبب الاسباب کی جسے ہر ذی سبب کو اپنے اپنے سبب کے ساتھ مربوط کر دیا ہی دوسرے مجہول و غیر معلوم اسباب کی طرف منسوب کر دیتے ہین اور کہتے ہین کہ آج ہمکو اتفاقاً فلان دوست مل گیا بخت و اتفاق سے آج ہمکو خزانہ مل گیا۔ اتفاقاً آج راستہ بھولکر آپ کے مکان پر آ نکلے۔ فلان شخص بڑا بختا ور ہے آج جاتے ہی اسکا کام ہو گیا۔ فلان شخص بڑا بدبخت ہے دن بھر پھرا نا کام آیا۔

اِس قسم کے اعتقاد والے لوگ بخت و اتفاق کی تصویر بنا کر اُسکی پرستش کرتے ہین۔

بعض لوگون کا یہ گمان ہی کہ بلا سبب ممکن شے کا موجود ہونا بخت و اتفاق ہے اور بخت و اتفاق کا صرف یہی مطلب ہے اور اِس خیال والے بھی بہت سے فریق ہین جن سے ایک ذی مقراطیس و فلوبوس اسکے تلمیذ اور اسکے ہم خیال دوسرے لوگون کا گروہ ہے جنکا یہ خیال ہی کہ بحیثیت مجموعی کل دنیا کا پیدا کرنے والا تو کوئی نہین اور نہ اسکی کوئی غایت مگر ہان بعض جزئی امور کے اسباب ہین مثل نباتات۔ حیوانات وغیرہ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ تمام عالم مجموعی حیثیت سے خود رو ہے اور بعض مادی جزئیات کے اسباب اور غایت ہی جیسے موالید ثلاثہ اور کائنات الجو ناظرین کو اِن لوگون کے بیان سے شاید یہ شبہہ ہو کہ درحقیقت دنیا کا وجود ایسا ہی ہوگا جیسا کہ اُنکا خیال ہے مگر دراصل یہ خیال بالکل غلط ہے اور ایسا ہونا ناممکن ہے کیونکہ ہر ممکن شے کا وجود و عدم اسکی ذات کی طرف نظر کرتے مساوی ہے ورنہ وہ ممکن نہ ہو گی یا واجب ہو گی یا ناممکن۔

اور واجب کا متغیر اور ناممکن کا ممکن ہونا محال ہی اور یہ ظاہر ہے کہ موجودہ کل دنیا متغیر و متجدد ہے جو بغیر کسی موجود کرنے والے کے بذات خود ہرگز موجود نہین ہو سکتی اور تمام دنیا کا پیدا کرنے والا وہی اسکا فاعل و خالق و مالک ہی کیا ہر آن دنیا کی نیرنگی ہمکو صاف طور پر یہ نہین بتاتی کہ وہ کسی وقت بھی کسی حالت پر قائم نہین جو اُسکے متغیر متجدد

ہونے مین کسیکو شبہہ ہو یہی وہ تغیر و تجدد ہے جو دنیا کی امکانی حیثیت و ناپائداری کو ثابت کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ وہ بذات خود قائم اور موجود نہین ہوسکتی ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی کیونکہ امکانی حیثیت کے معنی یہی ہین کہ ذاتی حیثیت سے ممکن شے کا وجود و عدم مساوی ہو جو بذات خود نہ موجود نہ معدوم ہوسکے جس سے ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ ذی مقراطیس اور اُسکے ہم خیال لوگون کا دنیا کو بحیثیت مجموعی بلا فاعل کے موجود تسلیم کرنا ترجیح بلا مرجح کا اقرار کرلینا ہے جسکا کوئی ذی شعور اقرار نہین کرسکتا چہ جائیکہ کوئی حکیم اسکو تسلیم کرے۔

باقی آئندہ۔

سید نادرالدین

دو پیکر پر ایک نظر

نمبر ۲

خادم المحققین مصنف نے جو کتاب کا مقدمہ لکھا ہے وہ محض اس ضرورت کو پورا کرتا ہے کہ جو لوگ زبان نہین جانتے وہ یہ سمجھ لین کہ مصنف دو پیکر کو بھی اُردو زبان کی تحقیق اور لغات و محاورات مین بصیرت حاصل ہے باقی کوئی چاہے کہ کسی لفظ سے کچھ زبانی کا فائدہ اُٹھائے تو یہ خیر سلا ہے۔ میری رائے مین تو اسکے ضرر سے بچ جانا ہی بڑا کام ہے۔

مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان

مقدمۂ کتاب مین شمشیر قلم کا وہ جوہر دکھایا ہے کہ نہ صرف دلی لکھنؤ کی اُردو مجروح کیگئی ہے بلکہ مولف نے اپنی دانست مین تمام اہل ہند کی زبان کاٹ ڈالی ہے۔ اور بہر جو اصل کتاب شروع کی ہے تو اُسمین اُسی کٹی ہوئی زبان کے الفاظ و محاورات اور صرف نحو و تذکیر و تانیث لیکر اردو زبان کا قانون بنایا ہے۔ اور اُنہین مجروح شدہ شعرائے دہلی لکھنؤ کے چکیدۂ قلم سے صفحات کتاب کو زینت دی ہے۔

بحیرت است جہانے کہ این چہ بوالعجبی است

چونکہ مولف کو اس بات کا یقین ہے کہ مجکو اُردو آنے سے رہی لہذا اس کتاب کی تالیف مین تمامتر کوشش کا یہ نتیجہ ملحوظ رکھا ہے کہ میری طرح کوئی غیر زبان دان اپنی زبان درست نہ کر سکے ۔ مقدمہ کا ہر ہر لفظ اسکا ثبوت دے رہا ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔

ریویو	ڈوپیکر
جو محاورہ تمام ملک مین بولا جاتا ہو اسی کا نام زبان ہے ۔ پتا چلتا ہے جب فصحا کے استعمال مین آگیا تو اب اس کی شکایت کیا ہے کہ پہلے یہ محاورہ نہ تھا پہلے تو کچھ بھی نہ تھا اور اب سب کچھ ہے ۔ بقول آپ کے پتا لگتا ہے اگر گم ہوا جاتا ہے تو گم ہو جائے زبان کا چلتا ہوا جادو کسیکے روکے رک نہین سکتا ۔	ہمارے محاورے مین یہ جملہ پتا چلتا ہے کبھی نہ تھا بلکہ اسکے عوض پتا لگتا ہے مستعمل تھا ۔ ایک صاحب حکومت نے میرے روبرو کہا کہ فلان کارروائی کا پتا نہین چلتا ۔ بس اُنکے ایک ماتحت نے فوراً ہی یہ جملہ اپنے ایک مراسلہ مین لکھ مارا ۔ اور اب ملک بھر مین یہی محاورہ ہے اور سابق کا محاورہ کم ہو چلا ۔ یقیناً بہت تھوڑے عرصے مین گم ہو جائیگا ۔
معلوم دنیا اہل زبان کی زبان نہین ہے جو شخص اسکا استعمال کرے اُسکو بیشک روکنا چاہیے ۔	یہی حال معلوم دنیا کا ہے حالانکہ معلوم اسم مفعول ہی اور ظاہر ہے کہ اسکے ساتھ لفظ ہونا موزون ہوگا نہ لفظ دنیا

اُردو زبان کا فیصلہ عربی دان سے کیون چاہا جاتا ہے اسکا مفتی اُردو دان ہے جبکہ بول چال اور تحریر و کلام مین علی العموم وقتاً فوقتاً کو کاٹ کر وقتہً بوقتہٖ بنا دیا ۔ حاکم موصوف بہت خفا ہوئے کہ ایک فصیح لفظ کو تمنے کاٹ دیا اب عربی دان انصاف فرما سکتے ہین کہ وقتاً فوقتاً کس قدر لغو ہے ۔

میرے اُستاد مغفور فرماتے تھے کہ ایک وقت اُنہون نے ایک حاکم کی عبارت مین وقتاً فوقتاً کو کاٹ کر وقتہً بوقتہٖ بنا دیا ۔ حاکم موصوف بہت خفا ہوئے کہ ایک فصیح لفظ کو تمنے کاٹ دیا اب عربی دان انصاف فرما سکتے ہین کہ وقتاً فوقتاً کس قدر لغو ہے ۔

اُردو زبان کا فیصلہ عربی دان سے کیون چاہا جاتا ہے اسکا مفتی اُردو دان ہے جبکہ بول چال اور تحریر و کلام مین علی العموم وقتاً فوقتاً مروج ہو رہا ہے تو اُسکے سامنے وقتہً بوقتہٖ ہزار صحیح تر اور فصیح تر ہو پایۂ قبول کو نہین پہونچ سکتا ۔ اور بعنایت الٰہی وقتاً فوقتاً قاعدے سے غلط بھی نہین ہے

حاکم نے وقتہً بوقتہٖ کو ڈسمس کردیا تو کیا بیجا کیا۔

بعض وقت ایسی غلطیون کے دو فریق اور دو رائین ہو جاتی ہین اگر غلطی کرنے والا مقبول عام ہے یا اُسے قبول کرنے والے تعداد و قوت مین بڑھے ہین تو عموماً اُسکی غلطی فصیح ترین شمار ہونے لگتی ہے جیسا سہی اور۔ راس کہ دراصل صحیح اور راست تھے۔

یہ درست نہین ہے کہ غلطی کرنیوالا مقبول عام ہو تو اُسکی زبان و قلم کا غلط لفظ بھی مان لیا جائیگا۔ ہان قبول کرنے والون کی تعداد دیکھی جاتی ہے جس مقام کی زبان مستند ہے وہان کے لوگون مین عام طور سے غلط لفظ رواج پاجائے تو وہ صحیح مانا جائیگا خواہ وہ لفظ کیسے ہی ناقابل کی زبان سے نکلا ہو۔

سہی اور راس کو صحیح اور راست سے بگڑ کر بنے ہین مگر اُنکا محل استعمال جداگانہ ہے صحیح اور راست اپنی اپنی جگہہ قائم ہین۔

جس تقلید کی ہمین شکایت ہے اُسمین رسم الخط بھی ہے۔ ایک اہل شمال نے حقارت سے کہا کہ یہان کوئی بھی صحیح املا لکھنے والا نہین ملتا۔ لفظ تک کو ایک مرکز بڑھا کر تگ لکھا کرتے ہین۔ مین کسی سے کتابت نہین کرا سکتا حالانکہ خود صاحب ممدوح لفظ مفرد کے ٹکڑے اُڑایا کرتے تھے۔ چنانچہ کریگا کو لکھتے تھے کرے گا اور یہ رسم الخط اب عالمگیر ہو چلی ہے۔

تک کو تگ لکھنے پر جو اعتراض کیا گیا تو اُسکا کیا خوب جواب دیا ہے کہ آپ کریگا کو الگ الگ لکھتے ہین۔ مطلب یہ ہے کہ کریگا کی ضد سے ہم تگ لکھا کرتے ہین۔ خیر لکھیے بہتر ہے مگر طرفہ ماجرا ہے کہ رسم عالمگیر بھی مانتے ہین اور پھر کرے گا لکھنے کی شکایت بھی کیجاتی ہے۔ الوقت یہ کیونکر سمجھا جائے کہ رسم عالمگیر ہی کو سکہ رائج کہتے ہین۔

رسم الخط کا قاعدہ ہے کہ ایسا لفظ منقطع کرکے نہ لکھا جاے جسکے اجزا بالذات معنی نہین کرسکتے - مثلاً کیجیگا - کریگا - اِنکو الگ الگ نہ لکھنا چاہیئے -

یہ کمزور قاعدہ عملدرآمد کے آگے ٹھہر نہین سکتا - کریگا تو خیر دونون طرح لکھا جاتا ہے مگر کیجیے گا کو ملاکر (کیجیگا) لکھتے آپ ہی کو دیکھا -

اور ایسے اجزا متصل نہ لکھے جائین جو علیحدہ معنی کرسکتے ہین - مثلاً مینے - تمنے - اسکیواسطے لیکے - دیکھکر - کیونکر - تمکو - ہمسے اسکا لکھنا صحیح نہین ہے - اور اس سے بڑھکر - پانیوالا - یوجہ - کیجاے - رکھلیگئی - لیگیا - بھیجدیجائیگی - جسطرح - ابتک - جبکہ وغیرہ

اسمین صرف دو لفظ اسکیواسطے اور رکھلیگئی ایسے ہین کہ اُنکا ملاکر لکھنا اچھا نہین ہے باقی اور سب الفاظ کو ملاکر لکھنا اولے ہی کیونکہ کثرت سے لوگ یوہین لکھتے ہین خصوصاً دیکھکر - کیونکر - ابتک جبکہ کو علیحدہ علیحدہ لکھنا اپنے آپ کو ہنسوانا ہی -

کسرات اجزاے ادون کو کہتے ہین اور کثرت زیادہ کے معنی پر آتا ہی پس حسابات مین کسرات آنہ پائی سین سے چاہیئے نہ ث سے

یہ خوب کہی کہ کثرات زیادہ کے معنی مین آتا ہے - سوا کثرت کے کثرات کوئی لفظ ہی نہین ہے -

اِسی طرح عربی مذکر الفاظ کو ی لگاکر مونث بنا دیتے ہین اور وہ صحیح نہین جیسے - انتظاری اضطرابی - انکساری - تساہلی - تقرری - تبدیلی -

یہ الفاظ ی کے ساتھ بیشک نادرست ہین مگر اضطراب مین یا سے نسبتی بڑھانا جائز ہے جیسے اضطرابی حالت - اضطرابی کیفیت - اور تبدیلی اگرچہ غلط ہے مگر اُس جگہ کہ ملازم ایک خدمت سے دوسری خدمت پر بدلدیا جاے تبدیلی علی العموم کہتے ہین - اس تعمیم کا مقتضے ہی کہ اسکو بھی اُردو زبان کے لئے جائز مان لیا جاے

جتنے لفظ تفعیل کے وزن پر آتے ہین سب مونث ہوتے ہین مگر ایک لفظ تعویذ کیون مذکر ٹھہر گیا اور دکن والے اصلی قاعدے کی پابندی پر اسے مونث باندہین تو معیوب کیون ہے۔

معیوب یون ہی کہ زبان قاعدے کی پابند نہین ہے بلکہ قاعدہ زبان کے مطابق بنایا جاتا ہے۔ آپ ہزار قاعدے بنایئے جس وقت زبان اپنی بات پر آتی ہے قواعد کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ کر پھینکدیتی ہے۔

ایسا ہی تیر اور گیت ہے کہ باوجود حرف اخیر کے ماقبل یاے معروف ہونے کے شمال مین مذکر باندہتے ہین تو دکن مین پیپ کا مذکر باندہنا کیون معفو عنہ نہین سمجھا جاتا اسی طرح قاعدہ بتاتا ہے کہ جو لفظ الف وہا مین ختم ہو مونث ہی جیسے آہ۔ کاہ۔ تباہ۔ وغیرہ حتیٰ کہ چاہ بمعنی محبت بھی مونث ہے۔ پھر چاہ بمعنی کنوان کیون مذکر ٹھہرا چنانچہ آتش نے چاہ زنخدان تیرا کہا ہے۔

واقعی یہ بڑا ظلم ہے کہ اہل شمال آپ تو تیر اور گیت کو مذکر آہ۔ راہ کو مونث کہتے ہین اور آپ کو پیپ پڑا۔ اور چاہِ زنخدان تیری نہین کہنے دیتے۔ میری راے مین ایک قانون ایسا تصنیف کیجئے جس کی رو سے آپ عدالت مین دعویٰ دائر کرسکین۔ اُسی حالت مین اس جبر و تعدی سے آپ بچ سکتے ہین۔ ورنہ اور کوئی مفر کی صورت نہین ہے۔

نیلام نہ ہندی لفظ ہی نہ اُردو انگریزی حاکمون نے خدا جانے کہان سے اسے لاکر شمال ہند مین چھوڑ دیا ہے۔ اُسکی جگہہ یہان لفظ ہتراج مستعمل ہے پس مین نہین جانتا کہ ہتراج کے بولنے والے نیلام پر اور نیلام کے لکھنے والے ہتراج پر کیون ہنسی اُڑائین۔

ہتراج کے بولنے والے نیلام پر ہنسین تو یہ اُنکی دانشمندی ہے اسلئے کہ نیلام کا لفظ اُردو زبان مین داخل ہوچکا ہے ہراج داخل نہین ہوا یون اپنے ملک کا کوئی مستعمل لفظ اپنی جگہہ بیٹھکر استعمال کرلیا جائے مگر اُردو تحریر و کلام مین وہی لفظ لانا فرض ہوگا جسکو اہل زبان بولتے ہین۔

کھانا اُس غذا کو کہتے ہین جو معمولاً پیٹ بھرنے کے لئے استعمال مین آتی ہے۔

کیا کوئی غذا اسکے خلاف بھی ہوتی ہے۔ غذا کا اطلاق تو عموماً اُسی پر ہے جس سے پیٹ بھرا جائے۔ پھر اُس غذا کہنے کے کیا معنی

چونکہ دکن مین چانول معمولی غذا ہے اور روٹی شاذ و کمتر کھائی جاتی ہے اسلئے کھانا پکے ہوئے چاولون کو بولتے ہین روٹی کو نہین کہتے اور پکے اور کچے چانولون کی تمیز کے واسطے خشکہ اور چانول دو جدا لفظ مستعمل ہین۔ بس اہل شمال کا کھانے پر ہنسنا یا پکے کچے دونون کو چانول بولنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے وہ روٹی کو بوجہ اُنکی غذا ہونے کے کھانا کہہ لین ہم اُنپر نہ ہنسین گے۔

پہلے آپ کھانا کی تعریف کر چکے ہین کہ جس سے پیٹ بھرا جائے بس اُسی پر قائم رہیئے۔ یہی قول اہل شمال کا ہے کہ غذا کو کھانا کہنا چاہیئے عام اس سے کہ روٹی ہو یا چاول یا گوشت کچھ ہی ہو۔ اب آپ اپنے بتائے ہوئے معنی سے خود انحراف کرتے ہین کہ صرف چاول کو کھانا کہتے ہین باقی اور اشیاے خوردنی کا صفایا کئے دیتے ہین اور پھر شکایت یہ ہے کہ وہ ہنستے ہین خشکہ کہنے مین آپ اور اہل شمال متفق ہین لیکن وہ لوگ چاول کہتے ہین ایسے بیباک ہین کہ کچے چاول ہون خشکہ ہو پلاؤ۔ بریانی۔ یا میٹھے چاول ہون سبکو چاول کہہ بیٹھتے ہین۔ وہ ٹھہرے اہل زبان اُنکی داد نہ فریاد۔ چارنا چار آپ کو تقلید کرنی پڑیگی

ایسا ہی لفظ تقصیر ہے جو یون مثلاً استعمال ہوتا ہے۔ تقصیر آپ ہی فرمائین کہ مین نے کیا عرض کیا تھا جسکے معنی یہ ہوتے ہین کہ تقصیر معاف آپ ہی فرمائین کہ مین نے کیا عرض کیا تھا پس اگر

دربار شاہی مین کسی لفظ یا جملے کا استعمال اگر مخصوص کر دیا گیا ہو خواہ وہ بامعنی ہو یا بے معنی اُسکا استعمال حضور دربار کو چارنا چار کرنا ہوگا اور اس سے زبان پر کسیطرح کا الزام نہین آتا

یون تقصیر بولنا قصور ہے تو دہلی مین بادشاہ کو کرامات کیون کہتے تھے اور سالم ہندوستان بہر مین تقصیر کے مقام پر حضور کیون مستعمل ہی اسکے معنی تو سامنے کے ہین ۔

پس جسطرح بعض سلاطین دہلی کے حضور مین کرامات کہنے پر لوگ مجبور تھے اگر اسی طرح کی مجبوری آپکو تقصیر کہنے مین ہے تو آپ پر کوئی حرف نہین ہے اور اگر آپنے اسکو محدود نہین کہا عام طور سے جناب وقبلہ کی جگہہ کہتے ہین تو اس حالت مین اہل زبان آپکی تقصیر معاف نہین کر سکتے ۔

یہ تاویل کہ تقصیر معاف کی جگہہ تقصیر کہا جاتا ہی کچہ فائدہ نہین دیتی اسلئے کہ معاف کا لفظ چہوڑ دینا اُردو زبان کے نزدیک قابل عفو نہین ہے ۔

حضور اور حضرت کے معنی ہین غیبت کی ضد اور حاضر ہونے کی جگہہ چونکہ امرا اور سلاطین کے روبرو سب حاضر ہوتے ہین اس مناسبت سے یہ الفاظ امرا کی شانمین تعظیماً مستعمل ہو گئے اور اُردو والون نے غالباً فارسی والون کا اتباع کیا ہے ۔

یہی حال تسلیم و تسلیمات و آداب کا ہے اور کیا جناب اور صاحب کے اصلی معنی وہی ہین جن معنون پر انہین استعمال کرتے ہین ۔

ان الفاظ کے استعمال مین بھی اُردو والون نے اہل فارس کی تقلید کی ہے اور نہ بھی تقلید کرین تو اُردو زبان کا تصرف کیا کم ہے جو مستعمل ہو گیا ہو گیا اور جو ہو گا ہو جائیگا ۔

جمن جو دودہ مین دیا جاتا ہے تا وہ جمکر دہی بنجانے ضامن کیونکر ہو گیا ۔ لفظ ضامن ہندوستانمین

جمن کا لفظ گو من آشنا نہین ہے ممکن ہے کہ پہلے ہندی زبان مین جمن ہی کہتے ہون مگر فصحای اردو

داخل ہونے سے پیشتر وہی بن رہا ہے اُسوقت
کون سا لفظ اس معنی سے مستعمل تھا۔

نے ضامن کہنا پسند کیا اور یہی زبان ہو گئی
معناً بھی یہ لفظ مناسبتِ تامہ رکھتا ہے۔

سمن جو یعنے ٹھنڈا پانی جو گرم پانی مین
ملاکر سموتے اور معتدل بناتے ہین وہ کیون نہین
بدلدیا گیا کیونکہ وہ بھی اُسی طرح کا ضامن ہے
جیسا دہی کا جمن ہے۔

دودہ کا دہی بنانا اور گرم و سرد پانی کو
سمونا زمین و آسمان کا فرق رکھتا ہے کوئی
وجہ نہین کہ ضامن کا لفظ یہان بھی مستعمل ہو
اسکو صرف پانی سمونا یا سمویا ہوا پانی کہتے
ہین سمن جو کوئی لفظ نہین ہے۔

ملائی بالائی کیسے بگئی۔

ملائی کو نواب سعادت علی خان فرمانروای
لکھنو نے بالائی کہا تھا اُسوقت سے اہل لکھنو
بالائی ہی کہنے لگے اور رفتہ رفتہ تمام ہندوستان مین
رائج ہو گیا۔ مگر ملائی کا لفظ متروک نہین ہوا
وہ بھی مستعمل ہے۔

دودہ اور ساتھنے کی ہاے مخلوط کو بدلکر
دود اور ساتھنے بغیر ہا کے غلط عوام اہلِ
ہند ہے۔

دودہ کو دود کوئی نہین کہتا علی العموم
دودہ ہی مستعمل ہے اور یہی صحیح ہے۔ مگر ساتھنے
مین ہاے مخلوط کی ایک ہی کہی انسان کی
زبان پر تو ساتھنے کا لفظ آہی نہین سکتا اور
کسیکی نسبت مین نہین کہہ سکتا۔

دودہ کہانا ایک محاورہ اِس خوف سے
بنایا ہے کہ دودہ پینا رضاعیت کے معنی پر

دودہ پینا کہنا غلط نہین سمجھا جاتا مگر یہان
فصحا اِسکے استعمال سے بچتے ہین اور بیشتر

مستعمل ہوتا ہے۔ کہین کوئی دکنی اُنہین دودُ
بیتا بچہ نہ کہدے۔

ودودہ کہنا ہی کہتے ہین۔
دکن کے لوگ تو اہلِ ہند کو دودہ بیتا بچہ
نہ کہین گے ہان آپ ایسے مدراسی مذاق سے
کہین تو کہنے کا حق رکھتے ہین۔

جہاڑ کا لفظ ہم کیون نہ استعمال کرین
جب آپ خود جہاڑی اور بلور کا جہاڑ کہتے ہین

اہلِ زبان درخت کو جہاڑ نہین کہتے۔ ہان
روشنی کا جہاڑ مستعمل ہے آپ درخت کیا
تمام نباتات وجمادات کو جہاڑ کہیے تو کیا
کیا نقصان ہے۔

بتلانا۔ دکہلانا۔ تلک۔ ہیگا۔ رہوے۔
مت اور امر حاضر لوا و مجہول مثل کرو کہاوکے
ہووے۔ لیوین۔ کرے ہے من و غالب
واسیر تک کی زبان مین موجود تھے ایسا ہی
لفظ تئین قریب کے زمانے تک ٹکسالی محاورہ
رہا ہے۔ پس یہ ناانصافی ہے کہ چند شاعرانِ
ہند اپنے ہی اُستادون کے محاورون کو
چھوڑ بیٹہتے ہی اُنکو ہم بھی فوراً نہ ترک کر دینے پر
ہدفِ تیرِ ملامت بنائے جائین۔

بتلانا۔ دکہلانا۔ تلک اب بھی متروک نہین ہے
ہان اِنکے مقابل بتانا۔ دکہانا اور تک کو
ترجیح ہے۔
کرو کہاؤ کے استعمال مین کیا تامل ہی یہ کچہ سمجہ مین
نہین آیا البتہ ہووین۔ لیوین۔ کرے ہے
مت تئین یہ سب الفاظ اب متروک ہو گئے
ہین۔ اسیر کا نام غلطی سے لیا گیا اُنکے کلام مین
یہ الفاظ نہین ہین۔
چند شاعرون کی قید بیجا ہے۔ کوئی محاورہ
کوئی لفظ ترک نہین ہوتا نہ کیا جاتا ہے جبتک
کہ جمہور کا اسپر اتفاق نہو۔

فارسی ترکیب کا مضاف الیہ جب احد ہوتا ہے

یہ قانون آپکا ذاتی ہے کہ جمع کہنے کی حالت مین

تو اُردو مین بے جمع کئے ہوئے بطور جمع کے استعمال نہین ہوسکتا مگر اسکی پروا نہین کیجاتی بلکہ سالم جملے کو بطور لفظ مفرد کے استعمال کر بیٹھتے ہین ؎ رند

رات صیاد نے یہ کیکے سرا فرار کیا
رہین لٹکے قفس مرغ خوش الحان سر پہ

اسی طرح اسیر و آباد نے بھی کہا ہے۔

اُس لفظ کی جمع بنالی جائے مذکر الفاظ حالے رہتے ہین اور جمع استعمال کئے جاتے ہین جس طرح قفس لٹکے رہین زبان سے اسی طرح قفس آہنی لٹکے رہین کہا جائیگا۔ جس طرح اشک جاری ہین زبان سے اسی طرح اشک خون جاری ہین کہا جائیگا اضافت ہرگز مجبور نہین کرتی کہ قفسہاے آہنی اور اشکہاے خونین خواہ مخواہ استعمال کیا جائے۔ بلکہ اولے اور افصح وہی صورت ہے۔

اکثر فارسی جمع بھی اُردو مین مستعمل ہے میر ؎

چوکب دستِ حنائی مین پڑے وان ہونگے
لیگئے رنگ اُڑا تیرے شہیدان ہونگے

امانت ؎

جوش مین آیا جو دریاے شباب اے یاران
مین ہوا اُس دُرِ نایاب سے ایسا چسپان

لیکن بھولے سے بھی اہل دکن الف ونون سے جمع کردین تو یک لخت اُنکی کمبختی آجاتی ہے۔

میر کے زمانے مین ایک یہ کیا ہے اور بہت کچھ تھا جو اب زبان سے خارج کردیا گیا ہے اور امانت کی کوئی سند نہین اے یاران کہا تو غلط کہا۔ اے یارو کہنا چاہیئے۔

آپ چاہین کہ میر اور امانت کی سند پاکر عورتان اور کتابان وغیرہ کو جائز کرین تو یہ ہو نہین سکتا۔

غضب تو یہ ہے کہ ترکیب فارسی کی ایک نئی جمع ہند مین ایجاد ہوئی ہے یعنے تاربرقی کی جمع تارہاے برقی کے عوض تاربرقیان

تاربرقی مین اضافت نہین ہے۔ پھر مضاف ومضاف الیہ قرار دیکر تارہاے برقی کہنے کی کیا وجہ ہے۔ تاربرقی ایک اسم

کی جاتی ہی اور لفظ تار باوجود مذکر ہونے کے
اِس جمع نصرفی سے مونث بنا دیا جاتا ہے
اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ ۔
یہی حال تاریخ پیشی کا ہے کہ اسکی جمع بجاے
تاریخہاے پیشی کے تاریخ پیشیان لکھی جاتی ہی

ہوگیا ہے اور مونث مستعمل ہے ایسی حالتمین
لامحالہ اسکی جمع تار برقیان ہوگی ۔
تاریخ پیشی مثل تار برقی کے ایک اسم نہین ہے
بلکہ مضاف ومضاف الیہ ہے بجاے تاریخہاے
پیشی اگر کوئی تاریخ پیشیان کہے گا تو غلط ہوگا

اُردو کے دو لفظون یا جملون کو حرف ربط فارسی
سے ملا دیتے ہین یا فارسی کے الفاظ اور جملون کو
حرف رابط اُردو سے مثلاً ہاتھ پاؤن ضرورتون
ولحاظات ۔ امور جزئی اور کلی ۔

ایسا استعمال کرتے ہین تو غلطی کرتے ہین
مگر امور جزئی اور کلی مین امور کی اضافت جزئی
کے ساتھہ ہو تو یہ جملہ صحیح ہوگا ۔

اُستادان مسلم الثبوت ہند اور غلطیان بھی بے پروائی
سے کرتے ہین جنکے منجملہ یہ ہین ۔ مومن ؎
صفحہ جیحون جو کبھی ہم سوزش دل لکھواتے ہین
ساری حباب لب دریا تبخالے سے بچاتے ہین
لب کو مشدد باندہا ہے ۔

اِس شعر مین لب مشدد نہین ہے ۔ بلکہ لب
بفتح لام واشباع کسرۂ با ہے بات یہ ہے
کہ آپ عروض بالکل نہین جانتے دیکھئے مصرع
ثانی کا وزن یہ ہے ۔ فاع فعول فعولن فعلن فعلن
فعلن فعلن فع ۔ اب تقطیع کر لیجئے ۔ سارے فاع
حباب فعول لب در فعولن یا تب فعولن خالے
فعلن سے بن فعلن جاتے فعلن ہین فع ۔ یہ
آٹھہ رکن ہین جن مین ۳۰ حرف ہین مصرع اولی
سے مطابق کر لیجئے اُسمین بھی آٹھہ رکن اور
۳۰ حرف ہین ۔



مومن ؎ مہر و نہ دونون دشمن کین تو زہ داغ دین کیا نئی شب و زر
داغ دین کے معنی ہین داغ دیتے ہین یعنے خدا کی

بجاے داغ دیے جمع نہ کرکے داغ دین کہا ہی۔

شان کہ ہر دو مہ دونون داغ دین۔ داغ دیے کہنے کا موقع نہین ہے۔

اسیر ؎ حسن بے پردہ کی گرمی سے کلیجا پکا۔
تیغ کی آنچ سے گھر مین مرے کھانا پکا۔

ہر طرح ہاتھ اُٹھانا ہے جہان سے مشکل
بیٹھ رہنے کو بھی گھر چاہیے کچا پکا

لفظ پکا کو حالت صفت مین بھی مشدد باندھا ہی اور حالت فعل مین بھی اسی طرح رند نے بھی تشدید کے ساتھ کہا ہے۔

اے سبحان اللہ۔ آپ چاہتے ہین کہ کھانا پکا بالتشدید نہ کہا جاے بالتخفیف کہا جاے یہ محض آپکی زبان ہے۔ آپ اپنی زبان درست کیجیے۔ پکا فعل ہو یا صفت ہر حال مین تشدید کے ساتھ مستعمل ہے۔

رند ؎ ہر ایک زبان پر تو حاصلِ کلام آیا
وہ رٹتا ہے جیسے جسطرح تیرا نام آیا

اسکا وزن غیر مفہوم اور اگر وزن کو سہو کتابت پر حمل کرو تو یہ حاصلِ کلام بے اضافت کے کیسا۔

اول تو آپ کے لکھنے کی غلطی ہے کہ ہر اک کو ہر ایک اور پہ کو پر لکھا۔ دوسرے آپکے پڑھنے کی غلطی ہے کہ حاصلِ کلام کو بغیر اضافت کے پڑھا۔ شاعر نے تو صاف کہا ہے ؎

ہر اک زبان پہ تو حاصلِ کلام آیا
وہ رٹتا ہے جیسے جسطرح تیرا نام آیا

صبا ؎ بیقراری دلِ عاشق پہ
دل تڑپ جائیگا ہل جائیگا

تڑپیگا دل اور ہلجائیگا معشوق۔ کیونکہ یہان مخاطب معشوق ہے۔

آپکی اس سمجھ کے قربان۔ آپ سمجھے ہین کہ دل عاشق کا تڑپے گا۔ جناب جس سے خطاب ہی اُسی سے کہتے ہین کہ آپکا دل تڑپیگا ہلجائیگا۔

وزیر۔ یوسف جو کہا اُنہین تو بولے
کیا آپ نے مول لے لیا ہے
لے لیا کیون کہا کیا لیا کا فی نہتا۔ مول لے لیا
سے قیمت لے لی مراد ہوتی ہے۔

آپکو اُردو زبان سے کچھ بھی مس ہوتا تو
ایسا نہ فرماتے اِس جگہ مول لے لیا خاص
زبان ہے۔
اور یہ بہت ہی ہوئی کہ مول لے لیا سے
مراد ہے قیمت لے لی۔ زباندانی آپ ہی کا
حصّہ ہے۔

صبا۔ حورانِ جنان کو بھی کبھی دیکھ ہی لینگے
پریون سے تو اے یار پری تو نظر آیا
پری اسم ہے صفت نہین پھر تفضیل کیونکر
ہوسکتا ہے

پری اسم بھی ہے اور پری خوبصورت
وحسین کے معنی مین بھی آتا ہے اُردو زبان
جاننے والون سے پوچھ لیجئے۔ امیر مینائی
مرحوم فرماتے ہین ع۔
ایک سے ایک پری کھینچی ہے تصویر نے

وزیر۔ ٹھن گئی جبکہ تو نہ آئیگا
موت کا ہمکو انتظار رہا
انتظار رہیگا درست ہے۔

شاعر گزشتہ واقعہ کو بیان کرتا ہے
کہ جب قرار پاگیا کہ تو نہ آئیگا تو ہمکو موت کا انتظار
رہا۔ آپ کہتے ہین کہ رہیگا درست ہے
آپ کے کہنے کا کیا کہنا۔

بہت سے محاورے اہلِ شمال خود استعمال
کرتے ہین مگر ہمکو اُسکے مجاز نہین سمجھتے۔ چنانچہ
دلّی کی بیگمون کی زبان مین ہی۔ ہم سار کے
غریبون کو کون پوچھتا ہے۔ ملاحظہ ہو انشاء ہادی النسا
مگر کسی دکنی کی زبان سے لفظ سار کا یا سری کا

انشاے ہادی النسا معلوم نہین کیسی کتاب
ہے اور اُسکی کیسی زبان ہے۔
ہم سار کے غریبون کو۔ یہ دلی کی زبان نہین
ہے۔ باقی آسرا۔ دہاگا۔ سرکنا۔ نہتا۔ جتن
کاڑھنا۔ وغیرہ بے شک مستعمل ہین اور

انگلیجا نا قابلِ مضحکہ ہوتا ہے۔ ایسا ہی لفظ آسرا اور دہاگا وزیر نے کہا ہے اور سرکنا رند نے اور رہنا بنی جین۔ جانصاحب اور رنگین نے باندہا ہے اور کاڑہنا اور ناتہنا فرہنگ آصفیہ مین لکہا ہے۔

فصیح الفاظ ہین۔ اِنکے استعمال سے یہ لازم نہین آتا کہ آپ کو سارکا یا سری کا بولنے کی اجازت دیدیجاے۔

لفظ کہلانا کہیلنا کا متعدی بھی ہے اور کہانا کا متعدی بہ دو مفعول بھی وہی ہے۔ حالانکہ صورت اول مین بالکسر ہونا چاہئے اور شق ثانی مین بالفتح۔

کہانا اور کہیلنا کے مصدر متعدی مین فرق ہے۔ کہانا کا متعدی (الثانی) کہلانا۔ پلانا کے وزن پر ہے۔ یعنے کسرۂ کاف معروف کی کیفیت رکہتا ہے اور کہیلنا کا متعدی کہلانا۔ دکہانا کے وزن پر ہے اسمین کسرہ کاف مجہول کی بو دیتا ہے۔ آپکی جو یہ راے ہے کہ کہانا کا متعدی (الثانی) بفتح کاف ہونا چاہئے مین اسکی داد دیتا ہون۔

جیسا شمالی ہند مین پوربی پنجابی الفاظ مخلوط ہوگئے ہین اور معیوب نہین سمجہے جاتے۔ یہان بھی اختلاف اقوام ہمسایہ و السنۂ متنوعہ سے بعض غیر زبان کے الفاظ زبان پر چڑہ گئے ہین اور یہ خلاف ادب وشان عادات اہل لسان نہین ہے۔ نکو بمعنی نہین۔ ہو بمعنی ہان۔ سیڑنا بمعنی پہنسنا۔ نکو بمعنی آہستہ۔ مرہٹی لفظ ہین جو دکن کی زبان مین آمیزش پاگئے ہین

رنگین اور سوز وغیرہ کے اکثر الفاظ اب دلی مین متروک ہوگئے ہین اور نہ بھی ہون تو اسکی ضد آپکو کیون ہے اہل دہلی تو جو کہتے ہین اسکو دینا مانتی ہے۔ آپکے نکو اور ہو۔ اور ہلو اور سیڑنا کو کون مانتا ہے۔ غیر ملک کی زبان کو اپنے محاورے مین لینا نہ لینا اہل لسان کے لئے ہے نہ اہل مدراس کے لئے۔

یہ اگر گناہ ہے تو سُرت اور جیوڑا اور دھرن وغیرہ بہت سے الفاظ کیون دہلی مین مستعمل ہین۔ جیسا کہ رنگین اور سوز اور انشا وغیرہ نے کہا ہے۔

آپ دکن کیچ مین کیون سانتے ہین ارباب دکن تو مقلد ہین وہ ہر امر مین جسکے وہ موجد نہین اصل موجد کی طرف رجوع کرتے ہین عربی مین عرب فارسی مین فارس انگریزی مین انگلستان اور اُردو مین دلی لکھنو کا تتبع کرتے ہین اور یہی شیوہ ہر ذی عقل کا ہے۔ ہان آپ اس روش کے خلاف تقلید سے گر بزرگین تو آپکو زیبا ہے اسلئے کہ آپ دو پیکر کے مصنف ہین۔ باقی آئندہ

مہتمم

نظم

جناب وبیر الدولہ نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی

غم سے کہین نجات ملے چین پائین ہم
جنت مین جائین ہم کہ جہنم مین جائین ہم

جور فلک مین خاک بھی لذت نہین رہی
ڈرتے ہے بھول جاے وہ سفاک روز حشر

ممکن ہے یہ کہ وعدے پر اپنے وہ آبھی جائین
ناراض ہو خدا تو کرین بندگی سے خوش

سرو دستون کے کاٹ کے رکھتے ہین سامنے
کتنا ترا مزاج خوشامد پسند ہے

دل خون مین نہاے تو گنگا نہائین ہم
ملجائے تو کہین نہ کہین تجکو پائین ہم

جی چاہتا ہے تیری جفائین اُٹھائین ہم
دنیا مین لکھتے جاتے ہین اپنی خطائین ہم

مشکل ہے یہ کہ آپ مین اُسوقت آئین ہم
معشوق روٹھ جاے تو کیونکر منائین ہم

غیرون سے پوچھتے ہین قسم کسکی کھائین ہم
کبتک کرین خدا کے لئے التجائین ہم

یہ اور کوے یار کا چکر زنے نصیب
لیتے ہین اپنے پاؤن کی اکثر بلائین ہم

لالچ عبث ہے دل کا تمہین وقت واپسین
یہ مال وہ نہین کہ جسے چھوڑ جائین ہم

تاثیر کو سلام کرین دونون ہاتھ سے
جس وقت اپنے ہاتھ دعا کو اٹھائین ہم

سونپا تمہین خدا کو چلے ہمتو نامراد
کچھ پڑھ کے بخشنا جو کبھی یاد آئین ہم

سوز درون سے اپنے شرر بنگئے ہین شک
کیون آہ سرد کو نہ پتنگے لگائین ہم

یہ جان تم نہ لوگے اگر آپ جائیگی
اس بیوفا کی خیر کہان تک منائین ہم

ہمسائے جاگتے رہے نالونسے رات بھر
سوئے ہوئے نصیب کو کیونکر جگائین ہم

جلوہ دکھا رہا ہے وہ آئینہ جمال
آتی ہے ہمکو شرم کہ کیا منہ دکھائین ہم

مانو کہا جفا نہ کرو تم وفا کے بعد
ایسا نہو کہ پھیرلین الٹی دعائین ہم

آزار عشق سے بھی تو بڑھتی ہے اپنی عمر
لیتے ہین اک زمانے کی لاکھون دعائین ہم

دشمن سے ملتے جلتے ہین خاطر سے دوست کی
کیا فائدہ جو دوست کو دشمن بنائین ہم

تو بھولنے کی چیز نہین خوب یاد رکھ
اے داغ کسطرح تجھے دل سے بھلائین ہم

جناب منشی ممتاز علی صاحب آہ تلمیذ حضرت امیر مینائی

پہلو سے میرے کھینچے نا وک سنبھال کے
دل کچھ نہ آئے ساتھ ذرا دیکھ بھال کے

تڑپا نہ روح صدقے ترے انفعال کے
مٹی مری ٹھکانے لگا خاک ڈال کے

کیا دیکھکر مین ناخن پا سے مثال دون
کون ایسے چار چاند لگے ہین ہلال کے

باہم جو انکی زلفین الجھتی ہین بار بار
کہتی ہے مانگ بیچ سے مجکو نکال کے

غیرون کے پاس ادھر ہے ادھر میرے پاس ہے
اللہ رے کرشمے تمہارے خیال کے

منہ رکھدیا ہے جوش محبت سے قبر پر
تربت پہ میری پھول چڑھائے ہین گال کے

پہلو اب اور کوئی تو باقی نہین رہا
حسرت نکالے لیتے ہین دل ہی نکال کے

دبنالہ دبکے سرمہ کا آنکھین اٹھائی ہین
متوالے دور چلے ہین سر ہی سنبھال کے

دل لیکے مجھ سے اسکے عوض داغ دیگئے
سینے مین پھول رہگئے کانٹا نکال کے

کیا بات اُسکے طالع بیدار کی بھلا
سوتا ہو جو گلے مین ترے باہین ڈال کے

چولی مسک گئی تو یہ عصمت سے حکم ہے
جا لا دے تار دامنِ مریم نکال کے

کیا بچگیا تھا زلف کے پھندے سے بال بال
آنکھون نے دل کو پھانس لیا ڈوریڈال کے

اِک تم ہو جی سے بوسہ نکلتا نہین کبھی
اک ہم ہین رکھدیا ہے کلیجا نکال کے

کٹتے کوکٹ ہی جاتی ہین راتین فراق کی
سوتے ہین ہاتھ اپنی ہی گردن مین ڈال کے

آنکھونمین میری آؤ جو پردے کا ہو خیال
ہین پھینکدونگا مردمِ دیدہ نکال کے

مجھ سے بگڑ گئی تو پھر اسکو بھی جانے دو
تم کون رکھنے والے ہو میرے ملال کے

کیونکر نکال دون غمِ جانان کو دل سے مین
اسکو کھلا دیا ہے کلیجا نکال کے

جھنجلا رہا ہون ساتھ رقیبون کے دیکھکر
پچتا رہا ہون رسم وفا کی نکال کے

یا شاہِ دین نگاہ ترحم ہو آہ پر
اصحاب کے طفیل مین صدقے مین آل کے

رباعیات جناب اختر مینائی در مدح حضرت بندگانِ عالی خلد اللہ ملکہ

اللہ رے عروشانِ سلطانِ دکن
خود شان ہی محوِ آنِ سلطانِ دکن

اختر کہتے ہین چاند سورج جنکو
ہین دو گلِ بوستانِ سلطانِ دکن

ولہٗ

سرمایۂ نازِ شہریاری ہین حضور
زیبائشِ تختِ تاجداری ہین حضور

کیونکر نہ دعا زبان و دل سے نکلے
بندون کے لئے رحمتِ باری ہین حضور

ولہٗ

آصف سے ہے سرسبز گلستانِ جہان
آصف سے ہی آرائشِ ایوانِ جہان

آصف نے حکومت کی ہوا باندھی ہے
آصف ہین مگر کہئے سلیمانِ جہان

ولہٗ

آصف سے شب و روز بھی ہین نور آگین
یہ ماہِ مبین ہین تو یہی مہرِ مبین

دیتی ہے دعا رات کہ ہو عمر دراز
کہتا ہر نکلکے دن کہ آمین آمین

ولہٗ

آصف ہی ہین نوریاب سب آٹھ پہر
گیتو ہے سرِ شام ہو یا روے سحر

یہ ذات جو ہے ذاتِ خدا کا سایہ
اِس سائے کے دو سائے ہین خورشید و قمر

ولہٗ

جو آن کسی مین نہین سرکار مین ہے
جو شان کہین بھی نہین دربار مین ہے

ہو تابِ نظر کسیکو کیونکر اختر
سورج کی کرن طرۂ دستار مین ہے

ولہٗ

یون لاکھ کوئی دولت و حشمت رکھتے
ہو کون جو یہ تاجِ کرامت رکھتے

سرکار ہی سرتاج زمانہ مین آج
اے ظلِ خدا خدا سلامت رکھتے

ولہٗ

جس جا ہو ورود انجمن ہو جاے
صحرا مین گزر ہو تو چمن ہو جاے

وہ رعب ہی سرکار کے تو سے عیان
گر سامنے شیر آئے ہرن ہو جاے

ولہٗ

بیکس پہ مسافر پہ کرم کرتے ہین
غمدیدون کا غم کرتے ہین

ہمت کی شان کہہ رہی ہے اختر
جو کوئی نہ کر سکے وہ ہم کرتے ہین

ولہٗ

سُنتے ہین جو حال زار زر دیتے ہین
چارانک بہانے پہ گہر دیتے ہین

خود داد و دہش دیتی ہے اس داد کی داد
دیتے ہین تو اسطرح کہ بھر دیتے ہین

ولہٗ

مہکے ہوئے اخلاق کے گلدستے ہین
مقصود کے ہر طرف کھلے رستے ہین

آباد رہے دستِ عطا دستِ سخا
اِن ہاتھون سے اُجڑی ہوئی گھر بستے ہین

ولہٗ

اُونچی رہے شاہون مین نگاہِ آصف
بڑھ بڑھ کے چمکتا رہے ماہِ آصف

	اختر کی زبان پر ہے یہی آٹھ پہر		اللہ سلامت رہیں شاہ آصف

کوا اور سے کی بحث

اُردو زبان کے چرچے اس اعتبار سے کہ اصلاح ملحوظ ہو نہایت مفید ہین بعض بعض رسائل زیادہ تر اس طرف متوجہ نظر آتے ہین۔ اُردوے معلیٰ مین تنقیدی مضمون التزاماً اسی غرض سے ہوتا ہے اور خوب ہوتا ہے۔ ریاض الاخبار اور فتنہ بھی اکثر مباحثِ زبان مین شرکت کرکے ملک کو ممنون کرتے ہین۔

کئی برجون مین متواتر کوا اور سے کی بحث دیکھنے مین آئی۔ چھیڑ جس شعر پر ہوئی تھی وہ یہ ہے۔

آرزو یاس کو یہ کہتی ہے
اک سے شہر کا نشان ہون مین

اس مین سے کی جگہ کو کہا گیا ہے اور یہ غلط ہے۔ اگر مصنف عالی خیال اتنی بات کہدیتے کہ کتابت کی غلطی ہے تو کوئی بات نہ تھی بیشتر ایسا ہوتا ہے مگر اُنکی نیک نیتی نے اسپر متوجہ کیا کہ تحقیق و تنقید ہو کر بات چھن جائے۔ تاکہ پبلک اس فائدے سے محروم نہ رہے۔

مصنف نے مثال مین جو اشعار تلاش کرکے پیش کئے ہین اُنسے اُنکے مبحوث عنہ شعر نے کوئی فائدہ نہین اُٹھایا۔ مگر بات بڑھنے سے زبان کو ضرور نفع پہونچا اور بات مین بات پیدا ہوگئی۔

اُردوے معلیٰ کا قول ہے کہ جملۂ انشائیہ مین جبکہ امر یا نہی موجود ہو کہنا کا صلہ کو اور سے دونون آسکتے ہین مثلاً "زید کو کہو کہ مدرسہ جائے" "زید سے کہو کہ مدرسے جائے" دونون صحیح ہین اور اسی قاعدے کے موافق امیر مرحوم کا یہ شعر ہے حسین مجھسے کی جگہ مجھکو

آیا ہے۔

مرکے راحت تو ملی پر ہے یہ کھٹکا باقی
آکے عیسےٰ سرِ بالین نہ کہین قم مجکو

فتنہ نے اس قول کی تردید کی ہے۔ اُسکے نزدیک کو کا آنا جائز نہین لکھا ہے کہ اُمیر مرحوم کا یہ قدیم شعر ہے۔ بعد کو اُنھون نے ترک فرما دیا تھا اور اب محاورہ فقط سے کے ساتھ ہے۔ زید کو کہو مدرسے جائے درست نہین ہے فتنے کا یہ قول کہ اُمیر مرحوم نے بعد کو ترک فرما دیا تھا درست نہین ہے۔ جناب داغ کا شعر بھی موجود ہے۔

معجزہ حضرتِ عیسےٰ کا غلط بھی تو نہین
در دا اُٹھتا ہے وہ کہتے ہین اگر قم مجکو

یہ ایک حکم ہے اور زبانون پر بکثرت آتا ہے۔ مجکو اُٹھنے کے لئے کہا۔ مجسے اُٹھنے کے لئے کہا۔ مجکو کیا ارشاد ہوتا ہے۔ مجہ سے کیا ارشاد ہوتا ہے سب جملے مستعمل ہین اور اُردوے معلیٰ کے قول کی تائید کرتے ہین۔ مگر اسمین بھی شک نہین کہ اس جملے مین۔ زید کو کہو کہ مدرسے جائے۔ کو کی جگہہ سے کو ترجیح ہے۔ ایسے جملون کی نسبت امر و نہی کی قید ضروری ہے مگر اسکے ساتھہ اُردوے معلیٰ نے جملہ انشائیہ کی تخصیص کی ہے ہم کہتے ہین کہ "زید کو کہو مدرسے جائے" اور "زید کو مدرسے جانے کے لئے مین نے کہدیا ہے" ان دونون مین بحیثیت زبان کیا فرق ہے۔ اگر فرق نہین ہے تو یہ کہنا پڑے گا کہ حکم کے ساتھ متعلق کرکے اگر خبر دیجائے تو جملہ خبریہ مین بھی آسکتا ہے۔

یہ رائے فتنہ کی بہت صائب ہے کہ اُردوے معلیٰ کو چاہئے کہ متروکات سے اجتناب کرے۔ مگر وہی الفاظ و محاورات چھوڑنے کے ہین جو واقعی متروکات مین داخل ہو چکے ہین۔ جاوے۔ آوے۔ لیوین۔ دیوین۔ تئین۔ چاہئین۔ یہ الفاظ اُردوے معلیٰ مین نظر آتے ہین۔ ان سے بچنا ضرور ہے۔ درانحالیکہ وہ دوسرون کو اصلاحِ زبان کی ہدایت کرتا ہے۔

اُردوے معلیٰ نمبر ۳ مین کسیکے دو جملے مجروح کئے گئے ہین اور ساتھہ ہی اسکے اہل زبان کو

رائے زنی کا موقع دیا ہے۔ وہ فقرے یہ ہیں ۔

"اُسکی اپنی رائے ہے" اپنی زائد یہ غیر فصیح زبان ہے۔ "اُس شخص کو روک لیا جائے" ۔ صحیح زبان یوں ہے "وہ شخص روک لیا جائے" دونوں اعتراض قابلِ تسلیم نہیں ہیں۔ جملہ اولے میں اپنی کا لفظ تخصیص اور حصر کا زور بڑھا دیتا ہے۔ اِس صورت میں زائد کہنا نہیں ہو سکتا اور فصحا کی بول چال میں داخل ہے اور دوسرے فقرہ کا استعمال بھی اِس کثرت سے ہو رہا ہے کہ ان دو جملوں میں وہ شخص روک لیا جائے" "اُس شخص کو روک لیا جائے" کسی طرح کا فرق نہیں سمجھا جاتا ۔

مہتمم

ضوابط دبدبۂ آصفی

دفعہ ۱۔ یہ رسالہ ہر ماہ ہلالی کی چھٹی تاریخ کو شایع ہوتا ہے۔ اسکے تمام حقوق عالیجناب وزارت پناہ نے مہتمم رسالہ کو مرحمت فرمائے ہین اور مہتمم نے اپنی طرف سے یہ قیمت قرار دی ہے۔ عام قیمت سالانہ مع محصول للعہ ۹ عمائد و عہدہ داران عالیمرتبہ سے دس روپیہ امرائے عظام و رؤسائے عالیمقام اپنی شان کے موافق جو قدر دانی فرمائین

دفعہ ۲۔ مضامین بشرط پسند کمیٹی طبع ہونگے جو مضمون اعلیٰ درجے کا ہوگا اُسکے شکریے مین ایک اشرفی دیجائیگی۔

دفعہ ۳۔ اشتہارات کی چھپائی بذریعہ تحریر طے ہوسکتی ہے۔

دفعہ ۴۔ خط و کتابت اس پتے سے ہونی چاہئے محبوب بریس علاقہ پیشکاری بنام مہتمم محبوب الکلام دبدبۂ آصفی